آقای سید محمد مهدی مازندرانی اعلی اللہ مقامہ

معالی السبطین

فی

احوال الحسنؑ والحسینؑ

جلد اوّل

مولف

فخر المورخین آقائی محمد مہدی مازندرانی اعلی اللہ مقامہ
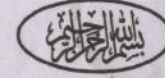
مترجم ـــ مولانا اثیر جاڑوی

ملنے کا پتہ

نظامی پریس بکڈپو وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

☆ نام کتاب : معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ

☆ مصنفہ : آقائے محمد مہدی مازندرانی اعلی اللہ مقامہ

☆ مطبوعہ : نظامی پریس لکھنؤ

☆ سن اشاعت : باردوم اپریل ۲۰۰۵ء

☆ قیمت : Rs. 150/-

Nizami Press Book Depot
Victoria Street, Lucknow
Tel: 2267964, 2240672

انتساب

مرسلِ اعظم

منجی بشریت

حضرت محمد

صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم

کے نام

گذارش

خدا کا شکر ہے کہ نظامی پریس کی برابر یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین کرام کو اچھی سے اچھی کتب مطالعہ کے لئے پیش کرتا رہے۔

زیر نظر کتاب معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ جلد اول پیش کرکے ادارہ مقبولیت کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ جسکے مصنف فخر المورخین آقائی محمد مہدی مازندرانی اعلی اللہ مقامہٗ ہیں اور مترجم مولانا اشیر جاوڑی ہیں۔

اسمیں تاریخ اسلام کے اس اہم باب کا ذکر ہے جو سردار شباب اہل جنت سے متعلق ہے۔ مکمل تفصیل کے ساتھ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے حالاتِ زندگی ہیں جو تاریخ اسلام کا اہم جزء ہیں۔ ساتھ ہی ان واقعات کی بھی تفصیل ہے جو ان ذوات مقدسہ کی زندگی سے متعلق ہیں۔ مثلاً حضرت امام حسنؑ نے صلح کیوں کی اور حضرت امام حسینؑ نے جنگ کیوں کی۔

یہ پہلی جلد ہے جسمیں حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی پیدائش سے لیکر شہادتِ حسینؑ کے مکمل حالات کی تفصیل ہے ـــــ دوسری جلد جو جلد ہی شائع ہوگی اسمیں شہادتِ امام حسینؑ کے بعد سے متوکل کے دور تک کے تاریخی واقعات ہیں۔

امید ہے مومنین کرام ان دونوں جلدوں کو مطالعہ کرکے بہت کچھ حقائق سے واقفیت حاصل کرلیں گے۔ ہم اپنی اس کاوش کو خدمتِ معصومۂ عالم میں پیش کرکے اس کا اجر و ثواب اپنے والد مرحوم جناب سید نجم الحسن نقوی کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کر رہا ہوں ـــــ والسلام

سید وصی ظہیر نقوی

فہرست

مجلس اول

ولادت امام حسن اور چند ایک مناقب

مناقب میں واصل ابن عطا سے مروی ہے کہ حسن ابن علی میں انبیاء کے اوصاف اور شہنشاہوں کا دبدبہ تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا۔ آپ میں عظمت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ وہ عزت ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔

مناقب ہی میں محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ نبی اکرم کے بعد شرف اور عزت کا جو مقام امام حسن کو نصیب ہوا وہ کسی کے حصہ میں نہیں آیا آپ کے لیے بیرون در مسند بچھائی جاتی تھی جب آپ گھر سے باہر تشریف لاکر مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے تو راستہ رک جاتا تھا۔ آپ کی ہیبت اور عظمت کی بدولت لوگ آپ کے سامنے سے نہیں گزر سکتے تھے جب آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ میری وجہ سے نہیں گزرتے تو آپ نے بیرون در بیٹھنا ترک فرمادیا۔ میں نے آپ کو راہ مکہ میں پیدل چلتے دیکھا جس نے بھی آپ کو پیدل چلتے دیکھا اپنی سواری سے اتر کر وہ بھی پیدل چلنے لگا حتی کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو بھی پیدل چلتے دیکھا آپ کا حلیہ مبارکہ۔ گورا رنگ۔ بادامی آنکھیں۔ نرم رخسار، ستواں ناک، گھنی داڑھی۔ صراحی دار گردن۔ چہرہ سفید، میانہ قد، چہرے پر ملاحت۔ حسین ترین۔ گھنگریالے بال گٹھا ہوا جسم۔ ریش مبارک کو خضاب کیا کرتے تھے۔

انتساب

مرسل اعظم

منجی بشریت

حضرت محمد

صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم

کے نام

☆ نام کتاب : معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ

☆ مصنفہ : آقای محمد مہدی مازندرانی اعلیٰ اللہ مقامہٗ

☆ مطبوعہ : نظامی پریس لکھنؤ

☆ سن اشاعت : بار دوم اپریل ۲۰۰۵ء

☆ قیمت : Rs. 150/-

ملنے کا پتہ

Nizami Press Book Depot

Victoria Street, Lucknow

Tel: 2267964, 2240672

مناقب میں امام حاکم سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسن نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص مجھ سے نانا کے سلسلہ میں مباہات کرنا چاہے تو میرا نانا رسول اللہ ہے۔ اگر کوئی ماں کے سلسلہ میں مسابقت کرنا چاہے تو میری ماں بتول ہے اگر کوئی مجھ سے ملاقاتوں کے سلسلہ میں مسابقت کرنا چاہے تو ہماری ملاقات کو جبریل آیا کرتے تھے

مناقب میں ہے ایک مرتبہ امام حسنؑ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا کہ۔ فاطمہ زہرا کا فرزند ہے۔ طواف سے فراغت کے بعد آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا۔ یوں کیوں نہیں کہتا کہ۔ علی ابن ابی طالب کا فرزند ہوں۔ میرا باپ میری ماں سے افضل تھا۔

آپ کی پیشانی چوڑی تھی۔ کلام شہد سے شیریں فرماتے تھے۔ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو ایسے معلوم ہوتا جیسے ماہ دو ہفتہ طلوع ہو رہا ہو۔ بے مثال حسن و جمال کے مالک تھے۔

مناقب میں ہے کہ دیہات سے ایک حسین ترین عورت آپ کے پاس آئی۔ آپ مصروف نماز تھے۔ آپ نے جب محسوس کیا کہ کوئی عورت آئی ہے تو آپ نے نماز کو مختصر فرمایا اور پوچھا کہ کیا تجھے کوئی کام ہے۔ عورت نے عرض کیا میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کے بڑی دور سے آئی ہوں۔ آپ اس کے ارادہ کو بھانپ گئے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ دفع ہو جا یہاں سے۔ کیا تو اپنے ساتھ مجھے بھی آتش جہنم میں جلانے آئی ہے۔ وہ عورت گڑگڑا کر منت سماجت کرنے لگی جب آپ نے اس کی لجاجت کو دیکھا تو رونے لگے۔ آپ کی صدائے گریہ سن کر امام حسینؑ آ گئے وہ بھی بیٹھ کر رونے لگے۔ آپ کے پاس آپ کے صحابہ آنا شروع ہو گئے جو بھی آتا وہی آپ کے ساتھ مصروف گریہ ہو جاتا۔ امام حسینؑ ایک عرصہ تک آپ سے سبب گریہ نہ پوچھ سکے۔ آخر ایک رات نیند سے بیدار

ہو کر امام حسنؑ نے رونا شروع کیا تو امام حسینؑ نے پوچھا۔ بھیا اس وقت رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میری زندگی تک کسی کو نہ بتانا۔ میں نے ابھی ابھی خواب میں حضرت یوسفؑ کو دیکھا ہے۔ ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر بے ساختہ رونے لگا۔ حضرت یوسف نے مجھ سے پوچھا حسن بھائی رونے کا کیا سبب ہے؟ تو میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر مجھے حضرت یعقوبؑ کا فراق اور زلیخا کی محبت یاد آ گئی ہے۔ کہنے لگے اگر محسوس نہ فرمائیں تو میں عرض کروں کہ میرا حسن و جمال آپ کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ ریگ صحرا۔ اگر میرے معاملہ میں زلیخا مجبور تھی تو کیا آپ کے معاملہ میں وہ دیہاتی عورت مجبور نہ تھی۔

امام حسنؑ صورت اور سیرت میں نبی کونینؐ سے مشابہ تھے۔ خود نبی اکرمؐ فرمایا کرتے تھے اے حسن! تو میری صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

نبی کریمؐ کو دونوں بھائیوں سے بے پناہ محبت تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ اولاد دنیا کا سکون ہوتی ہے اور اللہ نے مجھے دنیا میں حسنؑ اور حسینؑ دو سکون عنایت فرمائے ہیں حسنؑ اور حسینؑ اسمائے جنت میں سے دو نام ہیں۔ اللہ نے اہل دنیا سے یہ دونوں نام ہی محجوب رکھے تھے تاکہ فرزندان فاطمہ سے پہلے کوئی یہ نام نہ رکھے۔ حسینؑ اور حسنؑ کا اسم مصغر ہے۔

رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام ہارون کے بیٹوں کے مطابق رکھے ہیں۔ ان کے نام شبرؑ اور شبیرؑ تھے۔ اور انہی کے ہم معنی عربی میں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

بہار الانوار میں ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ بعد از نبی ایک عرب مدینہ میں آیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے در زہرا دکھاؤ جب در فاطمہ زہرا پہ پہنچا تو استدعا کی۔ بی بی!

چند منٹ کے لیے اپنے دونوں بیٹوں کو باہر بھیج دیجئے۔ بی بی نے دونوں شہزادوں کو باہر بھیجا۔ جب شہزادے باہر آئے وہ عرب دونوں شہزادوں کے بوسے بھی لیتا رہا۔ روتا بھی رہا اور کہتا رہا۔ میرے ماں باپ قربان جائیں تم دونوں شہزادوں پر۔ کہ تمہارا نام تورات میں شبر اور شبیر ہے اور انجیل میں طاب اور طیب ہے۔ پھر اس نے آنحضور کے متعلق پوچھا جب اس کے سامنے انحضورؐ کے اوصاف بیان کیے گئے تو اس نے کہا۔ اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمدا رسول الله۔

بحار الانوار میں ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے بعد بنت رسول آپ کو اٹھا کر نبی اکرم کے حضور لائیں آپ نے آپ کا نام حسنؑ رکھا۔ پھر امام حسین کی ولادت کے بعد آپ کو بھی انحضور کے پاس لائیں تو آپ نے ان کا نام حسینؑ رکھا۔

بحار الانوار میں ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو بنت رسولؐ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ نومولود کا نام تجویز فرمائیں، حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ میں نبی کونین سے سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں سرور انبیاء تشریف لے آئے۔ آپ نے اسماء سے فرمایا۔ اسماء میرا بیٹا میرے پاس لے آ۔ اسماء سفید کپڑے میں لپیٹ کر شہزادے کو لے آئی آپ نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر حضرت علیؑ سے پوچھا۔ کیا آپ نے کوئی نام رکھا ہے؟ آپ نے عرض کیا۔ بھلا میں آپ سے سبقت کیسے کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اور میں اللہ سے کیسے سبقت کر سکتا ہوں۔ ذات احدیت نے جبریل سے فرمایا کہ جا کر محمدؐ کو درود و سلام پہنچانے کے بعد نومولود کی مبارک باد پیش کر۔ اور اسے بتا کہ میں نے علی کو تجھ سے وہی نسبت دی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہذا علی کے بیٹے کا نام فرزند ہارون کے نام جیسا ہونا چاہیے۔ اس کا نام شبر تھا۔ اس کا نام بھی شبر ہی ہو گا۔ ہاں شبر چونکہ عبرانی لفظ ہے اس لیے اس کا عربی ترجمہ حسن ہو گا۔ ساتویں دن

نبی کونین نے دو دنبوں سے عقیقہ کیا سر منڈوایا۔ بالوں کو چاندی سے تول کر چاندی صدقہ کی خلوق نامی گھاس سر پر لگوائی۔

ایک روایت کے مطابق امام حسنؑ کی ولادت کے ساتویں دن جبریل نازل ہوا اللہ کی طرف سے مبارک باد پیش کی اور حسن نام رکھنے۔ کنیت مقرر کرنے۔ لقب تجویز کرنے۔ سر منڈانے۔ عقیقہ کرنے اور کان میں سوراخ کرنے کا پیغام دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ سے عقیقہ کا دنبہ ذبح فرمایا اور دعا یوں پڑھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ حسن ابن علی کا عقیقہ ہے۔ اے اللہ۔ اس کی ہڈیاں۔ اس کی ہڈیوں کے عوض اس کا گوشت پوست اس کے گوشت پوست کے عوض اس کا خون اس کے خون کے عوض اور اس کے بال اس کے بالوں کے عوض صدقہ ہیں۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے دائیں کان کی لو اور بائیں کان کے اوپر کی طرف دو سوراخ کیے۔ دائیں کان میں گوشوارہ اور بائیں کان میں والی ڈلوائی۔ سر منڈاتے ہوئے وسط میں بالوں کا ایک گچھا رہنے دیا۔ ابو محمد کنیت سید لقب اور حسن نام رکھا۔

القاب، بعد میں آپ جن دیگر القاب سے معروف ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ تقی۔ مجتبیٰ ذکی، طیب، سبط۔ ولی، وزیر، قائم اور حجت، ان تمام القاب سے زیادہ شہرت اسی لقب کو ملی جو سرور کونین نے رکھا تھا۔ بعد میں بھی آپ فرمایا کرتے تھے اِنَّ ابنی ھذا سید۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ بعض اوقات فرماتے تھے جو شخص سید جوانان جنت کو دیکھنا چاہے وہ میرے اس بیٹے کو دیکھ لے۔

ابن بابویہ نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ۔ امام حسنؑ کی انگوٹھی کا نقش العزۃ للہ اور امام حسین کی انگشتری مبارک کا نقش۔ ان اللہ بالغ امرہ تھا۔ حضرت سجاد اپنے والد کی انگوٹھی زیب انگشت فرمایا کرتے تھے اور امام باقر امام حسن کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

بحار الانوار کی ایک اور روایت کے مطابق امام حسین کی دو انگوٹھیاں تھیں. ایک پر لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ اور دوسری انگوٹھی پر ان اللہ بالغ امرہ نقش تھا۔ امام زین العابدین کی انگوٹھی پر. خزی و شقی قاتل حسین ابن علی نقش تھا. آپ نے دم آخر اپنی انگوٹھی امام باقر کی انگلی میں پہنائی تھی۔

محمد ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا کہ امام حسین کی انگوٹھی کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ بجدل ابن سلیم نے مع انگلی کے اتار لی تھی. کیا یہ سچ ہے اگر سچ ہے تو پھر وہ انگوٹھی کیا ہوئی؟۔

آپ نے فرمایا. روایت یہ بھی درست ہے. لیکن یہ وہ انگوٹھی نہ تھی. وہ انگوٹھی تو آپ نے امام سجاد کو بوقت وداع اپنے ہاتھ سے انکی انگلی میں پہنا دی تھی. جس طرح نبی کونین نے اپنی انگشتری مبارک دم آخر حضرت علیؑ کے سپرد کی تھی. اس طرح حضرت علی نے امام حسن کو امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو اور اب وہی انگوٹھی میرے پاس ہے. محمد کہتا ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی جس پر لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ نقش تھا آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا یہ میرے جد امجد امام حسینؑ کی انگوٹھی ہے

اس روایت سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مخصوص انگوٹھی اسرار امامت سے ہے جو یکے بعد دیگرے حضرت حجت تک امام عصر کے پاس منتقل ہوتی رہی ہے. یوم عاشور جو انگوٹھی. بجدل ابن سلیم ملعون نے مع انگلی کے لی تھی وہ اور انگوٹھی تھی. ان دونوں روایات میں کوئی منافات یا تضاد نہیں ہے۔

دوسری مجلس

امام حسنؑ اور محبت نبیؐ

بحار الانوار میں ہے کہ امام حسنؑ صورتاً نبی اکرمؐ سے مشابہ تھے۔

انس ابن مالک کا بیان ہے کہ صورت میں حسنؑ سے زیادہ شبیہ رسولؐ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

بحار ہی میں ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ امام حسنؑ مکمل طور پر شبیہ رسولؐ تھے۔

بحار ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نماز عصر سے فارغ ہو کر بیرون مسجد آئے اور حضرت علیؑ بھی آپ کے ساتھ تھے امام حسنؑ بچوں کو کھیلتا ہوا کھڑے دیکھ رہے تھے. حضرت ابوبکر نے امام حسن کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھایا اور کہا میرا باپ اس پر قربان ہو یہ شبیہ نبی ہے حضرت علی یہ سنکر مسکرا دیے۔

بحار میں ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ میں جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں میرے آنسو بہنے لگتے ہیں اور مجھے وہ دن یاد آجاتا ہے جب آنحضور نے میرا ہاتھ پکڑا مدینہ کا چکر لگایا پلٹ کر مسجدؐ تشریف لائے. مسجد میں ابھی بیٹھے ہی تھے کہ امام حسنؑ مسجد میں آیا اور دوڑ کر آنحضور کی گود میں آبیٹھا. پھر اپنا ہاتھ نبی کونینؐ کی ریش مقدس میں داخل کرنے لگا. آپ جھکے حسنؑ کا منہ اپنے منہ کے قریب کیا حسن نے منہ کھول دیا آنحضور نے اپنی زبان

حسن کے منہ میں داخل کر دی جسے امام حسن بڑے مزے سے چوسنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا اللھم انی احبہ فاحب من یحبہ اے اللہ مجھے حسن سے محبت ہے جو بھی حسن سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

بحار میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انحضور نے فرمایا ہے میرے اہل بیت میں چار ایسے افراد ہیں۔ جن کی جنت مشتاق ہے وہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت رکھوں۔ علی ابن ابی طالب۔ حسن ابن علی حسین ابن علی اور امام مہدی جس کی اقتدا میں عیسی ابن مریم نماز پڑھیں گے

بحار میں جابر سے مروی ہے کہ ایک دن میں انحضور کے پاس گیا۔ دونوں زہرا زادے آپ کی پشت اقدس پر سوار تھے۔ آپ فرما رہے تھے میرے بچو! تمہاری سواری جیسی سواری کسی کو نہ ملے گی اور تم سوار بھی۔ بہترین خلائق ہو۔

بحار میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کونینؐ مسجد نبوی میں معروف تھے کہ امام حسن آئے اور بحالت سجدہ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھر امام حسین آئے وہ بھی بھائی کے ساتھ پشت رسول پر سوار ہو گئے میں نے خیال کیا کہ انحضور کو تکلیف ہو رہی ہو گی چنانچہ میں نے دونوں کو آپ کی پشت مبارک سے اٹھا لیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو دونوں کو گود میں لے کر دونوں کا بوسہ لیا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔

مسند ابو داؤد، صحیح ترمذی اور سنن نسائی میں بریدہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انحضور مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ امام حسن اور امام حسین داخل مسجد ہوئے دونوں نے سرخ رنگ کے قمیض پہن رکھے تھے۔ بچپنے کی وجہ سے چلتے ہوئے سنبھل نہ پا رہے تھے۔ آپ نے خطبہ روک دیا۔ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ دونوں کو اٹھایا۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔

دونوں کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ دولت اور اولاد فتنہ ہیں۔ میں نے جب ان دونوں کو ڈگمگاتے دیکھا تو اپنی حدیث روک کر انہیں اٹھا لیا۔

ابو داؤد نے ترمذی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انحضور امام حسن کو اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا۔ اچھی سواری ہے آپ نے فرمایا۔ سوار بھی اچھا ہے۔

ابو داؤد میں ہے اور تمام صحابہ کی متفقہ حدیث ہے کہ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا امام حسن انحضورؐ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے پھر امام حسن کا بوسہ لیتے اور فرماتے۔ میرا یہ بیٹا سردار بیٹا ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ میری امت کے دو بڑے متحارب گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

بحار میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صدقہ کی کھجور انحضورؐ کے پاس آئی آپ اسے صحابہ میں تقسیم کرنے لگے۔ امام حسنؑ آپ کی گود میں بیٹھے تھے امام حسنؑ نے کھجور کا ایک دانہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے جب دیکھا تو فوراً فرمایا کخ کخ یا بنی ان الصدقۃ علینا حرام۔ بیٹے کھجور کا دانہ اگل دو ہمارے لیے صدقہ حرام ہے۔ امام حسن نے وہ دانہ اگل دیا۔

ایک روایت کے مطابق آنحضور نے اپنی انگلی شہزادہ کے منہ میں ڈال کر کھجور کا دانہ باہر نکالا۔ بقول راوی مجھے آج بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ آنحضور کی انگلی پر امام حسنؑ کا لعاب دہن لگا ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بیٹے کیا تجھے معلوم نہیں کہ آل محمدؐ کے لیے صدقہ کھانا حرام ہے۔ عزادارو! وہ کیسا قیامت کا وقت ہو گا جب آل محمدؐ کے بچے کوفہ کے بازار میں تھے۔ کوفی عورتیں چھتوں پر سے کھجوریں بطور صدقہ گرا رہی تھیں اور

ام کلثوم زینب بنت علی ایک ایک بچے کو فرما رہی تھی بچو بھوک برداشت کرلو مگر صدقہ کی کھجوریں پھینک دو۔ ہم آل محمد پر صدقہ حرام ہے۔

بخاری میں ہے کہ آنحضور کو ایک مرتبہ کھانے کی دعوت ہوئی ہم آپ کے ساتھ کھانے پر جا رہے تھے بیرون مسجد امام حسنؑ کھڑے ہوئے تھے آپ نے آگے بڑھ کر حسن کو اٹھا لیا اور ہنسانے کے لیے گدگدانے لگے پھر اٹھا کر گلے لگایا اور فرمایا۔ الحسن منی وانا منہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھے گا وہ محبوب خدا ہوگا۔ یہ دونوں سبط ہیں۔

بخار میں زبیر کے غلام مسہر سے مروی ہے کہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے اس بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ شبیہ نبی کون ہے اتنے میں زبیر آگیا۔ اس نے جب سنا تو کہنے لگا تمہیں میں بتاتا ہوں کہ شبیہ کون ہے؟ حسنؑ ابن علی ابن ابی طالب شبیہ نبی ہے۔ مجھے آج بھی وہ وقت یاد ہے جب آپ مسجد میں بحالت سجدہ ہوتے امام حسن آکر آپکی پشت پر بیٹھ جاتے جب تک حسن خود نہیں اترتے تھے نبی کونینؐ سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے پھر بعد از سلام حسن کو گلے لگا کر فرماتے تھے تو دنیا میں میرا سکون اور صورت و سیرت میں میری شبیہ ہے۔ مجھے حسن سے محبت ہے اور حسن سے محبت رکھنے والوں سے محبت ہے۔

بخار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم آنحضور کے ساتھ در زہرا پر آئے آپ نے تین مرتبہ آواز دی لیکن کسی نے جواب نہ دیا آپ دیوار کے سایہ میں دروازہ کے قریب بیٹھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام حسن باہر نکلے گلے میں تسبیح ڈالی ہوئی تھی۔ آپ نے حسن کو گلے لگایا اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ اس کے ذریعہ میری امت کے دو بہت بڑے متحارب گروہوں میں صلح کرائے گا آپ نے حسن کے منہ کا بوسہ لیا۔

بخار میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضورؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ سردی کا موسم تھا آپ نے پاؤں پر لحاف ڈال رکھا تھا۔ حسن نے پانی مانگا! آپ

جلدی سے اٹھے۔ کاسہ لیا بکری کے تھنوں سے دودھ نکال کر حسن کو دیا۔ حسین بھی دودھ کی خواہش میں پیالے کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا آپ نے حسین کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے جنابہ زہرا نے عرض کیا۔ بابا جان! کیا ان دونوں میں سے حسن آپ کو زیادہ عزیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بیٹی ایسی کوئی بات نہیں حسن نے مانگا پہلے تھا اس لیے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ سیر ہو کر پی لے۔ ورنہ میں تو ان دونوں سے برابر پیار کرتا ہوں دونوں یوم قیامت ایک ہی جگہ ہوں گے۔

عزادارو! حسن کے نصیب بھی کیسے تھے آج نانا کے ہاتھ سے دودھ پی رہے ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب حضرت ابوبکر کی سگی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھ سے جام زہر نوش کیا۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلنے لگا۔

تیسری مجلس

امام حسنؑ اور علم و عبادات

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسن سات برس کی عمر میں دربار رسالت میں بیٹھتے تھے اور جو وعظ اور وحی ہوتی تھی لفظ بلفظ آکر اپنی مادر گرامی کو سنا دیتے تھے جب حضرت علی گھر تشریف لاتے تو دختر رسول انہیں مسجد میں ہونے والی تمام نبوی گفتگو سے مطلع فرما دیتیں۔ آپ کے پوچھنے پر بی بی بتاتیں کہ میرا حسن لال آپ سے پہلے آکر مجھے میرے بابا کی تمام گفتگو سے آگاہ کر دیتا ہے۔ ایک دن حضرت علی امام حسن سے پہلے گھر میں تشریف لے آئے اور چھپ رہے تاکہ حسن کا انداز بیان سن سکوں۔ جب امام حسن آئے حسب معمول ماں کو سلام کیا گود میں بیٹھے اور بولنے کا ارادہ کیا تو زبان میں لکنت آگئی۔ جناب سیدہ نے حیرت سے منہ چوم کر فرمایا۔ میرے لال آج خیریت تو ہے امام حسن نے عرض کیا ماں اس میں حیرانی کی کیا بات ہے مجھ سے عظیم عالم میری گفتگو سن رہا ہے۔ اگر لکنت نہیں آئے گی تو کیا ہوگا۔ حضرت علی باہر تشریف لائے بیٹے کو گلے لگا کر منہ کا بوسہ لیا۔

ایک روایت میں ہے امام حسن نے عرض کیا۔ ماں میرا بیان ڈگمگا رہا ہے۔ اور میری زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ شاید مجھ سے بڑا عالم اور میرا آقا میری نگرانی کر رہا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر کے دور حکومت میں ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا کہ یہ قاتل ہے اور ابھی تک مقتول کے پاس کھڑا تھا اس کی چھری سے خون بھی ٹپک رہا ہے۔ مدعا علیہ نے قتل سے انکار کیا اور کہا نہ تو میں اس شخص کا قاتل ہوں اور نہ ہی میں اسے پہچانتا ہوں۔ میں دو بکریوں کو ذبح کرنے والا تھا ایک کو ذبح کیا اسی اثنا میں دوسری باہر نکل گئی میں خون آلود چھری سے اس بکری کو تلاش کر رہا تھا۔ جب اس گلی میں آیا تو دیکھا کہ یہ شخص مقتول پڑا ہے میں رک کر اسے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا اتنے میں یہ لوگ پہنچ گئے انہوں نے مجھے الزام قتل میں دھر لیا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے قاتل یہی ہے لہٰذا اسے بدلے میں قتل کیا جائے۔ اصل قاتل مجمع میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ میری جگہ ایک بے گناہ شخص قتل کیا جا رہا ہے تو وہ مجمع سے باہر نکل آیا اور اقرار قتل کر لیا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو اور اقرار کرنے والے کو قتل کر دو حضرت علی اور امام حسن بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا عمر جلدی نہ کر اب اسلام کا حکم ایسا نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا پھر کیا ہوگا حکم اسلام۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا فتویٰ میرا کمسن حسن دے گا۔ پھر آپ امام حسن کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا بیٹے بتاؤ آپ کے نانا کی شریعت کے مطابق اس قاتل کا کیا حکم ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ بابا جان! جو بے گناہ ہے وہ تو مسلّماً بے گناہ ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور جو اقرار کر رہا ہے اسے بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن میں ارشاد باری ہے۔ من احیی نفساً فکانما احیی الناس جمیعاً - جس نے کسی ایک کو زندہ کیا گویا کہ اس نے تمام مخلوق کو زندہ کیا۔ اگر اس نے ایک قتل کیا ہے تو ایک قتل ہونے والے کو بچایا بھی ہے رہا خون بہا تو وہ بیت المال سے ادا کرنا ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا سچ فرمایا تمہارے رسول ثقلین نے کہ تم سب میں سے زیادہ بہتر اور عمدہ فیصلہ کرنے والا

علی ابن ابی طالب ہے۔

کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ امام حسن سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت سے اس کے شوہر نے مباشرت کی ہے جب عورت فارغ ہو کر اٹھی تو ایک باکرہ لڑکی سے آگر چمٹی کھیلنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرد کا نطفہ باکرہ کی رحم میں منتقل ہو گیا۔ اور وہ حاملہ ہو گئی۔ اب شوہر دار عورت۔ باکرہ عورت اور بچے کا کیا حکم ہو گا؟

آپ نے فرمایا۔ اس مسئلہ میں دو قسم کے احکام ہوں گے۔ ایک فوری اور ایک دیر سے۔ فوری حکم تو یہ ہے کہ شوہر دار عورت سے باکرہ عورت کا حق مہر وصول کر کے باکرہ کو دیا جائے گا کیونکہ بچہ کی ولادت پردہ بکارت کے ضیاع کے بغیر ممکن نہ ہو گی۔ دیر سے حکم یہ ہو گا کہ بچہ کی ولادت تک انتظار کیا جائے گا۔ بچہ کی ولادت کے بعد بچہ اپنے باپ کے سپرد کیا جائے گا اور بچہ کی ماں پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور شوہر دار عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔

جب آپ نے یہ مسئلہ بتایا تو لوگ ہنسنے لگے اتنے میں حضرت علی آ گئے آپ کے سامنے وہی مسئلہ پیش کیا گیا اور ساتھ امام حسن کا فیصلہ بھی سنایا گیا آپ نے فرمایا۔ حکم وہی ہے جو حسن نے بتا دیا ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ امام حسن سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لی۔ جب دوسری عورت گھر میں آئی تو سوکن نے اسے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اس کی رشتہ دار عورتوں نے اس سے تعاون کیا سوکن نے اس باکرہ عورت کا پردہ بکارت انگلی سے ضائع کر دیا۔ اب اس کا کیا حکم ہو گا؟۔

آپ نے فرمایا۔ جس نے انگلی سے پردہ بکارت ضائع کیا ہے وہ زانیہ ہے۔

اسے حق مہر بھی ادا کرنا ہو گا اور حد زنا سو کوڑا بھی کھانا ہو گی۔ جن عورتوں نے اس سے تعاون کیا ہے وہ قذف کے جرم کی مرتکب ہوئی ہیں انہیں بھی حد قذف لگائی جائے گی۔

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ ایک دیہاتی عرب نے حضرت ابو بکر سے سوال کیا کہ ایام حج میں بحالت احرام مجھے شتر مرغ کے انڈے مل گئے جنہیں بھون کر میں کھا گیا مجھے کیا کفارہ ادا کرنا ہو گا؟ حضرت ابو بکر نے کہا تو نے معاملہ خاصا ٹیڑھا کر دیا ہے جا حضرت عمر سے پوچھ لے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں مصروف ہوں عبدالرحمن ابن عوف سے پوچھ لے عبدالرحمن نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں البتہ حضرت علی کے پاس چلا جا تجھے جواب معلوم ہو جائے گا جب حضرت علیؑ کے پاس آیا تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا۔ میرے ان دونوں بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے اس نے امام حسن سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تیری ناقائیں ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر ایسا کر جتنے انڈے تو نے کھائے ہیں اتنی ناقاؤں کو حاملہ کرائے۔ جتنے بچے پیدا ہوں انہیں بطور کفارہ ادا کر دے۔ حضرت علی نے اعتراض کیا بیٹے کیا ضروری ہے کہ ہر ناقہ بچہ صحیح و سالم دے۔ آپ نے عرض کیا ابا جان آپ نے درست فرمایا ہے لیکن تمام انڈے بھی تو بچے نہیں دیتے۔ کچھ خراب ہو جاتے ہیں اور کچھ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی دوران ایک ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا اے لوگو جس ذات نے سلیمان ابن داؤد کو بچپنے میں فیصلہ کرنا سکھا دیا تھا اسی ذات نے لخت علی کو بھی تعلیم دی ہے۔

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن اور ابن عباس ایک دستر خوان پر کھانے بیٹھے تھے کہ ٹڈی آ گری۔ جناب عبداللہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول اس کے پروں پر کیا

لکھا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ اس کے پروں پر لکھا ہے ________ میں لاشریک معبود
ہوں۔ بعض اوقات میں ٹڈی دل کو بھوکے لوگوں کے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ اسے
کھالیں اور بعض بھوکی ٹڈی دل کو ادارہ مزاج دولت مندوں کی کاشتوں پر عذاب
بنا کر بھیجتا ہوں تاکہ ان کا سب کچھ کھا جائے۔ ابن عباس نے اٹھ کر آپ کی پیشانی
کا بوسہ لیا اور کہا واقعی آپ اہلبیت ہی اللہ کے اسرار مخفیہ کے رازدان ہیں۔

بحار میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ شاہ روم نے معاویہ سے چند سوالات کیے معاویہ
کو ان کا جواب نہ آیا تو اس نے امام حسن سے درخواست کی چنانچہ آپ نے جواب دے
دیئے۔ سوالات ملاحظہ ہوں۔

آسمان کا سنٹر کون سا ہے۔

خون کا وہ پہلا قطرہ کون سا تھا جو زمین پر گرا۔

وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج کی دھوپ صرف ایک مرتبہ پڑی۔

وہ کون سی جگہ ہے جس کا کوئی قبلہ نہیں

وہ کون سی ذات ہے جس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔

آپ نے جواب دیا۔

آسمان کا سنٹر زمین پر کعبہ ہے۔

زمین پر سب سے پہلا خون کا قطرہ جناب حوا کا گرا تھا۔

سورج صرف ایک مرتبہ اس جگہ چمکا تھا جہاں حضرت موسیٰ نے عصا مار کر
دریائے نیل کے پانی کو روک دیا تھا۔

جہاں قبلہ نہیں وہ جگہ کعبہ ہے۔

جس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ وہ ذات خلاق عالم ہے۔

ایک شامی نے امام حسن سے سوال کیا۔ حق اور باطل میں کتنا فرق ہے ؟ آپ
نے فرمایا۔ چار انگل کا۔ جو چیز آنکھوں سے دیکھی جائے حق ہے اور کانوں سے سنا جانے
والا اکثر باطل ہوتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ایمان اور یقین میں کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چار
انگل کا فاصلہ ہے جو کانوں سے سنا جائے وہ ایمان ہے اور جو آنکھوں سے دیکھا
جائے وہ یقین ہے۔

اس نے عرض کیا آسمان وزمین کے مابین کتنا فاصلہ ہے آپ نے فرمایا۔ صرف
مظلوم کی فریاد کا۔ یا۔ حد نگاہ کا۔

اس نے عرض کیا مشرق اور مغرب کے مابین کتنا سفر ہے۔ آپ نے فرمایا
سورج کے ایک دن کا۔

بحار میں ہے ایک شخص کوذ میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ یا علیؑ میں
آپ کی رعیت اور آپ کے علاقہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو میری رعیت سے ہے نہ
میرے علاقہ سے ہے۔ ابن اصغر نے معاویہ سے چند سوالات کیے ہیں معاویہ ان کے جوابات
سے عاجز تھا اس نے وہی سوالات تجھے دے کے بھیجا ہے۔ تاکہ تو مجھ سے جواب
لے جائے معاویہ کو بتائے اور معاویہ اپنی طرف سے ابن اصغر کو جوابات لکھ کر اپنی حکومت
کا بھرم باقی رکھے۔

اس نے عرض کیا یا علیؑ میرے اور معاویہ کے علاوہ اس بات کا علم کسی کو نہ تھا۔
اب جب کہ آپ کو علم ہے تو فرمائیں کہ میرے سوالات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے
ان دو بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔ اس نے عرض کیا میں تو امام حسن سے
پوچھنا چاہوں گا امام حسن نے فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ۔

غربت وناداری کی بدولت مانگ رہا ہو ان تین اسباب میں سے کس سبب سے تو مانگتا ہے اس نے عرض کیا حضور!

ان تین میں سے ہی ایک سبب ہے۔

امام حسن نے پچاس دینار۔ امام حسین نے انچاس دینار اور عبداللہ ابن جعفر نے اڑتالیس دینار عطا کیے۔ وہ شخص واپس ہوا تو بھی حضرت عثمان در مسجد پر بیٹھے تھے انہوں نے اس شخص سے پوچھا بتا کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ سرکار آپ سے تو مانگا اور آپ نے پانچ روپے دے کر چلتا کر دیا۔ جب ان کے پاس گیا تو امام حسن نے مجھ سے میرے مانگنے کا سبب پوچھا جب میں نے بتایا تو انہوں نے بالترتیب پچاس۔ انچاس۔ اور اڑتالیس دینار دیے حضرت عثمان نے کہا۔ بندہ خدا ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے علم۔ حکمت اور سخاوت شیر مادر کی طرح پیا ہے۔

بحار میں ہے کہ ایک شخص نے امام حسنؑ سے سوال کیا۔ آپ نے اسے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار دے کر فرمایا جا کوئی مزدور لے کے آ۔ وہ مزدور لایا آپ نے اسے کچھ رقم اور دی اور فرمایا یہ مزدور کا کرایہ ہے۔

بحار میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اسے دے دو۔ جب اسے گنا گیا تو بیس ہزار دینار ہی موجود تھے۔

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن۔ امام حسین اور عبداللہ ابن جعفر ایک ساتھ حج کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کا زاد راہ ختم ہو گیا۔ کھانے کو کچھ نہ رہا اور نہ پینے کے لیے کچھ بچا۔ اثنائے راہ میں انہیں ایک خیمہ نظر آیا۔ خیمہ میں گئے وہاں ایک بڑھیا بیٹھی تھی۔ انہوں نے پانی کا سوال کیا۔ اس نے کہا دیکھو اگر بکری کے تھنوں میں

دودھ ہے تو لے لو۔ جب دودھ سے سیراب ہو گئے۔ تو کہا کہ اب کھانے کو بھی چاہیے اس نے کہا میرا تو بس یہی بکری ہے اگر اسے ذبح کر سکتے ہو تو تیار کر کے میں دے دوں گی۔ انہوں نے بکری کو ذبح کیا۔ اس نے گوشت پکایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد جب چلنے لگے تو بڑھیا سے فرمایا کہ۔ ہم مدینہ میں رہتے ہیں۔ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب حج کو جا رہے ہیں اگر ضرورت ہو تو مدینہ آ جانا۔ ہم حج سے فراغت کے بعد واپس مدینہ پلٹ جائیں گے۔ اس بڑھیا کا شوہر گھر آیا اور دیکھا کہ بکری ختم ہو چکی ہے تو اس نے اپنی بیوی پر جسمانی تشدد کیا۔ جب عورت کی غربت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو عازم مدینہ ہوئی۔ جب مدینہ میں آئی تو امام حسن نے دیکھ لیا۔ آپ نے اسے ہزار بکری دی۔ امام حسین نے بھی ہزار بکری دی اور عبداللہ ابن جعفر نے بھی ہزار بکری دی۔

ایک شخص نے امام حسنؑ سے کچھ مانگا آپ نے اسے چار سو درہم لینے کو اپنے خزانچی کے پاس بھیجا اس نے چار سو درہم کی بجائے چار سو دینار دے دیے جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ درہموں کے عوض دیناروں کی ادائگی خزانچی کی سخاوت ہے ہم بھی اسے قبول کرتے ہیں۔

بحار میں ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں بیٹھا اللہ سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا تھا امام حسن نے سن لیا۔ آپ خاموشی سے گھر تشریف لے گئے اور دس ہزار درہم اسے بھیج دیے۔

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ کی ایک کنیز نے آپ کو ریحان کا ایک گلدستہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جا تو فی سبیل اللہ آزاد ہے۔ کسی نے اعتراض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہی وہ معاشرہ ہے جس کی تعلیم اللہ نے ہمیں دی ہے۔ جب اس نے تفصیل

حق و باطل میں کتنا فرق ہے۔

آسمان وزمین میں کتنا فاصلہ ہے۔

مشرق اور مغرب میں کتنا سفر ہے۔

قوس قزح کیا ہے

مخنث کیا ہوتا ہے۔

وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر دوسری پہلی پر غالب ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

حق اور باطل میں چار انگل کا فاصلہ ہے جو آنکھوں سے دیکھا جائے حق ہوتا ہے جب کہ کانوں سے سنا جانے والا اکثر باطل ہوتا ہے۔

آسمان وزمین کے پاس مظلوم کی فریاد یا حد نگاہ کا فاصلہ ہے۔

مشرق اور مغرب کے مابین سورج کے ایک دن کا سفر ہے

قوس کو قزح سے منسوب کرنا غلط ہے کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے جب کہ یہ قوس اللہ ہوتی ہے۔ شادابی خوشحالی کی علامت ہوتی ہے۔ اہل ارض کے لیے اللہ کی طرف سے تحفظ اور امان کی علامت ہوتی ہے۔

خنثیٰ وہ ہوتا ہے جس کے مذکر یا مونث ہونے کی تمیز نہ ہو سکے۔ اگر مذکر ہو گا تو اسے احتلام ہو گا۔ اگر مونث ہو گی تو ماہواری آئے گی۔ سینہ کا ابھار واضح ہو گا اگر یہ علامات نہ ہوں تو اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے پیشاب کرنے کو کہا جائے گا اگر اس کا پیشاب دیوار تک پہنچ جائے تو مذکر ہو گا۔ اگر اونٹ کی طرح ٹانگوں پر بہہ جائے تو مونث ہو گی۔

جو دس چیزیں ایک دوسرے پر غالب ہیں وہ یہ ہیں۔

سخت ترین چیز پتھر ہے۔

پتھر سے لوہا سخت ہے جو پتھر کو کاٹتا ہے۔

لوہے پر آگ غالب ہے جس میں لوہا پگھل جاتا ہے۔

آگ پر پانی غالب ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔

پانی پر بادل غالب ہے جو پانی کو اٹھائے پھرتا ہے۔

بادل پر ہوا غالب ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر ہانکتی پھرتی ہے۔

ہوا پر وہ ملک غالب ہے جو ہوا کا حاکم ہے۔

ملک پر موت غالب ہے جو ملک کو بھی فنا کر دے گی۔

موت پر خدا غالب ہے جو موت کو بھی زیر کر سکتا ہے۔

حضرت علی یہ جوابات سنکر اپنی جگہ سے اٹھے پہلے امام حسن کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر دونوں ہونٹ چوم لیے شاید ہونٹ اس لیے چومے ہوں کہ آپ کو وہ وقت یاد آ گیا ہو گا۔ جب حضرت ابو بکر کی سگی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھ سے جام لے کر امام حسن ان ہونٹوں سے لگا رہے ہوں گے جس کے اثر سے آپ کا ٹکڑے ٹکڑے جگر باہر آ رہا ہو گا۔

بحار میں آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے دو شہر بنا رکھے ہیں جن میں سے ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں دونوں کے گرد لوہے کی فصیل ہے ہر شہر کا دس دس ہزار محلہ ہے ہر محلہ کی دس دس ہزار گلی ہے ہر گلی میں دس دس ہزار مکان ہے ہر محلہ میں دس دس ہزار لغت ہے اور ہر لغت کو جانتا ہوں جو کچھ ان دونوں شہروں میں ہے۔ جو کچھ ان کے مابین ہے اور جو کچھ ان کے اوپر اس تمام علاقہ میں میرے اور میرے حسین بھائی کے سوا کوئی حجت خدا نہیں۔

بحار میں ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے امام حسن کے متعلق تبصرہ کیا کہ امام حسن خاموش اور کم گو ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن خطبہ نہیں دے سکتے۔ جب حضرت علیؑ کو یہ طنزیہ تبصرہ معلوم ہوا تو آپ نے امام حسن کو بلایا اور فرمایا بیٹے تیرے متعلق میں نے ایک تبصرہ سنا ہے مجھے یہ تبصرہ قطعاً پسند نہیں آیا میں چاہتا ہوں کہ تو خود اس کا جواب دے۔ امام حسن نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کی موجودگی میں میرے لیے قطعاً ناممکن ہے آپ نے فرمایا بیٹے میں تجھے کہیں بھی نظر نہ آوں گا۔

امام حسن نے الصلوۃ جامعہ کی ندا دے کر لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لائے آپ نے انتہائی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ ایسا دل پذیر خطبہ دیا کہ تمام عرب سامعین عش عش کر اٹھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا!

لوگو! سمجھنے کی کوشش کرو۔ اللہ نے حضرت آدم کو مصطفیٰ بنایا۔ آل ابراہیم اور آل عمران کو چن لیا ان میں سے بعض بعض کی ذریت ہیں۔ اللہ سمیع و علیم ہے۔ ہم اس کی ذریت نوح کا قبیلہ۔ آل ابراہیم کا مصطفیٰ حصہ اسماعیل کی نسل اور آل محمدؐ ہیں۔ ہم تمہارے درمیان بلند آسمان۔ بچھی ہوئی زمین۔ چمکتے آفتاب اور اس شجرہ طیبہ کی مانند ہیں جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ جو مبارک اور مقدس ہے۔ جس کی اصل نبی اور فرع علی ہے۔ بخدا ہم اس شجر کا ثمر ہیں جو اس شجر کی کسی بھی ٹہنی سے متمسک ہو گیا نجات یافتہ ہو گا۔ جس نے اس شجر کو چھوڑا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا

حضرت علی نے اپنے کو ظاہر فرمایا۔ مجمع کو چیرتے ہوئے آگے آئے منبر پر چڑھتے امام حسن کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا۔ بیٹے آج تو نے اپنی حجت ثابت کر کے اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کر دیئے ہیں۔ میرے بعد اپنی اطاعت فرض کر دی ہے تیرے

مخالف کے لیے جہنم ہو گا۔

مصنف۔

اللہ ان کے منہ کالے کرے جنہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ امانت رسول کی عزت کو نہ پہچانا۔ اسے مظلوم اور مجبور کر کے تنہا چھوڑ دیا۔

جہاں تک امام حسن کے دیگر فضائل، عبادت، خوف خدا اور دیگر فضائل کا تعلق ہے تو وہ حدِ احصا سے باہر نہیں۔ بطور اشارہ چند ایک امور پیش کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ روایت پہنچی ہے کہ امام حسن اپنے وقت میں سب سے زیادہ عابد، زاہد اور افضل تھے۔ آپ ہمیشہ پیدل حج کو جاتے تھے بعض اوقات تو برہنہ پا حج کا سفر کرتے تھے موت۔ قبر۔ حشر اور نشر۔ پل صراط اور دربار خالق کی پیشی کے ذکر پر ہمیشہ بے ساختہ روتے تھے جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کا تمام جسم شاخ بید کی طرح لرزنے لگتا تھا۔ جنت اور جہنم کے تذکرہ پر اس طرح تڑپ تڑپ جاتے تھے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا شخص تڑپتا ہے اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے تھے۔

تلاوت قرآن کے وقت جہاں کہیں یا ایھا الذین آمنوا کی تلاوت فرماتے فوراً کہتے۔ لبیک اللھم لبیک اللھم آپ کو ہمیشہ ذکر خدا کرتے دیکھا گیا ہے۔ جب آپ وضو فرماتے آپ کے جسم میں کپکپی شروع ہو جاتی۔ رنگ زرد ہو جاتا ایک مرتبہ کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ایک معمولی سے حاکم کے سامنے جاتے ہوئے لوگ کس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں۔ میں تو اس حاکم اعلیٰ

کے دربار میں حاضری کی تیاری کرتا ہوں جس سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں

جب آپ دروازہ مسجد پر تشریف لاتے سر بلند کر کے عرض کرتے۔ الٰہی تیرا مہمان تیرے دروازے پر آیا ہے۔ اے محسن تیرا سائل تیرے حضور ہے۔

بحار میں فائق سے منقول ہے کہ امام حسن نماز صبح سے فراغت کے بعد سے طلوع آفتاب تک کسی سے کوئی بات نہ کرتے تھے۔

امام صادق نے فرمایا ہے کہ امام حسن نے پچیس حج پیدل کیے ہیں۔ سواریاں آپ کے ساتھ ہوا کرتی تھیں لیکن آپ پیدل سفر فرماتے تھے۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا نصف مال راہ خدا میں دے دیا۔

ایک دن کسی نے معاویہ سے کہا امام حسن نے کبھی کوئی خطبہ نہیں دیا اور نہ ہی خطبہ دینے کے قابل ہیں اس لیے اگر انہیں منبر کی دعوت دی جائے تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ امام حسن میں یہ خامی موجود ہے۔ چنانچہ معاویہ نے کہا۔ اگر آپ آج منبر پر آکر ہمیں کچھ وعظ و نصیحت فرماتے تو بہت بہتر ہوتا۔ آپ نے معاویہ کی دعوت قبول کر لی۔ منبر پر آئے اور فرمایا جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کہ میں حسن ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں۔ میں افضل الخلائق کا فرزند ہوں۔ میں صاحب فضائل ہوں میں فرزند رسول ہوں۔ میں صاحب معجزات ہوں۔ میں صاحب دلائل ہوں۔ میں امیر المومنین کا فرزند ہوں۔ میں وہ ہوں جس سے حق چھین لیا گیا ہے۔ میں اور میرا حسین بھائی جوانان جنت کے سردار ہیں۔ میں رکن و مقام کا فرزند ہوں میں مکہ اور منیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں مشعر و عرفات کا پارہ جگر ہوں۔

معاویہ نے کہا یہ خشک باتیں چھوڑیں اور کوئی اور بات کریں۔

آپ نے فرمایا مرطوب کیا ہے۔ ہوا اسے پھونک مارتی ہے۔ حرارت اسے پکاتی ہے۔ برودت اسے خوشگوار بناتی ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ اپنے سابقہ موضوع پر آگئے اور فرمایا۔

"میں مخلوق خدا کا امام ہوں۔ میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ اس کے بعد معاویہ نے کہا بس ہمیں اتنا ہی کافی ہے"۔

چوتھی مجلس

امام حسنؑ اور جود و سخا

کتاب المحاسن المسادی میں ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کے پاس آیا اور عرض کی حضور مجھ سے غلطی ہو گئی ہے میں سرور کونین کی نافرمانی کا مرتکب ہو چکا ہوں اب کچھ ہاتھ نہیں آتا بہت پشیمان اور شرمندہ ہوں آپ نے فرمایا تو نے واقعی بہت برا کیا ہے۔ بات کیا تھی ؟۔

اس نے عرض کیا قبلہ نبی اکرم نے فرمایا تھا کہ عورتوں سے مشورہ لو۔ لیکن کروان کے مشورہ کے خلاف۔ مجھ سے غلطی یہ ہو گئی کہ میں نے ایک غلام خریدنے میں عورت سے مشورہ لیا اور اس کے مشورہ کے عین مطابق خرید لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلام بھاگ گیا۔ اب پتہ نہیں چل رہا کہ کہاں گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اب تین میں سے ایک چن لے۔ غلام کی قیمت۔ اس نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا۔ حضور! بس میرے لیے یہی کافی ہے آپ دوسری دو چیزوں کا تذکرہ ہی نہ فرمائیں، آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے غلام کی قیمت دے دو۔

اور مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسنؑ اپنے وقت میں بے نظیر سخی تھے ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا اپنی

ضرورت کسی رقعہ میں لکھ کر ہمیں دے دے ہم کوشش کریں گے کہ پوری کر دیں۔ اس نے اپنی ضرورت لکھ کر دی۔ آپ نے اس کی ضرورت سے دگنا اسے دے دیا۔ آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند رسول اس شخص کے لیے بہت ثمر آور ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہماری عطا اب بھی اس کی نوازش کے مقابلہ میں کم ہے۔ اس نے حیرت سے عرض کیا۔ حضور! اس نے آپ کو کیا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا ہمیں اہل سمجھ کر ہمارے دروازہ پر آنا کیا کم نوازش ہے۔ ہم نے اس پر کوئی احسان نہیں کیا۔ احسان وہ ہوتا ہے جو بلا مانگے دیا جائے۔ مانگنے کے بعد تو دینے والا۔ مانگنے والے کے چہرہ کی اس آب کا عوض دیتا ہے جو مانگتے ہوئے وہ ضائع کرتا ہے۔ بعض اوقات مانگنے والا پوری پوری رات بستر پر تڑپ تڑپ کر گزارتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ کل کچھ ملے گا یا کچھ نہیں ملے گا۔ امید و یاس کے مابین کروٹیں لیتے ہوئے رات گزر جاتی ہے۔ جب وہ مانگنے کے لیے آتا ہے اس کا دل دھڑک رہا ہوتا ہے اور جسم لرز رہا ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی ضرورت پوری کر دیں تو یہ اس کی آبرو کا عوض ہو گا۔ جو یقیناً اس پر کیے گئے احسان کے مقابلہ میں کم ہو گا۔

بحار میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کے قریب سے گزرا آپ اس وقت مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حضرت عثمان سے کچھ مانگا تو اس نے پانچ روپے دیے۔ اس نے کہا۔ مجھے کسی ایسے شخص کا نام بتائیے جس سے ایک مرتبہ مانگوں اور پھر کبھی مجھے کسی سے مانگنا نہ پڑے۔ حضرت عثمان نے مسجد میں بیٹھے ہوئے امام حسن امام حسین اور عبداللہ ابن جعفر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص ان کے پاس آیا اور مدعا عرض کیا۔ امام حسن نے فرمایا بندہ خدا شرعاً تین صورتوں میں سوال جائز ہے۔ غلطی سے قتل ہو جائے اور قصاص ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ یا تیز ضروریات کے لیے قرضہ لیا ہو۔ یا

پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ارشاد قدرت ہے کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب اس سے اچھا دو۔ کنیز نے مجھے گلدستہ پیش کر کے سلام کیا۔ میرے خیال میں اسے آزاد کرنے سے اچھا جواب اور کوئی نہ تھا۔

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینہ میں آیا۔ اور قرضے والے کو پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک دینا شروع کیا۔ امام حسن سب سے آخر میں اسے ملنے آئے۔ جب آپ تشریف لائے تو معاویہ نے کہا۔ اے حسنؑ! شاید تو اس لیے سب سے آخر میں آیا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ ختم نہ ہو جائے اور تیرے لیے کچھ نہ بچے اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے حالانکہ میں ہند کا بیٹا ہوں۔

اے غلام! اٹھ اور جتنا اس وقت تک تو نے تمام لوگوں کو دیا ہے اتنی مقدار صرف امام حسن کو دے دے۔ امام حسنؑ نے فرمایا معاویہ تو غلط سمجھ رہا ہے۔ تو جو کچھ دے رہا ہے میں واپس کرتا ہوں میں فاطمہ بنت رسول اللہ کا فرزند ہوں

مبرد نے اپنی کامل میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ کی سواری کا خچر بہت عمدہ تھا۔ مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ اور اسے وہ خچر بہت پسند تھا۔ وہ خچر لینا چاہتا تھا۔ لیکن کسی حیلہ سے۔ ابن عتیق اپنے خیال میں حیلہ گری میں لاثانی تھا۔ اس نے مروان سے کہا اگر یہ خچر میں تجھے لے کے دوں تو کیا تو میری تیس ضروریات پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مروان نے کہا میں ضرور کروں گا۔ اس نے کہا اچھا آج جب حسنؑ آئے تو میں قریش کے اوصاف بیان کروں گا لیکن حسن کا نام نہیں لوں گا۔ تو مجھے اس پر ملامت کرنا۔ اس سے آگے میرا کام ہے۔ جب لوگ جمع ہو گئے امام حسنؑ بھی تشریف لے آئے۔ ابن عتیق نے ایک ایک قریشی کا نام لے کر اس کے فضائل بیان کرنا شروع کیے۔ جب تمام قریش کے فضائل گنوا چکا تو مروان نے کہا ابن عتیق یہ ابو طالب کا پوتا حسن بھی تو قریش ہی سے ہے

تو نے تو اس کا نام ہی نہیں لیا۔ ابن عتیق نے کہا۔ مروان ہمارا موضوع بحث عوام تھے جب کبھی انبیاء اور اولیاء اللہ کا تذکرہ ہوا تو ان میں حسن ابن علی کا نام ضرور آئے گا۔ جب امام حسن وہاں سے اٹھے اور گھر تشریف لانے لگے تو ابن عتیق اٹھ کر آپ کے پیچھے آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کیا کوئی ضرورت ہے؟ اس نے کہا ہاں اسی خچر کی سواری آپ خچر سے نیچے اترے۔ باگ اس کے ہاتھ میں دی اور فرمایا۔ کریم کو جب بھی کوئی دھوکا دینا چاہے بڑا انسان ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطابق یہ وہی خچر ہے جس پر سوار ہو کر مروان اس دن ام المومنین عائشہ کے پاس آیا تھا جس دن امام حسن جعدہ کی زہر سے شہید ہو کر اپنے نانا کے مزار میں دفن ہونے کی خاطر لے جائے جا رہے تھے، مروان نے ام المومنین عائشہ سے کہا کہ حسین، حسن کو نانا کے پہلو میں دفن کرنے لے جا رہا ہے اگر حسن دفن ہو گیا تو پہلے لوگوں کا مقام ختم ہو جائے گا۔ ام المومنین نے پوچھا پھر میں کیا کروں۔ مروان نے کہا۔ آپ تشریف لے جائیں اور وہاں دفن ہونے سے منع کریں۔ ام المومنین عائشہ نے کہا میں کیسے جاؤں۔ جب مروان نے ام المومنین عائشہ کو آمادہ کیا تو خچر سے نیچے اترا۔ ام المومنین کو خچر پر سوار ہونے میں مدد دی اور تیر اندازوں کا ایک دستہ بھی ساتھ کر دیا۔

پانچویں مجلس

معجزات امام حسنؑ

مدینۃ المعاجز میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں بچے تھے ایک دن امام حسنؑ نے ایک کھجور کے درخت کو آواز دی کھجور نے تین مرتبہ لبیک کہا اور پھر اس طرح دوڑ کر امام حسنؑ کے پاس آئی جس طرح بچہ اپنے باپ کے پاس آتا ہے۔

کثیر ابن سلمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ نے پتھر سے خالص شہد نکالا میں دوڑ کر نبی کونین کی خدمت میں آیا اور اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ کونسی بڑی بات حسنؑ نے کر دی ہے۔ ارض و سماء کے تمام باسی میرے اس لال کی اطاعت پر مسرور ہوتے ہیں۔ یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ اللہ اس کے طفیل میری امت کے دو بڑے متحارب گروہوں میں صلح کرائے گا۔

ابو سعید خدری کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ امام حسنؑ پر پرندے سایہ کرتے تھے اور جس پرندے کو بلاتے تھے وہ آپ کو جواب دیتا تھا۔

ایک مرتبہ ابوسفیان حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا یا علیؑ اگر آپ میرے ساتھ نبی اکرم تک چلتے اور میری سفارش اس بات کی کرتے کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی پختہ وعدہ کر کے

ہمیں لکھ دیتے تاکہ ہمیں ہمیشہ کے لیے اطمینان ہو جاتا کہ آپ اس وعدہ سے نہ پھریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوسفیان نبی کریم نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس سے کبھی نہ پھریں گے۔ اس وقت کمسن امام حسنؑ آپ کے قریب تھا۔ ابوسفیان نے امام حسنؑ سے کہا اگر آپ میرے لیے اپنے جدامجد سے سفارش کرتے تو آج آپ کی سفارش آپ کو عرب و عجم میں معروف سردار بنا دیتی۔ امام حسنؑ ابوسفیان کے قریب ہوا۔ ایک ہاتھ ابوسفیان کی ناک پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے ابوسفیان کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔ اے ابوسفیان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے پھر میں تیری سفارش کرنے کے لیے تیرے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر اپنے بیٹے کو اٹھا کر گلے لگایا۔ لبوں کا بوسہ لے کر فرمایا اس اللہ کی حمد ہے جس نے آل محمد میں یحیٰ کی نظیر پیدا کر دی ہے۔

امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے امام حسن سے عرض کیا کہ آپ معاویہ کی طرف سے اتنے مصائب برداشت کرتے ہیں اللہ سے اس کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ امام حسن نے فرمایا۔ اگر میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ زمین کو آسمان آسمان کو زمین مرد کو عورت اور عورت کو مرد کر دے تو اللہ یقیناً میری دعا قبول کر لے گا لیکن اللہ جو ہمیں مبتلائے امتحان کر کے تم لوگوں کی معرفت کا امتحان لے رہا ہے یہ سلسلہ امتحان ختم ہو جائے گا۔ شام کا ایک باشندہ بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے طنزیہ کہا۔ ایسی باتیں کیا کیجئے جو ہو سکنے والی ہوں۔

آپ نے اسے فرمایا

او ذلیل عورت اٹھ جا یہاں سے تجھے شرم نہیں نامحرموں میں بیٹھی ہے تمام لوگوں نے دیکھا وہ مرد سے عورت بن گئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جا گھر تیری عورت مرد

بن چکا ہے۔ تیرے شکم سے ایک خنثیٰ بچہ پیدا ہوگا۔ بچہ پیدا کرنے کے بعد وہ دونوں میاں بیوی امام حسنؑ کی خدمت میں آئے۔ توبہ کی۔ آپ نے معاف کر دیا اور دونوں اپنی اپنی حالت پر پلٹ آئے۔

جابر کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے امام حسنؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے نانا اور بابا کے بے شمار معجزات دیکھے تھے شوق تھا کہ آپ بھی کوئی دکھا دیتے تاکہ یادگار رہ جاتا ہم مسجد رسول میں بیٹھے تھے۔ آپ نے وہیں زمین پر پاؤں مارا۔ زمین پھٹ گئی نیچے تمام سمندر ہی سمندر نظر آنے لگے۔ سمندر میں طرح طرح کی کشتیاں چل رہی تھیں آپ نے ہاتھ ڈال کر ایک مچھلی پکڑی مجھے دی میں نے اپنے محمد بیٹے کو دی وہ گھر لے گیا۔ ہم تین دن وہ مچھلی کھاتے رہے۔

زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ میں مکہ میں آیا امام حسنؑ بھی مکہ ہی میں تھے میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ دل چاہتا تھا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تاکہ کوفہ جاکر وہاں تذکرہ کردوں۔ آپ نے زیر لب کوئی کلمہ پڑھا میں نے دیکھا جس گھر میں ہم بیٹھے تھے وہ ہوا میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ تمام اہل مکہ ہمارے گرد جمع ہو گئے اور اللہ اکبر کی صدا دینے لگے کافی دیر ہوا میں معلق رہنے کے بعد آپ نے پھر اس مکان کو واپس زمین پر آنے کا حکم دیا اور مکان زمین پر آگیا۔

قبیصہ ابن ابو ایاس کہتا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ شام جا رہے تھے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کے پاس سواری کے سوا کوئی زاد راہ نہ تھا۔ اور آپ روزہ سے تھے۔ جب مغرب کا وقت ہوا آپ نے نماز پڑھی ہم ستر آدمی تھے۔ ہم نے دیکھا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ملائکہ ہاتھوں میں انواع واقسام کے کھانے اور دستر خوان لے کر آ گئے۔ اور دستر خوان لگایا ہم سب نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر

میں نے دیکھا کہ جب ملائکہ دستر خوان لپیٹ کر جانے لگے تو کھانوں میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا تھا۔

ابراہیم ابن کثیر کہتا ہے کہ امام حسنؑ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو پیاس لگی آپ نے پانی منگوایا۔ پانی آنے میں دیر ہو گئی۔ آپ نے مسجد کے ستون سے کوئی بات کہی وہیں سے پانی بہنے لگا۔ آپ نے پی لیا۔ پھر ہمیں مخاطب کر کے فرمایا اگر میں چاہوں تو تمہیں شہد اور دودھ پلاؤں۔ ہم نے التجا کی مہربانی فرمایئے۔ آپ نے اسی ستون مسجد سے ہمیں شہد اور دودھ پلایا۔

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امام حسنؑ کے گرد بیٹھے تھے کہ ایک قصاب ذبح کرنے کی خاطر ایک گائے لے کر گزرا آپ نے فرمایا۔ گائے حاملہ ہے۔ اس کے شکم میں بچھڑا ہے جس کی پیشانی اور دم سفید ہے۔ ہم اس قصاب کے پیچھے ہو لیے۔ جب اس نے گائے کو ذبح کیا تو اس کے پیٹ سے ویسا ہی بچھڑا نکلا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ ہم پلٹ کر آئے اور عرض کیا۔ کیا یہ علم غیب نہیں ہے؟ اور کیا اللہ نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ۔ رحم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا؟ پھر آپ علم خدا کیسے جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے یہ تو نہیں فرمایا جسے وہ علم غیب سے نواز دے۔ وہ بھی نہیں جانتے یہ اللہ کا وہ مکنون اور مخزون علم ہے جسے ہم آل محمد کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن پیدل حج کو جا رہے تھے راستہ میں آپ کے قدم متورم ہو گئے آپ کے ایک غلام نے عرض کی۔ مولا!۔ اگر آپ سوار ہو جاتے تو ورم کسی قدر مندمل ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں ابھی فلاں منزل قریب

ہے اور منزل پر پہنچنے سے پہلے تجھے ایک حبشی ملے گا جس کے پاس زخموں کو مندمل کرنے والا تیل ہوگا۔ جتنی قیمت مانگے اسے دے کر تیل لے لینا۔ غلام نے عرض کیا۔ قبلہ ہم پہلے بھی آپ کے ساتھ آتے رہتے ہیں۔ ابھی تو منزل بہت دور ہے۔ ہمیں تو قریب قریب کوئی منزل معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم منزل کے قریب ہیں اور روغن فروش تجھے منزل سے بھی پہلے ملے گا۔ ابھی ہم ایک میل ہی چلے تھے کہ سامنے ایک حبشی نمودار ہوا آپ نے فرمایا جاؤ یہی روغن فروش ہے اس سے روغن خریدے وہ غلام اس کے پاس آیا اور روغن خریدنے کی خواہش کی اس نے پوچھا کس کے لیے خریدتا ہے۔ غلام نے بتایا حسنؑ ابن علیؑ کے لیے اس نے کہا پھر چل میں تیرے ساتھ آؤں گا۔ جب آیا قدم بوس ہوا اور عرض کی قربان جاؤں میں تو اتفاقاً آیا ہوں۔ مجھے یہ علم ہرگز نہ تھا کہ آپ کو اس تیل کی ضرورت ہے یہ تیل حاضر ہے دعا فرمائیں خداوند عالم مجھے ایک صحیح وسالم اور تندرست ایسا بچہ عنایت فرمائے جو آپ اہلبیت کا محب ہو۔ جب میں گھر سے چلا اس وقت بیوی دردزہ میں مبتلا تھی۔

آپ نے فرمایا۔ جا اللہ نے تجھے صحیح وسالم ایسا بچہ عنایت فرمایا ہے جو ہمارا شیعہ ہوگا۔

مصنف۔

اس سفر میں بھی امام حسنؑ کے قدم متورم ہوئے تھے اور ایک مرتبہ آپ کا پاؤں اس وقت بھی زخمی ہوا تھا جب ایک موصل کے ظالم باشندے نے مدائن میں آپ کے پاؤں کو زہر آلود نیزہ سے زخمی کیا تھا۔ اور آپ غش کھا کر گر گئے تھے۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ حج پر تشریف لے جا رہے تھے آپ کے ساتھ اولاد زبیر میں سے ایک شخص تھا جو آپ کی امامت کا قائل نہ تھا۔ راستہ

میں ایک مقام پر جب سستانے کو بیٹھے تو وہاں دو کھجور کے درخت تھے اور دونوں خشک تھے۔ ایک کے نیچے آپ کے لیے مسند بچھا دی گئی اور دوسرے کے نیچے زبیری جا کر بیٹھ گیا زبیری نے کھجور کو دیکھ کر کہا کاش اگر یہ سرسبز ہوتی اور اس پر پھل بھی ہوتا۔ آپ نے فرمایا کیا تازہ کھجور کھانا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا دل تو چاہتا تھا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے۔ کھجور سرسبز ہو گئی۔ زبیری نے کھجور کو سبز اور ثمر آور دیکھ کر کہا۔ کمال ہے۔ عجیب جادو جانتے ہیں آپ۔ آپ نے فرمایا الٹی تجھ پہ پھٹکار ہو یہ جادو نہیں بلکہ دختر رسولؐ کے فرزند کی دعا ہے جسے اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ غلام کھجور پر چڑھے۔ کھجوریں اتاریں تمام نے سیر ہو کر کھائیں۔

ثقیف بکاء سے مروی ہے کہ جب امام حسنؑ معاویہ سے صلح کر کے واپس پلٹ رہے تھے تو راستہ میں ایک شخص نے آکر آپ سے کہا۔ السلام علیک مذل المومنین آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہہ میں نے مومنین کی زندگی بچالی ہے۔ پھر آپ نے خیمہ پر پاؤں مارا خیمہ پھٹ گیا میں نے محسوس کیا کہ میں کوفہ میں ہوں۔ خیمہ کے شگاف سے ہم نے دیکھا تو ہمیں مصر میں عمرو ابن عاص اور دمشق میں معاویہ نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو اس وقت بھی انہیں گرفت میں لے لوں۔ مگر ہرگز نہیں میں اپنے نانا اور بابا کے نقش قدم پر چلوں گا۔ مجھے ان کا حکم یہی ہے۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ میرے حصہ میں نہیں۔

مصنف۔

آپ کے معجزات بے شمار ہیں چونکہ ہماری مختصر کتاب میں گنجائش اسی قدر ہے اس لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ کا اپنی شہادت کی اطلاع دینا بھی علم غیب ہی ہے۔ جس میں آپ نے

فرمایا تھا کہ میں بھی نانا کی طرح زہر جفا سے شہید ہوں گا۔ میری بیوی مجھے زہر دے گی۔

جب جعدہ نے آپ کو معاویہ کا بھیجا ہوا زہر دیا تو آپ نے فرمایا۔ اے دشمن خدا! تجھے کبھی اس شخص سے اچھائی نہ ملے گی جس کے جال میں پھنس کر تو نے مجھے زہر دیا ہے۔

چھٹی مجلس:

امام حسنؑ اور معاویہ

مناقب میں ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام حسنؑ پر ان الفاظ سے فخر کیا۔ میں وادی بطحا کا فرزند ہوں۔ میں سخی اور کریم کا بیٹا ہوں میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس نے جوانی اور بڑھاپے میں سرداری کی ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ اے معاویہ بھلا یہ باتیں تو مجھے سنا رہا ہے اور مجھ پر فخر کر رہا ہے میں امام الاتقیاء کا بیٹا ہوں۔ میں ہادی کا بیٹا ہوں۔ میں سید السادات کا فرزند ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور جس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ میرے باپ کی طرح باپ لا پھر میرے سامنے فخر و مباہات کر۔ معاویہ نے کہا۔ اس میں میں کیا فخر کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اقتدار پہ فخر کرنا شرفا کو زیب نہیں دیتا ہر شریف و دانش مند جانتا ہے کہ حق کہاں ہے؟۔

ایک مرتبہ دوسرے موقعہ پر معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا۔ میں آپ سے بہتر ہوں۔ آپ نے فرمایا یا ابن ہند بھلا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ تو کیسے مجھ سے بہتر ہے معاویہ نے کہا۔ تمام لوگوں نے میری حکومت کو تسلیم کر لیا ہے اور آپ کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے غلط سمجھ رکھا ہے تیری اطاعت کرنے والے دو قسم کے ہیں۔

ایسے لوگ جو بخوشی تیری اطاعت کرتے ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تیری اطاعت کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

ایسے لوگ جو تیری اطاعت پر مجبور ہیں یہ لوگ اللہ کی طرف سے معذور ہیں کیونکہ مجبور بے بس ہوتا ہے۔

معاویہ!

تو تو کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے اچھا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھ سے اچھا ہوں کیونکہ مقابلہ جنس کا جنس سے ہوتا ہے اگر تجھ میں کوئی اچھائی ہوتی تو میں مقابلہ کرتا جب تجھ میں کسی پہلو سے بھی اچھائی نہیں تو میں کیسے تجھ سے موازنہ کروں تو جگر خوار ماں کا بیٹا ہے۔

اللہ نے مجھے ہر رذالت سے اسی طرح بری کیا ہے جس طرح تجھے ہر اچھائی سے محروم رکھا ہے۔

مناقب میں ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ اقتدار معاویہ نے سنبھال لیا۔ ایک دن آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے بنی امیہ کے چند افراد وہاں موجود تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھیں مارنے لگے اور مذاق اڑانے لگے آپ نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا مگر کہا کچھ نہیں۔ ہدیہ مسجد دو رکعت نماز بھی پڑھنے کے بعد ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

یاد رکھو اگر تم بنی امیہ کی حکومت ایک دن ہو گی تو ہم آل محمد کی حکومت دو دن ہو گی۔ اگر تمہاری حکومت ایک ماہ ہو گی تو ہماری دو ماہ ہو گی اگر تمہاری حکومت ایک سال ہو گی تو ہماری حکومت دو سال ہو گی۔ البتہ تمہاری حکومت اور ہماری حکومت میں فرق ہو گا۔

تمہاری حکومت میں ہم آل محمد کھا رہے ہیں۔ پی رہے ہیں۔ اور شادیاں بیاہ وغیرہ کر رہے ہیں لیکن جب ہماری حکومت ہو گی تو تمہیں کچھ بھی نصیب نہ ہو گا۔ ایک شخص نے کہا۔ ہم تو تم آل محمد کو کریم سمجھتے ہیں ہمیں آپ سے قطعاً یہ امید نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے شیطان کا سہارا لے کر حکومت حاصل کی ہے۔ اور شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔ ہم اللہ کے سہارے حکومت حاصل کریں گے اور اللہ کا سہارا مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔

ساتویں مجلس:

امام حسن علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے بعد

بحار میں ہے کہ جب امام حسن حضرت علی کے دفن سے فارغ ہو کر واپس کوفہ تشریف لائے تو مسجد کوفہ میں یہ خطبہ دیا۔

حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:۔

اے لوگو! تم جانتے ہو کہ آج کی شب اس شخص نے دنیا کو الوداع کہی جس سے عبادت میں نہ گزشتگان سبقت لے سکتے تھے اور نہ آنے والے اس کے مقام تک پہنچ پائیں گے۔ الوداع کہنے والا وہ شخص تھا جس نے پوری زندگی سرور کونین کے ساتھ سینہ سپر ہو کر جہاد میں گزار دی۔ ایسا شخص جسے جنگ میں سرور انبیاء نے اپنا علم بردار بنائے رکھا، ہر جنگ میں جبریل اس کے دائیں اور میکائیل اس کے بائیں رہا۔ ہر جنگ کی فتح اللہ نے اس کے ہاتھ پر رکھی۔ یہ وہ رات تھی جس رات حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور جس رات یوشع ابن نون نے اس دنیا کو چھوڑا۔ اللہ کے ہاں بھی اسی میں ہماری عزت ہے۔ آج صرف کوفہ نہیں بلکہ مشرق و مغرب غم زدہ ہے۔ بخدا جانے والے نے اپنے پیچھے نہ سونا چھوڑا ہے نہ چاندی۔ البتہ سات سو درہم دیتے

سے بچ گئے۔

پھر فرمایا۔ لوگو! مجھے پہچانتے ہو۔ میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔ میں اذن خدا سے اللہ کی طرف بلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں سراج منیر کا فرزند ہوں۔ میں اس گھر کا فرد ہوں جس سے اللہ نے رجس کو دور رکھا ہے۔ اور اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔ میں ان اہلبیت سے ہوں۔ جن کی مودت اللہ نے قرآن میں فرض کی ہے۔

لوگو!۔

مجھے میرے جد امجد نے بتایا تھا کہ میری امت میں میری ذریت سے بارہ امام ہوں گے۔ ہم میں سے ہر ایک یا مقتول ہو گا یا مسموم ہو گا۔

لوگو!۔

یہ دنیا مصائب اور فتنوں کا گھر ہے۔ دنیا کی ہر شے آئے دن معرض روانی میں ہے۔ ہمیں اللہ ہمارے جد امجد اور ہمارے والد محترم کی تعزیہ داری کی جزائے خیر دے گا اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں خلافت کا اہل قرار دیا ہے۔ اگر تم میری بیعت کرنا چاہو تو اس شرط پر بیعت لوں گا کہ جس سے میں جنگ کروں گا تمہیں جنگ کرنا ہوگی اور جس سے میں صلح کروں گا تمہیں صلح کرنا ہوگی۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے۔

عبد اللہ ابن عباس نے اٹھ کر لوگوں سے کہا۔ اے لوگو! یہ تمہارے سامنے فرزند رسول اور تمہارے امام کا دی ہے۔ اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ تمام اہل کوفہ نے اٹھ کر آپ کی بیعت کی۔ اور عرض کیا آپ جو حکم دیں گے ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ تکمیل بیعت کے بعد آپ نے حکومت کا نظام آراستہ کیا۔

جب معاویہ کو اطلاع مل گئی کہ حضرت علی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

اور حسن ابن علی نے مسند رسالت سنبھالی ہے تو اس نے بنی حمیر سے ایک شخص کوفہ کی طرف اور بنی عین سے ایک شخص بصرہ کی طرف جاسوس بھیجا۔ کوفہ میں آنے والے کو امرائے کوفہ کے نام فرداً فرداً ایک خط لکھ کر دیا جس میں ہر امیر کو لکھا کہ اگر حسنؑ ابن علی کو قتل کر دے تو تجھے دو لاکھ درہم لشکر شام کی سپہ سالاری اور بیٹی کا رشتہ دوں گا۔

ان حالات نے امام حسنؑ کا دائرہ حیات تنگ کر دیا۔ وہ کوفہ سے مدینہ چلے آئے لیکن معاویہ نے اس پر اکتفا نہ کی اور جعدہ بنت اشعث ابن قیس کندی جو حضرت ابو بکر کی سگی بھانجی تھی اور امام حسنؑ کی بیوی تھی کے پاس زہر بھیجا۔ ساتھ ہی وعدہ دیا۔ امام حسنؑ کے بعد تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم نقد بطور انعام بھی دوں گا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ روزہ سے تھے۔ افطار کے وقت جعدہ نے دودھ کا ایک پیالہ لیا۔ اس میں زہر ملایا۔ اور افطار کے لیے پیش کر دیا۔ آپ نے افطار کیا اور فرمایا۔ اے دشمن خدا! اللہ تجھے تیرا انجام دے۔ جن وعدوں پر تو نے مجھے زہر دیا ہے۔ محض دھوکا ہیں کبھی تیری امید پوری نہ ہو گی۔

زہر کے اثر سے آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا۔ عمر و ابن اسحاق کہتا ہے کہ میں ایک دوسرے شخص کے ساتھ آپ کی عیادت کو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی حاجت ہے تو بتا میں نے عرض کیا اس وقت آپ کی حالت ایسی نہیں کہ میں حاجت بیان کروں جب اللہ نے آپ کو شفا دے دی تو عرض کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ میں کئی مرتبہ قے کے ذریعہ اپنے جگر کے ٹکڑے طشت میں ڈال چکا ہوں۔ قبل ازیں مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے۔ لیکن اب کے جو زہر ملا ہے اتنا سخت تھا کہ میرا جگر کباب ہو گیا ہے۔ امام حسینؑ آپ کے سرہانے بیٹھے تھے اور رو رو کر پوچھ رہے تھے بھیا اب کیا حال ہے۔ اور آپ فرما رہے تھے کہ بھیا میں دیکھ رہا ہوں کہ آج میرا دنیا کا آخری اور

آخرت کا پہلا دن ہے۔ بھیا میں آپ سے جدا ہونے والا ہوں۔ بارگاہ خالق میں پہنچنے والا ہوں۔ بھیا آپ کو میری قسم ہے آپ میرے زہر کے معاملہ میں کسی سے پوچھ گچھ نہیں کریں گے۔ میری وفات کے بعد اپنے ہاتھ سے میری آنکھیں بند کرنا۔ غسل و کفن کے بعد میرا جنازہ نانا کے مزار پر لے جانا۔ تاکہ میں نانا سے الوداع کر لوں۔ پھر مجھے ماں کے پاس لانا اور ماں کے پہلو میں مجھے دفن کر دینا۔

اگر کچھ لوگ میرے جنازہ کو نانا کے مزار پر نہ لے جانے دیں تو آپ کو میری قسم کسی سے کچھ نہ کہنا۔

آٹھویں مجلس

امام حسن علیہ السلام اور صلح معاویہ

جب اہل عراق نے امام حسنؑ کو دھوکا دیا۔ اور آپ کو ایک ایک کر کے چھوڑ گئے معاویہ کو خط لکھے کہ اگر تو ہمارے ساتھ کیے گئے وعدے پورے کرے تو ہم امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تیرے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ چونکہ معاویہ نے ہر سالار لشکر کو علیحدہ علیحدہ خط لکھا تھا اور ہر ایک کو دیگر مراعات کے علاوہ اپنا داماد بنانے کا وعدہ بھی کیا تھا اس لیے ہر سالار لشکر نے دوسرے کسی سے کوئی مشورہ کیے بغیر چوری چھپے معاویہ کو خط لکھا تھا۔ جب تمام سالاروں کے خط جمع ہو گئے تو معاویہ نے وہ تمام خطوط امام حسنؑ کو بھیج دیے۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ جن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں میں وہ شرائط قبول کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے مخصوص اور وفا شعار جانثاروں کو بلا کر انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور انہیں بتا دیا کہ جس طرح معاویہ نے میرے تمام سالاروں کو جھوٹے وعدوں سے برگشتہ کیا ہے اس طرح میرے ساتھ بھی وہ کر رہا ہے۔ نہ تو وہ کسی امیر لشکر کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کرے گا۔ اور نہ ہی میرے ساتھ کیے گئے وعدہ کو پورا کرے گا۔ لیکن اب مجھے صلح کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کیونکہ معاویہ کے لاکھوں کے لشکر کے مقابلہ میں آپ جیسے معدودے چند جانثاروں کو لے جانا موت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جب

معاویہ کے جال میں پھنسے ہوئے چند افراد نے دیکھا کہ حسنؑ ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ معاویہ سے کیا گیا وعدہ پورا نہیں ہو رہا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم معاویہ کی دامادی سے محروم ہو جائیں۔

انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ اس وقت اپنی سواری پر سوار ہو رہے تھے ایک شخص نے آپ کے پائے مبارک میں زہر آلود نیزہ مارا آپ زخمی ہو گئے۔ آپ مدائن سعد ابن مسعود ثقفی کے گھر تشریف لائے زخم کے علاج تک وہیں رہے۔ سعد ثقفی کو حضرت علی نے مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ امام حسنؑ نے بھی اسے بحال رکھا۔ مختار ثقفی سعد کا بھتیجا تھا۔ مختار کو شک ہوا کہ کہیں میرا چچا امام حسنؑ کے اس دور ابتلاء میں دوسروں کی طرح امام حسنؑ کو چھوڑ نہ دے۔ یا معاویہ کے سپرد نہ کر دے۔ چنانچہ مختار نے چچا کے نظریات کا کھوج لگانے کی خاطر چچا کے پاس آیا اور کہا۔

چچا بڑا اچھا موقعہ ہے اس وقت ہمیں پورے عراق کی حکومت مل سکتی ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا تعاون کریں تو بات بن جائے گی۔

سعد نے پوچھا وہ کیسے؟۔

مختار نے کہا۔ امام حسنؑ نہ صرف ہمارے قبضہ میں ہیں۔ بلکہ ہمارے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر ہم امام حسنؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دیں تو کام بن جائے گا۔

سعد نے کہا۔ ارے ظالم دفع ہو جا مجھ سے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ اول تو حسنؑ اس باپ کا بیٹا ہے جس نے مجھے مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ جس نے مجھے مال خدا کے لیے امین سمجھا تھا۔ پھر امام حسنؑ نے بھی مجھے برقرار رکھا ہے۔ آج دوسرے نمک حراموں کی طرح میں بھی نمک حرام بن کر طوطا چشم بن جاؤں۔ اگر میں حضرت علیؑ کے احسانات سے آنکھیں بند بھی کر لوں تو بھلا روز حشر سرور انبیاء کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کیا از روئے قرآن

امام حسنؑ فرزند رسول نہیں ہے۔ مختار نے جب چچا کی مخلصانہ باتیں سنیں تو چچا کے پاؤں پکڑ لیے اور عرض کیا میں تو صرف آپ کا امتحان لے رہا تھا۔ ورنہ میں نے تو اپنی زندگی آل محمد کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ یقین رکھیں۔ امام حسنؑ کی حفاظت میں آپ تنہا نہیں آپ کو جہاں بھی ضرورت پڑے مختار آپ کے ساتھ ہوگا۔

آپ نے معاویہ کو صلح کا خط لکھا اور اپنی شرائط لکھیں۔

شرائط یہ تھیں۔

۱۔ حسنؑ ابن علیؑ اس بات کا پابند نہیں ہوگا کہ تجھے امیر المومنین کہہ کر مخاطب کرے یا کسی بھی جگہ تیرا نام لیتے ہوئے تجھے امیر المومنین کہے۔

۲۔ شیعیان علیؑ میں سے کسی بھی شیعہ کو معاویہ کچھ نہیں کہے گا۔

۳۔ معاویہ کے بعد حکومت حسنؑ ابن علیؑ کی ہوگی اور معاویہ کسی کو اپنا ولی عہد نہیں بنائے گا۔

۴۔ شیعیان علی کے ضبط شدہ اثاثے اور گھر انہیں واپس کر دیے جائیں گے۔

۵۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں جتنے لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے ہر ایک کے پسماندگان کو دس دس ہزار درہم دے گا۔

۶۔ معاویہ خود اور اس کا کوئی خطیب حضرت علی پر برسر منبر اور دعائے قنوت میں سب نہیں کرے گا۔

معاویہ نے یہ تمام شرائط قبول کر لیں۔

معاویہ مقام نخیلہ سے چل کر کوفہ میں آیا۔ لوگوں سے بیعت ہو چکی تو منبر پر آیا اور یہ خطبہ دیا۔

لوگو! میں نے تم سے اس لیے بیعت نہیں لی کہ تم نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔ یہ سب تمہاری اپنی مرضی ہے۔ میں تو صرف حکومت چاہتا تھا جو مجھے مل گئی ہے۔ میں نے امام حسنؑ کی طرف سے پیش کردہ جن شرائط کو قبول کیا ہے وہ صرف حصول حکومت کا بہانہ تھا میں کسی بھی شرط کا پابند نہیں ہوں۔ پھر حضرت علیؑ اور آپ پر سب کرنا شروع کر دیے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں تشریف فرما تھے۔ امام حسینؑ کچھ کہنے کی خاطر اٹھے لیکن امام حسنؑ نے انہیں بٹھا دیا۔ اور خود اٹھ کر فرمایا۔

او علیؑ کو گالی دینے والے میں حسنؑ ہوں میرا باپ علیؑ ہے تو معاویہ ہے اور تیرا باپ صخر ہے۔ میری ماں بتول ہے اور تیری ماں جگر خوار ہند ہے۔ میرا نانا رسول اللہ ہے اور تیرا نانا حرب ہے۔ میری نانی خدیجہ الکبریٰ ہے اور تیری نانی فتیلہ ہے۔ ہم دونوں میں سے جس کا نسب زیادہ کمینہ۔ جس کا شرف پست اور جس کا کفر گہرا اور قدیم ہو اللہ اسی پر لعنت کرے۔

سالم ابن مجد سے مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کے پاس گیا اور عرض کیا آقا! آپ نے تو ہمیں مار ڈالا ہے۔ ہمیں بنی امیہ کا غلام بنا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟۔

میں نے عرض کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حکومت بنی امیہ کو دے دی ہے آج وہ ہمیں جہاں پاتے ہیں پامال کرتے پھرتے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ لیکن یہ بتا کہ امت مسلمہ نے میرے ساتھ کون سی وفا کی ہے اگر امت میرا ساتھ دیتی تو آج حالات یقیناً مختلف ہوتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ امت کے دل ہمارے ساتھ ہوتے ہیں

لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔

اسی اثنا میں آپ کو کھانسی آئی۔ آپ نے طشت منگوایا پردہ کے عقب سے طشت بڑھایا گیا۔ آپ نے اس میں تے کی جگر کے دو ٹکڑے میرے سامنے طشت میں آئے۔ میں نے تڑپ کر عرض کیا آقا یہ کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا۔

جس کا تذکرہ کر رہا ہے اسی نے مجھے زہر دلوایا ہے۔ یہ زہر کا ہی اثر ہے کہ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آرہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے علاج بھی نہیں کیا؟۔

آپ نے فرمایا قبل ازیں کئی مرتبہ مجھے زہر دیا گیا ہے وہ قابلِ علاج ہوتا تھا لیکن یہ زہر نا قابل علاج ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے شاہ روم کو زہر کے چند قطرات دینے کو کہا۔ شاہ روم نے یہ کہہ کر زہر دینے سے انکار کیا کہ جو شخص ہمارے لیے نقصان دہ نہ ہو میں اس کے قتل میں تعاون نہیں کر سکتا۔

معاویہ نے اسے بہت سے تحائف کے ساتھ جواب لکھا کہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں کسے زہر دینا چاہتا ہوں۔ یہ اسی شخص کا بیٹا ہے۔ جس نے وادی تہامہ میں حکومت قائم کی تھی۔

آج وہ اپنے باپ کی حکومت واپس لینا چاہتا ہے۔ اور میں لوگوں کو اس سے محفوظ رکھنے کی خاطر اسے زہر دینا چاہتا ہوں۔ شاہ روم نے انتہائی مہلک زہر کی ایک شیشی اسے بھیجی ہے یہ وہ زہر ہے جس کا ایک قطرہ بھی انسان کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جبکہ مجھے پوری شیشی پلائی گئی ہے۔

تاریخ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت ابوبکر کی بھانجی اور امام حسنؑ کی بیوی

جعدہ بنت اشعث کو وہ شیشی بھجوائی ساتھ ہی یہ پیغام بھی کہ اگر امام حسنؑ شہید ہو گئے تو میں یزید بیٹے سے تیری شادی کرا دوں گا۔ جب اس ملعونہ نے معاویہ کی خواہش پوری کر لی۔ تو بعد میں شام گئی اور معاویہ سے وعدہ وفائی کو کہا۔

معاویہ نے کہا۔

بھلا وہ عورت کیسے قابل اعتماد ہو سکتی ہے جو معمولی سے لالچ میں آکر فرزندِ رسول جیسے شوہر کو زہر دے دے۔ پھر معاویہ کے حکم سے جعدہ کو قتل کر دیا گیا۔

نویں مجلس:

امام حسنؑ اور نصرانی

میں نے ابو مخنف کی ایک قلمی کتاب میں دیکھا ہے کہ جب امام حسنؑ سے آپ کے لشکر نے دھوکا کیا اور معاویہ کے ساتھ مل گیا اور آپ واپس پلٹے آپ کو ایک شخص نے زخمی کر دیا۔ زخمی حالت میں مدائن تشریف لائے۔ مختار نے چچا کا امتحان لینے کی خاطر آپ کی گرفتاری کی تجویز کی اور چچا نے اسے سختی سے ٹوک دیا تو مختار خوش ہو گیا اور اپنے قلعہ مدائن میں موجود ایک نصرانی طبیب کے پاس آیا۔ اسے کہا کہ فرزند رسولؐ ہمارا مہمان ہے اور زخمی ہے اگر آپ چل کر اس کا علاج کر دیں تو نوازش ہو گی۔

نصرانی نے جونہی سنا جلدی جلدی اپنا سامان اٹھایا امام حسنؑ کی خدمت میں آیا۔ پہلے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ پھر علاج کیا پاؤں میں نیزے کی شکستہ انی کو نکالا امام حسنؑ نے ایک درہموں کی اور ایک دیناروں کی تھیلی بطور معاوضہ دی اور ساتھ معذرت بھی کی کہ ہم سفر میں ہیں اگر گھر ہوتے تو شاید کچھ اور بھی دیتے۔

نصرانی دونوں تھیلیاں دیکھ کر ہنسنے لگا اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟۔

نصرانی نے عرض کیا حضور آپ شاید میرا امتحان لے رہے ہیں میں جو کچھ ہوں اور جب سے ہوں آپ کو اچھی طرح معلوم ہے آپ تکلف کیوں فرما رہے ہیں اس وقت آپ نے مسکرا کر فرمایا اگرچہ میں جانتا ہوں لیکن میرا خیال ہے اگر تو اپنی زبان سے اپنا واقعہ سنا دے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

نصرانی نے کہا جب سعد بن ابی وقاص نے جزائر عرب کو فتح کیا تھا اس وقت میرے ہاتھ حضرت عیسٰی کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کے ہاتھ سے لکھے ہوئے چند اوراق بزبان سریانی لگے تھے۔ ان اوراق میں آپ کی اس جگہ آمد لکھی تھی میں اس وقت سے آج تک آپ کا یہاں منتظر تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اگر کسی پڑھنے والے کے ہاتھ یہ اوراق لگ جائیں تو اس پر واجب ہو گا کہ وہ فرزند رسول کی آمد کا انتظار کرے میرا سلام انہیں پہنچائے۔ میں اس وقت اپنی جگہ پر بیٹھا وقت کا حساب لگا رہا تھا۔ اور میں دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر ان اوراق میں لکھا ہوا درست ہے تو جو وقت اس تحریر میں بتایا گیا ہے وہ آپہنچا ہے۔ اور اس وقت لخت دل وحی۔ جگر گوشہ سیدۃ النساء اور فرزند مصطفٰی کو آجانا چاہیے۔ میں انہی خیالات میں تھا کہ مختار نے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع دی۔ اور میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔

میں اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ کے والد کی خلافت بلا فصل کی گواہی دیتا ہوں۔ اور جو کچھ آپ مجھے دے رہے ہیں یہ اور اپنی طرف سے ایک ہزار دینار آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے آپ ہدیہ کو قبول فرمائیں گے۔ آپ کا جد امجد بھی ہدیہ کو قبول کرتا تھا۔ آپ نے وہ ہدیہ قبول کر لیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ مجھے میرے نانا نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ کیا آپکا نام بطرس اکبر ہے۔

نصرانی نے کہا ہاں آقا۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔کیا اللہ نے آپ کو بیس لڑکے دیے ہیں۔

نصرانی نے عرض کیا۔ہاں آقا۔میرا صرف ایک سوال ہے آپ یہ فرمائیں کہ میرے باپ کا نام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا تیرے باپ کا نام شمعون ابن اسباط تھا۔اگر میں جلدی میں نہ ہوتا تو تجھے تیرا وقت پیدائش۔مقام پیدائش اور جو کچھ تجھ پر آج تک بیتی ہے سب کچھ بتا دیتا۔اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔اس کے بعد آپ وہاں سے رخصت ہو گئے

دسویں مجلس:

امام حسنؑ کی شہادت

مقتل ابو مخنف کے قلمی نسخہ کے مطابق۔چونکہ معاویہ امام حسنؑ کے شرائط صلح میں یہ لکھ کر دے چکا تھا کہ میں کسی کو ولی عہد نہیں بناؤں گا اس لیے ذہنی طور پر وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طریقہ سے امام حسنؑ کو راستہ سے ہٹا دیا جائے۔اسے ڈر تھا کہ اگر میں امام حسنؑ سے پہلے چل بسا تو حکومت ایک مرتبہ پھر بنی ہاشم کے پاس چلی جائے گی اور بنی امیہ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔چنانچہ اس نے ایک دن اپنے مخصوص ساتھیوں کی مجلس مشاورت منعقد کی اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ہر ایک نے اپنی فکر کے مطابق مشورہ دیا۔

ایک نے کہا ہمیں کس بات کا ڈر ہے امام حسنؑ کو مدینہ میں دن دھاڑے قتل کر دیا جائے۔

ایک نے کہا۔آپ اسے مدارات کریں۔تحائف بھیجیں۔پھر شام آنے کی دعوت دیں راستہ میں قتل کرا دیں۔

ایک نے کہا۔

مدینہ میں پوشیدہ طور پر قتل کرا دیا جائے۔

معاویہ کو ان میں سے کوئی رائے پسند نہ آئی۔ اس نے کہا تم میں سے کسی کی رائے میں بنی امیہ کا تحفظ نہیں ہے۔

ایک نے کہا۔

آپ زہر بھجوا دیں اور بذریعہ زہر قتل کرا دیں اس صورت میں کسی کو یہ علم نہیں ہو گا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

معاویہ کو یہ رائے پسند آئی۔

اس نے کہا رائے تو بہت اچھی ہے لیکن اس پر عمل کون کرے گا۔ اور کیسے کرے گا۔ حضرت ابوبکر کا بہنوئی اشعث ابن قیس کندی اسی محفل میں موجود تھا اس نے کہا یہ کام آپ میرے ذمہ کر دیں۔ ایسا آدمی جو امام حسنؑ کو زہر دے میں تجویز کرتا ہوں۔ معاویہ نے خوش ہو کر کہا۔

وہ کون ہے؟۔

اشعث نے کہا وہ میری بیٹی ہے جو امام حسنؑ کی زوجہ ہے۔ اگر آپ اسے دولت کی لالچ دے دیں تو مجھے یقین ہے وہ آپ کا کام کر دے گی۔

معاویہ نے اسی وقت ایک لاکھ دینار منگوائے اور اشعث کو دے کر کہا۔ لے یہ رقم اور بیٹی سے کہنا کام کے بعد اور بھی دیں گے۔ اشعث نے کہا آپ کو معلوم ہے۔ امام حسنؑ مجھے اچھا نہیں سمجھتے اگر میں مدینہ میں گیا اور لوگوں نے دیکھ لیا تو نہ صرف امام حسنؑ مشکوک ہو جائے گا بلکہ دوسرے لوگ بھی مشکوک ہو جائیں گے آپ کسی اور کو بھیج دیں۔

چنانچہ ایک اور قابل اعتماد دشمن تلاش کر لیا گیا۔ اسے ایک لاکھ دینار کے علاوہ زہر کی شیشی اور دیگر تحائف دے کر مدینہ روانہ کیا گیا۔ جب وہ شخص مدینہ پہنچ گیا۔ تو اس

نے اپنے ذرائع سے ایک عورت کو جعدہ کے پاس بھیجا۔ جب اس نے جعدہ کو تحائف کی تفصیل بتائی ساتھ ہی ایک لاکھ دینار کی تھیلی پیش کرنے کے بعد یزید سے نکاح کی خوشخبری دی تو اس نے کہا۔ اب یہ کام آسان ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ البتہ امام حسنؑ کو اعتماد میں لینے کے لیے مجھے کچھ دن ضرور لگ جائیں گے۔ اس کے بعد اس نے ہر وقت آپ کی خوشامد شروع کر دی۔ جب اپنی طرف سے مطمئن ہو گئی تو اس نے افطار کے لیے دودھ میں تمام شیشی ڈال دی۔ آپ نے چند ہی گھونٹ پیئے کہ چہرہ کا رنگ زرد ہونے لگا۔ آپ نے دودھ واپس کر کے فرمایا۔

اے دشمن خدا! مجھے تو مار ڈالا ہے لیکن یاد رکھ اپنے مقصد کو کبھی نہ پہنچ پائے گی۔

آپ کا جگر پارہ پارہ ہو کر باہر آنے لگا۔ آہستہ آہستہ چہرہ کا رنگ سبز ہونے لگا امام حسینؑ نے پوچھا بھیا کیا حال ہے؟

آپ نے دو بازو کھول کر امام حسینؑ کو گلے لگایا اور کہا بھیا میں دیکھ رہا ہوں میدان کربلا میں تو تنہا ہے تیرا کوئی معاون و مددگار نہیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے واقعات کربلا دہرائے۔ پھر تمام اہل خانہ کو بلا کر انہیں وصیت فرمائی۔ میرے بعد یہ حسینؑ تمہارا امام ہے۔ اس کی نافرمانی میں جہنم اور اطاعت میں جنت ہے۔

پھر تمام حاضرین بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

میں تم سب کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تمہارا نگہبان۔ اب میں تمہیں الوداع کہہ رہا ہوں۔

اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور چچوں کے پاس جا رہا ہوں۔

پھر فرمایا۔

علیکم السلام یا ملائکۃ ربی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ ہاتھ دراز کر لیے۔ اور کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ و ان الخلیفۃ من بعدہ بلا فصل علی بن ابی طالب۔

گیارہویں مجلس

امام حسن علیہ السلام اور آخری لمحات

بحار الانوار میں ہے کہ اشعث ابن قیس کندی وہ بدنصیب ہے جس کا پورا ہی خاندان آل محمد کے خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ عبدالرحمن ابن ملجم جب حضرت علیؑ کو شہید کرنے کوفہ میں آیا اشعث کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ اس کی بیٹی جعدہ نے فرزند زہرا امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا اور اس کا بیٹا محمد ابن اشعث میدان کربلا میں لشکر یزید کے نیزہ بازوں کا سالار تھا۔

ایک روایت کے مطابق معاویہ نے دس ہزار دینار اور کافی مقدار میں زمین کی ملکیت جو کوفہ اور شام میں تھی دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی زہر بھی بھیجا۔ جعدہ نے جب زہر دیا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مجھے زہر مل گیا ہے چنانچہ آپ نے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر کہا الحمد للہ علی لقاء محمد سید المرسلین و ابی سید الوصیین و امی سیدۃ نساء العالمین و عمی جعفر الطیار فی الجنۃ و حمزۃ سید الشہداء صلی اللہ علیہم۔

آپ نے فرمایا۔ مجھے کئی مرتبہ زہر ملا ہے لیکن اب کے جو زہر دیا گیا ہے یہ زہر سب سے سخت ترین تھا۔

بحار میں منقول ہے کہ جب آپ کا وقت وداع قریب ہوا تو آپ رو دیے ایک شخص نے عرض کیا آقا آپ رو رہے ہیں جب کہ سرور انبیاء نے آپ کو جوانانِ جنت کا سردار قرار دیا ہے آپ نے پیدل بیس حج کیے ہیں راہ خدا میں اتنا دیا ہے کہ اس کا اندازہ بھی مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں صرف دو باتوں پر رو رہا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب جا کر نانا۔ بابا اور ماں سے ملوں گا تو وہ پوچھیں گے۔ حسینؑ کو کس کے سپرد کر آئے ہو اور دوسری بات جب میں ظلم و ستم کے بے پناہ طوفان دیکھتا ہوں تو بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں حسینؑ کا ساتھ دے سکتا۔ ہم تمام کے غموں میں تو حسینؑ شریک رہا ہے لیکن جب اس پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے تو یہ تنہا ہو گا۔

بعض روایات میں ہے کہ امام حسنؑ کو چھ مرتبہ زہر ملا۔ یہ آخری زہر تھا۔ جس کے بعد آپ چالیس دن تک صاحب فراش رہے۔

بحار میں جنادہ سے مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کی عیادت کو گیا۔ آپ کے سامنے طشت رکھا تھا۔ جس میں جگر اور آنتوں کے ٹکڑے نظر آ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ کیا آپ علاج نہیں فرماتے؟۔

آپ نے فرمایا۔ قبل ازیں پانچ مرتبہ زہر ملا ہے۔ جو قابل علاج تھا لیکن اب کے ناقابل علاج زہر دیا گیا ہے۔ میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے نانا نے بتایا تھا کہ میرے بعد میری ذریت سے بارہ امام ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک زہر یا تلوار سے شہید ہو گا۔ پھر مجھے فرمایا۔ ذرا آنکھیں بند کر کے پردہ کرے تاکہ یہ طشت اٹھایا جائے۔ اور بے ساختہ رونے لگا۔ جب طشت اٹھا لیا گیا تو میں نے عرض کیا حضور مجھے کچھ موعظہ فرما دیجئے۔

آپ نے فرمایا۔

اپنے سفر کی تیاری رکھ.......... موت سے پہلے زاد راہ تیار کر لے...... تو دولت کے پیچھے پھرتا ہے اور موت تیرے تعاقب میں ہے.......... جس دن میں تو موجود ہے اس دن میں ایسے دن کی فکر نہ کر جو ابھی آیا نہیں.......... اپنی قدر ضرورت سے جتنا بھی زیادہ جمع کرتا ہے گویا کسی دوسرے کے مال کی نگرانی کرتا ہے...... حلال دولت کا حساب ہو گا۔ حرام پر سزا ہو گی۔ اور مشتبہ مال پر سرزنش ہو گی.......... دولت کو ایک مردار کی طرح سمجھ اور اسی قدر جس سے۔ تیری ضرورت پوری ہو جائے.......... اگر اس پر سزا بھی ہوئی تو مقدار کے مطابق کم ہو گی۔.......... دنیا میں رہ اس طرح کہ گویا تجھے غیر معینہ مدت تک رہنا ہے اور آخرت کے عمل اس طرح کر جیسے تجھے کل مر جانا ہے.......... اگر تو قبیلہ کے بغیر عزت اور حکومت کے بغیر ہیبت چاہتا ہے تو تو اپنا وقت اللہ کی اطاعت اور نافرمانی سے پرہیز میں گزار.......... اگر تجھے کسی کے ساتھ مل بیٹھنے کی شدید ضرورت محسوس ہو تو ایسے آدمی کو دوست بنا جو.......... باعث عزت ہو...... جس کی خدمت میں تحفظ ہو.......... اگر اس کے تعاون کی ضرورت پڑے تو وہ بلا دریغ تعاون پر آمادہ ہو سکے.......... تو جو بات کہے تجھے نہ جھٹلائے.......... اگر تو کسی سے مخالفت کرے تو تیری حمایت کرے۔.......... اگر تو اس پر نوازش کرے تو وہ بھی کسی وقت تجھے کچھ دے.......... اگر تجھ سے کہیں لغزش ہو جائے تو وہ اس پر پردہ ڈالے.......... اگر تو کوئی کام کرے تو وہ اسے دوسروں میں بتانے میں بخل نہ کرے.......... اگر کبھی بوقت ضرورت کچھ مانگے تو دینے سے انکار نہ کرے.......... اگر بوقت ضرورت تو کچھ بھی نہ مانگے اور اسے معلوم ہو جائے تو وہ خود تجھے کچھ دے.......... اگر تجھ پر

مصیبت آجائے تو تیری غمگساری کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا دوست ہو جس کی وجہ سے تجھ پر کوئی مصیبت نہ آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس کی وجہ سے تجھے اپنی راہ نہ بدلنا پڑے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی مقام پر تجھے رسوا نہ کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کسی بات میں نزاع ہو جائے تو تیری بات کو ترجیح دے۔

اس کے بعد آپ کی سانس اکھڑنے لگی، رنگ زرد ہونے لگا۔ میں نے جلدی سے امام حسینؑ کو بلایا۔ امام حسینؑ کے ساتھ اسود ابن ابولاسود بھی اندر آیا۔ امام حسینؑ آپ کے سرہانے جاکر بیٹھے۔ جھکے۔ سر اور آنکھوں کا بوسہ لیا۔ امام حسنؑ نے دونوں بازو پھیلا دیے امام حسینؑ نے اپنا سر امام حسنؑ کے سینہ پر رکھ دیا۔ امام حسنؑ نے اسرار امامت سپرد کیے اسود نے کہا ایسے لگتا ہے جیسے امام حسنؑ الوداعی وصیت فرما رہے ہوں۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض علماء کی تالیفات میں میں نے دیکھا ہے کہ دم آخر امام حسنؑ کا جسم سبز ہو گیا تھا۔ امام حسینؑ نے اس کا سبب پوچھا تو امام حسنؑ رو دیے۔ پھر امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ کافی دیر تک دونوں بھائی گلے لگ کر روتے رہے پھر فرمایا۔ مجھے میرے نانا نے بتایا تھا کہ جب میں معراج پہ گیا اور جبریل نے مجھے جنت کی سیر کرائی تو جنت عدن میں میں نے دو مکان دیکھے۔ جن میں سے ایک سبز زبرجد سے اور دوسرا یاقوت سرخ سے بنا تھا۔ تو میں نے جبریل سے پوچھا تھا یہ دو مکان کس کے ہیں؟ جبریل نے مجھے بتایا کہ سبز زبرجد سے بنا ہوا مکان امام حسنؑ کا ہے اور سرخ یاقوت سے بنا ہوا مکان امام حسینؑ کا ہے۔ میں نے پوچھا جبریل دونوں مکان ایک رنگ کے کیوں نہیں؟ تو جبریل نے کہا کہ آپ کو معلوم تو ہے پھر مجھ سے کیوں کہلوانا چاہتے ہیں میں نے کہا میں سننا تیری زبان سے چاہتا ہوں۔ اس وقت جبریل کے آنسو بہنے لگے اور عرض کیا آقا چونکہ امام حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے دم آخر ان کے جسم کا رنگ زہر کی طرح سبز ہو جائے گا

اس لیے ذات احدیت نے امام حسنؑ کا مکان سبز رنگ کا بنایا ہے اور امام حسینؑ میدان کربلا میں تلوار سے شہید ہوں گے۔ دم آخر ان کا جسم خون سے سرخ ہوگا۔ اس لیے اللہ نے ان کا مکان سرخ رنگ سے تعمیر کیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ میرے نانا کی پیش گوئی سچی ثابت ہو رہی ہے۔

مصنف۔ امام حسینؑ نے تو دم آخر امام حسنؑ کے جسم کی سبز رنگت دیکھ لی۔ لیکن کیا امام حسنؑ نے بھی امام حسینؑ کا سرخ بدن دیکھا تھا؟

ہاں عزادارو! دیکھا تھا جب شام غریباں کے بعد آپ اپنے نانا، بابا اور ماں کے ساتھ اپنے مقتول بھائی کو دیکھنے میدان کربلا میں آئے تھے۔

بارہویں مجلس؛

امام حسن علیہ السلام کا جنازہ

بحار میں ہے کہ ایک دن امام حسنؑ سرورِ کونین کے پاس آئے۔ تمام صحابہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسنؑ کو قریب بلایا۔ گلے لگایا اور اپنے زانو پر بٹھالیا۔ پھر منہ چوم کر رونے لگے۔ صحابہ نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ حسن میرا بیٹا ہے مجھ سے ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے دل کا چین ہے۔ جوانانِ جنت کا سردار ہے۔ اللہ کی طرف سے روئے ارض پر حجت خدا ہے۔ اس کا حکم میرا حکم ہے۔ اس کی بات میری بات ہے۔ اس کا مطیع میرا مطیع اور اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے۔ میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آجاتا ہے جب میرے بعد اس پر مصائب و الام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ انہی مصائب ہی میں اسے زہر سے شہید کیا جائے گا۔ اس کی شہادت پر تمام ملائکہ۔ حاملین عرش۔ سات آسمان۔ فضاؤں میں پرندے اور سمندر میں مچھلیاں تک سب روئیں گے۔ اس پر رونے والی آنکھ اس دن روشن رہے گی۔ جس دن دوسری آنکھیں اندھی ہوں گی۔ اس پر رونے والا دل اس دن مسرور ہوگا۔ جس دن ہر دل غم زدہ ہوگا۔ جو شخص جنت البقیع میں اس کی زیارت کو آئے گا۔ پل صراط پر ثابت قدم رہے گا۔

نبی کریم کے یہ ارشادات تمام صحابہ نے سنے لیکن تعجب ہے جب وہی وقت آیا تو ہر ایک نے آنکھ پھیر لی۔ حتیٰ کہ نبی اکرم کے پاس مظلوم بیٹے کو نانا کے پہلو میں دفن تک نہ ہونے دیا۔ امام حسنؑ کو بھی یہ علم تھا کہ مجھے نانا کے پاس دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ شاید اسی لیے آپ نے دم آخر میں جو وصیتیں فرمائی تھیں۔ ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے نانا کے مزار پر لے جاکر صرف زیارت کرانا دفن اپنی ماں یا دادی جناب فاطمہ کے پہلو میں کرنا۔

بحار کے مطابق امام حسینؑ جب دم آخر امام حسنؑ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا۔ بھیا کیسی گزر رہی ہے؟

آپ نے فرمایا بس دنیا کے آخری لمحات اور آخرت کے اولیں لمحات ہیں۔ اگر ایک طرف۔ نانا۔ بابا۔ ماں اور چچوں کی ملاقات کی مسرت ہے تو دوسری طرف تیری تنہائی کا غم ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ اسرار امامت سپرد فرمائے پھر فرمایا بھیا میرے الوداع کے بعد جب غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے نانا کے مزار تک لے جانا۔ اگر مجھے وہاں دفن ہونے دیا جائے تو فبہا ورنہ نانا کی زیارت کے بعد واپس جنت البقیع میں لانا۔ آپ کو نانا اور بابا کے حق کی قسم ہے کسی سے نزاع نہ کرنا۔ امام حسین نے عرض کیا۔

بھیا میں چاہتا ہوں آپ کے آخری لمحات دیکھوں۔ امام حسن نے فرمایا۔ میں نے اپنے جدامجد سے سنا ہے کہ جب تک ہماری روح ہمارے بدن عنصری میں رہتی ہے اس وقت تک ہماری عقل بھی ہمارے ساتھ صحیح و سالم رہتی ہے۔ اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے۔ جب ملک الموت آجائے تو ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر لینا چنانچہ امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیا کچھ دیر بعد آپ نے ایک لمحہ کیلیے آنکھیں

بند کیں۔ جب کھولیں اور دیکھا امام حسنؑ خاموش تھے۔ پیشانی عرق آلود تھی۔ چہرے کا رنگ سبز ہو چکا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ہاتھ دراز تھے۔ غسل و کفن سے فارغ ہونے کے بعد جب امام حسنؑ کا جنازہ اٹھایا گیا تو تمام ہاشمی مستورات جنازہ کے ساتھ تھیں نوحہ سے فضا لرز رہی تھی۔ لیکن عزادارو! آج مدینہ میں ہاشمی مستورات کو رونے سے کوئی روکنے والا نہیں جب شمر ملعون نے میدان کربلا میں سر حسین نوک نیزہ پر بلند کیا تو چوراہی مستورات باہر آئیں۔ مگر ان میں سے جس نے بھی رونے کے لیے آواز نکالی اسی کا سر نیزہ کی نوک سے زخمی کر ڈالا گیا۔

جب جنازہ روضہ رسول کی طرف آنے لگا تو طرید رسول مروان جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا خچر پر سوار ہو کر ام المومنین عائشہ کے پاس آیا۔ اور کہا حسنؑ کو روضہ رسول میں دفن کرنے کی خاطر لے جایا جا رہا ہے۔ اگر حسنؑ روضہ رسول میں دفن ہو گیا تو تیرے بابا کی فضیلت ختم ہو جائے گی۔ ام المومنین عائشہ نے کہا۔ پھر میں کیا کروں؟ مروان نے کہا کرنا کیا ہے۔

انہیں جا کے روک ام المومنین نے کہا میں کیسے روک سکتی ہوں۔ مروان نے کہا۔ یہ سواری ہے اس پہ سوار ہو کر چلی جا اور روک۔ چنانچہ ام المومنین اٹھیں خچر پر سوار ہوئیں کمان اور ترکش لے کر سامنے آئیں۔ اور بلند آواز سے کہا خبردار! فرزند رسول کو روضہ رسول میں دفن نہ کرنا۔ یہ فرما کر کمان میں تیر رکھا اور جنازہ حسن پر تیر مارا۔ اس کے بعد بنی امیہ والوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ جناب عبداللہ بن عباس نے کافی سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کسی نے نہ سنی۔ بنی ہاشم گھروں میں سے تلواریں اٹھا لائیں میان توڑے اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

او ہاشمیو! ۔ مجھے میرے بھائی کی وصیت تھی کہ میرے جنازہ پر جنگ نہ کرنا۔ اور مجھے جنت البقیع میں اپنی ماں یا دادی کے پہلو میں دفن کرنا۔

بنی ہاشم نے خاموشی سے جنازہ اٹھایا۔ جنت البقیع میں لے آئے۔ جب مستورات نے تیر نکالے تو ستر تیر گنے گئے۔

ماں کے پہلو میں دفن کرنے کے بعد ایک ایک مستور اور بنی ہاشم کے فرد نے اپنے آپ کو مزار امام حسنؑ پر گرا کر نوحہ خوانی کی۔

اختتامیہ؛

ازواج اور اولاد امام حسن علیہ السلام

امام حسنؑ کو شادیوں کے معاملہ میں بہت زیادہ بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ان راویوں کی نوازش ہے جو اموی دستر خوان پر پلتے رہتے تھے۔ حتے کہ تین سو بیوی تک کہا گیا ہے۔ ایسا کرنے میں بنی امیہ کا مقصد آل محمد کو بدنام کرنا۔ اور انہیں اپنی طرح کا عیاش ثابت کرنا تھا۔ حالانکہ امام حسنؑ بھی دیگر ائمہ کی طرح تھے۔

آپ کی تاریخ ولادت ۱۵ رمضان ۳ھ۔

اور شہادت ۲۸ صفر ۵۰ھ ہے۔

بعض مورخین کے مطابق شہادت ۴۸ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی کل عمر ۴۵ برس یا ۴۷ برس بنتی ہے۔

۴۷ برسوں میں یہ مسلم ہے کہ آپ نے پہلی شادی ۲۵ برس کی عمر میں کی جو جناب ام فروہ سے ہوئی تھی۔ اگر تین سو شادیوں والی روایت کو مان لیا جائے۔ تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپ نے ہر ۲۵ ویں دن شادی کی ہے۔ بھلا ایسے شخص کو کوئی اپنی بیٹی کیسے دیتا تھا۔ جس کے متعلق معلوم ہو کہ میری بیٹی کو مہینہ گزرنے سے بھی پہلے

طلاق مل جائے گی۔

کیا اس وقت عورتیں یہ احتجاج نہیں کرتی تھیں کہ آپ ہمیں ایسے شخص کے سپرد کر رہے ہیں جو مہینہ بھی نہ گزرنے دے گا اور طلاق دے گا۔؟

کیا یہ تمام عورتیں بانجھ ہوتی تھیں اور کسی کبھی اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی، اگر کثرت ازواج والی روایات درست مان لی جائیں تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ وہ کتنی عورتیں تھیں جنہوں نے طلاق ملنے کے بعد بچے جنے۔؟

تاریخ ایک بھی ایسی مثال پیدا کرنے سے قاصر ہوگی۔

آپ کی اولاد کتنی ہے۔ مورخین سے پوچھیے

لڑکے اور لڑکیاں ملا کر ان کی کل تعداد پندرہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ام فروہ (ماہ بانو۔ قازبانو)۔ عمرو[1] ابن حسن۔ قاسم[2] ابن حسن۔ عبداللہ[3] بن حسن۔

۲۔ ام بشر بنت ابو مسعود ابن عقبہ۔ خزرجی۔ زید[4] ابن حسن۔ ام الحسن[5] بنت حسن
ام الحسین[6] بنت حسن۔

۳۔ خولہ بنت منظور فزاریہ۔ حسن مثنیٰ[7] ابن حسن۔ ام عبداللہ[8] بنت حسن۔
فاطمہ[9] بنت حسن

۴۔ ام عبدالرحمن۔ عبدالرحمن[10] ابن حسن۔ ام سلمہ[11] بنت حسن۔ رقیہ[12] بنت حسن۔

۵۔ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبداللہ تیمی۔ حسین[13] ابن حسن۔ حسن اثرم[14] ابن حسن۔
طلحہ[15] ابن حسن۔ فاطمہ[16] بنت حسن۔

۶۔ جعدہ بنت اشعث خلیفۂ اول۔ حضرت ابوبکر کی سگی بھانجی تھی۔ بے اولاد تھی۔

ان چھ ازواج میں سے ام فروہ اور ام عبدالرحمن دونوں کنیزیں ہیں اور چار ازواج ہیں

ان حقائق کے پیش نظر اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ کثرت ازدواج کا امام حسنؑ پر بہت بڑا اتہام وہ اموی پروپیگنڈہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

چونکہ یہ ایک مختصر کتاب ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم کثرت ازدواج کی تمام روایات کا فرداً فرداً تجزیہ کریں۔ اس لیے اسی اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی مجلس

ولادت امام حسین علیہ السلام

نزہتہ المومنین اور تمقام میں جناب سرور کونین سے مروی ہے۔ مومنین کے دلوں میں میرے حسین کی معرفت پوشیدہ ہے۔ مذکورہ کتب میں جناب سیدہ سے مروی ہے کہ جب نور حسینؑ میرے صدف عصمت میں آیا تو میرے نبی بابا نے فرمایا۔ زہرا مجھے تیری پیشانی میں ابوالائمہ کا نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ایک ماہ گزرا تھا کہ مجھے تکلیف کا احساس ہوا میں نے بابا کی خدمت میں اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے پانی میں اپنا لعاب دہن ملا کر پینے کو دیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ مجھے نہ کبھی بھوک محسوس ہوئی اور نہ کبھی پیاس مجھے ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں دودھ پی چکی ہوں چوتھے ماہ میں مصلیٰ پر بیٹھ گئی۔ کسی وقت بھی مصلیٰ سے نہیں اٹھتی تھی۔ میری پیشانی میں روشنی بڑھتی گئی۔ پانچویں ماہ تو جو عورت بھی میرے پاس آتی وہ میری پیشانی دیکھ کر ششدر رہ جاتی۔ چھٹے ماہ کے آغاز ہی سے مجھے تاریکی میں کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہ رہی۔ ساتھ ہی جب میں مصلیٰ پر بیٹھتی میرے صدف عصمت سے تسبیح و تقدیس کی آواز آتی۔ چھٹے ماہ کے دسویں دن میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں ایک سفید ریش شخص میرے سرہانے آکے بیٹھا اس نے میرے منہ پر پھونک ماری میں گھبرا کر بیدار ہو گئی۔

تجدید وضو کی چار رکعت نوافل پڑھیں۔ پھر جیسے مجھے نیند آنے لگی۔ میں اسی مصلیٰ پر سو گئی۔ پھر عالم خواب ایک سفید پوش شخص میرے سرہانے آیا۔ اور مجھ پر دم کیا۔ میں پھر گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ تجدید وضو کر کے میں ام المومنین ام سلمہ کے گھر آئی کیونکہ اس دن نبی اکرم ام سلمہ کے گھر تھے۔ انہیں پورا قصہ سنایا انہوں نے مسکرا کر فرمایا۔ بیٹی گھبراؤ مت۔ یہ جبریل ہے جسے اللہ نے میری ذریت کی خدمت پر تعینات کیا ہے۔ جب چھ ماہ مکمل ہو گئے۔ تو ذات احدیت نے حوران جنت کی سردار لعبہ کو حکم دیا کہ جا کر میرے حبیب کی حبیبہ کو اس وقت تیری ضرورت ہے یہ لعبہ وہ حور ہے جسے اللہ ستر ہزار کنیز، ستر ہزار محل۔ ہر محل میں ستر ہزار کمرے دے رکھے ہیں۔ لعبہ کا مکان ان تمام محلات سے بلند ہے۔ جب یہ جنت میں جھانکتی ہے تو اس کے رخساروں کی روشنی سے تمام جنت روشن ہو جاتی ہے بی بی فرماتی ہیں کہ جب لعبہ میرے گھر میں آئی تو میں حیران تھی کہ اسے کہاں بٹھاؤں؟ میں یہی سوچ رہی تھی کہ ایک حور جنت سے سجادہ لائی لعبہ اس پر بیٹھ گئی۔ مجھے سلام کیا چند لمحات کے بعد میرا لال اس دنیا میں آگیا۔ لعبہ نے اٹھایا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ مجھے مبارک دی۔ یہ تین شعبان ۴ھ صبح کا وقت تھا۔ جبریل سات شب و روز مسلسل مبارک باد دینے کو مع ملائکہ آتا رہا۔ ساتویں دن جبریل نے آنحضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں اپنے آقا کی زیارت تو کرا دیجیے۔ سرور کونین گھر تشریف لائے۔ حسین کو ہاتھوں پر اٹھایا جبریل کے پاس لائے۔ جبریل نے ہاتھوں پر اٹھایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ آنحضور کو مبارک باد دے کر رونے لگا آپ نے سبب پوچھا تو جبریل نے عرض کیا آپ کا یہ فرزند تشنہ اور گرسنہ شہید ہو گا۔ آپ نے پوچھا اسے کون شہید کرے گا۔ جبریل نے عرض کیا آپ کی امت سے بدنصیب ترین گروہ اس کا قاتل ہو گا۔ اللہ جل جلالہ نے اس کی ماں کو سلام دیے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس کا نام حسینؑ رکھے۔ آنحضرت گھر تشریف لائے۔

حسینؑ جناب سیدہ کے سپرد کیا۔ ذات احدیت کے سلام دیے اور حسینؑ نام رکھنے کا پیغام دے کر رونے لگے۔ بی بی نے وجہ پوچھی تو فرمایا بیٹی تیرا یہ بیٹا میدان کربلا میں تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہوگا۔

بی بی نے عرض کیا۔ بابا۔ میرے لال کو کون شہید کرے گا۔ آپ نے فرمایا میری امت کے شریر ترین ہاتھوں سے قتل ہوگا۔ اللہ انہیں میری شفاعت نصیب نہیں فرمائے گا۔ لیکن یہ اس وقت تک شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی ذریت سے میری امت کا امام ظاہر نہیں ہو جائے گا۔ اسی کی ذریت سے میری امت کے نو امام یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوں گے۔ ان کا دوست جنت میں اور ان کا دشمن جہنم میں جائے گا۔

جب جبریل واپس جانے لگا تو چوتھے آسمان پر صلصائیل کو دیکھا جو مجسمہ حیرت بنا ترک اولی کی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس نے صرف یہ سوچا تھا کہ اللہ سمندر کی تہہ میں اور رات کی تاریکی میں کیسے علم رکھتا ہے۔ جبریل کو دیکھ کر صلصائیل نے پوچھا جبریل آج کل زمین پر آمدورفت بہت بڑھ گئی ہے اور کئی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بار بار جاتا ہے اور تنہا نہیں جاتا ہر وقت ملائکہ میں گھرا رہتا ہے۔

خیریت تو ہے؟

جبریل نے کہا ہاں صاحبان تطہیر زمین پر مکمل ہو گئے ہیں اور تین شعبان کو آخری رکن زمین پر ظاہر ہو گیا ہے۔ صلصائیل نے عرض کیا جبریل کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ میری سفارش کریں۔ اور خاتم الانبیا بارگاہ خالق سے مجھے میرے ترک اولی کی معافی دلا دیں۔ جبریل نے سفارش کا وعدہ کیا جب پھر زمین پر آیا تو صلصائیل کی سفارش کی۔ آنحضور نے امام حسینؑ کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور عرض کیا۔ بار الٰہا میرے اس مولود کا صدقہ صلصائیل کو معاف فرما دے۔ ہاتف غیبی نے آواز دی محمدؐ تیری سفارش قبول

کر لی گئی ہے۔ صلصائیل کو معاف کر دیا گیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ صلصائیل تمام ملائکہ پر فخر کر کے کہتا ہے۔ من مثلی انا عتیق الحسین میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے میں حسین کا آزاد کردہ غلام ہوں۔

بحار میں واقعہ صلصائیل قدرے اختلاف سے ہے اور وہ یوں کہ اللہ نے صلصائیل کو کسی کام پر مامور کیا۔ صلصائیل نے اس کی انجام دہی میں معمولی سی تاخیر کی۔ ذات احدیت نے اس تاخیر پر اس کے پر و بال چھین کر ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ اور ۳ شعبان ۴ھ کو جب ملائکہ فوج در فوج مبارک بادی کے لیے مدینہ آنے لگے۔ تو صلصائیل نے ان سے پوچھا کہ اتنی مقدار میں اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو ملائکہ نے جواب دیا آج کرہ ارض پر پانچ تن پاک مکمل ہو گئے ہیں۔ اور فرزند رسول حسینؑ ابن علی و فاطمہ پیدا ہوا ہے حکم خدا سے نبی اکرم۔ حضرت علی اور جناب بتول کو مبارکباد دینے کی خاطر جا رہے ہیں۔ صلصائیل نے کہا میں بھی آپ کا ساتھی ہوں۔ ترک اولی کے سلسلہ میں ایک عرصہ سے آپ سے جدا ہوں۔ اگر مجھے بھی ساتھ لیتے جاؤ تو مہربانی ہوگی مجھے امید ہے کہ میں جب آنحضور کو ان کے بیٹے کی مبارک باد دوں گا تو میری سفارش فرمائیں گے اور میں ایک مرتبہ پھر تمہارے ساتھ ملاء اعلیٰ پر جا سکوں گا ملائکہ نے صلصائیل کو اٹھا لیا۔ سرور کونین کے حضور آئے مبارک باد دی۔ صلصائیل نے اپنی بپتا سنائی۔ آنحضور اندر تشریف لے گئے امام حسینؑ کو گہوارے سے اٹھایا۔ باہر لائے۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد عرض کیا۔ بار الٰہا۔ تجھے اس مولود کا واسطہ صلصائیل کے ترک اولیٰ سے درگزر فرما اور اسے اپنا مقام دوبارہ دے۔ اسی لمحہ صلصائیل کے پر و بال اگ آئے اور وہ ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتا ہوا واپس اپنے مقام

پر چلا گیا۔ اور دوران پرواز تمام ملائکہ سے آگے آگے اڑ کر کہتا جاتا تھا۔ مجھ جیسا کون ہے میں حسینؑ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔

آییے عزادارو! ہم بھی مل کر عرض کریں۔ بارالٰہا اس مولود مظلوم حسینؑ کے صدقہ ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں اپنے آخری امام زمانہ کی زیارت کے شرف سے مشرف فرما۔ اور ہمیں خون حسینؑ کا انتقام لینے والوں میں شمار فرما۔

بحار میں علامہ مجلسی نے ایک اور ملک کا واقعہ بھی لکھا ہے اس کا نام دردائیل تھا اسے ذات احدیت نے بتیس ہزار پردے رکھے تھے۔ ہر دو پردوں کے مابین زمین و آسمان جیسا فاصلہ تھا۔ اس نے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے ایک دن سوچا کہ کیا اللہ کے اوپر بھی کوئی چیز ہوگی۔ ذات احدیت نے اس کے پروں کو دگنا کر دیا اور اڑنے کا حکم دیا۔ پانچ سو برس تک اڑتا رہا جب تھک کر بیٹھ گیا تو اس نے دیکھا کہ میں عرش کے ایک ستون سے دوسرے ستون تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ اس وقت ندائے قدرت ہوئی مجھے یقین ہونا چاہیے تھا کہ میں ہر عظیم سے عظیم تر ہوں۔ مجھ سے کوئی اوپر نہیں میری کسی مکان سے وصف بیان نہیں کی جاسکتی۔ تیرا یہ سوچنا تیری ملکوتیت سے مناسبت نہیں رکھتا تجھ سے تیری تمام قوت پرواز سلب کر کے صف ملائکہ سے نکالا جا رہا ہے۔ جس رات امام حسینؑ کی ولادت ہوئی وہ تین شعبان شب جمعہ تھی۔ ذات احدیت نے دارو غہ جہنم سے فرمایا۔ آج کے مولود کی خاطر آتش جہنم کو سرد کر دو خازن جنت کو فرمایا کہ تمام جنتوں کو آراستہ کر دو۔ جنت کی باسی تمام حوروں کو حکم ملا کہ آج اپنے آپ کو آراستہ کر کے ایک دوسرے کو ملو اور مبارک بادیاں دو۔ ملائکہ کو حکم ملا کہ صف بستہ ہو کر تسبیح و تقدیس میں اضافہ کر دو۔ جبریل کو حکم دیا گیا کہ ملائکہ کی ایک ہزار قسم کو عمدہ ترین لباس پہنا کر زمین پر لے جاؤ اور میرے حبیب کو اس کے مولود مسعود کی مبارک باد دو۔ میرے

حبیب کو یہ بھی بتا دینا کہ میں نے اس کا نام حسینؑ رکھا ہے۔ میرے حبیب کو یہ بھی بتا دینا کہ تیرا یہ حسین تیری امت کے شریر ترین افراد کے ہاتھوں تشنہ اور گرسنہ شہید ہوگا حسین کے قاتلوں سے میں بری اور وہ مجھ سے دور ہوں گے۔ یوم قیامت کوئی مجرم قاتلین حسین سے زیادہ مجرم نہیں ہوگا۔ جس طرح جنت عزاداران حسین کی مشتاق رہے گی اس طرح جہنم قاتلین حسین اور قاتلوں کے حامیوں کی مشتاق ہوگی۔ جب جبریل ملائکہ کے ہمراہ مبارک باد کو آرہا تھا دردائیل کے قریب سے گزرا دردائیل نے پوچھا جبریل کیا بات ہے۔ آج بہت بڑی تعداد لے کر زمین پر جا رہے ہو خیریت تو ہے۔ جبریل نے جب دردائیل کو بتایا کہ میں مبارک باد دینے کی خاطر جا رہا ہوں۔ دردائیل نے کہا تجھے اس مولود مسعود کا واسطہ میری آنحضور سے سفارش فرمانا۔ تاکہ میرا ترک اولیٰ معاف ہو جائے اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لوں۔ جبریل نے آکر آنحضور کو پیغام رب دیا۔ جب بتایا کہ آپ کا یہ مولود شہید ہوگا آپ روتے ہوئے اندر تشریف لے گئے اور جناب سیدہ کو بتایا۔ بی بی نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی یقین رکھ قاتل حسینؑ جہنم میں جائے گا۔ اور میں محمد اس کی گواہی دیتا ہوں کہ قاتل حسینؑ جنت کی بو تک نہ سونگھ پائے گا۔ اور حسینؑ اس وقت تک شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی اولاد سے میری امت کا ہادی پیدا نہ ہولے گا۔ میری امت کے نو اماموں کا باپ تیرا یہی مظلوم فرزند ہے۔ اس وقت بی بی نے الحمد للہ کہا۔ اور عرض کی ذریت حسینؑ سے ہونے والے آئمہ کے نام سننا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد اردی علیؑ۔ علی کے بعد۔ المہدی حسنؑ۔ حسنؑ کے بعد الناصر حسینؑ۔ حسینؑ کے بعد المنصور علیؑ ابن حسینؑ۔ علی کے بعد الشافع محمد ابن علی۔ علی محمد کے بعد النافع جعفر ابن محمد۔ جعفر کے بعد الامین موسیٰ ابن جعفر۔ موسیٰ کے بعد الرضا علیؑ ابن موسیٰ علی کے بعد الفعال محمد ابن علیؑ۔ محمد کے بعد المؤتمن علیؑ ابن محمد علیؑ کے بعد العلام حسن ابن علیؑ

اور حسنؑ کے بعد وہ ہوگا جس کی اقتداء میں عیسٰی ابن مریم نماز پڑھے گا۔ پھر آپ باہر تشریف لائے جبریل نے دردائیل کا حال عرض کیا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپ ایک مرتبہ پھر اندر تشریف لے گئے۔ پھر باہر آئے تو آپ کے ہاتھوں پر کپڑوں میں لپٹا ہوا حسینؑ تھا۔ آپ نے ہاتھوں کو بلند کرکے عرض کیا بار الٰہا تجھے میرے اس نومولود کی عظمت کا واسطہ دردائیل کو معاف فرمادے۔ ذات احدیت نے دردائیل کو معاف فرمادیا۔ اس کے بعد دردائیل اپنے نام کی جگہ یہ بتاتا ہے کہ میں غلام حسین ہوں۔

دوسری مجلس

متعلقات ولادت امام حسین علیہ السلام

امام حسینؑ کی ولادت ۳ھ ۳ شعبان شب جمعہ ہوئی۔ حضرت یحییٰؑ اور امام حسینؑ کے علاوہ تاریخ میں کوئی ایسا بچہ نہیں ملتا جو چھ ماہ کا پیدا ہو کر زندہ رہا ہو۔ قرآن اور اطباء اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ششماہا بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جب نور امام حسینؑ جناب سیدہ کے صدف عصمت میں منتقل ہوا تو آپ کی پیشانی سے ہر وقت نور کی کرنیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ اور بی بی فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جناب سرور کونین نے جب جبین زہرا کو دیکھا تو درخشندگی کو ملاحظہ کرکے فرمایا۔ بیٹی اب الائمہ کا وقت ظہور قریب آرہا ہے۔ بی بی نے عرض کیا ابا جان میرا یہ بچہ میرے ساتھ تسبیح و تقدیس خالق کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں بآسانی اس کی آواز بھی سنتی ہوں۔

حسینؑ حسنؑ کا اسم مصغر ہے۔ اور شبیر شبر کا اسم مصغر ہے۔ سید اور سبط آپ کے وہ القاب ہیں جو تمام دیگر القاب پر بھاری ہیں۔ جناب صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں کہ جب امام حسینؑ دنیا میں آئے تو سرور انبیاء گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ پھوپھی جان! میرا بیٹا میرے پاس لایے۔ میں نے عرض کیا۔ سرکار ابھی تو ہم نے بچے کو غسل ولادت

بھی نہیں دیا۔ آپ نے حیرت سے فرمایا۔ پھوپھی جان! کیا میرا حسینؑ آپ کے غسل دینے سے پاک ہو گا۔ میرے پاس لایئے اللہ نے میرے حسینؑ کو غسل دے کر بھیجا ہے۔ چنانچہ میں ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی۔ آپ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر اپنی زبان بچے کے منہ میں دی بچے نے زبان رسالت کو چوسنا شروع کر دیا۔ حسینؑ کو نہ تو کبھی ہم نے دودھ اور شہد پلایا اور نہ ہی جناب فاطمہ نے کبھی دودھ پلایا۔ آنحضور صبح و شام تشریف لاتے اور اپنی زبان مبارک حسینؑ کے منہ میں دیتے جسے شہزادہ چوس کر سیر ہو جاتا۔ بعض اوقات تو دو دو اور تین تین دن تک حسینؑ کو کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے۔ میرے حسینؑ بچے اللہ نے تجھے نسل امامت کا امین بنایا ہے۔ میرے حسینؑ بچے اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

ایک دن میں نے عرض کیا آقا حسینؑ کو کون قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا۔ بنی امیہ سے ایک طاغوت اس کا قاتل ہو گا۔

بحار میں ہے کہ جب جبریل بحکم خدا مبارک بادی کے لیے آ رہا تھا تو فطرس کے قریب سے گزرا۔ فطرس عرش کے گرد طواف کرنے والے ملائکہ سے تھا۔ ایک دن کسی خیال میں طواف کرتے ہوئے اسے تاخیر ہو گئی۔ خداوند عالم نے اسے اس ترک اولی کے عوض فرمایا تجھے اس ترک اولیٰ کی سزا ملنا ہے اب یہ تیری مرضی ہے دنیا کی سزا قبول کرے یا آخرت کی۔ تو اس نے عرض کیا کہ دنیا میں بھگت لوں تو اچھا رہے گا۔ چنانچہ ذات احدیت نے اسے ایک جزیرہ کے کنوئیں میں پلکوں سے لٹکا دیا۔ سات سو برس سے فطرس اس صورت حال سے دوچار تھا۔ جب اس نے جبریل کو جاتے دیکھا تو درخواست کی کہ مجھے بھی ساتھ لے چل۔ جبریل نے قبول کر لیا۔ ساتھ لایا۔ مبارک بادی کے بعد فطرس کو پیش کیا۔ آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ حسین کا گہوارہ لے کے آیا۔ جب گہوارہ باہر آیا۔ تو آپ

نے فرمایا کہ اس گہوارے سے اپنے جسم کو مس کرلے اور اپنی جگہ چلا جا۔ چنانچہ فطرس اپنے پہلے مقام پر واپس چلا گیا۔

رفع اشتباہ۔ از مترجم

(سابقًا صلصائیل اور وردائیل کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ فطرس کا تیسرا واقعہ ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ سرے سے غلط ہے کیونکہ جب فرشتہ ایک ہے تو کسی جگہ اس کا نام صلصائیل ہے کسی جگہ وردائیل ہے اور کسی جگہ فطرس ہے۔ یہ مختلف نام کیوں ہیں۔ پھر کسی جگہ ترک اولی کوئی بتایا گیا ہے اور کسی جگہ کوئی روایات میں یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ ہی خانہ ساز واقعہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ اعتراض وہ افراد کرتے ہیں جنہیں فضائل آل محمد ایک آنکھ نہیں بھاتے اور جن کی کوشش رہتی ہے کہ وہ روایت جس میں آل محمد کی ایسی فضیلت بیان کی گئی ہو جو ہم میں نہیں۔ اس روایت میں کیڑے نکال کر اسے پھینک دیا جائے۔ تاکہ ان کی اور ہماری مساوات میں کوئی فرق نہ آئے۔

حالانکہ جب یہ مسلم ہے کہ جبریل سات دن تک مبارک بادی دینے کی خاطر آتا رہا ہے۔ تو پھر اس میں کون سی بڑی بات ہے کہ ہر دفعہ آنے والا فرشتہ نیا ہو۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ جبریل صرف ایک دن مبارک باد کے لیے آیا ہے اور بس۔ تو پھر یہ سوال ممکن ہے کہ وہ کسے لایا تھا۔ جب کہ کسی مورخ نے بھی یہ نہیں لکھا کہ جبریل صرف ایک دن آیا ہے۔

جہاں تک محققین علماء کا تعلق ہے ان کے مطابق فرشتہ ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور واقعات بھی تین ہی ہیں۔ فطرس بھی آیا ہے۔ صلصائیل بھی آیا ہے اور وردائیل بھی آیا ہے۔ تینوں اپنے اپنے ترک اولی میں ماخوذ تھے اور تینوں کو معافی مل گئی۔

اعتراض کرنے والے جہاں آل محمد کی اپنے سے برتری کو سامنے نہیں آنے دیتے۔ وہاں انہیں توحید کا درد بھی اٹھتا ہے اور وہ بیچارے یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ جب ہم نے دین یہ بتایا ہے کہ۔ صرف اللہ سے مانگا جائے اگر غیر اللہ سے مانگا گیا تو شرک ہو گا۔ پھر ایسی کوئی روایت کیوں صحیح مان لی جائے۔ جس میں مانگنے والے غیر اللہ سے مانگتے ہیں۔

بات ان کی بھی درست ہے۔ کیونکہ انہیں جو دین سمجھایا گیا ہے۔ اور جس دین کی ترویج پر وہ لوگ کھا اور کما رہے ہیں۔ اس دین میں بالکل یہی نظریہ ہے۔ اب اگر یہ لوگ اس روایت کو صحیح مان لیں تو ان کے دین کی تو بنیاد ہی ہل جائے گی۔ کیونکہ۔

تین معصوم ملائکہ اپنے ترک اولی میں ماخوذ ہیں۔ وہ اللہ سے معافی نہیں مانگتے وہ وسیلہ بناتے ہیں سرور کونین کے نومولود بیٹے حسینؑ کو۔ اللہ کا در چھوڑ کر در حسینؑ پر آتے ہیں۔ اور در حسینؑ سے شفا پاتے ہیں۔

حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یا حسینؑ یا علیؑ اور یا عباس کہنا۔ ان سے مانگنا۔ اور ان سے درخواست کرنا بھی فی الواقع اللہ ہی سے مانگنا ہوتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ یا عباس مجھے فلاں چیز دے۔ یا حسینؑ مجھے فلاں چیز دے۔ یا علی مجھے فلاں چیز دے کہنے والے کا قطعاً مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی لیں گے خدا سے۔ اور مجھے لے کر دیں گے۔

اگر ان سے مانگنا اللہ سے مانگنا نہ ہوتا تو جو ملائکہ پہلے ترک اولی میں ماخوذ تھے اب تو شرک کے مرتکب ہو چکے تھے۔ اور اب یہ ملائکہ تنہا بھی نہیں تھے۔ اب تو ان کے ساتھ جبریل بھی شرک میں حصہ دار ہے کیونکہ وہ اٹھا کر لایا ہے۔ اور سرور انبیاء

بھی حصہ دار بن گئے کیونکہ انہوں نے ان ملائکہ کو نہ تو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے اجازت لے لینے دو یا تم اللہ کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آ گئے ہو۔

گویا جبریل نے یہ بتایا کہ محمد اور آل محمد سے مانگنا شرک نہیں۔ اور سرور انبیاء نے بھی بتا دیا کہ ہم سے مانگنا شرک نہیں۔ مترجم

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسینؑ کے ولادت پر آسمان کے ہر فرشتہ نے سرور کونین کو مبارک بادی کے ساتھ تعزیت بھی پیش کی۔ اور ساتھ یہ دعا بھی کی۔ بار الہا قاتل حسینؑ کو ذلیل و خوار رکھنا۔

کبریت احمر میں ہے کہ ایک دن جناب سیدہ بحالت گریاں سرور انبیاء کے پاس آئیں اور عرض کی ابا جان میرا حسینؑ مجھے نہیں مل رہا۔ آپ نے فرمایا۔

کیسے بیٹی۔

بی بی نے عرض کیا۔ میں نے حسینؑ کو گہوارے میں سلایا اور چکی پیسنے کے لیے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب جا کر دیکھا تو حسینؑ گہوارے میں نہ تھا۔ اسی اثنا میں جبریل نازل ہوا اور عرض کی حضور زہرا سے فرما دیجئے کہ حسین گہوارہ میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے کہاں تھا۔ جبریل نے عرض کیا کہ جب میرے ساتھ آنیوالے ملائکہ نے ملا اعلی پر جا کر بتایا کہ ہم زائر حسینؑ ہو کر آئے ہیں۔ تو تمام ملائکہ نے درخواست کی کہ بار الہا ہمیں بھی زیارت حسینؑ کی اجازت دی جائے۔ خلاق عالم نے مجھے فرمایا کہ جا اور حسینؑ کو ملا اعلیٰ پر اٹھا کے لے آ۔ چنانچہ میں ہی اٹھا کے لے گیا تھا اور اب واپس گہوارے میں سلا کر آیا ہوں۔

مدینۃ المعاجز میں ہے کہ جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو جنت الفردوس سے ایک

ملک بحر اعظم میں آیا اور تمام کائنات کو اطلاع دی کہ رسول اعظم کا یہ مولود فرزند ہی شہید اعظم ہوگا۔ خوش نصیب ہوں گے وہ افراد جو اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی عزاداری کریں گے اور بد نصیب ہوں گے وہ افراد جو اس کو قتل کریں گے اور اس کے قاتلوں کی حمایت کریں گے۔

تیسری مجلس

سرور انبیاء اور محبت حسنین

منتخب میں ہے شہزادہ کربلا ابھی تین برس کا تھا نبی اکرم اور حضرت علیؑ کسی جنگ کو تشریف لے گئے تھے۔ شہزادہ گھر سے باہر نکلا اور کمسنی میں پھرتا پھرتا بیرون مدینہ آگیا صالح ابن وہب یہودی نے دیکھا کہ نواسہ رسول آج کھجور کے اس جھنڈ میں تنہا مل گیا ہے۔ کیوں نہ سرور انبیاء سے انتقام لے لوں چنانچہ اس کو اٹھایا اور اپنے گھر لا کر چھپا دیا۔ جب ظہر تک شہزادہ گھر واپس نہ ہوا تو دختر رسول پریشان ہو گئیں۔ گھر سے مسجد کے دروازہ تک ستر مرتبہ آئیں مگر کوئی نظر نہ آیا۔ جسے شہزادہ کے متعلق فرمائیں آخر ناچار ہو کر شہزادہ حسن کو فرمایا بیٹے صبح سے تیرا حسینؑ بھائی گھر سے باہر نکلا ہے اب ظہر ہو چلی ہے ابھی تک واپس نہیں آیا مجھے ہول سے اٹھ رہے ہیں جا اپنے بھائی کو ڈھونڈ لا۔ امام حسنؑ باہر نکلے اور تلاش کرتے کرتے کھجوروں کے اسی جھنڈ میں آئے جہاں سے شہزادہ کربلا کو صالح ابن وہب نے اٹھایا تھا۔ امام حسنؑ با آواز بلند آوازیں دینے لگے۔ یا حسینؑ ابن علیؑ۔ یا قرۃ عین النبی۔ این انت یا اخی لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اتنے میں ایک ہرنی آپ کے سامنے سے گزری۔ آپ نے ہرنی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ہرنی کہیں تو نے میرے حسینؑ بھائی کو دیکھا ہے۔

اللہ نے ہرنی کو قوت گویائی دی۔ ہرنی نے عرض کیا۔ یا حسنؑ۔ یا نورِ عین المصطفیٰ و سرور قلب المرتضیٰ یا مجمعۃ فواد الزہرا آپ کے بھائی کو صالح ابن وہب یہودی اٹھا کر لے گیا ہے اور اپنے گھر میں چھپا دیا ہے۔ امام حسنؑ صالح کے گھر آئے دق الباب کیا جب صالح باہر آیا تو امام حسنؑ نے فرمایا۔

اے صالح جلدی سے میرا بھائی میرے سپرد کر دے میری ماں بہت پریشان ہے۔ ورنہ میں ابھی جا کر اپنی ماں کو بتاؤں گا اور وہ صبح و شام کی نمازیں اللہ سے تمہارے لیے بددعا کرے گی اور روئے ارض پر کوئی یہودی نہ رہے گا۔ پھر اپنے باپ کو بتاؤں گا وہ اپنی قاطع تلوار سے تمہیں اتنا ماریں گے کہ تمام یہودیوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ پھر میں اپنے نبی نانا سے عرض کروں گا وہ اللہ سے تمہارے لیے بددعا کریں گے روئے ارض پر ایک یہودی نہ بچے گا۔

صالح نے جب اس کمسن زبان سے اس قدر فصاحت و بلاغت اور جرات و ہمت دیکھی تو نرم پڑ گیا اور کہا۔ بچے یہ بتاؤ کہ تمہاری ماں کون ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ میری ماں زہرا بنت محمد مصطفیٰ ہے۔ جو پیکر صفوت کے گلے کی مالا ہے۔ صدف عصمت کا در نایاب ہے۔ جمال علم کا ثمر ہے۔ حکمت کا اثر ہے۔ دائرہ فضائل و مناقب کا محوری نقطہ ہے۔ محامد و ماثر خیر کی کرن ہے۔ جس کے جسم کا خمیر جنت کے سیب سے اٹھایا گیا ہے۔ اللہ نے جس کے حصہ میں امت کے نافرمانوں کی شفاعت لکھی ہے۔ سادات نجبا کی ماں اور سیدۃ النساء ہے۔ میری ماں فاطمہ زہرا اور بتول عذرا ہے۔

جب صالح نے فصاحت و بلاغت کے گوہر ہائے نایاب اس کمسن زبان سے سنے زنگ کفر کافور ہونے لگا عرض کیا بچے آپ کی ماں کا تعارف اتنا کافی ہے اب مجھے بتایئے

آپ کے باپ کون ہیں؟

شہزادے نے فرمایا۔

میرا باپ اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ جو دو تلواروں سے جنگ کرتا ہے۔ دو نیزوں سے بیک وقت نیزہ زنی کرتا ہے۔ جس نے نبی الحرمین کے ساتھ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا شرف حاصل کر رکھا ہے۔ جس نے اپنی جان نبی ثقلین کے قدموں میں بطور نذرانہ پیش کر رکھی ہے۔ جو ابو الحسن بھی ہے اور ابو الحسین بھی ہے۔

صالح کا منہ حیرت سے کھل گیا اور کہا بچے آپ کے باپ کو بھی پہچان گیا۔ اب ذرا اپنے نانا کا تعارف کرایے وہ کون ہیں۔

امام حسن نے فرمایا۔

میرا نانا صدف جلالت کا در نایاب ہے۔ شجرہ خلت ابراہیم کلبے مثل ثمر ہے۔ درخشندہ تارا اور جگمگاتا نور ہے۔ جو ایک عرصہ تک عرش رب العالمین پر محو تسبیح و تقدیس رہا۔ میرا نانا سید کونین۔ رسول ثقلین۔ ناظم دارین۔ فخر العالمین۔ امام المشرقین والمغربین اور جد الحسنین ہے۔

اب صالح کے دل سے زنگ کفر مکمل کافور ہو چکا تھا۔ عرض کیا شہزادے آپ کا بھائی تو میں آپ کے حوالے کرتا ہوں لیکن مجھے گھر بحالت کفر واپس جانا اچھا نہیں لگ رہا۔ اب مجھے اسلام اور احکام اسلام تعلیم دیں تاکہ جس گھر سے بحالت کفر نکلا تھا اس گھر میں بحالت ایمان واپس جاؤں۔ شہزادہ نے اسلام اور احکام اسلام تعلیم کیے صالح گھر گیا۔ شہزادہ کر بلا کی قدم بوسی کی۔ ساتھ لایا۔ ایک طبق موتیوں کا بھی ساتھ لایا۔ دونوں کے ساتھ چلتا آیا اور سروں پر موتی نثار کرتا آیا۔ گھر تک پہنچانے کے بعد واپس ہوا۔

دوسرے دن ستر یہودی کو ساتھ لے کر درِ زہرا پر آیا چوکھٹ پر پیشانی رکھ دی اور رو رو کے عرض کی۔ بی بی کل میری گستاخی کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے لال حسینؑ کو جو تکلیف پہنچی ہے میں اس کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ للہ مجھے معاف فرمادیں۔ بی بی نے کہلا بھیجا صالح میں نے اپنا حق تجھے معاف کیا ہے لیکن یہ چونکہ علیؑ کے فرزند ہیں اس لیے تجھے علیؑ سے بھی معاف کرانا ہوگا۔ صالح نے انتظار کیا جب حضرت علی واپس تشریف لے آئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ میرے دونوں بیٹے قلبِ رسول کا سکون ہیں۔ اس لیے ان سے بھی معافی مانگ۔ صالح نے انحضور سے معافی مانگی آپ نے فرمایا میں نے تو تجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن مجھے تکلیف پہنچانے کے سبب تو نے جو غضب خدا کو دعوت دی ہے ذات احدیت سے بھی معافی مانگ چنانچہ صالح صبح و شام ہر نماز کے بعد گڑگڑا گڑگڑا کر معافی مانگتا رہا حتیٰ کہ ذات احدیت نے جبریل سے فرمایا کہ جا میرے حبیب کو بتادے کہ میں نے صالح کا گناہ معاف کر دیا ہے۔

عزادارو! آج جس طرح صالح ابن وہب یہودی نے معافی مانگی کاش میدان کربلا میں صالح ابن وہب ہرنی نے بھی تشنہ اور جگر سوختہ حسینؑ پر مزید مظالم نہ کیے ہوتے اور اگر سہارا نہیں دے سکتا تھا۔ تو کاش اس نے زخموں سے چور نواسہ رسول کے پہلو میں نیزہ کا وار نہ کیا ہوتا۔

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ انحضور سے محبت اہلبیت کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا میرے اہلبیت حسن حسین اور ان کے والدین ہیں۔ جو ان سے محبت رکھے گا اس سے میں محبت رکھوں گا جس سے میں محبت رکھوں گا اس سے خدا محبت رکھے گا اور جس سے خدا محبت رکھے گا اسے داخل جنت کرے گا۔

جو ان سے بغض رکھے گا اسے میں دشمن سمجھوں گا۔ جسے میں دشمن سمجھوں گا اسے اللہ دشمن سمجھے گا۔ اور جسے اللہ دشمن سمجھے گا اسے داخل جہنم کرے گا۔ میرا اور ان کا محب جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

اسامہ ابن زید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی کام کے سلسلہ میں انحضور کے پاس آیا۔ آپ چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور کوئی چیز اٹھا رکھی تھی۔ جب میں نے اپنی ضرورت عرض کر لی تو عرض کیا آقا یہ کیا اٹھایا ہوا ہے آپ نے اوپر سے چادر ہٹائی میں نے دیکھا تو وہ حسنین تھے۔

فرمایا۔ اسامہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور ان سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت رکھ۔ جس نے بھی ان سے محبت رکھی۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت صرف مومنین کے دلوں میں ودیعت کی گئی ہے۔ ہر مومن علیؑ سے محبت رکھے گا اور ہر منافق علی سے بغض رکھے گا۔ جہاں تک حسنین کا تعلق ہے تو ان کی محبت مومن و منافق دونوں کو ہوگی۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین ہمارے پاس آئے آپ کے دونوں ہاتھوں میں حسنین شریفین کے ہاتھ تھے۔

آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ کمسنی میں میں نے ان کی تربیت کی۔ بڑے ہوئے تو میں نے ان کے حق میں دعا کی۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ انہیں طاہر مطہر اور زکی بنادے اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے شیعوں کو آتش جہنم سے بچالے۔

اللہ نے دعا قبول فرمائی۔

میں نے سوال کیا کہ تمام امت مسلمہ کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دے۔ اللہ نے فرمایا میرے حبیب انہی سے تو میں تیری امت کا امتحان لوں گا۔ اگر میں نے تمام کو ان کی محبت پر مجبور کر دیا تو امتحان کاہے کا لوں گا۔ میں اپنے علم قدرت سے جانتا ہوں کہ تیری امت کے کچھ لوگ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے کیے گئے تیرے وعدے تو نبھائیں گے۔ اور ان کے ساتھ تو مل بیٹھیں گے۔ لیکن ان کے متعلق کیے گئے تمام وعدے بھول جائیں گے اور ان کے ساتھ مل بیٹھنا تو بجائے خود ان کے شیعوں سے بھی مل کر نہیں بیٹھیں گے۔ البتہ میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جس نے بھی ایسا کیا اسے اپنی رحمت سے دور رکھوں گا۔ ان کی ناک میں جنت کی خوشبو تک نہ جانے دوں گا۔ نگاہ رحمت سے ان کو نہ دیکھوں گا۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن سرور کونین حسنؑ کو دائیں پہلو پہ اور حسینؑ کو بائیں پہلو پر اٹھائے باہر تشریف لائے کبھی حسنؑ کا منہ چومتے تھے اور کبھی حسینؑ کا گلا چوم کر فرماتے تھے۔ تمہاری سواری بھی بہترین سواری ہے اور تم سوار بھی بہترین سوار ہو۔ لیکن تمہارا باپ تم دونوں سے بہترین ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن سرور کونین مسجد میں کھڑے تھے اور دونوں شہزادے آپ کے ساتھ تھے۔ پہلے آپ نے امام حسنؑ کے ہاتھوں میں دونوں ہاتھ ڈالے اسے اٹھا کر اپنے قدموں پر کھڑا کیا جب امام حسنؑ کے قدم آنحضور کے قدموں پر آ گئے تو ہاتھوں کا سہارا دے کر فرمایا بیٹے اوپر چڑھو آپ ہاتھ بلند کرنے لگے امام حسنؑ بلند ہوتے گئے جب امام حسنؑ کے قدم سینہ رسولؐ پر آ گئے تو آپ نے فرمایا بیٹے منہ کھول دو شہزادے نے منہ کھولا آپ نے منہ کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ اے اللہ میں حسنؑ سے محبت کرتا ہوں جو بھی حسن سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ پھر

امام حسینؑ کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جس طرح امام حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ پھر وہی دعا مانگی جو امام حسنؑ کے لیے مانگی تھی۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بچوں کے ساتھ بچے بن کر کھیلا کرو۔ بچوں کی تربیت میں مدد ملتی ہے اور بچے جلد ہی عالم شعور کو پہنچتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں در زہرا پر آیا۔ تو بی بی نے فرمایا میرے بیٹے بھوکے ہیں انہیں ان کے نانا کے پاس لے جا۔ جب میں دونوں شہزادوں کو اٹھا کر لایا تو آپ نے ان کے چہرے دیکھ کر فرمایا۔ بیٹے کیا چاہتے ہو دونوں نے بیک وقت عرض کیا۔ کھانا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ اے اللہ میرے ان بچوں کو کھانا کھلا۔ میں نے دیکھا تو نبی اکرم کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا سیب تھا جو برف سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔ آپ نے اس کے دو حصے کیے آدھا امام حسنؑ اور آدھا امام حسینؑ کو دیا۔ سلمان کہتا ہے کہ میری للچائی ہوئی نگاہوں کو آنحضور نے پہچان لیا اور پوچھا کیا سلمان تو بھی کھانا چاہتا ہے میں نے عرض کیا قبلہ دل تو تھا۔

آپ نے فرمایا مگر سلمان یہ وہ کھانا ہے جو حساب و کتاب سے پہلے آپ لوگ کھا نہیں سکتے۔

اس طرح ایک مرتبہ خشک سالی ہو گئی۔ حتےٰ کہ پینے کا پانی بھی ختم ہو گیا۔ جناب سیدہ نے عرض کی ابا جان ہم تو بڑے ہیں پیاس برداشت کر رہے ہیں۔ لیکن یہ دونوں بچے اتنے کمسن ہیں کہ پیاس کی اتنی شدت برداشت نہیں کر سکتے آپ نے پہلے حسنؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا اس کے منہ میں اپنی زبان دی جب امام حسنؑ سیراب ہو گئے پھر امام حسینؑ کو اٹھایا اور اسے زبان رسالت سے سیراب کیا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین کچھ مریض ہوئے۔ وقت شب جناب سیدہؑ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بابا کی عیادت کو آئیں۔ امام حسنؑ آنحضور کے دائیں جانب اور امام حسینؑ بائیں جانب بیٹھ گئے۔ بی بی سرہانے تشریف فرما ہو گئیں۔ آنحضور عالم غش میں تھے بی بی نے فرمایا میرے بچو او گھر چلیں اس وقت آپ کے نانا آرام فرما رہے ہیں جب صبح بیدار ہوں گے تو چلے آنا۔ دونوں نے عرض کی ماں ہم تو یہیں نانا کے پاس سوئیں گے ایک شہزادہ دائیں بازو پر اور دوسرا بائیں بازو پر سو گیا۔

بی بی نے جب دیکھا کہ بچے نانا کے پاس سو گئے ہیں تو بی بی اٹھ کر واپس گھر چلی آئیں آنحضور کے بیدار ہونے سے پہلے دونوں شہزادے جاگ گئے۔ جب سرہانے دیکھا تو ماں موجود نہ تھی ام المومنین سے پوچھا ہماری ماں۔ بی بی نے جواب آپ کو نیند آنے کے بعد آپ کی ماں واپس گھر چلی گئی تھیں۔ رات تاریک تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ اور بجلی چمک اور کڑک رہی تھی۔ دونوں بچوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور کمرہ سے باہر نکل آئے تاریکی کی وجہ سے مسجد کے جس دروازہ سے گھر جانا تھا وہ نظر نہ آیا۔ بجلی چمکی اور بیرون مسجد والا دروازہ نظر آ گیا شہزادے اسی دروازہ سے باہر آ گئے۔ تاریکی میں چلتے چلتے حدیقہ بنی بخار میں پہنچ گئے۔ باغ میں پہنچ کر احساس ہوا کہ ہم تو باغ میں آ گئے ہیں۔ امام حسنؑ نے کہا حسین بھائی اب رات تاریک ہے واپس گھر جانا مشکل ہوگا۔ یہیں سو رہتے ہیں۔ صبح کو گھر چلیں گے دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو گئے۔ ادھر آنحضورؐ بیدار ہوئے تو ان کے دل میں دونوں شہزادوں کے ملنے کی خواہش ہوئی بی بی کے گھر آئے پوچھا تو بی بی نے عرض کیا وہ آپ کے بازو پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ آپ پریشان خاطر

ہو کر باہر تشریف لائے چلتے چلتے جب بنی بخار کے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک پروں والا سانپ ہے۔ جس نے ایک پر سے امام حسنؑ پر اور ایک پر سے امام حسینؑ پر سایہ کر رکھا ہے۔ بارش ہو رہی تھی مگر جس جگہ دونوں شہزادے سو رہے تھے وہ جگہ بارش سے محفوظ تھی۔ جب سانپ نے آنحضور کو دیکھا تو پھن اور پر سمیٹ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے پوچھا تو کون ہے۔

سانپ نے عرض کیا۔ میں جنوں کی طرف سے ایک پیغام لا رہا تھا۔ کون سے جنوں کی طرف سے؟

نصیبن کے جنوں کی طرف سے۔ کیا پیغام ہے وہ ایک آیت بھول گئے تھے مجھے بھیجا کہ آپ سے آیت پوچھ کر آؤں جب یہاں پہنچا تو ہاتف غیبی نے آواز دی یہ دونوں رسول زادے ہیں ان کا تحفظ کر جب تک رسول عربی آ نہیں جاتے اس وقت تک نگرانی کر۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے اور فرزندان رسول کو رسول تک صحیح و سالم پہنچا دیا ہے۔

آپ نے اس جن کو مطلوبہ آیت بتائی تو دست بوسی کے بعد رخصت ہو گیا آپ نے امام حسنؑ کو دائیں کندھے پر بٹھایا۔ امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھایا اور واپس گھر کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں صحابہ نے عرض کیا آقا ایک بچہ ہمیں دے دیں آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا اللہ نے تمہاری بات سن لی ہے اور تمہارے مقام کو بھی پہچانتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے عرض کیا قبلہ ایک بچہ مجھے دے دیں۔ اس وقت آپ نے امام حسنؑ سے پوچھا بیٹے باپ کے پاس جاؤ گے؟ شہزادے نے عرض کیا نانا جان اگر آپ حکم دیں۔ یا بابا جان حکم دیں تو انکار نہیں ورنہ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں

دوشِ رسالت کو چھوڑ کر دوشِ خلافت پر کیسے جاؤں گا۔ پھر آپ نے امام حسینؑ سے سوال کیا آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ جب آپ واپس گھر پہنچے تو جناب سیدہ مصلائے عبادت بچھاتے اپنے بچوں اور بابا کی باخیریت واپسی کے لیے دعا مانگ رہی تھیں

بحار میں سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرور کونین کو بے موسم کے انگور بطور ہدیہ ملے آپ نے مجھے فرمایا کہ سلمان جا میرے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو بلا کے لا تا کہ میرے ساتھ کھائیں میں نے آکر حضرت علیؑ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا جب پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حسنینؑ یہاں نہیں ہیں میں نے نبی اکرمؐ کو آکر بتایا وہ پریشان ہو کر اٹھے اور انہیں تلاش کرنے لگے کافی وقت تلاش کے بعد جب دونوں شہزادے نہ ملے تو آپ گھبرا گئے۔ اسی اثنا میں جبرئیل نازل ہوئے اور آکر پوچھا آپ کیوں اتنے پریشان ہیں ؟۔

آپ نے فرمایا حسنینؑ کے لیے پریشان ہوں کہیں یہودی انہیں نقصان نہ پہنچائیں ۔ جبرئیل نے عرض کیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے آپ کی ذات کو خطرہ تھا حسنینؑ کو کوئی خطرہ نہیں ہے اگر حسنینؑ کو خطرہ ہے تو منافقین کے شر سے خطرہ ہے حسنینؑ کے حق میں منافقین کے مکر یہودیوں کی فریب کاری سے کہیں سخت ہوں گے آپ پریشان نہ ہوں آپ کے دونوں بچے حدیقہ بنی وحداح میں آرام سے سو رہے ہیں۔ آپ فوراً وہاں تشریف لائے میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب وہاں آکر دیکھا تو دونوں شہزادے ایک دوسرے کو گلے لگا کر سو رہے تھے۔ اور ایک اژدہا منہ میں ریحان کا ایک گلدستہ لیے دونوں شہزادوں پر مروحہ جنبائی کر رہا تھا۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو گلدستہ ایک طرف رکھ کر عرض کیا۔

السلام علیک یا سید الانبیاء۔ یہ ہیں آپ کے دونوں بچے۔

آپ نے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے عرض کیا حضور! میں ملائکہ کروبیین سے ایک ملک مقرب ہوں۔ اور دورانِ تسبیح ایک لمحہ کے لیے مجھ سے غفلت ہو گئی۔ ذاتِ احدیت نے کئی برسوں سے مجھے صف ملائکہ سے نکال کر روئے ارض پر بے پر و بال کر رکھا ہے۔ میں زمین پر کسی شفیع کے انتظار میں تھا کہ آپ کے دونوں بچے اس باغ میں آ گئے۔ میں اپنی قسمت پر خوش ہو گیا۔ ان کی حفاظت کی۔ اب میری درخواست ہے کہ آپ ذاتِ احدیت سے میری شفاعت فرمائیں کہ اللہ میرا ترکِ اولیٰ معاف فرما کر مجھے اپنا سابقہ مقام عنایت فرمائے۔ سرورِ کونین دونوں شہزادوں کے سرہانے تشریف لائے جھکے اور دونوں کے بوسے لینے لگے۔ اتنے بوسے لیے کہ دونوں شہزادے بیدار ہو گئے۔ اور اٹھ کر آنحضور کے زانوؤں پر بیٹھ گئے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے بچو تمہارا یہ محافظ ملک کروبی ہے۔ کسی ترکِ اولیٰ کی سزا کاٹ رہا ہے آؤ میرے ساتھ مل کر اس ذاتِ احدیت سے دعا کریں کہ اللہ اس کی خطا معاف فرمائے اور اسے اس کا اپنا مقام واپس کر دے۔ دونوں شہزادے اٹھے تجدید وضو کی نانا کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے دستِ دعا بلند فرمائے اور دونوں شہزادوں نے عرض کیا۔ اللھم بحق جدنا الجلیل الحبیب محمد المصطفیٰ وبابینا علی المرتضیٰ وبامنا فاطمۃ الزھرا ۔ اس ملک کو اپنا سابقہ مقام عطا فرما۔ ابھی تک دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل نے آکر اطلاع دی اے نبی عالمین اللہ نے شہزادوں کی دعا اور آپ کی آمین قبول فرما لی ہے۔ اس ملک کو اپنا مقام واپس مل گیا ہے۔ جبرئیل اس ملک کو لے کر سوئے آسمان گیا کچھ دیر کے بعد واپس آیا اور عرض کیا سرکار! وہ ملک تمام ملائکہ میں کہتا پھرتا ہے کون ہے جو مجھ جیسا ہو

میں حسنین شریفین کی دعا کا آزاد کردہ ہوں۔

مومنو!۔

یہ تعجب والی بات نہیں ہے کہ حسنین کے صدقے تین یا چار ملائکہ کو ترک اولی کی سزا سے رہائی ملی۔ کیونکہ جنوں اور انسانوں میں ہزاروں کی تعداد ایسی ہو گی جو حسنین کا صدقہ آتش جہنم سے آزاد ہو گی۔ کچھ ایسے ہوں گے جو حسنین پر گریہ کی وجہ سے کچھ ایسے ہوں گے جو عزاداری کی وجہ سے کچھ ایسے ہوں گے جو زیارت حسنین کی بدولت آتش جہنم سے آزاد ہوں گے۔

چوتھی مجلس

امام حسین علیہ السلام اور محبت نبیؐ

بحار میں ہے ایک مرتبہ انحضور مسجد سے باہر گلی میں آئے تو امام حسینؑ بچوں کے ساتھ کھڑے تھے آپ آگے بڑھے امام حسینؑ کو اٹھایا اور فرمایا:۔

جو میرے حسینؑ سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا۔

جناب سلمان کہتے ہیں کہ ایک دن امام حسینؑ انحضور کے زانو پر بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسینؑ کا گلا چوم کر فرمایا۔ تو خود بھی سید ہے اور سید باپ کا بیٹا ہے۔ تو امام ہے امام باپ کا بیٹا ہے اور نو آئمہ کا باپ ہے۔ تو حجت خدا ہے اور حجت خدا کا بیٹا ہے اور نو حجت ہائے خدا کا باپ ہے۔

جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نماز پڑھ رہے تھے۔ امام حسینؑ مسجد میں آئے جب آنحضورؐ سجدہ میں گئے تو امام حسینؑ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا پھر امام حسینؑ اٹھے۔

تمقام میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اہل آسمان کے محبوب ترین فرد کو روئے زمین پر دیکھے تو وہ میرے حسینؑ کو دیکھ لے میرا حسینؑ جنت کے دروازوں سے ایک در جنت ہے۔ حسینؑ کے دشمن پر اللہ جنت کی خوشبو تک

حرام کر دے گا۔

بحار میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے اور دونوں کانوں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ آئے۔ آنحضورؐ کے قدموں پر اپنے پاؤں رکھے آنحضور نے اپنے دونوں ہاتھوں سے امام حسینؑ کے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا اوپر بیٹے میں نے دیکھا امام حسینؑ بلند ہوتے گئے۔ جب امام حسینؑ کے قدم آنحضورؐ کے سینہ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا بیٹے منہ کھول شہزادہ نے منہ کھولا آنحضور نے پہلے امام حسینؑ کا منہ چوما پھر گلے کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب سمجھ۔

بحار میں ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ مسجد میں آنحضور کے پاس آئے تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ مرحبا بک یا ابا عبد اللہ یا زین السمٰوٰت و الارض ط ابی نے عرض کیا حضور آسمان و زمین کی زینت تو آپ ہیں آپ کے سوا اور کون ارض و سما کی زینت ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابی مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے میرا حسینؑ زمین کی نسبت آسمان میں کہیں عظیم تر ہے، عرش کے دائیں جانب لکھا ہوا ہے۔ حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے۔ پھر آپ نے امام حسین کو ہاتھ سے پکڑ تمام صحابہ کے سامنے کیا۔ اور فرمایا۔ لوگو۔ یہ میرا حسینؑ ہے اسے پہچان لو اور اسے اس طرح افضل سمجھو جس طرح اللہ نے اسے فضیلت دی ہے۔ مجھے مبعوث برسالت کرنے والے کی قسم! حسین جنت میں ہو گا اس کے چاہنے والے بھی جنت میں ہوں گے ایک مرتبہ آپ جناب سیدہ کے دروازہ پر سے گزرے تو آپ نے امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی آئے اور فرمایا۔ زہرا بیٹی حسین کو خاموش کرا کیا تجھے معلوم نہیں کہ حسین کے رونے

سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

عزادارو!۔ آج مدینہ میں آنحضورؐ صرف امام حسینؑ کے رونے کی آواز نہیں سن سکتے لیکن شام غریباں آپ کی کیا حالت ہوتی ہو گی جب آپ نے اسی حسینؑ کو خاک و خون میں غلطاں ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔

بحار میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ کے زانو پر آپ کا فرزند ابراہیم اور امام حسینؑ دونوں بیٹھے تھے۔ کہ جبریل نازل ہوا۔ اور عرض کی علی اعلیٰ سلام کہتا ہے اور سلام کے بعد کہتا ہے کہ اے محمد۔ میں تیرے ان دونوں بچوں کو زندہ نہیں رکھوں گا۔ یہ اختیار تجھے ہے ان میں سے جسے چاہے چن لے۔ آپ نے فرمایا جبریل اگر ابراہیم فوت ہو گیا تو اس پر صرف اس کی ماں اور میں ہم دو روئیں گے جب کہ حسینؑ کی وفات پر میری بیٹی۔ میرا بھائی میرا حسنؑ اور خود میں رونے والے ہوں گے مجھے تو دونوں کی موت پر صدمہ ہو گا لیکن میں علی و فاطمہ کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنے ابراہیم بیٹے کو حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ تیسرے دن ابراہیم فوت ہو گیا بعد ازاں جب آپ امام حسینؑ کو دیکھتے آپ کا منہ اور گلا چوم کر فرماتے۔ تم دونوں بھائی جوانان جنت کے سردار ہو۔

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک عرب آنحضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ قبلہ میں نے ایک ہرنوٹہ شکار کیا ہے جسے آپ کے بچوں کی خاطر لایا ہوں۔ امام حسنؑ قریب ہی کھڑے تھے۔ آپ نے اس عرب کو دعائے خیر دی اور ہرنوٹہ امام حسنؑ کے سپرد کر دیا امام حسنؑ ہرنوٹہ کو لے کر گھر آئے۔ امام حسین نے دیکھا تو پوچھا بھیا یہ ہرنوٹہ کہاں سے ملا ہے۔ امام حسنؑ نے کہا۔ نانا نے دیا ہے۔ امام حسینؑ فوراً مسجد میں آئے اور عرض کیا۔ نانا آپ نے حسنؑ کو تو ہرنوٹہ دے دیا ہے۔ لیکن مجھے نہیں دیا۔ آپ امام حسینؑ کو بہلانے

لگے امام حسینؑ کا اصرار بڑھتا گیا حتیٰ کہ امام حسینؑ کی آواز بھرا گئی۔ اسی اثنا میں مسجد کے دروازہ پر ایک شور بلند ہوا جب آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ہرنی اپنے ہرنوٹہ کو بھگا کر لا رہی تھی اس کے پیچھے ایک بھیڑیا تھا جو ہرنی کو ہانک رہا تھا۔ ہرنی آپ کے قریب آئی سلام کے بعد عرض کیا۔ حضور! مجھے اللہ نے یہ دو ہی بچے دیے تھے۔ ایک کل شکاری نے شکار کر لیا۔ ایک بچ رہا تھا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے میں اپنے بچے کو لے کر صحرا میں چر رہی تھی کہ ہاتف غیبی نے کہا۔ جلدی کر اپنا بچہ لے کر خدمت رسول میں پہنچ۔ حسینؑ ہرنی کا بچہ مانگ رہا ہے۔ اگر حسینؑ کے رخسار پر ایک آنسو بھی گر گیا تو یہ بھیڑیا تجھ پر مسلط کر دوں گا۔ میرے تمام ملائکہ نے تسبیحیں چھوڑ دی حسینؑ کو پریشان دیکھ کر حوروں نے جنت میں سنگار چھوڑ دیا ہے۔ آقا! یہ بھیڑیا اگرچہ مجھے ہانک کر لایا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ جہاں سے میں آئی ہوں وہاں فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اللہ نے زمین کو میرے قدموں میں سمیٹ لیا ہے اگر زمین کو نہ سمیٹا جاتا تو میں اتنے تھوڑے وقت میں اتنا زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکتی تھی۔

عزادارو! آج تو امام حسینؑ کے گریہ پر ملائکہ نے تسبیحیں چھوڑ دی ہیں لیکن یوم عاشورہ ان ملائکہ کا کیا حال ہوگا۔ جب امام حسینؑ واغربتاہ۔ واقلۃ ناصراہ۔ اور واثو شاہ کی فریادیں کر رہے تھے۔

منتخب میں ہے کہ امام حسینؑ کی عمر چھ برس تھی آنحضورؐ کی گود میں بیٹھے تھے حضرت علیؑ بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ آنحضورؐ بار بار امام حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ آقا! کیا آپ حسینؑ کو بہت چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ حسینؑ میرے اعضاء سے ایک عضو ہے اور کون شخص ہے جو اپنے اعضا سے محبت نہیں کرتا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ ہم میں سے کون آپ کا زیادہ محبوب ہے میں یا حسینؑ؟ امام حسینؑ نے

عرض کیا۔ قبلہ ہم میں سے جو نسب میں زیادہ اشرف ہوگا وہی زیادہ محبوب رسول خدا ہوگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹے کیا مجھ سے مفاخرت کرنا چاہتا ہے؟ امام حسینؑ نے عرض کیا، ابا جان! اگر جسارت نہ ہو تو میں ضرور عرض کروں گا۔ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ دونوں مسکرائے۔ آنحضور نے امام حسینؑ کے لب چوم لیے۔ اور حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ تو اپنے فضائل بیان کر۔ حضرت علیؑ نے اپنے فضائل گنوانا شروع کیے تقریباً ستر فضیلتیں گنوائیں اس کے بعد آنحضور نے فرمایا۔ حسینؑ تو نے سن لیا ہے۔ تیرے والد نے اپنے فضائل میں سے عشر عشیر بھی نہیں گنوائے۔ شہزادے نے عرض کیا میرے آقا والد نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ لیکن آپ اور میرا والد اس بات کی تصدیق کریں گے کہ میرے نانا جیسا ان کا نانا نہیں، میرے بابا جیسا ان کا بابا نہیں۔ میری ماں جیسی ان کی ماں نہیں۔ اور میرے بھائی جیسا ان کا بھائی نہیں۔ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کا منہ چوم لیا۔

پانچویں مجلس۔

مناقب امام حسینؑ

امام حسین فضائل ومناقب میں اس مقام عظیم تک پہنچے ہوئے ہیں جس تک پہنچنا تو کجا۔ اسے نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی نگاہیں کند ہو جائیں۔ وہ کون مائی کا لال ہے جو نسب میں امام حسینؑ سے ہمسری کر سکے۔ نانا سید الانبیاء باپ سید الاولیا۔ ماں سیدۃ النساء۔ دادا سید البطحا۔ دادی ام النجبا۔ نانی خدیجۃ الکبریٰ۔ بھائی حسنؑ مجتبےٰ چچا سید الشہداء اور اولاد ائمہ اتقیا۔ حضرت حجت زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں۔ امام حسینؑ۔ وعدہ وفا کرنے والے مشیت ایزدی پر عمل کرنے والے۔ لاکھوں کے ان داتا۔ تاریکی شب میں عابد شب زندہ دار۔ ارادہ کے دھنی۔ عادات میں کریم نسب میں بے مثل کردار میں یکتائے روزگار۔ بلند مرتبہ۔ کثیر الفضائل حلیم۔ اللہ کے ہدایت یافتہ عالم امام۔ شہید۔ عبد خدا۔ اور حبیب کبریا تھے۔

آپ کا بدن حسن کا پیکر۔ قد حسین، چہرہ ملیح۔ رخ انور پر عظمت۔ گول داڑھی۔ بادامی آنکھیں۔ کمان کی طرح ابرو۔ کھلی پیشانی اور ستواں ناک تھی۔

منتخب میں ہے کہ آپ جب کبھی تاریکی میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپکی پیشانی اور سینہ سے نور کی دھیمی دھیمی روشنی اتنی مقدار میں پھوٹتی رہتی کہ لوگوں کو چراغ

کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بولتے وقت آپ کے دندان مبارک سے بھی نور کی کرنیں ساطع کرتی تھیں۔ آپ کے جسم اطہر سے پھوٹنے والی مہک کی بدولت آپ جہاں سے گزرتے تھے لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ فرزند رسول اس راہ سے گزر چکے ہے۔

سرور کونین ہمیشہ آپ کا گلا۔ سینہ اور پیشانی چوما کرتے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ امام حسنؑ بڑے ہونے کے باوجود امام حسینؑ کی تعظیم کرتے تھے ایک دن میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔

کہ جب حسینؑ آرہا ہو تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے امیر المومنین علی تشریف لارہے ہوں۔

چہرے پر اتنی عظمت و جلالت کے باوجود خضوع کا یہ عالم تھا کہ بحار میں ہے ایک دن آپ ایک راستہ سے گزر رہے تھے راستہ پر چند مزدور اور نادار لوگ چادر بچھائے روٹی کے ٹکڑے دستر خوان پر رکھے کھا رہے تھے۔ آپ کو گزرتے دیکھ کر انہوں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول آیئے کھانا حاضر ہے۔ آپ نے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا پھر فرمایا۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اس کے بعد ان سے فرمایا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کرلی ہے اب آپ میری دعوت قبول کریں۔ اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔

بحار میں ہی ہے کہ آپ ایک مرتبہ چند مساکین کے قریب سے گزرے وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دینے کے بعد دعوت دی تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں ضرور کھاتا۔ آپ تمام میرے ساتھ آئیں۔ آپ تمام کو لے کر آئے انہیں کھانا دیا۔ خود ان کے ساتھ بیٹھ کر

کھایا پھر انہیں ایک ایک جوڑا کپڑوں کا اور کچھ نقدی دے کر رخصت فرمایا۔

بحار میں ہے کہ جب آپ شہید ہوئے اور جناب سجاد تیرہ محرم کو دفن کرنے کی خاطر آئے بنی اسد کے مردوں نے جب آپ کی لاش کے ٹکڑے جمع کیے تو آپ کی پشت پر کچھ سیاہ داغ نظر آئے انہوں نے امام سجاد سے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ رات کو فقراء کے گھروں پر گندم وغیرہ اٹھا کر لے جانے کے نشان ہیں۔

بحار میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نانا کی یہ حدیث کہ کسی مومن کے دل کو اس انداز میں خوش کرنا کہ باعث نافرمانی خالق نہ ہو عبادت سے افضل عبادت ہے۔ نہ صرف صحیح ہے بلکہ میرے مجربات سے ہے میں نے ایک غلام کو دیکھا وہ کتے کو روٹی کھلا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا بندہ خدا تیرے ہاتھ نجس ہو رہے ہیں اس نے عرض کیا آقا میں جانتا ہوں۔ ہاتھ پاک کرلوں گا۔ مگر میں کتے کو روٹی کھلا کر اسے خوش کرکے خوشی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا یہ کیسی خوشی ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے آپ کے جد امجد کی ایک حدیث سن رکھی ہے کہ نماز کے بعد افضل الاعمال کسی مومن کو خوش کرنا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا اگر کسی حیوان کو بھی خوش کیا جائے تو اتنا ہی اجر ملتا ہے یا نہیں؟۔

میرا مالک یہودی ہے اور میں اس سے تنگ ہوں چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کے یہودی مالک کے پاس آیا اسے دو سو درہم پیش کرکے کہا اسے میرے ہاتھ فروخت کر دے۔

یہودی نے عرض کیا اے فرزند رسول یہ غلام آپ کے قدموں کا صدقہ آپ کا ہے اور میں بلا کچھ لیے آپ کی خدمت میں فدیہ دیتا ہوں اور ساتھ ہی یہ باغ بھی آپ کی تحویل میں دیتا ہوں۔

میں نے کہا میں آپ کا باغ قبول کرکے آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔

یہودی نے عرض کیا۔ اگر آپ مجھے واپس کرتے ہیں تو میں قبول کرکے اس غلام کی تحویل میں دیتا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں غلام آزاد کرتا ہوں اور جو کچھ تو نے اسے دیا ہے اسی کو ہبہ کرتا ہوں۔

اس یہودی کی بیوی نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول آپ کی اس عنایات اور نوازش کو دیکھ کر میں اسلام قبول کرتی ہوں اور اپنا حق مہر اپنے شوہر کو ہبہ کرتی ہوں۔ یہودی نے کہا۔ میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں اور یہ مکان اپنی بیوی کو دیتا ہوں۔

حلم وعفو امام حسین ؑ۔

آپ کے ایک غلام نے قابل سزا جرم کیا۔ آپ نے حکم دیا اسے سزا دی جائے۔

غلام نے عرض کیا۔

میرے مولا! ۔ الکاظمین الغیض

غصہ پر قابو پانے والے محبوب الٰہی ہوتے ہیں۔ (آیت قرآن ہے)

آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔

غلام نے پھر عرض کیا۔

قبلہ والعافین عن الناس (آیت ہے) معاف کر دینے والے اللہ کو پیارے ہوتے ہیں

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے معاف کر دیا۔

غلام نے پھر عرض کیا۔

آقا۔ واللہ یحب المحسنین

آپ نے فرمایا۔ جا تجھے آزاد کیا ہے۔

بحار میں عصام ابن مصطلق سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں آیا اتفاقاً امام حسینؑ سے ملاقات ہوگئی۔ چونکہ ہم اہل شام کے سامنے صبح و شام حضرت علیؑ پر سب وشتم کیا جاتا تھا اور ہمیں بغض حضرت علیؑ کی تربیت دی جاتی تھی۔

اس لیے سامنا ہوتے ہی میں نے پوچھا۔

کیا آپ حسینؑ ابن ابوتراب ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہاں میرا ابوتراب ہی والد تھا۔

میں نے حضرت علیؑ پر سب وشتم کرنا شروع کر دیے۔

امام حسینؑ نے انتہائی شفقت کی نگاہ سے مجھے دیکھا پھر فرمایا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔	میں اللہ سے شیطان رجیم کی پناہ مانگتا ہوں۔ رحمن ورحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔
خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم۔	معاف کر دیا کرو۔ اچھے کام کا حکم دیا کرو۔ اور جاہلین سے چشم پوشی کر لیا کرو۔ اگر کسی قسم کا شیطانی وہم آجائے تو اللہ کی پناہ لیا کرو۔ اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

ان الذین اتقوا اذا سھم خافوا من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون واخوانھم یمدونھم فی الحسنی ثم لا یقصرون۔	متقی لوگوں کو اگر شیطانی وہم آجائے تو وہ ذکر خدا کرتے ہیں اور بابصیرت ہو جاتے ہیں البتہ ان کی برادری انہیں گمراہی میں دھکیلتی ہے پھر وہ بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

پھر مجھے فرمایا۔ اپنے پر ترس کر۔ اللہ سے معافی مانگ۔ اگر تو ہم سے کوئی مدد مانگے تو ہم کرنے کو تیار ہیں اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہم وہ پوری کرتے ہیں۔ اگر تجھے راہنمائی کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں۔

میں اتنا پشیمان ہوا کہ مجھے چھپنے کی کوئی جگہ نہ مل رہی تھی۔ میری آنکھیں جھک گئیں پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

آپ نے جب مجھے پشیمان دیکھا تو فرمایا۔ کوئی حرج نہیں توبہ کر لو۔ اللہ بڑا کریم ہے۔ وہ معاف کر دے گا۔

کیا آپ اہل شام سے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔

ہاں شامی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کچھ لوگوں کی پیدا کردہ غلط فہمیاں ہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تجھے جو بھی ضرورت ہو ہمیں بتا انشاء اللہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی اور تیرے تصور سے بڑھ کر ہم پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اب میرے لیے دنیا اندھیر ہوگئی۔ میں چاہ رہا تھا کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور

یں غرق زمین ہو جاتا۔ میں نے اپنے سابقہ نظریات سے توبہ کر لی۔ پھر میرے دل میں حضرت علیؑ اور اس کی اولاد سے زیادہ معزز و محترم کوئی نہ رہا۔

منتخب الاثر کے مطابق ایک مرتبہ اسرافیل نے جبریل پر فخر کیا کہ۔ میں حاملین عرش سے ہوں۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں صور پھونکنے والا ہوں میں بارگاہ خالق میں تمام ملائکہ کی نسبت زیادہ مقرب ہوں۔

جبریل نے جواب میں کہا۔

آپ نے درست فرمایا جو کچھ آپ نے فرمایا وہ درست ہے۔ لیکن اللہ نے جو کچھ مجھے عنایت فرمایا ہے آپ جانتے ہیں کہ۔ میں وحی الٰہی کا امین ہوں۔ خسوف و کسوف کا مالک میں ہوں۔ زلزلے میرے کنٹرول میں رہتے ہیں۔ پیغامات کا تمام سلسلہ میرے پاس ہے۔

دونوں نے اپنا مقدمہ ذات احدیث کے حضور پیش کیا کہ ہم میں سے افضل کون ہے؟۔

ذات احدیث نے فرمایا۔

خاموش رہو۔

تم دونوں اپنے مقام پر اچھے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جو تم دونوں سے افضل تر ہے۔ ذرا ساق عرش کی طرف دیکھو۔ جب دونوں نے ادھر دیکھا تو انہیں لکھا ہوا نظر آیا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ علی وفاطمۃ

والحسن والحسین خیر خلق اللہ۔

جبریل نے یہ دیکھ کر فوراً عرض کیا۔ بارالہا۔ مجھے ان کا خادم بنا دے۔ ذات احدیت

نے فرمایا اگر تیری یہ خواہش ہے تو تجھے ان کی خدمت سونپی جاتی ہے۔ اس کے بعد سے آج تک جبریل تمام ملائکہ پر فخر کرتا ہے کہ۔ میں خادم آل محمد ہوں۔ جبریل کے اس فخر کے سامنے تمام ملائکہ کے سر خم ہوتے ہیں۔ چنانچہ آل محمد کے روئے ارض پر آجانے کے بعد جبریل کبھی چکی پیستا۔ کبھی خاکروبی کرتا۔ اور کبھی جھولا جھلاتا۔ ایک دن جبریل خانہ زہرا میں آیا تو دیکھا کہ۔

جناب زہرا محو خواب ہیں اور جناب امام حسینؑ جھولے میں پڑے رو رہے ہیں جبریل گہوارے کے قریب بیٹھ گیا اور جھولا جھلا کر یہ لوری سنانے لگا۔

ان فی الجنۃ نھرا من لبن ـــ لعلی و حسین و حسن

جنت میں حضرت علیؑ۔ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے لیے دودھ کی ایک نہر ہے۔

کل من کان محبا لھم ـــ یدخل الجنۃ من غیر حزن

جو بھی ان کا محب ہوگا وہ کسی غم واندوہ کے بغیر داخل جنت ہوگا۔

یہی لوری سناتا رہا اتنے میں جناب سیدہ کی آنکھ کھل گئی۔ بی بی نے آواز سنی تو حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن آپ کو لوری دینے والا نظر نہ آیا۔ بی بی کو معلوم تو ہو گیا کہ کون ہے لیکن دوسروں کے اطمینان کی خاطر آنحضور سے آکر پوچھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ بیٹی جبریل تھا۔

<u>مؤلف</u>۔ ا۔

آج امن کا دور ہے اور امام حسینؑ کا جھولا جبریل جھلاتا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی تو آیا تھا۔ جب جبریل نے اپنے اسی شہزادہ کو میدان کربلا میں تین دن کا گرسنہ اور تشنہ زخموں سے چور خاک وخون میں غلطاں اپنے نانا کی امت سے پانی مانگتے دیکھا

ہوگا۔ خدا معلوم اس وقت جبریل کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔

منتخب ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ ایک مقام پر تشریف فرما تھے کہ۔ ابوہریرہ آئے اور آپ کے پاؤں سے خاک جھاڑ کر اپنا چہرہ آپ کے پاؤں سے مس کرنے لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ایسا کیوں کر رہے ہو؟

ابوہریرہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول آپ مجھے ایسا کرنے سے نہ روکیں بخدا میں نے جو کچھ اپنے ان دونوں کانوں سے آپ کے جد امجد سے سنا ہے اگر اس کا عشر عشیر بھی ان لوگوں کو معلوم ہوتا تو یہ لوگ آپ کو کندھوں پر نہیں اپنی آنکھوں پر بٹھائے نہ تھکتے۔ اے فرزند رسولؐ میں نے اپنے ان کانوں سے آپ کے نانا سے سنا ہے کہ۔

میرا یہ حسینؑ بیٹا افضل خلق خدا اور جوانان جنت کا سردار ہے اور میرا یہ بیٹا پیاسا مظلوم اور مجروح شہید ہوگا۔ اللہ اس کے قاتل پر لعنت کرے۔

منتخب میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کے قریب سے گزرے تو عبداللہ نے کہا۔

جو شخص اہل آسمان کی نظر میں اہل زمین میں سے محبوب ترین شخص کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس شخص کی طرف دیکھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

اے عبداللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں افضل اہل ارض ہوں۔ میں اہل آسمان کی نگاہ میں محبوب ترین خلائق ہوں تو پھر تو مجھ سے، میرے بھائی سے اور میرے والد سے

جنگ صفین میں کیوں لڑا تھا؟۔

حالانکہ بخدا میرا باپ مجھ سے کہیں افضل تھا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ مجھے آپ کے نانا نے اطاعت والدین کا حکم دیا تھا۔ اور مجھے میرے والد نے جنگ صفین میں آپ کے خلاف لڑنے کا حکم دیا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

کیا اللہ کی مخالفت کر کے اپنے باپ کی اطاعت کرنا بھی اسلام ہے حالانکہ میرے نانا نے یہ بھی تو فرمایا تھا۔

اطاعت والدین صرف احکام خدا میں ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں اطاعت والدین نہیں ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ عبداللہ خاموش ہوگیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ میں اپنی دنیا اور آخرت گنوا بیٹھا ہوں۔

حضرت حجت نے زیارت ناحیہ میں جن الفاظ کے ساتھ امام حسینؑ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔

بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

كنت للرسول ولداً و	آپ نبی اکرم کے فرزند۔ قرآن
للقرآن سنداً وللامة	کے لیے محکم سند۔ امت کا قوت
عضداً و في الطاعة مجتهداً	بازو۔ اطاعت الٰہیہ میں مشقت
حافظاً للعهد والميثاق	گزیں۔ عہد و پیمان کے پکے
ناكباً عن سبل الفساق	فاسقوں کی راہ سے دور۔ تمام تر
باذلاً للجهود طويل الركوع	کوشش رضائے الٰہی کے حصول

والسجود زاهداً فی الدنیا زهد الراحل عنها ناظرا الیها بعین المستوحشین منها۔

میں کرنے والے طویل رکوع و سجود کرنے والے۔ دنیا سے اس طرح دور جس طرح مسافر منزل سے ہوتا ہے۔ دنیا کو ایسی نگاہ سے دیکھنے والے جیسے اس کے خوف سے سہمے ہوئے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں ان الفاظ سے امام حسینؑ کا تعارف کرایا ہے۔

امام حسینؑ متدین۔ فاضل۔ کثیر الصلوۃ والصوم نماہد تھے۔

صاحب اسد الغابہ نے جن الفاظ کے ساتھ امام حسینؑ کا تعارف کرایا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

امام حسینؑ فاضل۔ قائم اللیل۔ صائم النہار۔ بہت زیادہ حج کرنے والے۔ راہ خدا میں دولت لٹا دینے والے تمام اعمال خیر میں سبقت لے جانے والے تھے۔

ایک مورخ کے مطابق امام حسینؑ نے بیس حج پیدل کیے تھے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ۔

میں بالعموم امام حسینؑ کی خدمت میں رہا کرتا تھا ایک رات آپ بڑی دیر سے گھر سے نکلے۔ جناب خدیجہ کے مزار پر تشریف لائے۔ سرہانے بیٹھ کر کافی دیر تک گریہ فرماتے رہے۔

پھر مجھے فرمایا۔

اے انس اب مجھے تنہا چھوڑ دے۔

میں آپ سے اوجھل ہو کر چھپ کے بیٹھ گیا تاکہ دیکھوں کہ آپ تنہائی میں کیا کرتے ہیں۔

اس وقت آپ نے کھڑے ہو کر چند رکعات نماز پڑھی پھر ذات احدیت کو انتہائی تفرع وانکساری سے یوں مخاطب کیا۔

یارب یارب انت مولاہ فارحم عبیداً انت ملجاہ

اے اللہ تو ہی مولیٰ ہے۔ ان بندوں پر رحم فرما جن کا ملجا تو ہی ہے۔

یاذاالمعالی انت معتمدی طوبیٰ لمن کنت انت مولاہ

اے رب لعزت تو ہی میرا سہارا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا تو مولا ہے۔

طوبیٰ لمن کان خائفا ارقا یشکو الی ذی الجلال شکواہ

خوش نصیب ہے وہ شخص جو تیری ہیبت سے خوف زدہ رہتا ہے۔ اور تیری بارگاہ ذوالجلال میں اپنے مصائب پیش کرتا ہے۔

ومابہ علۃ ولا سقم اکثر من حبہ لمولاہ

خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اپنے مولیٰ کی محبت کے سوا کوئی بیماری نہیں ہے۔

اذا اشتکیٰ بثہ وغصتہ اجابہ اللہ ثم لباہ

جب بارگاہ خالق میں اپنے مصائب وآلام کا شکوہ کرتا ہے تو کریم اللہ اسے لبیک سے جواب دیتا ہے۔

اذا خلا بالظلام متبھلا اکرمہ اللہ ثم ادناہ

جب رات کی تاریکی میں اس کے سامنے سر عجز خم کرتا ہے تو اللہ اسے

احترام سے اپنے تقرب کا شرف بخشتا ہے۔

جب امام حسینؑ نے اپنی بات ختم کی تو میں نے اپنے ان کانوں سے جو سنا وہ یہ تھا۔ ہاتف غیبی نے کہا۔

لبیك عبدی وانت فی کنفی وکلما قلت قد علمناه

لبیک میرے بندے تو میری پناہ میں ہے جو کچھ تو نے کہا ہے ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔

صوتك تشتاقه ملائکتی فحسبك الصوت قد سمعناه

تیری آواز کے میرے ملائکہ بھی مشتاق ہیں تیری آواز انتہائی دلربا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔

دعاءك عندی تجوی فی حجب فحسبك الستر قد رفعناه

تیری دعا میرے تمام حجابات قدرت میں گھومتی ہے تیرے لیے یہ کیا کم ہے کہ ہم نے تمام حجابات اٹھا لیے ہیں۔

لو هبت الریح فی جوانبه خرصو لغا لما تغشاه

اگر اس کے اطراف و نواح میں ہوا بھی چلے تو حجابات کے سامنے ہوا کی تمام تر طاقت کند ہو جائے۔

سلنی بلا رعبة ولا رهب سل بلا خوف ولا وجل ما تشاء

کسی رعب اور پستی کے بغیر جو چاہے مانگ لے کسی ڈر اور خوف کے بغیر جو چاہے سوال کر۔

ولا حساب انی انا الله۔

جو چاہے بلا حساب مانگ میں اللہ ہوں۔

سفینۃ البحار میں ہے کہ امام حسینؑ بچپنے ہی سے زاہد تھے۔ آپ حضرت علیؑ کی غذا سے تناول فرماتے تھے اور اتنی نوافل پڑھا کرتے تھے جتنی حضرت علیؑ پڑھتے تھے۔

سفینۃ البحار میں مسروق سے مروی ہے کہ میں عرفہ کے دن امام حسینؑ کے پاس گیا آپ کے سامنے ستو کا پیالہ رکھا تھا اور آپ کی گود میں قرآن شریف کھلا تھا آپ کے تمام ساتھی بھی اسی حالت میں تھے افطار کا انتظار ہو رہا تھا۔ مجھے ایک مسئلہ پوچھنا تھا میں نے وہ مسئلہ پوچھا اور واپس آ گیا پھر اسی راہ سے میں امام حسنؑ کے پاس گیا وہاں دیکھا تو آپ اور آپ کے صحابہ تناول فرما رہے تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ امام حسنؑ نے فرمایا۔ مسروق آگے بڑھ کر کچھ تم بھی کھا لو۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے روزہ ہے۔ ویسے اگر محسوس نہ فرمائیں تو ایک بات پوچھ لوں؟۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ بڑے شوق سے پوچھ کیا پوچھنا ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ میں آپ کے چھوٹے بھائی کے پاس گیا تو وہ روزہ افطار کرنے کے انتظار میں تھے اب آپ کے پاس آیا تو آپ کھانا تناول فرما رہے ہیں گویا آپ کو آج روزہ نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے درست سمجھا ہے۔ ہم دونوں ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق کرتے ہیں۔ آپ لوگوں میں سے کچھ روزہ رکھ سکتے ہیں اور کچھ نہیں رکھ سکتے۔ جو رکھ سکتے ہیں ان کے ساتھ میرے بھائی نے روزہ رکھا ہے۔ اور جو نہیں رکھ سکتے ان کے ساتھ میں کھانا کھا رہا ہوں۔

امام حسینؑ ہر رات ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام سجادؑ سے پوچھا۔ کہ آپ کے والد کی اولاد کم کیسے ہوئی ؟۔

آپ نے جواب دیا کہ یہ پوچھ کہ اولاد کم کیوں ہوئی یہ سوچ کہ ہم پیدا کیسے ہو گئے

جو شخص ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتا ہو اس کے پاس کتنا وقت بچ جاتا ہے ان کی زندگی کی اکثر راتیں شام سے لے کر صبح تک عبادت خدا میں گزر جاتی تھیں۔ تم نے نہیں سنا عاشور بھی تو میرے بابا نے دشمنوں سے مانگ کر لی تھی تاکہ ایک رات اور اللہ کی عبادت کر لی جائے اور وہ تمام رات آپ نے عبادت خدا میں جاگتے ہوئے گزار دی۔

جود و سخائے امام حسینؑ:۔

جود و سخا آپ کو وراثۃً اپنے جدامجد سے ملی تھی اور آنحضور اولین و آخرین میں سخی ترین تھے۔ روایات میں ہے کہ بنت رسول آنحضور کے پاس آپ کی زندگی آخری دنوں میں ایک مرتبہ تشریف لائیں۔ دونوں شہزادے آپ کے ساتھ تھے عرض کیا۔

بابا جان! میرے یہ دو بیٹے ہیں انہیں کوئی چیز عنایت فرمایے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنی سرداری اور ہیبت حسنؑ کو۔ اور اپنی شجاعت اور جود حسینؑ کو دیتا ہوں یہ مہمان کی عزت کرے گا۔ بچوں پر شفقت کرے گا۔ مانگنے والے کو عطا کرے گا۔ صلہ رحمی کرے گا۔ فقرا پر نوازش کرے گا۔ برہنہ کو لباس دے گا۔ بھوکے کو سیر کرے گا۔ مقروض کے قرض ادا کرے گا۔ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے گا۔

بحار الانوار میں ہے کہ امام حسینؑ اسامہ ابن زید کے پاس عیادت کو گئے۔ اس وقت اسامہ کہہ رہا تھا۔ واغماہ۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ وہ کون غم ہے جو آپ کو اس شدت مرض میں بھی

نہیں بھول رہا؟

اسامہ نے کہا۔ فرزند رسول میں سات ہزار درہم کا مقروض ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس کا غم نہ کر۔ یہ میں ادا کر دوں گا۔

اسامہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر مر گیا اور قرض ادا نہ کر سکا تو اطمینان سے نہ مر سکوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

میں وعدہ کر رہا ہوں تجھے اطمینان ہو جانا چاہیے۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اسامہ کی موت سے پہلے اس کا قرض ادا کر دیا۔

امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے۔ کسی بھی بادشاہ کے لیے تین عادات انتہائی بدانجام ثابت ہوتی ہیں۔

دشمنوں سے خوف۔

زیردستوں پر سختی۔

اور نوازشات میں بخل۔

بحار ہی میں ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ مسجد نبوی میں مصروف نماز تھے۔ وہ سامنے کھڑا ہو گیا اور اشعار میں امام حسینؑ اور حضرت علیؑ کی تعریف کرنے لگا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے قنبر سے فرمایا۔ قنبر کیا حجازی مال سے کچھ بچا ہے؟

قنبر نے عرض کیا۔ چار ہزار دینار بچے ہیں۔

آپ نے فرمایا لے یہ ہماری نسبت ان کا زیادہ مستحق ہے قنبر نے کپڑے میں لپیٹ کر دینار پیش کر دیے آپ نے سر جھکا کر دینار اسے دے دیے اور ساتھ ہی فرمایا۔ مجھے افسوس ہے کہ جتنا تجھے

دینا چاہیے تھا اتنا نہیں دے سکا حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے زمانہ بدلتا جا رہا ہے۔ اس عرب نے رقم لے کر رونا شروع کر دیا۔

آپ نے فرمایا بہت کم ہیں؟

اس نے عرض کیا قبلہ میں ان کی کمی پر نہیں رو رہا بلکہ مجھے وہ وقت رلا رہا ہے جب ان ہاتھوں کو زمین میں دفن کیا جائے گا۔

کبریت احمر میں ہے کہ ایک نصرانی بڑا حاذق طبیب تھا اس نے سن رکھا تھا کہ امام حسینؑ سید الکرام ہیں۔ وہ وقت کی انتظار میں تھا کہ کسی وقت آزماؤں گا۔ ایک دن ایک یتیم لڑکا اس طبیب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ابھی بچہ ہوں میرا باپ پہلے فوت ہو چکا ہے اب ماں سخت بیمار ہے براہ نوازش کوئی شافی علاج فرمائیے۔ طبیب نے کہا سفید گھوڑے کا جگر اگر مل جائے تو تیری ماں شفایاب ہو جائے گی ایسا گھوڑا امام حسینؑ کے پاس ہے۔ وہ بچہ امام حسینؑ کے پاس آیا اپنی کہانی سنائی آپ نے فرمایا کہ فوراً گھوڑا ذبح کیا جائے۔ اور اس کا جگر بچے کو دے دیا جائے۔ جب بچہ جگر لے کر گیا تو طبیب نے کہا تو غلط گھوڑے کا جگر لایا ہے۔ سیاہ گھوڑے کا جگر چاہیے تھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کے پاس ہے۔ بچہ پھر گیا آپ نے سیاہ گھوڑا ذبح کرایا اور جگر بچے کو دے دیا بچہ لے گیا اس نے کہا پھر غلط لایا ہے فلاں رنگ کے گھوڑے کا جگر چاہیے بچہ آتا رہا امام حسینؑ گھوڑے ذبح کراتے رہے حتیٰ کہ طبیب نے سات گھوڑے ذبح کرائے۔ آخر میں طبیب آیا امام حسینؑ کے قدم چوم کر عرض کیا میں نے سنا تھا کہ آپ کریم ہیں آج دیکھ لیا ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی نصرانی رہوں۔ البتہ ایک معجزہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے اسلام کی تعلیم دی پھر انہی مردہ گھوڑوں کے قریب لائے ان کے قریب کھڑے ہو کر دعا کی ساتوں گھوڑے

زندہ ہو گئے۔

امام حسینؑ نے ایک سائل کو ہزار درہم دیے وہ ایک ایک کو پرکھنے لگا۔ آپ کے ایک غلام نے سائل سے کہا درہموں کو اس طرح پرکھ رہا ہے جیسے ہمارے پاس کوئی چیز فروخت کی ہو۔ سائل نے کہا۔ میں نے اپنے چہرہ کی آب فروخت کی ہے تب کہیں سوال میری زبان پر آیا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر غلام کو حکم دے دیا۔ اسے تین ہزار درہم دے دے۔ ایک ہزار سوال کے عوض، ایک ہزار آب رو کے عوض اور ایک ہزار اس لیے کہ اس نے ہمیں اہلِ عطا سمجھ کر ہم سے مانگا ہے۔

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ کے پاس مال آتا اور دوسری طرف فقرا، مساکین، یتامیٰ اور بیواؤں کا اجتماع نہ ہو جاتا۔ لیکن تعجب ہے کہ ان ہاتھوں کو شام غریباں میں جمال ملعون نے کس دل و گردہ سے ٹوٹے ہوئے خنجر سے کیسے جدا کرنے کی جسارت کی ہو گی۔

یہ بھی آپ کا کرم ہی تھا کہ ایک انصاری آپ سے کچھ مانگنے کو آیا آپ نے اس کے چہرہ سے اندازہ فرما لیا۔ پھر فرمایا۔ تو زبان سے کچھ نہ کہہ اپنا سوال مجھے لکھ کر دے دے تیری حاجت روائی کر دی جائے گی۔ اس شخص نے رقعہ پر لکھا۔ کہ میں فلاں شخص کا مقروض ہوں۔ میں نے ادائیگی کا جو وعدہ کیا تھا کہ اس پر ادا نہ کر سکا۔ اب وہ تنگ کر رہا ہے۔ آپ براہ نوازش اس سے مجھے کچھ مہلت ادا کے دے دیں۔ مجھے تنگ نہ کرے۔

آپ نے رقعہ پڑھا۔ اٹھے اندر تشریف لے گئے ایک تھیلی لائے اور فرمایا اس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ پانچ سو دینار سے قرض ادا کر لے اور بقیہ پانچ سو سے اپنا کچھ وقت گزار لینا۔

لیکن قارئین یہ نہ بھولیں کہ یہ سب اُس تربیت کا اثر تھا جو آپ کو اپنے والد گرامی قدر سے ملی تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ قبلہ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

آپ نے فرمایا اپنی ضرورت لکھ کے دے دے انشاء اللہ پوری کر دی جائے گی۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے چہرہ پر بات کرتے ہوئے فکر و پریشانی کی زردی چھا جاتی ہے۔ اس نے رقعہ پر لکھا۔ مولا میں فقیر اور نادار ہوں۔ آپ نے قنبر سے فرمایا اسے لباس اور حسب ضرورت رقم دے دے۔ اس عرب نے آپ کی تعریف میں اشعار کہے۔ آپ نے قنبر سے فرمایا اسے ایک سو دینار اور بھی دے دے۔ کچھ صحابہ نے عرض کیا قبلہ آپ پہلے بھی بہت زیادہ دے چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا نبی اکرم کا ارشاد ہے کہ۔

ہر ایک کو اس کے مقام کی حیثیت سے پہچانو۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو رقم سے غلاموں کو خریدتے ہیں لیکن نوازش سے آزاد افراد کے دل نہیں خریدتے۔

امام حسین فرمایا کرتے تھے۔ اپنی ضرورت تین میں سے کسی ایک شخص سے مانگا کرو۔

کسی متدین شخص سے۔

صاحب مروت۔

اور خاندانی فرد

نفس المہموم میں ہے کہ ایک عرب امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی میں نے آپ کے نانا سے سنا ہے کہ اگر کوئی ضرورت لاحق ہو تو چار میں سے کسی ایک سے مانگا کرو۔

شریف عرب ہو۔

کریم سردار ہو۔

حامل قرآن ہو۔

چوڑی پیشانی والا ہو۔

جہاں تک عرب شرافت کا تعلق ہے آپ سید العرب ہیں۔ جہاں تک کرم کا تعلق ہے آپ سید الکرما ہیں۔ جہاں تک حامل قرآن کا تعلق ہے قرآن آپ کے گھر نازل ہوا ہے۔ اور جہاں تک کھلی پیشانی کا تعلق ہے تو آنحضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھے دیکھنا چاہے میرے حسنین کو دیکھ لے۔

آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ میں نے بھی اپنے نانا بزرگوار سے سنا ہے کہ عطا لیاقت کے مطابق ہونا چاہیے اپنی ضرورت بتانے کے بجائے زمین پر لکھ دے میں پڑھ لوں گا۔ پھر تیری لیاقت کا امتحان کروں گا تین سوال پوچھوں گا۔ جتنے سوالوں کے جواب دے دیے اسی نسبت سے تجھے عطیہ کروں گا۔

اس نے اپنی ضرورت لکھی پھر عرض کیا۔ آپ پوچھیں ضرور۔ لیکن یہ عرض کر دوں کہ اگر میں بتا نہ سکا تو آپ سے سیکھ لوں گا۔ اور اسی کو آپ کی عطا سمجھوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ افضل الاعمال کیا ہے؟

عرب نے کہا۔ اللہ پر ایمان۔

آپ نے فرمایا۔ مصائب سے نجات کا عمدہ ذریعہ کیا ہے؟

عرب نے کہا۔ اللہ پہ بھروسہ

آپ نے فرمایا۔ مرد کی زینت کیا ہے۔

عرب نے کہا۔ ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو۔

آپ نے پوچھا۔ اگر علم نہ ہو تو؟

عرب نے کہا۔ مروت

آپ نے پوچھا۔ اگر مروت نہ ہو تو؟

عرب نے کہا۔ صبر کے ساتھ غربت

آپ نے فرمایا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عرب نے کہا۔ آسمان سے بجلی گرے جو اسے جھلسا دے۔

آپ مسکرائیے اور اس کی خواہش کے مطابق اسے دینے کے بعد ایک انگوٹھی دی جس کا نگینہ دو سو درہم مالیت کا تھا۔ اور فرمایا۔ لے ان پیسوں سے قرض چکا دینا اور اس انگوٹھی سے کچھ وقت گزار لیں۔

شجاعت امام حسینؑ:

وراثتہً شجاعت آپ کو اپنے نانا اور باپ سے ملی تھی۔ ایک مرتبہ ولید ابن عقبہ گورنر مدینہ سے آپ کا کسی اراضی پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کا عمامہ سر سے اتار کر اس کے گلے میں ڈالا اور ایک جھٹکے سے نیچے گرا دیا۔ مروان نے کہا۔ میں نے اپنے حکمران پر ایسی جرات کسی میں نہیں دیکھی۔ ولید نے کہا۔ خاموش ہو جا تو مجھے اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ ورنہ تو بھی جانتا ہے کہ متنازعہ اراضی کا حقیقی مالک حسین ہی ہے۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا ولید مجھے اراضی کی ضرورت نہ تھی کہ اب میں اراضی لیتا ہوں مجھے صرف حق چاہیے تھا جس کا اعتراف تو نے کر لیا ہے اب میں متنازعہ اراضی تجھے ہبہ کرتا ہوں آج کے بعد جھگڑا ختم ہو گیا۔

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو میدان کربلا میں آپ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ اہل کوفہ انگشت بدندان رہ گئے۔ اگر یہ کہا جائے آپ نے شجاعت حیدریہ کو بھی پیچھے

ڈال دیا تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت علیؑ کسی جنگ میں پیاسے نہیں لڑے۔ امام حسینؑ تین دن کے پیاسے لڑے تھے۔

حضرت علیؑ جب میدان میں جاتے تھے تو اپنی اولاد ان کے سامنے زندہ ہوتی تھی جب کہ امام حسین اپنی اولاد کی پارہ پارہ لاشوں سے گزر کر میدان جنگ میں اترے تھے۔

حضرت علی کے ساتھ ستر ستر ہزار کا لشکر ہوتا تھا۔ جب کہ امام حسینؑ تنہا ستر ہزار سے برسر پیکار ہوئے تھے۔

چھٹی مجلس

علم امام حسین علیہ السلام، معجزات امام حسین علیہ السلام

اور

قبولیت دعائے امام حسین علیہ السلام

بحار میں حذیفہ سے مروی ہے امام حسینؑ نے بچپنے کے عالم میں نبی اکرمؐ کی زندگی میں ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے قتل پر بنی امیہ کے فاجر جمع ہوں گے اور ان کا امیر لشکر عمر ابن سعد ہوگا۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو آپ کے نانا نے یہ بات بتائی ہے؟ فرمایا نہیں تو۔

میں آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور امام حسینؑ کا جملہ دہرایا آپ نے فرمایا حسینؑ نے سچ کہا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے کیسے پتہ چلا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں کہ میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم ہے ہمیں ما یکون کا تا قیامت اللہ نے علم دے رکھا ہے۔

مدینۃ المعاجز میں اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے کوفہ میں امام حسینؑ کی

خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں جس کا مجھے یقین ہے۔ اور وہ اسرار الٰہیہ میں سے ایک راز ہے۔ وہ راز آپ سے وابستہ ہے بھلا آپ بتائیں کہ وہ راز کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھ چل۔

میں آپ کے ساتھ چلا۔

باوجودیکہ ہم مسجد کوفہ سے کافی فاصلہ پر تھے لیکن ایک دو قدم اٹھاتے ہی میں نے مسجد کو اپنے سامنے دیکھا میں حیرت میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ امام حسینؑ مجھے دیکھ کر مسکرا دیے اور فرمایا۔

اے اصبغ۔

سلیمان ابن داؤد کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی۔ اور ان کی صبح ایک ماہ اور ایک ماہ کی شام ہوتی تھی جب کہ مجھے سلیمان ابن داؤد سے کہیں زیادہ دیا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ! آپ سچ فرما رہے ہیں۔

پھر فرمایا۔

ہم ان افراد میں سے ہیں جنہیں کاملا علم کتاب دیا گیا ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ مخلوق خدا میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ ہم سر الٰہی کے اہل ہیں۔ ہم آل اللہ ہیں۔ ہم رسول خدا کے وارث ہیں۔

میں نے عرض کیا الحمدللہ۔

پھر فرمایا چل اب داخل مسجد ہو۔ جب میں داخل مسجد ہوا تو میں نے آنحضور کو

محراب مسجد میں تشریف فرما دیکھا۔ اور آپ کے پہلو میں حضرت علیؑ نے ایک شخص کو پکڑ رکھا تھا۔

میں نے آنحضور کو دیکھا وہ انگشت حسرت کاٹ کر اس شخص سے کہہ رہے تھے تو نے میرے بعد بہت برا کردار ادا کیا ہے۔ اللہ اور میری طرف سے تجھ پر اور تیرے تمام ساتھیوں پر لعنت ہو۔

مدینۃ المعاجز ہی میں امام جعفرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے غلاموں کو اپنی ایک اراضی پر بھیجا اور انہیں فرمایا کہ فلاں دن اپنی چار دیواری سے باہر نہ آنا جمعیں کے دن باہر نکلنا۔ اگر تم نے میری مخالفت کی تو تمہارے راستہ پر ڈاکہ پڑے گا تم خود قتل ہو جاؤ گے اور تمہارا مال و اسباب تم سے چھن جائے گا۔

ان لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔ جو راہ آپ نے بتائی تھی اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر ہو لیے راستہ میں ان پر ڈاکہ پڑا۔ وہ تمام غلام قتل ہو گئے اور ان کا اسباب لوٹ لیا گیا۔

امام حسینؑ والی مدینہ کے پاس آئے۔ وہ ڈاکہ کی خبر پہلے سن چکا تھا اس نے امام حسینؑ کو تعزیت کی۔

آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے میری نافرمانی کی سزا بھگت لی ہے۔ میں نے انہیں اس دن جانے سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنا انجام پا لیا۔ لیکن اس سے ان کا بے گناہ خون رائیگاں نہیں جائے گا میں ان کے قاتل آپ کو بتاتا ہوں آپ انہیں سزا دیں۔

مدینہ کے گورنر نے پوچھا۔

کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں جس طرح میں آپ کو پہچانتا ہوں انہیں بھی پہچانتا ہوں ایک تو یہ شخص جو آپ کے پہلو میں بیٹھا ہے ان میں سے ایک ہے۔

اس نے کہا! اے فرزند رسولؐ آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ اگر میں تجھے پورا واقعہ سنا دوں تو کیا تو میری تصدیق کر دے گا۔؟

اس نے کہا۔ اے فرزند رسول میں ضرور تصدیق کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے ساتھ مدینہ میں سے فلاں فلاں حبشی تھے۔ آپ نے چار حبشیوں کے نام لیے۔ اور تمام واقعہ بیان کر دیا مدینہ کے گورنر نے اس شخص سے پوچھا بتا تو کیا کہتا ہے۔

اس نے کہا۔ بخدا ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے فرزند رسولؐ ہمیں بچشم خود دیکھ رہے تھے آپ کا ایک ایک حرف درست ہے۔

پھر دوسرے چار افراد کو بھی بلایا گیا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اقرار کر لیا۔

حاکم مدینہ نے ان سے مال واپس لے کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

مدینۃ المعاجز ہی میں ہے کہ آپ کے ایک محب نے آپ سے ایک عورت سے شادی کے بارے میں مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں جس عورت سے تجھ کو محبت ہے وہ تیرے لیے اچھی نہیں ہے۔ اس نے آپ کی پرواہ نہ کی اور اس سے شادی کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال میں اس کے گھر سے اس کے والد اور بھائی کے جنازے اٹھ گئے تمام مال و دولت ختم ہو گیا۔ وہ پریشان حال ہو کر آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ وہ عورت تیرے لیے بد قدمی ثابت ہوگی

لیکن تجھے محبت ہی ماسی سے تھی۔ اب تجھے اس کا تو تجربہ ہو گیا ہے۔ پھر آپ نے اسے ایک عورت کا نام بتایا اور فرمایا اگر اس سے شادی کرے تو تیرے لیے مبارک ثابت ہو گی۔ چنانچہ اس نے اس عورت سے شادی کر لی ایک سال میں اللہ نے اسے بچہ بھی دے دیا اور اس کے گھر میں برکت بھی پلٹ آئی۔

مدینۃ المعاجز ہی کے مطابق ایک سال ایام حج میں ایک عورت طواف کر رہی تھی۔ دوران طواف اس نے اپنا بازو اپنے برقعہ سے باہر نکالا اس کے عقب میں ایک مرد بھی مصروف طواف تھا اس مرد نے اس عورت کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ذات احدیت نے اپنی قدرت کاملہ سے اس مرد کے ہاتھ کو اس عورت کے بازو پر چمٹا دیا۔ ہزار کوشش کے باوجود مرد کا ہاتھ عورت کے بازو سے جدا نہ ہو سکا۔ لوگوں میں شور و غل مچ گیا۔

بات امیر مکہ تک جا پہنچی علماء جمع ہو گئے۔ تمام علماء نے متفقہ فیصلہ دیا کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی خاطر مرد کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ اسی اثنا میں کسی نے امیر مکہ سے کہا کہ آج رات فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ بھی حج کے لیے مکہ تشریف لائے ہیں ذرا ان سے بھی پوچھ لیا جائے۔ امیر مکہ نے آپ کو پیغام بھیجا جب تشریف لائے آپ نے آکر دیکھا کافی دیر تک مصروف دعا رہے۔ ذات احدیت کی قدرت سے وہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ امیر مکہ نے پوچھا اے فرزند رسول کیا انہیں سزا نہیں ملے گی؟۔

آپ نے فرمایا۔ سزا کا مقصد جرم اور مجرم کو دیکھنے والوں کی عبرت ہوتا ہے اور اللہ نے ان دونوں کو اور انہیں دیکھنے والوں کو جس عبرت سے دوچار کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہ شخص آپ کے قدم بوس ہوا اور عرض کی۔ اے فرزند رسول آپ کے

کرم نے مجھے ہاتھ کٹنے سے بچا لیا ہے اور اب ایک نوازش اور فرمائیں۔ مجھے اپنے قدموں میں رہ کر خدمت کرنے کا موقعہ دیں۔ میں ساری زندگی آپ کی خدمت میں گزارنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ سوچ لے اگر تو میرے پاس رہنا چاہتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں آپ کے جوتے اٹھانے کو بھی فخر سمجھوں گا۔ لیکن آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ۔ سردست میرے پاس کام کرنے کے لیے میرے اونٹوں کو چرانا اور ان کی نگرانی ہے۔

اس نے عرض کیا میں آپ کا جمال کہلوانا بھی اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھوں گا۔ یہ شخص آپ کے ساتھ رہا۔ اور جس محسن نے بیت اللہ میں اس کے ہاتھ کٹنے سے بچائے تھے اس احسان فراموش نے گیارہ محرم کی رات بے دردی سے اپنے محسن کے ہاتھ کاٹے۔

مدینۃ المعاجز ہی میں ہے کہ امام حسنؑ کے بعد کچھ لوگ امام حسینؑ کی خدمت میں گئے اور عرض کی۔ قبلہ قبل ازیں آپ کے والد محترم اور آپ کے بھائی کبھی کبھی کوئی معجزہ دکھا دیتے تھے۔ جس سے ہمارے ایمان تازہ ہو جاتے تھے۔ اب وہ دونوں تو اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ آپ بھی ان کی اقتدا میں ہمیں کچھ دکھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تم لوگوں نے میرے والد امیر المومنین علیؑ کو دیکھا ہوا ہے؟۔

سب نے عرض کیا۔

ہاں دیکھا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا کیا اب دیکھو تو پہچان لو گئے۔؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ اپنے آقا اور مولا کو کیسے نہ پہچانیں گے۔

آپ جس حجرہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے آپ نے اس کا پردہ ایک طرف سرکایا اور فرمایا ذرا اندر جھانکو جب انہوں نے دیکھا تو حضرت امیر المومنین تشریف فرما تھے۔ سب مشرف بزیارت ہوئے۔

مدینۃ المعاجز ہی میں ہے کہ وفات نبی کریمؐ کے دس پندرہ دن بعد دونوں شہزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیرون مدینہ اس باغ میں تشریف لے گئے جوان کی والدہ کی ملکیت تھا اور اب ان سے چھن گیا تھا۔ رفع حاجت کے بعد واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک بداخلاق صحابی رسول نے دونوں کا راستہ روکا اور کہنے لگا۔

کیا تم یہاں جاسوسی کے لیے آئے ہو؟۔

بڑی ترش ترش باتیں کرنے لگا۔ دونوں شہزادے خاموش رہے۔ وہ اپنی ہانکتا رہا پھر اس نے ارادہ کیا کہ امام حسینؑ کو طمانچہ مارے۔ ہاتف غیبی نے یہ آواز دی۔

اے شیطان! کیا تو دختر رسول کو اذیت دے کر ابھی تک سیر نہیں ہوا؟ اس کا اٹھا ہوا دایاں ہاتھ جہاں تھا وہیں خشک ہو گیا۔ پھر اس نے بایاں ہاتھ اٹھایا۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ جب اس نے اپنے کو دونوں ہاتھوں سے بے بس دیکھا تو لگا منتیں کرنے۔ آپ کو اپنی ماں کی عظمت کا واسطہ۔ اپنے نانا کی نبوت کا واسطہ۔ اپنے بابا کی ولایت کا واسطہ۔ مجھے اس شرمندگی سے بچالو۔ امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا۔

بار الہا۔ اسے چھوڑ دے ہماری طرف سے اس کے لیے یہ بھی اتمام حجت ہے۔

چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ درست ہو گئے۔

وہ دونوں شہزادوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور بڑی جسارت سے کہنے لگا۔

یا علی کیا تو نے ان بچوں کو جاسوسی کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا ہوش کے ناخن لے۔ ہمیں جاسوسی کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو تو گھڑا ان فرزندان رسول کو ان کی ماں۔ نانا اور بابا کا واسطہ دے کر منتیں کر رہا تھا۔ اور ابھی اکڑ رہا ہے۔ چند ہی منٹ تو گزرے ہیں تو اپنے دونوں ہاتھوں کے خشک ہونے کو بھول گیا ہے۔ ہم نبی رحمت کے وارث ہیں۔

وہ شرمندہ ہو کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

مدینۃ المعاجز میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام حسینؑ کے خلاف کچھ رقم کا دعویٰ کر دیا۔ جب قاضی نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا۔ بات کو طول دینے میں فائدہ نہیں ہوگا۔ جھگڑا ابھی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ نے قاضی سے فرمایا۔ اسے کہیے قسم دے اور اپنا مال لے لے۔ وہ کہنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں۔ یوں کہہ۔ جو میرا دعویٰ ہے میں سچا ہوں اور اتنے مال کا حقدار ہوں اس شخص نے اسی طرح قسم کھالی۔ اٹھا لڑکھڑایا اور گر کر مر گیا۔

کبریت احمر میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے جا رہے تھے آپ کے ساتھ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی اثنائے سفر میں قافلہ کا ایک شخص بیمار ہو گیا۔ دورانِ مرض اس نے امام حسنؑ سے عرض کیا۔

آقا! انار کے لیے دل بڑا پریشان ہو رہا ہے۔

آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک طرف اشارہ فرمایا۔ کہ یہاں چلے جاؤ باغ ہے جو چاہو کھالو۔ حالانکہ وہاں پہلے کبھی کسی نے باغ تو کجا پانی کی ایک بوند تک نہ دیکھی تھی۔ جب تمام قافلہ باغ میں گھس گیا۔ ہر ایک نے جی بھر کے کھایا۔ جب فارغ ہو کر باہر آئے تو دیکھا باغ غائب ہو گیا۔ وہاں ایک ہرنی چر رہی تھی، انہوں نے اسے پکڑا امام حسینؑ کے پاس لائے۔

آپ نے فرمایا۔ اسے ذبح کر لو۔ گوشت پکاؤ۔ لیکن اس کی ہڈی نہ توڑنا۔ جب ہرنی کا گوشت پک گیا تمام قافلے نے سیر ہو کے کھایا۔ آپ نے فرمایا ان تمام ہڈیوں کو ایک جگہ جمع کر دو۔ جب جمع ہو گئیں تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دست دعا بلند کیے۔ چند سیکنڈ میں وہ ہرنی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آپ نے قافلہ والوں سے فرمایا۔ جس کسی کو دودھ پینے کی ضرورت ہے ہرنی کا دودھ پی سکتا ہے۔ تمام قافلہ نے دودھ پیا۔ جب سب سیراب ہو چکے تو آپ نے فرمایا۔ جلدی جا تیرے بچے بھوکے ہیں۔ اور اب تیرا انتظار کر رہے ہیں۔

مدینۃ المعاجز میں امام صادق سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن شداد لیثی بیمار ہوا۔ امام حسینؑ اس کی عیادت کو گئے۔ جونہی آپ دروازہ میں داخل ہوئے وہ شخص صحت یاب ہو گیا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ۔ جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ بخار بھی آپ سے بھاگتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پھر آپ نے باآواز بلند پکارا۔ او بخار راوی کہتا ہے ہمیں نظر تو کوئی نہیں آیا۔ لیکن ہم نے آواز سنی جس نے لبیک کہا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے میرے والد محترم امیرالمومنین نے فرمایا نہیں تھا کہ ہمارے دشمن کو گرفتار کرنا یا ہمارے گناہ گار شیعہ پر آ کر اس کے گناہوں کا کفارہ بننا۔ آواز نے عرض کیا۔

ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا اب عبداللہ کے پاس پھر نہ آنا۔

مدینۃ المعاجز میں امام صادق سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو افراد ایک عورت اور بچے کے سلسلہ میں اپنا نزاع لے کر امام حسینؑ کے پاس آئے دونوں میں سے ہر ایک عورت اور بچے کا مدعی تھا۔

امام حسینؑ نے عورت سے فرمایا۔

قبل اس کے کہ اللہ تجھے رسوا کرے سیدھی بات بتا دے ان دو میں سے تیرا شوہر کون ہے اور یہ بچہ ان دو میں سے کس کا ہے؟۔

عورت نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جہاں تک اس کا تعلق ہے اسے میں نہ پہچانتی ہوں اور نہ جانتی ہوں اور جہاں تک اس دوسرے کا تعلق ہے تو وہ میرا شوہر ہے اور یہ اس بچے کا باپ ہے۔

امام حسینؑ بچہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ انطق باذن اللہ اذن خدا سے تو ہی بول اور بتا کہ تیرا باپ کون ہے؟۔

وہ بچہ شیر خوار تھا۔ لیکن امام حسینؑ کے اس خطاب سے قدرت نے اسے گویائی دی وہ کہنے لگا:۔

قبلہ! میری ماں جھوٹ کہہ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرا باپ نہیں ہے۔ میرا باپ فلاں قبیلہ کا چرواہا ہے۔ یہ کہہ کر بچہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد کسی نے

بھی بچے کی کوئی بات نہ سنی۔

مدینۃ المعاجز ہی کے مطابق یحییٰ ابن ام الطویل سے مروی ہے کہ ہم جناب امام حسینؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان آنسو بہاتا ہوا آیا اور امام حسینؑ کو بالخصوص سلام کیا۔

آپ نے رونے کا سبب پوچھا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ابھی ابھی میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے وہ آپ کی محبہ تھی۔ اس نے مجھے پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کبھی میں فوت ہو جاؤں تو میری خبر وفات سب سے پہلے حسینؑ ابن علیؑ فرزند رسولؐ کو دینا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا رونے کا سبب بھی یہی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ رونے کا سبب ماں کا فراق بھی ہے اور اس کے علاوہ یہ حسرت بھی ہے کہ دم آخر میری ماں نہ تو کوئی وصیت کر سکی اور نہ ہی اپنا مال بتا سکی کہ وہ کہاں رکھا ہے؟

یحییٰ کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے ہمیں فرمایا۔ آؤ اس مومنہ کی میت پر جائیں ہم آپ کے ساتھ آئے۔ آپ نے اسے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور زیر لب کچھ پڑھا۔ وہ مستور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو آپ کو سلام کیا اور عرض کیا۔

قبلہ فرمایئے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔ شاید ملک الموت نے تجھے وصیت کرنے کی مہلت نہیں دی تھی تیرا بچہ پریشان تھا۔ اب جو وصیت کرنا چاہتی ہے کرلے۔

اس نے عرض کی۔

میرے آقا۔

میرا مال فلاں جگہ رکھا ہے۔ اس کا ۱/۳ حصہ تو آپ کی ملکیت ہے جہاں چاہیں صرف کریں اور بقیہ ۲/۳ میرے بچے کا ہوگا بشرطیکہ آپ اس کے محب اہلبیت ہونے کی تصدیق فرمائیں۔ اگر محب اہلبیت نہ ہو تو پھر میرے مال میں کسی ایسے کا کوئی حصہ نہیں ہے جو آپ کے دشمنوں سے تولیٰ رکھتا ہو۔

میری ایک درخواست یہ ہے کہ مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کی تکلیف بھی آپ ہی فرمائیں اور میری تدفین و تلقین تک تمام امور کی نگرانی بھی آپ خود فرمائیں۔

اچھا اب خدا حافظ السلام علیکم۔

اس کے بعد وہ عورت پہلے کی طرح مردہ ہو گئی۔

بحار الانوار میں ہے کہ جب حضرت علیؑ کوفہ میں تھے تو ایک سال بارشیں رک گئیں خشک سالی میں شدت آگئی۔ تمام لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور باران رحمت کا مطالبہ کیا۔

آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔

بیٹے جاؤ اور اللہ سے باران رحمت کی درخواست کر کے ان پیاسوں کو سیراب کرو۔ آپ صحرا میں آئے اور دعا مانگی۔

حمد و ثنائے الہٰی اور درود بر محمدؐ و آل محمدؐ کے بعد آپ نے یوں عرض کیا۔

واسقنا عیشا مغزار	اے اچھائیاں دینے اور برکات
راسحا غدقا مجللا	نازل کرنے والے اللہ ہمیں موسلا
سحا سفوحا ثجاجا.	دھار بارش سے نواز۔ ہمیں

تنفس به الضعيف
من عبادك وتحيى
به الميت من بلادك
آمين رب العالمين

مسلسل ایسی باران رحمت عنایت
فرما جو وسیع تر ہو اور مفید ہو
ایسی باران رحمت وافر مقدار میں
ہو۔ سود مند ہو۔ ثمر آور ہو۔
ایسی بارش جس سے تیرے ناتواں
بندے سکھ کا سانس لے سکیں
او۔ بنجر زمین آباد ہو جائے اے
رب العالمین قبول فرما۔

ابھی آپ دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ اور نواحی کوفہ میں سے ایک عرب نے آکر بتایا کہ مجھے تو ٹیلے اور وادی میں فرق تک نظر نہیں آرہا تھا۔

اہل کوفہ کو امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ اس وقت جنگ صفین میں پانی پلایا جب معاویہ نے دریائے فرات پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ تو حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ بیٹے یہ اہل کوفہ ہیں اور انہیں پانی پلانا ہے یہ کام تو ہی کر۔ چنانچہ امام حسینؑ ایک دستہ لے کر گئے۔ اور دریائے فرات کا کنارہ فوج معاویہ سے خالی کرا کے ہی پانی لائے۔

تیسری مرتبہ منزل قادسیہ پر جب حر ایک ہزار کے کوفی لشکر کے ساتھ امام حسینؑ سے مقابلہ کو آیا تھا۔ اور پیاسا تھا۔ تو آپ نے تمام کے تمام لشکر حر کو مع انکی سواریوں کے پانی پلایا۔

کاش ان لوگوں میں شرم ہوتی اور جب یہی فرزند رسول اپنے کمسن کے لیے انہی

کوفیوں سے پانی مانگ رہے تھے ایک بوند ہی دے دیتے

مدینۃ المعاجز میں ہے کہ ایک مرتبہ علی اکبر نے امام حسینؑ سے مسجد نبوی میں بلا موسم کے انگوروں کا مطالبہ کیا امام حسینؑ نے مسجد کے ستون پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے ستون میرے ہم شکل نبی بیٹے کو انگور چاہییں۔ اسی وقت ستون پر انگوروں کا خوشہ نمودار ہو گیا آپ نے شہزادے کو دے دیا اور فرمایا۔ اولیائے خدا کے لیے اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ موجود ہے۔

فصل ۲

اس فصل میں گیارہ مجالس ہیں

پہلی مجلس

زمین کربلا کا شرف

امام سجاد سے مروی ہے کہ اللہ نے زمین مکہ کو حرم بنانے سے چوبیس ہزار برس پہلے کربلا کو حرم بنایا۔ جناب سید الشہداء کے زمین کربلا پر ڈیرہ لگانے سے ایک ہزار برس قبل فات احدیت کی طرف سے زمین کربلا کو ملائکہ کی زیارت گاہ بنادیا تھا۔ ہر نبی کربلا میں آیا۔ اور یہاں توقف کیا۔ اور زمین کربلا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تو وہ قطعہ اراضی ہے جس میں نیکیاں زیادہ ہیں۔ تجھ میں زہرا کا ماہ دو ہفتہ دفن ہو گا۔

ایک روایت کے مطابق اللہ نے جس طرح انسانوں میں درجہ بندی کی ہے اور بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے قدرت کا یہی قانون تمام موجودات عالم میں بھی ہے بعض درخت بعض سے افضل ہیں۔ بعض پتھر دوسرے پتھروں سے افضل ہیں۔ بعض ملائکہ دوسروں سے افضل ہیں۔ بعض انبیاء دوسروں سے افضل ہیں اس طرح بعض زمینیں دوسری زمینوں سے اور بعض پانی دوسرے پانیوں سے افضل ہیں۔ اس فضیلت کا معیار

ذات احدیت نے ہر مخلوق میں تواضع کو قرار دیا ہے۔ جس نے سب سے پہلے تواضع کی۔ جس کی تواضع جتنی مدت تک رہی اس کا مقام دوسروں سے اسی قدر اور اتنی مدت تک برتر اور افضل ہو کر رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے پانیوں میں سے آب فرات اور زمینوں میں سے زمین کربلا نے تواضع کر کے سر نیاز جھکایا۔ جس کے نتیجہ میں ذات احدیت نے سب سے پہلے آب فرات اور زمین کربلا کو مقدس اور محترم بنایا اور مبارک قرار دے کر فرمایا۔

اے زمین کربلا! اللہ کی طرف سے تجھے جو کچھ ملا ہے اپنی زبان سے اس کا تذکرہ کر۔

زمین کربلا نے تمام دیگر زمینوں سے مخاطب ہو کر کہا:۔

میں اللہ کی وہ زمین ہوں جس کی مٹی کو اللہ نے شفا اور پانی کو صحت مند قرار دیا ہے۔ لیکن اس اظہار سے میرا مقصود تکبر نہیں بلکہ اس ذات کی عظمت کا اظہار ہے جس نے مجھے اس شرف سے نوازا ہے۔

جب زمین کربلا نے اس انداز میں اپنی سعادت کا اظہار کیا تو ذات احدیت نے زمین کربلا کی عزت میں مزید اضافہ کر دیا۔

خصائص میں ہے کہ امام سجادؑ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ زمین مکہ نے اپنے فضائل کا تذکرہ کیا اور کہا۔

میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ بیت اللہ میری پشت پر ہے۔ ہر سال کرہ ارض کے ہر گوشہ سے میرے عقیدت مند میری زیارت کو آتے ہیں۔ ذات احدیت نے زمین مکہ کو وحی کی اور فرمایا۔

اپنے فضائل ضرور بیان کر لیکن ذرا آرام سے۔ تجھے علم ہونا چاہیے کہ جتنے فضائل تجھے دیے گئے ہیں اگر تو ان کا مقابلہ زمین کربلا سے کرے تو تجھے پتہ چلے کہ تیرے تمام تر فضائل کو زمین کربلا کے فضائل کے مقابلہ میں وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔

اگر زمین کربلا کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تجھے یہ فضائل نہ ملتے۔

اگر زمین کربلا کا مدفون نہ ہوتا تو تجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

اگر زمین کربلا کا مدفون نہ ہوتا تو تیری پشت پر بنا ہوا بیت اللہ جس پر تو فخر کر رہی ہے کو بنایا ہی نہ جاتا۔

لہٰذا تو زمین کربلا پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش مت کر، نہ تکبر کر اور نہ فخر۔ اپنی تواضع کو برقرار رکھ، ورنہ تجھ سے تیرا یہ شرف چھن بھی سکتا ہے۔

خصائص ہی میں امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ جب کرہ ارض پر زلزلہ قیامت ہوگا تو اللہ اپنی قدرت کاملہ سے سرزمین کربلا کو اٹھا لے گا۔ اور زمین کربلا جنت کے اعلیٰ ترین قطعات میں سے ایک قطعہ ہو گی۔ جنت کے دیگر مقامات میں سے زمین کربلا افضل ترین قطعہ ہو گی جس میں فقط انبیاء و مرسلین کا مسکن ہو گا۔ زمین کربلا جنت میں اس طرح جگمگائے گی جس طرح کوکب دری آسمان پر دوسرے ستاروں میں درخشندہ ہوتا ہے۔ زمین کربلا اپنے نور سے ہر جنت کے باسی کی آنکھیں خیرہ کرے گی۔ اور زمین کربلا باآواز بلند یہ کہے گی میں اللہ کی وہ مقدس، مبارک، پاکیزہ اور مشرف زمین ہوں جسے اللہ نے سید الشہداء اور سید شباب اہل جنت کے جسد اطہر کا امین بنایا ہے۔

<u>مولف۔</u>

میرا دل چاہتا ہے کہ زمین کربلا سے کہوں۔

اے زمین کربلا! جس طرح تونے بابائے سکینہ کے جسم کو اپنے پاس رکھ لیا تھا کاش اس کے سر مبارک کو بھی اپنے دامن میں جگہ دے دیتی اور نوک نیزہ پر شہر بشہر نہ پھرایا جاتا۔

انوار البدایہ میں ہے کہ جب زمین مکہ نے فخر کر کے کہا کہ۔ وہ کون زمین ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ بیت اللہ میری پشت پر ہے۔ تو ذات احدیت نے زمین مکہ کو فرمایا۔

اے زمین مکہ ذرا حوصلہ سے کام لے اور اتنا زیادہ فخر نہ کر۔ میں نے بیت المعمور کو پیدا کر کے تجھ سے ایک لاکھ گنا زیادہ مشرف کیا ہے۔ عرش کو بیت المعمور سے ایک لاکھ گنا زیادہ اشرف قرار دیا ہے ایک اور زمین ہے جسے میں نے دیگر تمام زمینوں سے چوبیس ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور اس کے شرف کو شرف عرش سے ایک لاکھ گنا زیادہ شرف سے نوازا ہے۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا وہ کونسی زمین ہے۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ وہ وہ زمین ہے جس کی مٹی کو میں نے بیماری کے لیے شفا قرار دیا ہے۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا ذرا مزید توضیح ہو جائے۔

خلاق عالم نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کی زیارت کے لیے میں نے ملائکہ عرش کو حکم دے رکھا ہے۔ ملائکہ روزانہ اپنے پروں کو اس کی خاک سے تبرکاً مس کر کے آتے ہیں۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔

بارالہا مزید وضاحت۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کے لیے میں نے اپنی عزت کی قسم کھا رکھی ہے کہ جو اس میں دفن ہو گیا اندر یوم قیامت اسی سے محشور ہوا تو میں اسے نہ عذاب کروں گا نہ اس سے حساب لوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔

بارالہا ذرا سی وضاحت اور۔

خلاق عالم نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کے لیے میں نے ارض و سما کی تخلیق سے چالیس ہزار برس قبل اپنی ذات کی قسم کھائی تھی کہ اس زمین پر قیامت کا زلزلہ نہیں آئے گا اور میں اس زمین کو مع اس کے مدفون کے اٹھا کر بالائے عرش رکھ دوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا کچھ اور۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس نے اس کی خاک پر ایک مرتبہ سجدہ کیا میں اسے ہزار سال کی عبادت، ہزار حج اور ہزار برس کے روزوں کا ثواب دوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا۔ اب زمین کی مکمل شناخت۔

ذات احدیت نے فرمایا یہ وہ زمین ہے۔ جس پر میرے نبی مختار کا سبط سید شباب اہل الجنۃ اپنی ذریت اور اصحاب کے ساتھ بے گناہ تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہو کر دفن ہو گا۔

اس وقت زمین مکہ اپنے انداز میں رو پڑی۔

مرحوم دربندی نے اسرار الشہادہ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس انداز میں انہوں نے بیان کیا ہے انہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ میں نے صفوی حکمرانوں میں سے ایک حکمران کے زمانہ کے متعلق اصفہان میں سنا ہے کہ۔

صاحب وافی علامہ کاشانی کے زمانہ میں انگریز حکومت کی طرف سے ایک سفیر صفوی بادشاہ کے پاس صرف اس غرض سے بھیجا گیا کہ مسلمانوں سے ان کے مذہب کی صداقت کے ایسے دلائل حاصل کرے جو ناقابل تردید ہوں۔ وہ سفیر اپنے مقام پر علم نجوم۔ رمل ہیئت اور جفر وغیرہ جیسے علوم میں اس حد تک ماہر تھا کہ اپنے پاس آنے والوں کو بتا دیتا تھا کہ کیا کھا کر آئے۔ کیا کما کر آئے۔ کیا چھوڑ کر آئے اور کل کیا کرنا چاہتے ہو۔

شاہ اصفہان نے علامہ فیض کاشانی مصنف صافی و وافی کو بلایا اور اس سفیر کو صداقت اسلام کے سلسلہ میں مطمئن کرنے کو کہا۔

علامہ موصوف نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

کہ میں صداقت اسلام کے سلسلہ میں مطمئن تو کر سکتا ہوں۔ لیکن آدمی کوئی پڑھا لکھا ہو۔ یہ سفیر صاحب تو مجھے نرے گنوار اور ان پڑھ نظر آتے ہیں میری گفتگو سے ان کے پلے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ سفیر یہ بات سنکر آگ بگولا ہو گیا اور علامہ موصوف سے کہنے لگا۔

سرکار یہ آپ کا ملک۔ آپ کا دربار اور آپ کی حکومت ہے جو چاہیں وہ آپ فرما سکتے ہیں۔ ویسے اتنا بتا دوں کہ اگر آپ کو میرے علمی مقام کا علم ہوتا تو آپ یہی کہتے کہ اگر کرہ ارض پر کوئی شخص مسند علم کا حق دار ہے۔ تو یہی سفیر ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکالی اسے مٹھی میں بند کیا اور سفیر سے فرمایا:۔

کم و بیش ایک ہفتہ سے آپ یہاں براجمان ہیں اور اپنے مختلف قسم کے علوم

کا نہ صرف مظاہرہ کر چکے ہیں بلکہ شاہ ایران اور دیگر کافی افراد کو اپنی علمی دولت سے متعارف کر چکے ہیں۔ کئی ایک کے ماضی کو کھنگال بیٹھے ہیں اور کئی ایک کے مستقبل کی پیش گوئیاں کر چکے ہیں۔

ذرا فرمایئے میری مٹھی میں کیا ہے؟۔

سفیر نے سر جھکایا۔ کچھ دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو اس کی پیشانی عرق آلود تھی وہ بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ حیران و پریشان اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

علامہ موصوف نے فرمایا:۔

بس اسی علم پہ ناز تھا۔ لوگوں کا ماضی اور مستقبل بتلانے والا یہ نہیں بتا سکتا کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟۔

سفیر نے کہا:۔

سرکار میری پریشانی کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہو رہا۔ میری پریشانی کی وجہ اور ہے۔

علامہ نے فرمایا۔ ذرا ہم بھی تو سنیں کہ پریشانی کی وجہ کیا ہے؟۔

سفیر نے کہا۔ آپ کی مٹھی میں جنت کی مٹی ہے یہ تو مجھے پہلی مرتبہ ہی معلوم ہو گیا تھا۔ میں اس بات پر پریشان ہوں کہ جنت کی مٹی آپ کے پاس کیسے آگئی۔

علامہ موصوف نے فرمایا:۔

میں سمجھتا ہوں اب مجھے صداقت اسلام کے لیے کوئی اور دلیل دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

سفیر نے کہا۔ وہ کیوں؟۔

آپ نے دلیل تو کوئی دی نہیں اور یوں سستے چھوٹ رہے ہیں۔

علامہ موصوف نے فرمایا۔

دلیل وہی ہے جو تو نے بتا دی ہے۔

سفیر نے کہا۔ میں نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں جنت کی مٹی ہے۔ بھلا آپ کے ہاتھ میں جنت کی مٹی کا ہونا اور صداقت اسلام کا آپس میں کیا ربط ہے۔

علامہ موصوف نے فرمایا۔

کیا تجھے اپنے علم پر یقین ہے؟

سفیر نے کہا۔ مجھے حق مسیح و مادر مسیح کی قسم! میرے علم میں رائی برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ سو فیصد درست ہے۔

علامہ موصوف نے کہا۔

میرے ہاتھ میں واقعی جنت ہی کی مٹی ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ جنت کی یہ مٹی صرف میرے پاس نہیں ہے۔ بلکہ ہر شیعہ گھر میں آپ کو جنت کی یہ مٹی ملے گی۔ یہ کربلائے معلیٰ کی مٹی ہے۔ ہمارے نبی اکرم نے فرمایا ہے کہ کربلا کی زمین جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ اب تیرے علم کے مطابق یہ جنت کی مٹی ہے اور ہمارے نبی کے مطابق بھی یہ جنت کی مٹی ہے۔ اب بھلا آپ خود ہی بتا دیں کہ جب ہمارے نبی کی بات کی تیرا علم تصدیق کر دے تو صداقت اسلام کے لیے اس سے بہتر ثبوت اور دلیل کونسی ہو سکتی ہے۔ انصاف آپ خود کریں۔

سفیر انگشت حیرت کاٹنے لگا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد کہنے لگا واقعی" آپ نے صداقت اسلام کی ناقابل تردید دلیل پیش کی ہے۔

اس دلیل کے بعد کم از کم میرا دائرہ اسلام میں داخل نہ ہونا میرا اپنے عمل سے اپنے علم کی تکذیب ہوگی۔

سفیر نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

علامہ تستری نے لکھا ہے کہ۔ خاک کربلا پر سجدہ دعا سے مانع سات حجابوں سے پار ہو جاتا ہے۔ اسکی مزید تفصیل کے لیے مترجم کی اپنی شائع کردہ کتاب ملاحظہ فرمائیں اس میں آپ کو خاک کربلا کی مکمل تاریخ مل جائے گی۔

دوسری مجلس

دریائے فرات کے پانی کا شرف

اوینا ھما الی ذات ربوۃ ذات قرار و معین۔

ہم نے ان دونوں کو ٹیلے والی پرسکون زمین اور عمدہ پانی میں پناہ دی۔

اس آیت کی تفسیر میں امام محمدؐ باقرؑ نے فرمایا ہے کہ۔ ربوہ سے مراد کوفہ اور معین کا مصداق دریائے فرات ہے۔ دریائے فرات جنت کی نہروں میں سے ایک ہے تمام پانیوں کا سردار ہے۔ ہر رات دریائے فرات میں تین مثقال مشک جنت ملائی جاتی ہے۔ ہر رات اب جنت میں سے کچھ پانی دریائے فرات میں شامل کیا جاتا ہے۔ کرہ ارض کے مشرق و مغرب میں دریائے فرات سے زیادہ برکت والا کوئی پانی نہیں ہے جس بچے کو ولادت کے فوراً بعد دریائے فرات کے پانی سے مس کیا جائے۔ وہ ہم اہلبیت کا محب ہوگا۔

آپ کے پاس ایک شخص آیا آپ نے اس سے پوچھا۔
کیا تو دریائے فرات کے پانی سے روزانہ غسل کرتا ہے ؟۔
اس نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔

کیا ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرتا ہے ؟
اس نے کہا نہیں حضور،
آپ نے پھر پوچھا۔ کیا سال میں ایک مرتبہ غسل کرتا ہے ؟
اس نے عرض کیا۔ قبلہ میرے گھر میں چونکہ پانی ہے اس لیے مجھے دریائے فرات کے پانی سے غسل کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔
آپ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ تو ایک۔ بہت بڑی سعادت سے محروم ہے۔

امام جعفر صادقؑ ابوالعباس سفاح کے زمانہ میں کربلا تشریف لائے لکان سفر دور کرنے سے پہلے دریائے فرات پر تشریف لائے غلام سے فرمایا۔ مجھے پانی کا ایک جام بھر کے دے۔ آپ نے پانی پیا۔ جو بچ رہا اسے اپنے کپڑوں پر چھڑک دیا۔ اور فرمایا۔ الحمدللہ۔ کتنی عظیم برکتوں کا حامل ہے آب فرات۔ روزانہ آب جنت سے سات قطرات اس دریا میں ڈالے جاتے ہیں۔ اگر میرا ٹھکانا اسی جگہ ہوتا تو میں صبح و شام دریائے فرات پر آکر اس کے پانی سے غسل بھی کرتا اور پیتا بھی۔ اگر لوگوں کو آب فرات کی برکت معلوم ہوتی تو اپنے مکان دریائے فرات کے کنارے بنا لیتے۔ کتنی بیماریاں ہیں جو دریائے فرات کے پانی سے غسل کے ساتھ دور ہو جاتی ہیں۔ اور کتنی بیماریاں ہیں جو دریائے فرات کا پانی پینے سے چلی جاتی ہیں۔ جو دریا جبریل نے کھودے ہیں۔ وہ یہی پانچ تو ہیں۔ دریائے فرات۔ دریائے دجلہ۔ دریائے نیل۔ دریائے نہروان اور دریائے بلخ۔

کون نہیں جانتا کہ دریا کا کھودنا صدقہ جاریہ ہے۔ ہمارے جدامجد کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ایک کنواں کھودے اور مسافروں کے لیے اسے قابلِ استعمال

بنائے تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پانی سے وضو کرنے والوں۔ نماز پڑھنے والوں کو ملے گا۔

اس پانی کو استعمال کرنے والے پرندوں۔ چوپایوں اور انسانوں کے ایک ایک بال کی تعداد میں نیکیاں کنواں کھودنے والے کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب اس شخص کو ملے گا۔ حوض اقدس پر رکھے گئے جاموں کی تعداد کے مطابق گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے گا۔

صحابہ نے عرض کیا۔

قبلہ! حوض قدس کیا ہے؟

آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ حوض کوثر کا اللہ نے نام حوض اقدس رکھا ہوا ہے۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے۔ قیامت میں سب سے پہلے جس شخص کو اس کے اعمال حسنہ کا اجر ملے گا۔ وہ وہ شخص ہو گا جس نے مخلوق خدا کے لیے پانی کا انتظام کیا ہو گا۔

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے تمام صدقات میں سے افضل ترین پیاسے دل کو سیراب کرنا ہے۔

جناب سید الشہدا کے اصحاب میں سے بریر ابن خضر ہمدانی وہ عظیم صحابی ہے جس نے پیاسی ذریت رسول کو سیراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

مکارم الاخلاق میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص ایسی جگہ کسی کو پانی پلائے جہاں پانی عام میسر ہو تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملیگا

اور اگر ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اسے ایک مردہ کو زندہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور ایک مردہ کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں خالق کونین کا ارشاد گرامی ہے۔ من احیی نفسًا فکانما احی الناس جمیعًا جس نے ایک انسان کو زندہ کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔

بحار میں علامہ مجلسی نے مناقب خوارزمی کے حوالہ سے ابو علقمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب ختمی مرتبت نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ بعد از نماز فرمایا کہ آج رات عالم خواب میں میں نے اپنے چچا جناب حمزہ اور بھائی جعفر طیار کو دیکھا ہے۔ وہ جنت کے دستر خوان پر بیٹھے میوہ ہائے جنت کھا رہے تھے۔

میں نے ان سے پوچھا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ یہاں جنت میں آکر آپ نے کونسا عمل افضل ترین دیکھا ہے؟۔

دونوں نے بیک وقت کہا۔ ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں۔ ہم نے جنت میں تین اعمال سے زیادہ کسی عمل کا ثواب نہیں دیکھا۔ آپ پر درود، پیاسے کو پانی پلانا۔ اور محبت علی ابن ابی طالب۔

یہ بھی یاد رہے کہ پانی پلانے کا تعلق صرف انسان سے نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی پیاسے ذی روح کو پانی پلا دے تو اس کا ثواب اتنا ہی ہو گا۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضور وضو فرما رہے تھے کہ ایک بلی آپ کے قریب آکر میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ بلی پیاسی ہے آپ نے پانی والا برتن آگے کو جھکا دیا بلی نے پانی پی لیا۔ پھر آپ نے وضو فرمایا۔ پھر فرمایا۔ یا علیؑ۔ اللہ کو وہ شخص بڑا پیارا لگتا ہے جو کسی بھی پیاسے جگر کو ٹھنڈا کرے خواہ پیاسا حیوان ہو یا انسان۔ جو کسی بھی پیاسے

کو سیراب کرے گا اللہ اسے قیامت کے دن جب لوگ سایہ کو ترس رہے ہوں گے سایہ مہیا فرمائے گا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آنحضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی ایسا عمل تعلیم کیجیے، جس سے میں جنت میں جاسکوں۔ آپ نے فرمایا۔ سلام کی ابتدا تو کیا کر۔ اور بھوکوں کو کھانا کھلایا کر۔ اس نے عرض کیا، قبلہ سلام کرنا تو میرے بس میں ہے لیکن کھانا کھلانا میرے بس سے باہر ہے۔ آپؐ فرمایا پھر ایسا کر۔ اپنے قبیلہ میں ایسے افراد تلاش کر لے جو اپنے وسائل کی وجہ سے وافر مقدار میں پانی نہ رکھ سکتے ہوں اور اگر پیاسے رہتے ہوں۔ انہیں پانی پلایا کر۔

تیسری مجلس

شرفِ خاکِ کربلا

بحار الانوار میں امام باقرؑ اور امام جعفرؑ سے مروی ہے کہ۔ خدات احدیت نے دنیا میں امام حسینؑ کو شہادت کے بطور جو شرفِ عطا کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ذریت میں امامت

۲۔ آپ کے حرم میں قبولیت دعا۔

۳۔ آپ کی مٹی میں شفا۔

۴۔ آپ کے زائر کے ایام زیارت کا عمر میں عدم شمار۔

ابو ہاشم جعفری نے بتایا ہے کہ میں امام علی نقی کے پاس ایک مرتبہ گیا آپ کو بخار تھا اور صاحب فراش تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔

اے ابو ہاشم! ہمارے موالیوں میں سے کسی کو کربلا بھیج۔ جو وہاں جا کر حرم امام حسینؑ میں میری شفایابی کی دعا کرے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ابھی بھیجتا ہوں۔

میں آپ سے رخصت ہوا۔ تو راستہ میں مجھے علیؑ ابن بلال ملے۔ میں نے اسے امام علی نقی کی خواہش بتائی۔ اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ ہی ذیامہ بہتر رہیں گے۔

علی نے کہا۔ مجھے انکار تو نہیں ہے۔ میں جانے پر تیار ہوں۔ لیکن میری ایک گزارش ہے کہ۔

چونکہ امام علی نقیؑ کربلا میں سونے والے نواسہ رسولؐ کے قائم مقام ہیں۔ لہٰذا حرم سے یقیناً وہ خود افضل ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں ایک گناہ گار ہوں اور وہ معصوم ہیں۔ بھلا ایک گناہ گار کسی معصوم کے لیے کیا دعا مانگے گا۔ کیا کربلا میں جا کر میرے دعا مانگنے کی نسبت ان کا اپنے لیے یہاں مانگنا بہتر نہیں ہے؟

چونکہ علی ابن بلال کی دونوں باتیں دل کو لگتی تھیں اس لیے میں نے بھی انہیں سراہا پھر امام علی نقیؑ کی خدمت میں آیا اور آپ کی خدمت میں علی ابن بلال کی بات پیش کی۔

آپ علیؑ کے یہ سوال سنکر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ اے جعفری ابن بلال کو سمجھاؤ کہ۔

نبی اکرم بیت اللہ اور حجر اسود سے بدرجہا افضل اور اشرف تھے۔ مگر بایں ہمہ وہ بیت اللہ کا طواف بھی کرتے تھے اور حجر اسود کا بوسہ لے کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر دعا بھی مانگتے تھے۔ بات یہ نہیں کہ میں افضل ہوں یا حرم امام حسینؑ۔ یا۔ میں معصوم ہوں اور ابن بلال غیر معصوم۔

بات یہ ہے کہ ذات احدیت نے کچھ مقام ایسے بنائے ہیں جہاں وہ چاہتا ہے کہ ان مقامات پر دعا مانگی جائے۔

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ۔ قبر شبیر کی مٹی میں شفا ہے۔ اور یہ بہت بڑی دوا ہے۔ جو شخص جس بھی مرض میں مبتلا ہو۔ اگر خاک کربلا سے علاج کرلے تو اللہ اسے شفا دے گا۔

خصائص حسینیہ میں ہے کہ خاک کربلا کے سوا ہر مٹی کھانا حرام ہے۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص خاک کربلا کے سوا کوئی اور مٹی کھائے اور مر جائے تو ایسے ہوگا جیسے اس نے خنزیر کھایا ہو اور اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو ولادت کے فوراً بعد ان کے گلے پر خاک شفا کا خط کھینچو بچے کے لیے ہر حیثیت میں امان ہے۔ جو شخص خاک کربلا کی تسبیح کے ہر دانہ پر ایک مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے تو اللہ ہر ایک مرتبہ کے عوض اس کے نامہ اعمال میں چھ ہزار نیکی کا اضافہ کرے گا۔ اس کے نامہ اعمال سے چھ ہزار گناہ مٹا دے گا۔ اس کے مراتب میں چھ ہزار درجہ کا اضافہ ہوگا۔ اور یوم حشر چھ ہزار گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے گا۔

خاک کربلا کی تسبیح اگر کسی کے ہاتھ میں ہو خواہ وہ کچھ بھی نہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں تسبیح کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔ جب ملائکہ آسمان زمین پر آتے ہیں تو حور عین ان سے درخواست کرتی ہیں کہ تھوڑی سی خاک شفا لیے کے آنا۔

ایک شخص نے امام جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا قبلہ میرے پاس خاک شفا ہے لیکن آج تک میں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا۔ خاک شفا سے مستفید ہونے کے لیے ایک دعا ہے۔ اگر اس دعا کے بغیر اسے استعمال کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس نے عرض کیا قبلہ!

وہ کونسی دعا ہے۔؟

آپ نے فرمایا۔ خاک شفا لینے کے بعد اسے آنکھوں سے لگایا جائے پھر اس کا

یو سے ایک چنے کی مقدار سے زیادہ مت لینا۔ یاد رکھنا اگر اس سے زیادہ لیا تو یہ سمجھنا کہ جلد اگوشت کھا رہا ہے۔ ایک چنے کے برابر لے کر یہ پڑھنا۔

اللّٰھم انی اسئلك بحق	اے اللہ! میں تجھ سے اس فرشتہ
الملك الذی قبضها	کے واسطے سے سوال کرتا ہوں
و استألك بحق النبی	میں اس نبی کے واسطے سے سوال
الذی حزن واسألك	کرتا ہوں جس نے اس خاک شفا
بحق الوصی الذی حل	کو ذخیرہ کیا تھا۔ میں اس وصی
فیها ان تصلی علی محمد	کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو
وآل محمد وان تجعله	اس مٹی میں سو رہا ہے۔ محمد وآل
شفاء من كل داء وامانًا	محمد پر درود بھیج اور اس خاک شفا
من كل خوف وحفظًا	کو میرے لیے ہر بیماری سے شفا
من كل سوء۔	قرار دے۔ ہر خوف سے باعث
	امن بنا اور ہر تکلیف سے محافظ
	بنا۔

تمام ائمہ خود بھی خاک کربلا سے شفا حاصل کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو بھی خاک کربلا سے شفا حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ خاک شفا کے بعض مخالفین کے سلسلہ میں بڑے عجیب اور دلچسپ واقعات ہیں۔

بحار میں شیخ طوسی کے حوالہ سے علامہ مجلسی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ۔ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ خاک کربلا میں بہت بڑی شفا ہے مجھے ایک مرتبہ ایک بیماری نے آگھیرا میں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہر قسم کا علاج کیا

لیکن مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس نے ایک دن مجھے جب تڑپتا دیکھا تو مجھ سے پوچھا اگر اجازت دے تو میں تیرا علاج کروں۔ میں نے کہا۔ ہاں اگر ہو سکے تو براہ نوازش کچھ کر۔ میں تو ہلاک ہو چکا ہوں وہ واپس اپنے گھر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی کا ایک گلاس لائی مجھے پینے کو کہا۔ میں نے پی لیا۔ اسی وقت میں شفایاب ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھے بیماری کبھی تھی ہی نہیں۔

چند دنوں کے بعد وہی بڑھیا آئی تو میں نے اسے قسم دے کر پوچھا کر بتا کہ تو نے میرا علاج کس دوا سے کیا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے خاک کربلا کی تسبیح نکالکر دکھائی اور کہا۔

بیٹا اسی تسبیح سے ایک دانہ میں نے پانی میں ملا کر تجھے پلایا ہے۔ جب میں نے خاک کربلا کو دیکھا تو غصہ سے بھڑک گیا اور کہا اے رافضیہ تو نے کربلا کی مٹی پلا دی ہے۔ وہ بھی غصہ کرتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اور میری بیماری بھی واپس آگئی اور اب تو مجھے اپنی جان کا بھی خطرہ ہے۔

بحار میں علامہ طوسی سے ایک اور واقعہ موسیٰ ابن عبد العزیز کی زبانی نقل کیا ہے کہ،

مجھے یوحنا ابن سراقیون نصرانی طبیب ملا اور مجھے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کیا بات ہے پوچھ لے؟۔

اس نے کہا۔ ایسے نہیں ممکن ہے بات لمبی ہو جائے اسلیے کہیں بیٹھ جائیں جب ہم بیٹھ گئے تو اس نے کہا۔

تجھے اپنے مذہب اور دین کا واسطہ! مجھے یہ بتا کہ قصر ابن ہبیرہ کے قریب کس

کا مزار ہے جس کی زیارت کو تمہارے مسلمان جاتے ہیں؟ کیا وہ تمہارے نبی کے صحابہ
سے ہے یا کوئی اور ہے؟

میں نے کہا وہ ہمارے نبی کا نواسہ ہے۔ بات کیا ہے تجھے یہ پوچھنے کی ضرورت
کیوں پیش آئی؟

اس نے کہا میرے پاس اسی کے متعلق ایک واقعہ ہے۔

میں نے کہا وہ کیا ہے؟

اس نے کہا چند دن ہوئے ہیں ایک رات میں گھر میں تھا کہ ہارون رشید کا غلام
شاپور کبیر بلانے آیا میں نے پوچھا وہ کون ہے؟

اس نے کہا میرے ساتھ چلیے۔ میں اس کے ساتھ موسیٰ ابن عیسیٰ ہاشمی کے مکان
پر آیا۔ جب میں نے موسیٰ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

موسیٰ کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔

تکیے کا سہارا لیے ہوا تھا۔

اس کے سامنے ایک طشت رکھا تھا جس میں اس کے شکم میں جو کچھ تھا پارہ پارہ
صورت میں موجود تھا۔

شاپور موسیٰ کے غلام سے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے بتایا کہ
ابھی چند ہی منٹ پہلے کی بات ہے ہر لحاظ سے تندرست خوش وخرم اپنے ہم
پیالہ تمام افراد کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ باتوں باتوں میں فرزند رسولؐ
ذبیح نینوا کا تذکرہ چھڑا۔ تو موسیٰ کہنے لگا۔

رافضی بھی عجیب انسان ہیں۔ شہید کربلا کے حق میں تو یہ لوگ غلو کی حد تک پہنچ
چکے ہیں۔ اور خاک کربلا کو اپنے ہر مرض کا علاج سمجھ کر بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔

اسی محفل میں بنی ہاشم سے بھی ایک شخص بیٹھا تھا اس نے کہا۔ رافضیوں کا خاک
کربلا کو شفا سمجھنا غلط بھی نہیں ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مجھے ایک انتہائی مکروہ
مرض نے آ لیا تھا۔ ہر قسم کا علاج معالجہ کر کے میں نہ صرف تنگ آ گیا تھا۔ بلکہ مایوسی
کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ ہر دوا سے میرے مرض میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میرے کاتب
نے ایک دن مجھے مشورہ دیا کہ خاک کربلا کی بڑی شہرت سنی ہے۔ ذرا یہ بھی دیکھ
لو۔ چنانچہ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاک شفا پائی تو اسی وقت تندرست
ہو گیا پھر آج تک نہ صرف وہ بیماری بلکہ کوئی بھی بیماری میرے قریب نہیں آئی۔

یہ واقعہ سنکر موسیٰ کو جوش آیا اور اس نے اسے سید سے پوچھا کیا تیرے پاس
اب وہ خاک کربلا ہے؟

اس نے کہا ہے ہاں موسیٰ نے کہا لا مجھے دے۔ اس نے جیب سے نکال کر اسے
دے دی۔ اس نے انتہائی حقارت سے خاک کربلا کے اپنے مقام پاخانہ پر رکھ
دی۔ جونہی اس نے خاک کربلا کو مقام پاخانہ پر رکھا فوراً ہی چیخ کر کہا۔ مجھے آگ لگ
گئی ہے۔ مجھے آگ لگ گئی ہے۔ جلدی سے طشت لاؤ جب ہم طشت لائے تو
اس نے اپنے نیچے رکھا اور جو کچھ آپ طشت میں دیکھ رہے ہیں یہی کچھ اس کے شکم
سے باہر آگیا۔ تمام ہم پیالہ افراد اٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔ بزم مسرت وسرور بزم عذاب
بن گئی ہے۔

شاپور نے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ جو ہونا تھا وہ تو گیا ہو۔ اب آپ ذرا توجہ سے
دیکھیں اور کوئی علاج کریں۔

میں نے کہا۔ ذرا بتی لاؤ تاکہ میں طشت کا بغور جائزہ لوں۔ بتی آنے پر جب میں
نے طشت میں دیکھا تو مجھے اس میں جگر، تلی، گردے اور دل صاف نظر آنے لگے۔

میں نے شاپور سے کہا۔ ذرا جھک کر دیکھ۔ اس میں جو کچھ نظر آرہا ہے۔ اس کے بعد تو ہی بتا کسی قسم کے علاج ومعالجہ کی کوئی گنجائش ہے۔ شاپور جھکا۔ اور دیکھ کر کہنے لگا۔ آپکا خیال درست ہے لیکن آج رات آپ یہیں گذاریں تاکہ اس کا انجام بھی معلوم ہو جائے۔ چنانچہ میں نے وہ رات وہیں گزاری موسیٰ اس حالت میں تکیے کا سہارا لیے بیٹھا رہا۔ اس میں سر اٹھانے کی ہمت تک نہ تھی۔ سحری کے وقت اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

راوی نے بتایا ہے کہ یوحنا نصرانی ہوتے ہوئے کافی عرصہ تک فرزند رسولؐ کی زیارت کو کربلا آتا رہا۔ بعد میں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔

چوتھی مجلس

فرزند رسولؐ کی فضیلت زیارت

بحار میں حنان ابن سدیر نے اپنے باپ سدیر سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام صادقؑ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو روزانہ کربلا جاکر فرزند رسولؐ کی زیارت کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا نہیں تو

آپ نے فرمایا تم لوگ کتنی زیادتی کرتے ہو۔

پھر پوچھا۔ ایک ماہ میں ایک دفعہ زیارت کو جاتا ہے؟

میں نے عرض کیا نہیں۔

پھر فرمایا۔ کیا ایک سال میں ایک مرتبہ زیارت کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

قبلہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے سدیر! تم لوگ فرزند رسول سے کتنی زیادتی کرتے ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ذات احدیت کیطرف سے دس ہزار ملائکہ قبر فرزند رسولؐ پر صرف گریہ وزاری کیلیے مقرر کیے گئے ہیں۔ جنکی عبادت ہی فرزند رسول کی بے کسی پر رونا

اور زیارت پڑھنا ہے۔ یاد رکھ سدیر جمعہ کے دن پانچ مرتبہ اور ہر دن ایک مرتبہ زیارت حسینؑ کیا کر۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرا گھر کربلا سے کئی فرسخ دور ہے اور روزانہ یا ہر جمعہ کو میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایسی بات ہے تو تجھے کون کہتا ہے کربلا جایا کر۔ میں زیارت کو کہہ رہا ہوں کربلا جانے کو نہیں کہہ رہا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کربلا جائے بغیر جمعہ کیدن پانچ مرتبہ اور ہر دن ایک مرتبہ بھلا کیسے ممکن ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بڑا آسان طریقہ ہے اپنے مکان کی چھت پر چلا جایا کر۔ پہلے دائیں۔ پھر بائیں۔ پھر سوئے آسمان ایک نگاہ ڈال کر قبر مظلوم کی طرف منہ کر کے صرف اتنا کہہ دیا کر۔

السلام علیک یا ابا عبداللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہر زیارت کے عوض اللہ تجھے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

بحار ہی میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا ہے۔

اگر لوگوں کو علم ہوتا کہ زیارت حسین کا کتنا ثواب ہے۔ تو لوگ شوق زیارت اور حسرت زیارت میں مر جاتے۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ کتنا ثواب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو شخص فرزند رسول کی زیارت کو آئے اللہ ایک ہزار حج مقبول ایک ہزار عمرہ مبرورہ۔ ایک ہزار شہید۔ ایک ہزار روزہ دار ایک ہزار صدقہ اور ایک

ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا اجر عنایت فرمائے گا۔ ایک سال تک ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ خداوند عالم کی طرف سے ایک ملک زائر کے ساتھ موکل کیا جائے گا جو ہر لحاظ سے ہر حیثیت میں ہر لحاظ سے اس کا تحفظ کرے گا۔ اگر دوران سال فوت ہو جائے تو اس کی تفصیل سے لے کر تدفین تک ملائکہ کی ایک خاصی تعداد اس کے ساتھ موجود رہے گی۔ فشار قبر سے محفوظ رہے گا۔ منکر و نکیر کی دہشت سے مامون رہے گا۔ اس کی قبر میں جنت سے ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

قیامت کے دن جب میدان محشر میں آئے گا۔ تو اس کی پیشانی سے نور کی ایک کرن پھوٹے گی۔ جس سے مشرق و مغرب تک روشنی جائے گی۔ اس کے آگے آگے ایک ملک چل رہا ہوگا۔ جو یہ ندا کرے گا کہ۔ یہ شخص فرزند رسول کی قبر کے زائرین میں سے ہے قیامت میں موجود ہر شخص یہ خواہش کر رہا ہوگا۔ کہ کاش میں بھی زیارت حسینؑ کو جاتا۔

کامل الزیارۃ میں ہے کہ امام صادقؑ کے پاس اہل خراساں سے ایک وفد آیا اور زیارت قبر حسینؑ کے سلسلہ میں سوال کیا۔

آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے اپنے والد کے ذریعہ میرے دادا سے روایت کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص قربۃً الی اللہ فرزند رسول کی زیارت کو آئے۔ وہ اس طرح واپس جائے گا جیسے شکم مادر سے باہر آیا تھا۔ اس کی آمد و رفت میں ملائکہ اس کے ساتھ رہیں گے۔ ملائکہ ذات احدیت سے اس کی بخشش کی دعا کریں گے رحمت الٰہیہ اس پر سایہ کناں رہے گی۔ ملائکہ اسے مبارک باد دے کر کہیں گے۔ تو کتنا خوش نصیب ہے کہ مظلوم فرزند رسولؐ کے زائرین کی فہرست میں شامل

ہو گیا ہے۔

کامل الزیارۃ ہی میں ہے عبد الملک خثعمی سے روایت کی ہے کہ مجھے امام صادقؑ نے فرمایا۔

قبر حسینؑ مظلوم کی زیارت ترک نہ کیا کر اپنے ساتھیوں کو بھی بتا دینا۔ اس زیارت سے اللہ تیری عمر کو طویل تر فرمائے گا۔ رزق میں اضافہ ہو گا زندگی اور موت ہر دو صورتوں میں سعید رہے گا۔

نوادر علی ابن اسباط میں مذکور ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک لاکھ ایسی بانجھ عورتیں جنہیں وقت کے تمام حاذق اطبائ نے ناقابل اولاد ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا تھا آئیں اور اللہ نے انہیں صاحب اولاد کر دیا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ آغوش رسولؐ میں بیٹھے تھے آنحضورؐ آپ کو گدگدا کر ہنسا رہے تھے۔

عائشہ نے عرض کیا قبلہ! میں اکثر اوقات دیکھتی ہوں کہ آپ اس بچہ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

عائشہ!۔

ایک تو میرا بچہ میرے دل کا میوہ اور آنکھوں کا سکون ہے اور دوسرا میری امت اسے بے گناہ شہید کرے گی۔ جو شخص اس کی شہادت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کرے گا۔ اللہ اس کے نامہ اعمال میں میری معیت میں کیے گئے حج کا ثواب درج کرے گا۔

عائشہ بی بی نے ازراہ تعجب کہا۔

کیا قبر حسینؑ کے زائر کا ثواب آپ کے ساتھ کیے گئے حج کے ثواب کے برابر ہو گا؟۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھ کیے گئے دو حجوں کے برابر ہو گا۔

بی بی نے کہا۔

کیا دو حجوں کا ثواب اور وہ بھی آپ کے ساتھ کیے گئے

آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا ثواب اسے ملے گا۔

بی بی کا تعجب بڑھ گیا۔ اور کہا چار حجوں کا ثواب۔

آپ نے فرمایا۔ آٹھ حجوں کا ثواب۔

اس طرح بی بی کا تعجب بڑھتا گیا اور آنحضور تعداد کو دگنا فرماتے گئے۔ حتی کہ نوے حج تک پہنچے۔

پھر فرمایا۔ اے عائشہ! یاد رکھ اللہ جس شخص کو بھی داخل جنت کرنا چاہے گا۔ اس کے دل میں محبت حسینؑ پیدا کر دے گا۔

موسٰی ابن قاسم سے مروی ہے کہ ابو جعفر سفاح کی حکومت کا آغاز تھا۔ امام صادقؑ مجھے اپنے ساتھ لے کر عراق آئے۔ نجف میں خیمہ لگایا اور مجھے فرمایا۔

موسٰی اس بڑے راستے پر چلا جا۔ وہاں قادسیہ کی طرف سے ایک شخص آئے گا۔ جب وہ آ جائے اور آگے بڑھنے لگے تو اسے کہنا کہ اولاد رسول سے ایک شخص یہیں قریب خیمہ زن ہے، وہ تجھے بلاتا ہے۔ اسے میرے پاس لے آنا۔

موسٰی کہتا ہے میں چلا گیا۔ موسم بڑا گرم تھا۔ جوں جوں دن چڑھتا گرمی بڑھتی گئی۔ گرمی سے میرا برا حال ہونے لگا۔ قریب تھا کہ میں گرمی سے تنگ آ کر واپس آ جاؤں کہ اتنے میں قادسیہ کے راستہ پر مجھے گرد نظر آئی میرا حوصلہ بندھ گیا۔ جب گرد چھٹی تو میں نے

ایک ناقہ سوار کو آتے دیکھا۔ جب میرے قریب آگیا تو میں نے اسے امام صادقؑ کا پیغام دیا اس نے ناقہ کا رخ میرے بتائے ہوئے مقام کی طرف موڑ دیا جب ہم وہاں آئے تو وہ ناقہ سے اترا۔ ناقہ کو خیمہ کے قریب باندھا۔ امام صادقؑ نے اسے خیمہ کے اندر بلا لیا۔

امام نے اس سے پوچھا۔

کہاں سے آرہے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ یمن سے

امام نے فرمایا۔ کیا یمن کی فلاں بستی میں تیرا گھر ہے۔

اس نے عرض کیا ہاں۔

امام نے فرمایا۔ یہاں کس لیے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبر حسینؑ مظلوم کی زیارت کو

امام نے پوچھا۔ کیا تیرا اور کوئی کام نہیں۔ صرف اور صرف زیارت امام حسینؑ کو آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ بالکل میرا کوئی اور کام نہیں ہے صرف زیارت کو آیا ہوں

امام نے پوچھا۔ قبر مظلوم کی زیارت کے بعد کیا محسوس کرتے ہو۔

اس نے عرض کیا۔ دل کو سکون ہوتا ہے۔ پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ہمارے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اولاد فرمانبردار رہتی ہے۔ معیشت میں ترقی ہوتی ہے۔ ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں۔

امام نے فرمایا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں کچھ اور بھی اضافہ کروں؟

اس نے عرض کیا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ قبر حسینؑ کی زیارت سے آنحضورؐ کے ساتھ گے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

اس نے تعجب سے عرض کیا۔ حج کا۔

آپ نے فرمایا۔ دو حجوں کا۔

اس نے پھر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا۔ اس کا تعجب بڑھتا رہا اور امام تعداد میں اضافہ کرتے رہے حتے کہ تیس حجوں تک پہنچے۔

پانچویں مجلس

زائرین امام حسین علیہ السلام کا مقام

بحار میں امام باقرؑ سے روایت ہے کہ سرزمین کربلا وہ زمین ہے جس میں اللہ نے موسیٰ کو کلیم بنایا۔ نوح کی مناجات سنی۔ اللہ کی محترم ترین زمین ہے۔ اگر یہ مقدس نہ ہوتی تو اللہ اسے اپنے اولیاء کا امین اور انبیاء کی گذرگاہ نہ بناتا۔ کربلا میں جا کر ہمارے مزارات کی زیارت کیا کرو تمام شیعوں سے کہہ دو کہ کربلا جائیں زیارت کریں۔ فرزند رسول کی زیارت سے غم دور ہوتے ہیں۔ زائر جل کر اور ڈوب کر نہیں مرتا۔ زائر حسینؑ کو درندے اذیت نہیں دیتے۔ جو بھی امامت فرزند رسول کا قائل ہے اس کے لیے زیارت کربلا فریضہ ہے۔ اگر کوئی شخص ہر سال حج کر کے مرے اور فرزند رسول کی زیارت نہ کرے تو حقوق نبویہ میں سے ایک بہت بڑے حق کا تارک محشور ہوگا۔ ہر مسلمان پر اللہ کی طرف سے حق امام حسینؑ فریضہ ہے۔

امام صادقؑ نے وہب ابن معاویہ سے فرمایا۔

دشمنوں کے ڈر سے تربت حسینؑ کی زیارت مت چھوڑنا۔ زیارت فرزند رسول کا تارک قیامت کے دن حسرت سے کر اٹھے گا۔ زائر حسینؑ وہ خوش نصیب ہوتا ہے جس

کے حق میں نبی اکرمؐ۔ حضرت علیؑ۔ دختر رسولؑ۔ امام حسینؑ اور امام حسنؑ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے تمام گناہ معاف ہو جائیں؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آئندہ ستر برس تک آپ کا نامہ اعمال گناہوں سے صاف رہے؟ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ دنیا سے جائیں تو آپ کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہو؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ قبر میں نبی کریمؐ آپ سے مصافحہ کریں؟ جو شخص قیامت کے دن نور کے دستر خوان پر بیٹھنا چاہتا ہے اسے زائر فرزند رسول ہونا چاہیے۔ جو شخص بقصد زیارت گھر سے چلے اگر پیدل چلتا ہے تو ہر قدم کے عوض اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی کا اضافہ ہوگا۔ اور ایک برائی محو کی جائے گی۔ جب حرم امام حسینؑ میں پہنچے گا تو فلاح یافتہ افراد سے ہوگا۔ جب زیارت کرے گا تو اللہ اس کا نام فائزین کی فہرست میں لکھے گا۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو ایک ملک آ کر زائر کو کہے گا۔ نبی کریمؐ آپ کو سلام کہتے ہیں۔

خصائص میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص امام حسینؑ کی زیارت کرے گا اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس شخص کو ثواب ملے گا جس نے اسلامی سرحدوں کے تحفظ کی خاطر ایک ہزار گھوڑے عطا کیے ہوں۔ اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا ان شہدا کو ملے گا جو آنحضورؐ کے قدموں میں شہید ہوئے ہوں۔ اسے ہر قدم کے عوض ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ زائر فرزند رسول کو ہو نبی مرسل کے ساتھ جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ زیارت کی تیاری میں جتنی رقم خرچ کرے گا ہر قدم کے عوض کوہ احد کی مقدار کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔ آپ نے فرمایا اللہ اور نبی اللہ کی خوشنودی ان تمام جزاؤں کے علاوہ ہوگی۔ نبی اکرمؐ زائر حسینؑ کے لیے دعائے خیر فرماتے ہیں۔ جب زائر گھر سے روانہ ہوتا ہے تو ہر طرف سے چھ ہزار ملائکہ اس کے گرد ہوتے ہیں

زائر کو ایک ایک قدم پر دعا دیتے ہیں۔ سورج کی تمازت اس کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

جب سفر زیارت میں زائر کو پسینہ آتا ہے خواہ یہ پسینہ گرمی کی وجہ سے ہو یا تھکاوٹ کی بدولت۔ پسینہ کے ایک ایک قطرہ کے عوض اللہ ستر ہزار ملائکہ پیدا کرتا ہے جو تا قیامت زائر کے لیے تسبیح اور استغفار کرتے رہیں گے۔ جب زائر زیارت کے لیے آب فرات سے غسل کر لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم پکار کر فرماتے ہیں۔

میرے مظلوم فرزند کی زیارت کے لیے مصائب سفر جھیلنے والو! میں محمدؐ تمہیں جنت میں اپنے پڑوس کی بشارت دیتا ہوں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میرے مقتول جبرت بیٹے کے زوّار و میں علیؑ تمہاری تمام ضروریات، خواہ دنیاوی ہوں یا اخروی کے پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔

زائر جب صحن فرزند فاطمہ میں قدم رکھتا ہے تو ہر طرف سے ملائکہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب زائر حرم امام مظلوم میں داخل ہوتا ہے تو امام حسینؑ اسے دیکھ کر اس کیلیے اللہ سے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ امام حسینؑ کے ساتھ تمام انبیاء اور ملائکہ بھی شامل دعا ہو جاتے ہیں۔

جب زائر واپس پلٹتا ہے تو جبریل، اسرافیل، اور میکائیل دیگر ملائکہ کے ساتھ اس کے الوداع کو آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

خوش نصیب ہے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ تو اللہ۔ نبی اللہ۔ اور اہلبیت نبی کے حزب سے ہو گیا ہے۔ نہ تو کبھی آتش جہنم تیرے سامنے آئے گی نہ تو آتش جہنم

کو دیکھے گا۔ آتش جہنم کبھی تیرے جسم کے قریب تک نہ آسکے گی۔

پھر ایک ہاتف پکار کر کہتا ہے۔ خوش بخت تھا تو۔ تجھے جنت مبارک ہو۔ بعد از زیارت جب بھی اس دنیا سے رخصت ہوگا سب سے پہلے مظلوم کربلا اس کی زیارت کو تشریف لائیں گے۔

کیونکہ امام حسینؑ نے وعدہ کر رکھا ہے۔

من زارنی زرته بعد موته۔

جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس کی وفات کے بعد میں بھی اس کی زیارت کو آؤں گا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

ضمنت له علی الله الجنة وحق علی ان ازوره من زاره فاخذ بعضده فانجیه من اهوال یوم القیامة وشدائدها حتی اجره فی الجنة۔

اللہ کی طرف سے زائر حسینؑ کی میں ضمانت دیتا ہوں۔ جو شخص میرے حسینؑ کی زیارت کو آئے گا۔ میرا فریضہ ہے کہ میں بھی اس کی زیارت کروں۔ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر قیامت کے مصائب اور یوم حشر کی وحشت سے نجات دلا کر جنت تک پہنچاؤں۔

خصائص میں ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت کے فضائل میں سے حیرت انگیز فضیلت یہ ہے کہ دوسرے کسی بقید حیات امام کی زیارت سے بھی زیارت امام حسینؑ افضل ہے۔ ابن ابی یعفور سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

قبلہ! صرف آپ کی زیارت کے لیے بہت سے مصائب برداشت کر کے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کبھی تم نے اس کی زیارت نہیں کی جس کا حق میری زیارت سے کہیں عظیم تر ہے؟۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! میرے لیے ایسی کون سی ہستی ہے جس کا حق آپ سے بھی عظیم تر ہے؟۔

آپ نے فرمایا۔ میرا مظلوم اور مسافر جدا مجد فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ میری زیارت کی نسبت تمہارے لیے اس کا حق عظیم تر ہے۔ اسی کی زیارت کر کے اپنے تمام مصائب امام حسینؑ ہی کے سامنے پیش کیا کرو۔

خصائص ہی میں ہے کہ امام باقرؑ زائرین کربلا کی زیارت کو چلکر آتے تھے۔ حمران کہتا ہے کہ میں زیارت کے لیے کربلا گیا۔ جب واپس پلٹا تو امام باقرؑ تشریف لائے اور فرمایا۔

اے حمران تجھے جنت کی بشارت ہو۔ جو شخص بھی شہدائے اہلبیت کی زیارت خالصتہً لوجہ اللہ کرے گا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح یوم ولادت پاک ہوتا ہے۔

ابو بکار سے مروی ہے کہ میں زیارت کے لیے کربلا آیا۔ جب واپس گیا تو میرے پاس کچھ مزار سید الشہداء کی مٹی تھی۔ میں امام صادقؑ کی خدمت میں گیا اور وہ مٹی پیش کی۔ آپ نے اسے سونگھا اور رد کر فرمایا۔ واقعتاً یہ خاک کربلا ہے۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک ملک عرصہ محشر میں ندا کرے گا۔

زوار حسین کہاں ہیں؟

تمام زائرین سامنے آئیں گے اور کہیں گے ہم ہیں۔

سوال ہوگا۔

زیارت کس لیے کی تھی؟

جواب دیں گے۔

نبی اکرمؐ۔ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ سے محبت اور غربت حسینؑ پر اظہار افسوس کے لیے زیارت کی تھی۔

انہیں کہا جائے گا۔

اگر ایسی بات ہے تو سامنے دیکھو وہ محمدؐ اور علیؑ موجود ہیں۔ تم نے ان کی خوشنودی کے لیے اتنے مصائب جھیلے تھے۔ جاؤ ان کے سایہ شفقت میں چلے جاؤ۔ تمام زائرین لواء الحمد کے زیر سایہ آ جائیں گے۔

اسحاق ابن عمار نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ میں کربلا میں برائے زیارت گیا۔ حرم امام حسینؑ میں ساری رات مصروف عبادت الٰہیہ رہا۔ مجھے ہزاروں کی تعداد میں ایسے چہرے نظر آئے جو انتہائی حسین و جمیل تھے۔ جب میں نماز صبح کے سجدہ شکر سے فارغ ہوا کرتا تھا تو ان میں سے مجھے کوئی بھی نظر نہ آتا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ وہ ملائکہ ہیں جنہیں اللہ نے تا ظہور قائم مزار سید الشہداء پر گریہ و زاری اور ماتم و نوحہ خوانی کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ ظہور رجعت کے بعد یہ تمام ان کے زائرین میں شامل ہوں گے۔

روایات میں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد دختر رسول ہر وقت مصروف گریہ رہتی ہیں۔ اپنے مظلوم بیٹے کی تیروں سے تار تار قمیص ان کے ہاتھ میں رہتی ہے اسے

دیکھ دیکھ کر روتی ہیں۔ اور زائرین حسینؑ اور عزاداری کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں۔

بحار میں قدامہ ابن زائدہ سے مروی ہے کہ میں امام سجادؑ کی خدمت میں آیا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا۔

اے ابن زائدہ میں نے سنا ہے کہ تو کربلا میں فرزند رسول کی زیارت کو جاتا ہے۔ حالانکہ تجھے موجودہ حکمران عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ حکمران ہمارا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول! خواہ حکمران مجھ سے خوش رہیں یا ناخوش۔ میں نے کبھی اس بات کی پروا نہیں کی۔ مجھے مرنا ہے اور میں صرف اور صرف خوشنودی خدا اور رسول کی خاطر کربلا جاتا ہوں۔ اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو میری بلا سے۔ اس سلسلہ میں اگر ان کی طرف سے مجھے کسی سزا جھیلنے کا موقع مل گیا تو بھی میں بخدا بخوشی قبول کر لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا واقعی ایسا ہے؟

آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

میں نے تین مرتبہ جواب میں عرض کیا۔ واقعی ایسا ہے۔ خدا کرے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو گیا تو آپ سن لیں گے کہ میں کس طرح ان مصائب کو برداشت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

اے فرزند زائدہ۔ تجھے بشارت ہو۔ تو خوش قسمت ہے۔ تو خوش نصیب

ہے۔ میرا دل چاہتا ہے آج تجھے وہ بات بتاؤں جو مجھے میری شریکۃ الحسینؑ پھوپھی نے بارہ محرم کو سنائی تھی۔

جب واقعہ کربلا ہو چکا۔ جن کے مقدر میں میدان کربلا کی شہادت تھی وہ جام شہادت پی کے سو گئے۔ چونکہ میرے نصیبوں میں کربلا سے شام تک عزت رسول کی مخدرات کے ساتھ قدم قدم پر شہید ہونا تھا اس لیے میں زندہ رہا۔ جب ہمیں بے کجاوہ پالان اونٹوں پر بٹھا دیا گیا اور کوفہ کے لیے روانہ کیا گیا تو ہمیں مقتل سے گزارا گیا۔ میں نے اپنے باپ۔ بھائیوں۔ چچازادوں کو اپنے مہمانوں کے درمیان خاک و خون میں غلطاں خاک کربلا پر۔ کفن و دفن دیکھا۔ تو میرا مرض بڑھ گیا۔ میرا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور میرا چہرہ متغیر ہو گیا۔ تو میری پھوپھی نے فرمایا سجاد خیریت تو ہے۔ کیا بات ہے تیرا رنگ زرد ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بھلا اس بیٹے سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے جس کا باپ بے گور و کفن خاک پر پڑا ہو۔ اس بھائی سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے زور بازو بھی ٹکڑے خاک پر اپنے خون میں غلطاں ہوں اور وہ بے بس ہو کر وہاں سے چلا جائے اور انہیں دفن تک نہ کر سکے۔

پھوپھی نے فرمایا۔

بیٹے یہ کونسی پریشانی والی بات ہے۔ پریشان تو ان لوگوں کو ہونا چاہیے جنہوں نے اس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے نہ خود دفن کیا ہے اور نہ ہمیں کفن و دفن کی اجازت دی ہے۔ ویسے تو بھی امام ہے تجھے بھی معلوم ہو گا اور میں بھی جانتی ہوں کہ۔

ہمارے جانے کے بعد اللہ ایسی قوم کو بھیجے گا۔ جنہیں یہ فرعون مزاج نہیں پہچانتے لیکن وہ لوگ آسمان و زمین کے ملائکہ میں معروف ہیں۔ جو نہ صرف ان کشتگان عترت کو دفن کریں گے بلکہ تیرے باپ اور میرے بھائی کے مزار پر ایسی علامت نصب کریں گے جو تا قیامت نہ مٹے گی ائمہ کفر ہر چند اسے مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن ہر دور میں تیرے بابا کی شہادت کی چمک میں اضافہ ہی ہوگا۔

بیٹے مجھے ام ایمن نے بتایا تھا کہ ایک دن میرے نانا اپنی دختر نیک اختر کے گھر تشریف لائے میری طاہرہ ماں نے ان کے لیے کھانا پکایا۔ میرے علی بابا کھجور کا ایک طبق لائے۔ جب کھانا تناول فرما چکے تو کھجور کھائی۔ اس کے بعد ایسی مسرت نمایاں ہوئی جسے تمام اہلبیت نے محسوس کیا سرور انبیاء سجدہ ریز ہو گئے۔ ابھی سجدہ سے سر اٹھایا نہ تھا کہ آپ گریہ کرنے لگے انہیں روتا دیکھ کر میرے بابا۔ میری ماں۔ اور حسنین سب رونے لگے کافی وقت گزر جانے کے بعد میرے بابا نے عرض کیا۔

قبلہ اللہ آپ کی آنکھ میں ہمیں آنسو نہ دکھائے کیا بات ہے ہمیں بھی اپنے غم میں شریک فرما لیجئے۔

آنحضور نے فرمایا۔ جس طرح میری مسرت آپ لوگوں کی وجہ سے تھی۔ اس طرح میرا غم بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے۔ جب میں نے آپ کو جمع دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

ذات احدیت کی اس نعمت پر سجدہ شکر کیا۔ سجدہ ہی میں جبریل نے اللہ کی طرف سے سلام کے بعد تم لوگوں کے فرداً فرداً حالات بتائے۔ ان حالات میں سب سے زیادہ مصائب میرے حسینؑ بیٹے کے بتائے۔ جو میدان کربلا میں اپنی تمام

ذریت کے ساتھ بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائے گا۔ پھر میری بہو بیٹیوں کو سر و پا برہنہ شہر بشہر تشہیر کیا جائے گا۔

جبریل نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا کرنے والے میری نبوت کا کلمہ پڑھتے ہوں گے۔ فی الواقع یہ لوگ کافر ہوں گے۔ جس دن میرا یہ بیٹا شہید ہوگا۔ اس دن کرہ ارض پر زلزلے ہوں گے۔ پہاڑ تھر تھرا رہے ہوں گے۔ سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی۔

اہل آسمان گریہ کناں ہوں گے عرش الٰہی لرزہ براندام ہوگا۔

اہل آسمان۔ اہل ارض اور ارض و سما کے مابین کی ہر مخلوق میرے اس مظلوم بیٹے کی غربت پر ترس کر کے اللہ سے اس کی نصرت کی امداد کے اذن کی درخواست کریں گے۔

اللہ فرماتا ہے میں عزیز و جبار ہوں۔ میں انتقام لینے پر قادر ہوں مجھ سے کوئی چیز کہیں بھاگ نہیں سکتی۔ میں ان لوگوں کو عالمین کے گناہ گاروں کی نسبت ایسا سخت عذاب دوں گا کہ جہنم کا ہر باسی ان کافروں کے عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے گا۔

پھر تمام کائنات قاتلین حسینؑ اور ظالمین عترت نبویہ پر لعنت کرے گی اور یہ سلسلہ لعنت تا قیامت جاری رہے گا۔

ارشاد الٰہی ہے۔

میرے حاملین عرش یاقوت اور زمرد کے برتنوں میں آب حیات لائیں گے جس سے وہ ان شہداء کو غسل دیں گے۔ جنت سے کفن آئیں گے۔ جنت سے کافور آئے گی۔ تمام ملائکہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

پھر میری امت سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جنہیں یہ کافر نہیں جانتے ہوں گے۔
اور یہ لوگ میرے پاس بیٹے کے قتل میں قولاً اور فعلاً شریک نہیں ہوں گے۔
وہ مظلومین کربلا کے اجسام طاہرہ کو خاک کربلا کے سپرد کر کے ان کے غم میں ایسی علامت نصب کریں گے جو تا قیامت ان کی مظلومیت کی نشانی ہو گی۔ اہل حق کے لیے یہ شہداء مینار ہدایت ہوں گے۔ مومنین کے لیے ان کے اجر و ثواب میں باعث اضافہ ہوں گے۔

ہر آسمان سے ملائکہ اتر اتر کر تا قیامت ان شہداء پر درود بھیجتے رہیں گے۔
ان زائرین کے نام مع ان کے قبیلہ اور وطن کے لکھتے رہیں گے۔ ان کے چہروں پر ایسی علامت نور لگائیں گے جس سے یہ لوگ لاکھوں میں بھی پہچانے جائیں گے۔ ان کی پیشانیوں پر نور سے لکھا جائے گا۔

ھذا زائر الحسین۔

یہ ایسا نور ہوگا جسے دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گے

مجھے میری پھوپھی نے بتایا بیٹے جب ابن ملجم نے کوفہ میں میرے بابا کو ضرب لگائی اور رات کو میرے بابا نے تمام ذریت کو جا کر سو جانے کا حکم دیا تو میں نے عرض کیا

جان زینب!

اللہ کے لیے مجھے اپنے پاس سے نہ ہٹانا میں آپ کی خدمت میں رہنا ہی آرام سمجھتی ہوں جب تمام چلے گئے تو میں نے عرض کیا۔

بابا جان!۔

میں نے ام ایمن سے ایک بات سنی ہے میں آپ سے اس کی تصدیق چاہتی ہوں اسوقت میں نے دیکھا میرے بابا کی خون آلود پیشانی پر پسینہ نمودار ہوا۔ آنکھیں

نم آلود ہو گئیں اور فرمایا۔

بیٹی جو کچھ ام ایمن نے تجھے سنایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ بیٹی میں نگاہ امامت سے اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو اپنے اہلبیت کی تمام مستورات کے ساتھ رسن بستہ بے ردا اس کوفہ کے دربار میں شرابی سے۔ باتیں کر رہی ہے۔ اور چند مجبور محبوں کے سوا تیرا پورے کرہ ارض پر کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔

اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ ابلیس دربار کوفہ میں اس وقت کے حکمران کے دائیں بیٹھ کر خوش ہو ہو کر کہہ رہا ہے۔

اے اللہ! میں نے تجھے کہا تھا کہ میں بنی آدمؑ کی اکثریت کو تیری راہ سے بھٹکاؤں گا۔ دیکھ لے میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا ہے۔

جناب سجاد نے مجھے فرمایا۔ اے پسر زائدہ! یہ بات اپنے پلے باندھ لے اگر اس بات کی تلاش میں تجھے ساری زندگی مارا مارا پھرنا پڑتا۔ اور تجھے مل جاتی تو بھی اسے اپنی زندگی کی تمام صعوبات کے مقابلہ میں ارزاں سمجھنا۔

معاویہ ابن وہب کہتا ہے کہ میں یوم عاشور امام صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ اپنی جانماز پر سجدہ میں تھے۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا آپ سجدہ میں فرما رہے تھے۔

اللھم یا من تعزز نا بالکرامۃ	اے پروردگار! تو نے ہمیں
ووعدنا بالشفاعۃ	عزت بخشی ہے ہمیں حق شفاعت
وحملنا الرسالۃ و	دیا ہے۔ ہمیں امین رسالت بنایا
جعلنا ورثۃ	ہے۔ ہمیں وارث انبیاء بنایا
الانبیاء۔	ہے۔

وختم بنا الامم السالفة
وخصنا بالوصية
واعطانا علم ما مضى
وما بقي وجعل
افئدة من الناس
تهوي الينا۔ اغفر
لي. ولاخواني المومنين
ولزائري قبر الحسين
الذين انفقوا اموالهم
في حبه واشخصوا
ابدانهم رغبة في
برنا رجاء لما عند
الله في صلتنا و
سرورا ادخلوه
على نبيك واجابة
منهم لامرنا
وغيظا ادخلوه
على عدونا ارادوا
بذلك رضوانك۔

ہمیں تمام گزشتہ امتوں کا خاتم
بنایا ہے۔ ہمیں وصی رسول بنایا
ہے۔ ہمیں ماضی اور مستقبل کے علم
سے نوازا ہے۔ لوگوں کے دلوں
کو ہماری طرف مائل کیا ہے۔ مجھے
معاف فرما۔ میرے بھائیوں کو معاف
فرما۔ زائرین حسینؑ کو معاف فرما۔
وہ زائرین جنہوں نے محبت حسینؑ
میں اپنی دولت صرف کی۔ جنہوں
نے ہماری محبت میں اپنے جسموں
کو تھکایا ہے جنہوں نے تیری
بارگاہ سے ہماری محبت کے صلہ
کی امید میں ایسا کیا ہے جنہوں
نے زیارت حسینؑ کر کے تیرے نبیؐ
کے دل کو ٹھنڈا کیا ہے۔ جنہوں
نے زیارت حسینؑ کر کے ہمارے حکم
کی تعمیل کی ہے۔ ہمارے دشمنوں
کے غصہ کو بھڑکایا ہے۔ جنہوں
نے زیارت حسینؑ سے تیری
خوشنودی چاہی ہے۔

اللهم فكافهم عنا
بالرضوان واكلاهم بالليل
والنهار واخلفهم
في اهاليهم واولادهم
الذين خلفوا احسن
الخلف واكفهم شر
كل جبار عنيد وكل
شيطان مريد وكل
ضعيف من خلقك و
شديد وشر شياطين
الانس والجن واعطهم
افضل ما املوه منك
في غربة اوطانهم و
ما اثرونا على ابنائهم
واهاليهم وقراباتهم
اللهم ان اعداءنا
عابوا عليهم خروجهم
فلم ينهوا ذلك من
النهوض والشخوص
الينا خلافا منهم على

اے اللہ! انہیں ہماری رضا کی
جزا دے۔ اے اللہ! انہیں
شب و روز کے حوادث سے محفوظ
فرما۔ ان کے ان اہل و عیال کو
محفوظ فرما جنہیں وہ پیچھے چھوڑ
کے زیارت کو آئے ہیں۔ انہیں ہر
سرکش ظالم کے شر سے محفوظ
فرما ہر شیطان کی شرارت سے
ان کا تحفظ فرما اپنی مخلوق کے ہر
قوی و ضعیف سے انہیں محفوظ
رکھ ہر جن و انسان کے شر سے
انہیں بچائے رکھ۔ اپنے سفر کی
غربت میں ان لوگوں نے تیری
ذات سے جو امیدیں وابستہ کر
رکھی ہیں ان سے بھی زیادہ انہیں
عطا فرما۔ ان لوگوں نے ہمیں اپنی
اولاد اور اقربا پر ترجیح دی ہے
تو بھی انہیں محبوب سمجھ۔ میرے
اللہ تو جانتا ہے کہ ہمارے دشمنوں
نے زیارت پر ان کا مذاق اڑایا ہے

من خالفنا اللهم ارحم تلك الوجوه التي غيرتها الشمس وارحم تلك الخدود التي تقلبت على قبر الحسين اللهم ارحم تلك الاعين التي جرت دموعها رحمة لنا وارحم تلك القلوب التي حزنت لاجلنا واحترقت بالحزن علينا وارحم تلك الصرخة التي كانت لاجلنا۔

مگر ان لوگوں نے ہماری محبت میں ہمارے اعداء کے مذاق اڑانے کی کوئی پروا نہیں کی اور ہماری طرف آنے سے نہیں رکے۔

اے اللہ! ان چہروں پر رحم فرما جو سفر زیارت میں دھوپ سے بدل گئے ہیں۔ ان رخساروں پر رحم فرما جو قبر حسینؑ سے مس ہوئے ہیں۔ ان آنکھوں پر رحم فرما جن سے ہماری محبت میں آنسو ٹپکے ہیں۔ ان دلوں پر رحم فرما جو ہمارے لیے ہماری مظلومیت پر غم زدہ ہوئے ہیں اور ہمارے غم کی تپش سے جلتے رہے ہیں۔ ان آہوں پر رحم فرما جو ہماری مظلومیت پر ان لوگوں کے دلوں سے نکلی ہیں۔

اللهم انی استودعك الانفس وتلك الابدان حتى ترويهم

اے اللہ! میں ان نفوس اور ان جسموں کو تیرے سپرد کرتا ہوں انہیں عظیم پیاس کے دن

من الحوض يوم العطش الاكبر وتدخلهم الجنة وسهل عليهم الحساب انك انت الكريم الوهاب۔

اپنے حوض سے سیراب فرمانا۔ انہیں داخل جنت فرما۔ ان کا محاسبہ آسان فرمانا۔ تو ہی کریم اور وہاب ہے۔

جب آپ سجدہ سے فارغ ہوئے سر اٹھایا میں سامنے آیا سلام کیا۔ میں نے دیکھا آپ کا رنگ زرد تھا۔ غم روئے مبارک پر برس رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑی کی مانند لگاتار ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ! اتنے شدید گریہ کا سبب؟

آپ نے فرمایا۔ اے پسر وہب۔ کیا تو اتنا غافل ہے؟

کیا آج یوم عاشور نہیں ہے؟ کیا آج وہ دن نہیں جس دن فرزند رسول پیاسا شہید ہوا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! اس دن اور کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے فرمایا۔ زیارت عاشور پڑھا کر۔ جتنا رو سکتا ہے۔ جس قدر رو سکتا ہے اور جیسے رو سکتا ہے رویا کر۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ ابھی ابھی آپ نے جو دعا زائرین حسینؑ کے لیے کی ہے۔ اس سے تو میں سمجھ رہا ہوں کہ کاش میں نے حج سے پہلے زیارت کی ہوتی۔

آپ نے فرمایا۔ اب کونسا مانع ہے۔ تجھے کیا معلوم زائرین حسینؑ کے لیے دعا کرنے والے زمین کی نسبت آسمانوں میں بہت زیادہ ہیں۔ زائرین حسینؑ کے لیے

نبی کونینؐ امیرالمومنین علیؑ۔ سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ سب دعا کرتے ہیں۔ اے فرزند وہب زائر حسینؑ واحد وہ شخص ہوگا جس سے مصافحہ کرنے کی خاطر رسول کونینؐ چل کر میدان محشر میں تشریف لائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یوم عاشور کے روزہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔

یوم عاشورہ کا روزہ اموی ایجادات میں سے ہے۔ عصر کے ایک گھنٹہ کے بعد یک فاقہ کرلیا کر۔ کیونکہ یہ وہی وقت ہے جبوقت آلِ رسول کے سامنے ایک طرف اپنے مہمانوں عزیزوں اور اقرباء کے بے گور وکفن لاشے خاک وخون میں غلطاں پڑے تھے اور دوسری طرف بھوکے اور پیاسے بچوں کو پانی پینے کی اجازت ملی تھی۔

کامل الزیارۃ میں ابوحمزہ سے مروی ہے کہ میں مروانی حکومت کے آخری زمانہ میں کوفہ سے کربلا زیارت کو آیا۔ کربلا سے قریب ایک جگہ چھپ کر بیٹھ رہا۔ جب رات چھاگئی تو اپنی کمین گاہ سے باہر آیا۔ ابھی مزار حسینؑ سے کافی دور تھا۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔

بندہ خدا تو واپس چلا جا۔ تو محفوظ رہے گا۔ مزار حسینؑ تک نہ پہنچ سکے گا۔

میں خوف سے واپس چلاگیا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو پھر آگے بڑھا۔ جب اسی جگہ آیا تو پھر وہی شخص سامنے آیا۔ اور کہا۔ یہیں رک جا آگے جگہ نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا! خدا معلوم تو کون ہے؟ اور کیوں مجھے غریب زہراؑ کے مزار کے قریب جانے سے روک رہا ہے۔ میں کوفہ سے چل کر زیارت کو آیا ہوں۔

اور سورج کے طلوع سے پہلے حدود کربلا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ شاید تجھے معلوم نہیں ہے کہ ارد گرد تمام بنی مروان کے جاسوس پھیلے ہوتے ہیں اگر انہوں نے دیکھ لیا تو مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

اس نے کہا۔ آج رات موسیٰ ابن عمران نے زیارت حسینؑ کی اجازت مانگی ہے وہ ملائکہ کے ساتھ۔ زیارت کو آئے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا۔ تو کون ہے؟

اس نے کہا میں نگران ملائکہ سے ہوں جو قبر حسینؑ پر مامور ہیں۔ ابھی طلوع صبح ہونے والی ہے۔ حضرت موسیٰ واپس چلے جائیں گے۔ پھر زیارت کرلینا۔

میں پھر ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپ رہا۔ جب صبح طلوع ہوگئی تو اپنی جگہ سے اٹھا اور قبر شبیر کی طرف بڑھا اس وقت کوئی بھی حائل نہ ہوا۔ میں قریب آیا۔ زیارت پڑھی۔ قبر کا بوسہ لیا۔ نماز صبح ادا کی۔ اور قلت وقت کی وجہ سے فوراً واپس آگیا۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے ایک زائر کا واقعہ لکھا ہے مناسب ہوگا اگر ہم قارئین کے سامنے پیش کردیں۔ سرکار علامہ شیخ جواد نجفی نے اپنے والد سرکار آیۃ اللہ شیخ حسین کی زبانی نقل کیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں بصرہ میں ایک نصرانی بہت بڑا مال دار اور دولت مند تھا ایک مرتبہ اس نے بغرض تجارت بصرہ سے بغداد آنے کا ارادہ کیا۔ اپنا سامان تجارت کشتیوں میں لدوایا۔ اپنے نوکروں کے ساتھ چل پڑا راستہ میں ڈاکہ پڑا۔ اس کے کچھ غلام مارے گئے کچھ بھاگ گئے وہ خود قتل سے بچ گیا لیکن ڈاکوؤں کے جسمانی تشدد کی وجہ سے بے حال ہوگیا۔ ڈاکہ نے اسے دنیا سے انتہائی دل برداشتہ کردیا۔ ساحل خلیج پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ قریب ہی ایک بستی تھی

ان میں سے ایک شخص نے اسے بے حال خاک پر پڑا دیکھا تو وہ اٹھا کر قبیلہ میں لے گیا۔ شیخ قبیلہ کو اس کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا اسے میرے ہی ڈیرہ پر لے آ۔ جب وہ وہاں آیا۔ ان کے حسن سلوک سے کچھ ڈھارس بندھی کافی دن وہاں رہا۔ جسمانی تشدد کے نشانات ختم ہو گئے زخم مندمل ہو گئے۔ اتنے میں زیارت غدیر کا زمانہ آگیا۔ شیخ قبیلہ نے اسے بتایا کہ ہم سالانہ اپنے مولا حضرت علیؑ کی زیارت کو ۱۸ ذی الحجہ کو جاتے ہیں۔ ہمیں اس سفر میں کافی مدت لگ جاتی ہے اب آپ پورے قبیلہ سے واقف ہیں امید ہے آپ کو احساس تنہائی نہیں ہوگا ہم زیارت کے بعد واپس پلٹ آئیں گے اس نے شیخ قبیلہ سے کہا آپ کی نوازشات اتنی ہو گئی ہیں کہ میرا اپنے گھر بصرہ واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا میں آپ سے کیسے جدا رہ سکتا ہوں۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ بندہ خدا ہم تمام پیدل جائیں گے کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق زیارت پر پیدل جانے کا بہت بڑا ثواب ہوتا ہے۔ ہم تو اپنی عقیدت کے پیش نظر جائیں، تو کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف سے دوچار کرتا ہے؟

اس نے جواب دیا آپ میرے محسن ہے۔ آپ کو اپنے امام اور مسلک سے عقیدت ہے اور مجھے اس معیبت کے بعد آپ سے عقیدت ہے۔ اگر میرا محسن اپنے امام کی عقیدت میں پیدل چل سکتا ہے تو میں بھی اپنے محسن کی عقیدت میں محسن کا ساتھ پیدل دے سکتا ہوں۔ میں پیدل ہی چلوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ دیکھ، ہم وسیع المشرب ہونے کے باوجود بعض مقامات پر اپنے مذہبی اصول نہیں چھوڑ سکتے کہیں ایسا نہ ہو تجھے وہاں ذہنی کوفت ہو اور تو ہم سے ناراض ہو جائے۔

نصرانی نے کہا۔

میں آپ کے کسی معاملہ میں مداخلت نہیں کروں گا۔ آپ کے ساتھ میں بھی آپ کے مولا کی زیارت کر لوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ اسی بات کے لیے تو میں آپ کو منع کر رہا ہوں۔ چونکہ نصرانی ہیں۔ اور از روئے قرآن جو شخص آنحضورؐ کی نبوت کا قائل نہیں وہ ہماری کسی بھی عبادت گاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے امام کے حرم میں داخل نہیں ہو سکیں گے کہیں آپ وہاں محسوس ہی کر جائیں۔

نصرانی نے کہا میں آپ کے امام کے حرم یا کسی مسجد میں قدم تک نہ رکھوں گا۔ لیکن آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔

قافلہ زیارت چل پڑا۔ نصرانی ان کے ساتھ رہا۔ نجف اشرف سے زیارت غدیر کے بعد یہ قافلہ کربلا معلیٰ آگیا۔ اتنے میں عشرہ محرم بھی آگیا دسویں محرم کی شب شیخ قبیلہ نے نصرانی سے کہا آج ہمارے ساتھ صحن امام مظلوم تک چلیں آج رات ہم شب بے داری کریں گے۔ سوئیں گے نہیں آپ صحن میں بیٹھ کر ہمارے سامان کی حفاظت کریں۔

نصرانی بخوشی راضی ہو گیا۔ صحن میں آکر ان کے سامان کی حفاظت کرنے لگا۔ پوری رات عزاداروں کا نوحہ و شیون۔ گریہ وزاری۔ آہ و بکا سنتا رہا۔ اور سینہ زنی دیکھتا رہا۔

نصرانی کہتا ہے کہ جب صبح طلوع ہوئی تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ابھی تک شیخ قبیلہ اور اس کے ساتھی واپس نہیں آئے تھے کہ میں نے حرم سے ایک انتہائی وجیہ اور باعظمت شخص کو صحن میں آتے دیکھا اس کے ساتھ دو آدمی اور

تھے جن کے ہاتھوں میں رجسٹر تھے۔ اس نے صحن میں کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر نگاہ کی۔ ان سے رجسٹر دکھانے کو کہا۔ میرے بالکل قریب ہی تھے انہوں نے رجسٹر کھول کر سامنے کیا۔ کچھ دیر دیکھنے کے بعد کہا۔

تم نے تمام نام کیوں نہیں لکھے۔

وہ دونوں تو کانپنے لگے اور عرض کیا۔ قبلہ ہم نے اپنی طرف سے تو تمام لکھے ہیں۔

اس نے کہا۔ ذرا اپنے رجسٹر کو بھی دیکھو اور صحن میں نظر کرو فہرست مکمل نہیں ہے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور عرض کیا قبلہ! حرم میں رواق میں اور صحن میں جتنے افراد آئے ہیں۔ ان کے ساتھ موجود بچوں تک کے نام لکھے ہیں البتہ اس نصرانی کا نام نہیں لکھا۔

اس نے کہا۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟۔

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ نصرانی ہے آپ کے نانا کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔

اس نے کہا نانا کی نبوت کا قائل تو نہیں ہے مگر کیا شب عاشور میرے زائرین کی فہرست میں نہیں ہے؟۔

کیا اس نے میرے عزاداروں کے سامان کی حفاظت نہیں کی؟۔

کیا اس نے میرے زائرین کی طرح رات جاگ کر نہیں گزاری؟

کیا یہ میرے صحن میں نہیں بیٹھا؟

کیا تمہیں یہی کہا گیا ہے کہ صرف مسلمانوں کے نام لکھو؟۔

کیا تمہارے ذمہ میرے صحن میں ہر آنے والے کا نام لکھنا نہیں تھا۔

دونوں نے معذرت کی اور میرا نام بھی لکھ لیا۔

میں جیسے مدہوش ہو گیا تھا۔ وہ نام لکھ کر واپس چلے گئے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ قبیلہ کا سامان دیکھا ابھی تک رکھا تھا کچھ دیر بعد شیخ قبیلہ آگیا۔ میں نے اسے کہا جلدی جلدی اپنی جگہ چلیں۔ اس نے وجہ پوچھی۔ میں نے کہا بس جلدی چلیں وہیں جا کر بتاؤں گا۔

جب اپنی جگہ پر آئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ صحن کس کا ہے؟ یہ مزار کس کا ہے؟۔

اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ تو میں نے کہا اب مجھے کسی عالم دین کے پاس لے چلو میں کلمہ پڑھتا ہوں، چنانچہ اس نصرانی نے میرے پاس آکر کلمہ پڑھا اور مجھے یہ تمام واقعہ سنایا۔

بحار میں علامہ مجلسی نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے کہ

میں کوفہ میں مقیم تھا میرے پڑوس میں ایک شخص تھا جس کے ہاں رات کو کبھی کبھی جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ باتوں میں وقت اچھا گزر جاتا تھا ایک مرتبہ شب جمعہ میں اس کے پاس آیا باتوں باتوں میں زیارت امام حسینؑ کی بات چلی۔

میں نے پوچھا۔

زیارت امام حسینؑ کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے۔

اس نے کہا خیال کیا ہو گا۔ زیارت امام حسینؑ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔ اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

میں اپنے غصہ پر قابو نہ رکھ سکا۔ خاموش ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور چلا آیا۔ اور

دل میں کہا اب بات بگڑ جائے گی صبح اس کے پاس آؤں گا اور اسے احادیث نبویہ
سناؤں گا کہ جس نبی کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں وہ تو زیارت امام حسینؑ کو ثواب بتاتا ہے پھر
ہم بدعت کیسے مان لیں۔

چنانچہ میں تڑکے تڑکے اس کے گھر آیا۔ دق الباب کیا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ
وہ تو رات آپ کے جانے کے تقریباً تین گھنٹے بعد سو کر اٹھا اور کربلا زیارت امام حسینؑ
کے لیے چلا گیا ہے۔

یہ سنکر میں انتہائی متعجب ہوا۔ اور اسی وقت اس کے پیچھے کربلا چلا آیا۔
جب میں کربلا پہنچا تو دیکھا کہ وہی پڑوسی حرم امام حسینؑ میں سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔
اور رو رو کر معافی مانگ رہا ہے۔ میں نے اسے جھنجھوڑا اور اٹھا کر کہا۔

بندہ خدا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ رات کو تو تو کہہ رہا تھا کہ زیارت بدعت
ہے۔ بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا انجام جہنم ہے۔ اب کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا سلیمان مجھے چھوڑ دے میں اللہ اور اس کے رسول سے اپنی غلطی
کی معافی مانگ رہا ہوں۔

میں نے پوچھا ہوا کیا۔ آخر مجھے بھی تو پتہ چلے۔

اس نے کہا مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

میں نے کہا۔ اب یہ نہیں ہو گا۔ آپ مجھے بتائیں کہ بات کیا ہے۔

اس نے کہا رات جو بحث میں نے کی۔ وہ میری پہلی نہیں تھی بلکہ قبل ازیں میں
بہت کچھ کہا کرتا تھا۔ رات آپ تو شاید غصہ ہو کر چلے گئے اور میں سو گیا۔ عالم خواب میں
میں نے دیکھا کہ ایک شخص انتہائی حسین و جمیل ہے بہت سے لوگوں نے اس کا احاطہ
کیا ہوا ہے۔ اس کے سر پہ تاج ہے تاج میں ایسے موتی جڑے ہیں کہ تین میل تک

ان کی چمک جاتی ہے۔ میں نے ایک خادم سے پوچھا یہ کون ہے؟

اس نے بتایا کہ سرور کونین سید الانبیاء محمد مصطفیٰؐ ہیں

میں نے کہا۔ ان کے ساتھ دوسرا کون ہے؟

اس نے بتایا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔

پھر میں نے دیکھا تو ایک ناقہ نظر آئی جس پر نور کا کجاوہ تھا دو مستورات تھیں
وہ ناقہ آسمان و زمین کے مابین پرواز کرتی نظر آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ناقہ پر
سوار مستورات کون ہیں؟

اس نے بتایا۔ ایک ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور دوسری اس کی بیٹی
زہراؑ ہیں۔

میں نے ایک اور نوجوان دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟

اس نے بتایا یہ حسنؑ ابن علیؑ ہیں۔

میں نے پوچھا یہ کہاں جا رہے ہیں؟

اس نے بتایا۔ تجھے نہیں معلوم آج شب جمعہ ہے اور یہ سب کربلا زیارت
امام حسینؑ کے لیے جا رہے ہیں۔

میں اس ناقہ کے قریب ہونے لگا۔ میں نے دیکھا تو ناقہ پر سوار دونوں مستورات وقفے
وقفے کے بعد کچھ رقعے گرا رہی تھیں۔

میں نے ایک اور خادم سے سوال کیا یہ رقعہ جات کیسے ہیں؟

اس نے بتایا کہ ان رقعوں میں سے ہر رقعہ ہر شب جمعہ زائرین امام حسینؑ کے نام
لکھے ہوئے ہیں اور ان کے لیے جنت کے پروانے ہیں۔

میں نے اس سے کہا ایک رقعہ مجھے بھی دے دو۔

اس نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تیرے بقول تو یہ بدعت ہے اور بدعت کا انجام جہنم ہوتا ہے پھر تو کیسے رقعہ مانگتا ہے؟۔

اسی وقت میں نیند سے بے دار ہو گیا۔ میں بہت مرعوب اور سہما ہوا تھا۔

اسی وقت زیارت کے لیے چل پڑا۔ اپنے سابقہ بدعقیدہ سے توبہ کی۔ اور اب یہ عہد کر لیا ہے کہ

جب تک میری روح میرے جسم میں ہے اس وقت تک حرم مظلوم زہرا کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

چھٹی مجلس

امام حسین علیہ السلام پر گریہ

حضرت موسیٰ نے ذات احدیت سے سوال کیا کہ۔

وہ کون سی چیز ہے جس کی بنا پر امت محمدؐ کو دیگر تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔؟

ذات احدیت نے فرمایا دس اعمال کی وجہ سے

حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ وہ کون سے دس اعمال ہیں تاکہ میں بھی اپنی امت کو ان اعمال کے بجالانے کا حکم دوں۔

ذات احدیت نے فرمایا۔

١۔ نماز۔

٢۔ زکوٰۃ۔

٣۔ روزہ۔

٤۔ حج۔

٥۔ جہاد۔

٦۔ جمعہ۔

۷۔ جماعت۔

۸۔ قرآن۔

۹ علم۔

۱۰۔ اور عاشور۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ بار الہا یہ عاشور کیا ہے؟

خلاق عالم نے فرمایا۔ فرزند رسول کے غم میں گریہ وزاری۔ ماتم وسینہ زنی ہے۔

اے موسیٰ! جو بھی اس زمانہ میں فرزند رسول کے غم میں روئے گا۔ رونے کا سامان فراہم کرے گا۔ اس کے لیے دائمی جنت ہو گی۔

اے موسیٰ! جس شخص نے بھی فرزند رسول کی خاطر جو کچھ بھی خرچ کیا اس کے مال اور رزق میں برکت دوں گا۔

اے موسیٰ!۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جس شخص کی آنکھ سے بھی فرزند رسول کے غم میں ایک آنسو آگیا میں اسے ایک ہزار شہید کا ثواب دوں گا۔

بحار میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ عرش کے دائیں جانب مقیم ہیں جہاں سے وہ میدان کربلا میں اپنی جگہ اپنی مقتل اپنے اقربا اعزا اور اصحاب کی مقتل گاہیں دیکھتے ہیں۔ آنے والے زائرین کو دیکھتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے زائرین کے اسماء ان کے آباء کے اسماء سے واقف ہیں اپنے غم میں رونے والوں کو دیکھتے ہیں ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی سے درخواست کرتے ہیں کہ میرے عزاداروں کی مغفرت کے لیے آپ بھی دعا کریں۔

بحار ہی میں ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے قیامت میں ہر آنکھ رو رہی ہو گی

لیکن جو آنکھ دنیا میں غم حسینؑ میں روتی تھی مسرور ہو گی۔ تمام عزادار امام حسینؑ کے دائیں جانب ہوں گے، عزاداروں سے کہا جائے گا تشریف لائیں جنت آپ کی منتظر ہے۔ تمام عزادار جواباً عرض کریں گے۔ جنت میں تو ساری زندگی رہنا ہی ہے بڑی امیدوں اور خواہشوں کے بعد آج اپنے مظلوم مولا کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ جب تک ہمارا آقا اس جگہ ہے ہم اس وقت تک جنت میں نہیں آئیں گے۔

دشمنان امام حسینؑ کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جائے گا وہ ادھر ادھر دیکھ کر کہیں گے کاش ہماری بھی شفاعت کرنے والا ہوتا۔

میدان محشر میں امام حسینؑ کے کھڑے ہونے کے لیے مختلف ہوں۔ ہوں گے۔

عرش کے دائیں جانب جہاں آپ کے ساتھ صرف آپ کے عزادار اور آپ کے زائر ہوں گے۔

حوض کوثر پر اس جگہ آپ کے ساتھ آپ کے نانا۔ آپ کے بابا۔ آپ کی ماں۔ آپ کی بہن۔ آپ کی نانی۔ آپ کا بھائی اور آپ کے عزادار اور زائر ہوں گے۔ آپ کی تیسری قیام گاہ قلب محشر ہو گا۔ جہاں امام حسینؑ اپنے کربلا میں موجود اصحاب اور اعزا کے ساتھ اس طرح ہوں گے کہ کسی طرف مسلم ابن عوسجہ کا لاشہ ہو گا۔ کسی طرف زہیر قین کا لاشہ ہو گا کسی طرف عباس علمدار کے بازو ہوں گے۔ کسی طرف علی اکبر کا تڑپتا لاشہ ہو گا۔ کسی طرف قاسم کی لاش کے ٹکڑے بکھرے ہوں گے۔ ان تمام کے درمیان فرزند زہرا بلا سر کے وسط محشر میں کھڑا ہو گا۔ تازہ خون آپ کے گلے سے ٹپک رہا ہو گا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام انبیاء۔ تمام اولیا۔ تمام شہداء۔ اور تمام اوصیا اور

دیکھ کر تڑپ اٹھیں گے۔ دختر نبی غش کھا کر گر جائے گی۔ نبی کونین پانی چھڑکیں گے۔
غش سے افاقہ ہوگا تو عرض کریں گی۔

بار الہا۔ میری ذریت کے قاتلوں اور میرے مابین فیصلہ فرما۔

ذات احدیت کی طرف سے جہنم کو حکم ملے گا۔ تا قاتلین حسین اور دشمنان زہرا
کو چن لے۔

علامہ صادق نے امالی میں اور سرکار مجلسی نے۔ بحار میں ریان ابن شبیب
سے نقل کیا ہے کہ۔

میں یوم عاشور امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ انتہائی غمگین تھے آنسو
ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔

اے ابن شبیب محرم اللہ کا وہ محترم مہینہ ہے جس میں زمانہ جاہلیت کے
عرب بھی جنگ وجدال اور قتل وغارت سے پرہیز کرتے تھے لیکن امت محمدیہ
نے اس مقدس مہینہ کے تقدس کو پامال کیا۔ حرمت نبی کو مسل ڈالا۔ اسی ماہ میں
ذریت رسول کو شہید کیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عترت نبی کی مستورات کو رسن بستہ کیا گیا۔ ۔ ۔
اللہ کبھی ان لوگوں کو معاف نہیں کرے گا۔

اے پسر شبیب اگر کبھی کسی چیز پر رونا چاہے تو فرزند رسول پر رویا کر
غریب زہرا کو اس طرح ذبح کیا گیا ہے۔ جس طرح حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے۔
آپ کے سامنے ۱۸ جوان۔ کمسن اور بچے پیاسے شہید کیے گئے۔ آپ کی شہادت
پر ارض وسما روئے ہیں۔

اللہ کی طرف سے چار ہزار ملائکہ تا قیامت قبر حسینؑ پر ماتم کے لیے معین ہیں۔

اے فرزند شبیب۔ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ

جب نواسہ رسول کو پیاسا شہید کیا گیا۔ تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش
ہوتی تھی۔

اے فرزند شبیب! اگر تو مظلوم کربلا پر اتنی مقدار روئے کہ آنسو رخساروں پر
بہہ جائیں اللہ تیرے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

اے فرزند شبیب!۔ اگر تو چاہتا ہے کہ گناہوں سے بالکل بری دربار خالق میں
پیش ہو تو غریب کربلا کی زیارت کیا کر۔

اے فرزند شبیب! اگر تو جنت میں نبی اکرمؐ کے پڑوس میں رہنا چاہتا ہے تو
قاتلین حسینؑ پر لعنت کر۔

اے فرزند شبیب! اگر تو شہادت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو جب بھی نام
حسینؑ لے ساتھ کہہ دے۔ اللھم العن قتلة الحسین و اصحابہ

اے فرزند شبیب! اگر جنت میں ہمارے مراتب کے مساوی رہنا چاہتا ہے تو
ہمارے غم میں غمگین اور ہماری خوشی میں خوش رہا کر۔

اے فرزند شبیب!۔ ہماری ولایت کو دل سے کبھی نہ نکالنا۔ یاد رکھ اگر کوئی
اس دنیا میں پتھر سے محبت رکھتا ہوگا تو قیامت کیدن پتھر کے ساتھ محشور ہوگا۔

ایک اور مقام پر امام رضا نے فرمایا ہے کہ ماہ محرم وہ مقدس مہینہ ہے جس
کا احترام جاہل عرب بھی کرتے تھے۔ لیکن امت محمدیہ کے ہاتھوں اسی ماہ ہمارے
خون بہائے گئے۔ ہماری مستورات کے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔ ہمارے بچوں اور
اور مستورات کو پابند رسن کیا گیا۔

حسینؑ کی مظلومیت پر ہر رونے والے کو رونا چاہیے۔ مظلوم کربلا پر سینہ زنی
کرنا چاہیے۔ عزاداری حسینؑ گناہان کبیرہ کو بھی معاف کرا دیتی ہے۔

میرے باپ موسیٰ کاظم کو اول محرم سے دس محرم تک کبھی کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

بحار میں ہے کہ مسمع امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے پوچھا۔

مسمع تو عراق کا رہنے والا ہے؟

مسمع نے عرض کیا ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا۔کیا غریب کربلا کی زیارت کو جاتا ہے؟

مسمع نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بصرہ کے معروف افراد سے ہوں اور دیہاتوں کے اکثر باسی ناصبی ہیں۔ اس ڈر سے کبھی نہیں گیا کہ کہیں کوئی چغلی نہ کھائے۔

آپ نے فرمایا۔کیا ذکر مظلوم کربلا کرتا ہے؟

مسمع نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور کرتا ہوں۔ محرم میں میرا کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔میرے اہل خانہ میرے چہرے اور آنکھوں سے معلوم کر لیتے ہیں کہ میں غم شبیر میں رو رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسمع اللہ تیرے آنسوؤں پر رحم فرمائے۔تیرا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو ہماری مصیبت پر روتے ہیں۔ اور ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔اور ہمارے غم میں غم زدہ ہمارے اضطراب سے پریشان اور ہمارے امن میں پر سکون رہتے ہیں۔

مسمع تجھے ہمارے غم میں رونے کی قیمت کا پتہ اس وقت چلے گا جب ہنگام وفات تو میرے آباء کرام کے پاس دیکھے گا وہ ملک الموت کو تجھ سے نرم سلوک کی

وصیت کریں گے۔ ملک الموت تیرے لیے تیری ماں سے بھی زیادہ شفیق ہو جائے گا۔

اسی اثنا میں آپ بھی رو پڑے اور میرے آنسو بھی ٹپک پڑے۔

الحمدللہ الذی — اس اللہ کی حمد ہے جس نے

جعلنا افضل مخلوقاتہ — ہمیں تمام مخلوق سے افضل بنایا

وخصنا بکرامتہ — ہے اور ہم اہلبیت کو اپنی کرامت خاصہ سے مخصوص فرمایا ہے۔

اے مسمع! جب سے محسن شہید ہوا ہے اس وقت سے ارض و سما مصروف گریہ ہیں۔

جب سے ہمارا سلسلہ شہادت شروع ہوا ہے ملائکہ کی آنکھوں سے آنسو نہیں رکے۔

اے مسمع! جو شخص ہماری غربت اور مظلومی پر روئے ذات احدیت کی طرف سے اس کے آنسو ٹپکنے سے پہلے اس پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

اے مسمع! ہمارے عزادار کا ایک آنسو اگر جہنم میں ڈالا جائے۔تو جہنم کی تمام آگ بجھ جائے۔

اے مسمع!۔ ہمارے غم میں غم زدہ ہونے والا اس دن خوش ہوگا جس دن ہر ایک مصروف غم ہوگا۔

اے مسمع!۔ ہمارے غم میں آنسو بہانے والا اس وقت خوش ہو جائے گا۔ جب ہم وقت وفات اس کے پاس آئیں گے۔ اور یہ ایسی خوشی ہو گی جو حوض کوثر کے پہنچنے تک رہے گی۔

اے مسمع! حوضِ کوثر ہمارے محب کو دیکھ کر مسرت سے چھلک چھلک جائے گا۔

اے مسمع! حوضِ کوثر سے جس نے ایک مرتبہ پانی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا

اے مسمع! حوضِ کوثر میں کافور کی سردی۔ مشک کی خوشبو۔ زنجبیل کا ذائقہ۔ شہد سے شیریں۔ مکھن سے زیادہ نرم۔ آنسو سے زیادہ شفاف اور عنبر سے زیادہ پاکیزہ ہوگا۔ تسنیم سے پھوٹے گا۔ جنت کی نہروں سے گزرے گا۔ موتیوں اور یاقوت کے سنگریزوں پر بہے گا۔ حوضِ کوثر پر ستارگان آسمان سے زیادہ پیالے ہوں گے۔ ایک ہزار سال کے سفر سے اب کوثر کی خوشبو آئے گی۔ حضرت علیؑ حوضِ کوثر پر ہوں گے جو دشمنان اہلبیت کو حوضِ کوثر سے دور رکھیں گے۔

بحار میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔

آپ نے فرمایا ہے۔

ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنے آپکو میری امت سے منسوب کرے گا۔ لیکن جس طرح یہودیوں نے جناب ذکریا اور یحییٰ کو شہید کیا تھا۔ اسی طرح میری ذریت کے افضل ترین افراد کو شہید کرے گا۔ میری شریعت کو بدل دے گا۔ میرے حسنؑ اور حسینؑ کو شہید کرے گا۔ جس طرح اللہ نے ذکریا اور یحییٰ کے قاتلوں پر لعنت کی ہے میری ذریت کے قاتلوں پر بھی لعنت کرے گا۔ میری ذریت کے قاتلین کے پسماندگان پر ذریت حسینؑ سے مہدی کو اللہ مبعوث کرے گا۔ قاتلین حسینؑ۔ محبین قاتلین حسینؑ۔ انصار قاتلین حسینؑ اور قاتلین حسینؑ پر لعنت نہ کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ محبین حسینؑ۔ انصار حسینؑ۔ دشمنان حسینؑ پر لعنت کنندگان۔ دشمنان حسینؑ سے محبت حسینؑ میں غصہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یقین رکھو جو لوگ قتل حسینؑ پر راضی ہوں گے وہ شریک

قتل ہوں گے۔ یقین جانو!

قاتلین حسینؑ۔ قاتلین حسینؑ کے معاون اور قاتلین حسینؑ کی اقتدا کرنے والے دین خدا سے بیزار ہیں۔ اللہ ان سے بری ہے۔

اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہے کہ غم حسینؑ میں آنسو بہانے والوں کے آنسو جمع کر کے آب حیات میں شامل کریں۔ ان آنسوؤں کی آمیزش سے آب حیات کی شیرینی اور ذائقہ و لذت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

جو لوگ قتل حسینؑ پر خوش ہوں گے اور اس خوشی میں ان کے جو آنسو بہیں گے اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہوگا کہ یہ آنسو جا کر جہنم میں ڈال دو۔ ان آنسوؤں کے جہنم میں جانے سے آتش جہنم کی حرارت میں اضافہ ہو جائے گا۔

علامہ تستری نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے کہ مصائب اہلبیت میں رونے کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔ دل کا گریہ۔ یعنی مصائب اہلبیت میں دل پریشان ہو۔ امام صادقؑ کے بقول ایسے گریہ کرنے والے کا اجر یہ ہوگا کہ اللہ اس کے ایک سانس کے عوض اسے ایک ایک تسبیح کا اجر دے گا۔

۲۔ درد دل۔ جب انسان مصائب اہلبیت سے اتنا متاثر ہو کہ اس کے دل سے درد کے ہوک اٹھنے لگیں تو اس کا اجر سابقہ مسمع کی روایت میں امام صادق کی زبانی بتایا جا چکا ہے۔

۳۔ آنکھ میں آنسو آ جائے لیکن باہر نہ نکلے۔ یہ مرتبہ میں سابقہ سے اعلیٰ ہے۔ اور اس کا اجر بھی امام صادقؑ نے مسمع کو بتایا ہے جو سابقاً پیش کیا جا چکا ہے۔

۴۔ آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے۔ اس کے متعلق امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی آنکھ سے ہمارے غم میں آنسو ٹپکے خواہ مچھر کے پر کے برابر ہی ہو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ خواہ ان کی تعداد سمندر کی جھاگ کے مطابق ہی ہو۔ یا دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ جس کے سامنے امام حسینؑ کا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھ سے مکھی کے پر کے برابر آنسو ٹپک پڑے اور اللہ کی طرف سے اس کی کم از کم جزا جنت ہو گی۔

۵۔ آنسو ٹپ ٹپ گریں۔ اس کا اجر امام صادقؑ نے مسمع کو بتایا ہے جو سابقاً پیش کیا جا چکا ہے۔

۶۔ آنسو چہرے۔ داڑھی اور سینہ پر گریں۔ یہ ائمہ اور انبیاء کا گریہ ہے۔ اس کا اجر غیر محدود ہے۔

۷۔ آنسو چہرے سے بڑھ کر داڑھی میں آئیں اور داڑھی سے گزر کر سینہ پر آئیں آنسو کے ساتھ ساتھ صدائے گریہ بھی ہو یہ گریہ زہرا ہے اس گریہ کا ثواب بھی بے حد و بے شمار ہے۔

سرکار علامہ تستری نے خصائص میں لکھا ہے کہ مجالس عزا میں صرف حاضری بھی بہت بڑے فضائل اور مراتب کی حامل ہے۔

مثلاً امام رضا کا ارشاد ہے جو شخص ہمارے مصائب یاد کرے قیامت میں ہمارے ساتھ ہو گا۔ جو شخص ہمارے مصائب یاد کر کے روئے یا رلائے اس دن میں نہیں روئے گا جس دن ہر ایک رو رہا ہو گا۔

جو شخص ہماری مجلس عزا میں صرف شریک ہو جائے اس کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن تمام دل مردہ ہوں گے۔

مجالس عزا۔ نبی اکرم۔ اور تمام آئمہ کی خواہش اور آپ کی محبوب ہیں، کون نہیں جانتا کہ جس سے آنحضور اور ائمہ کی محبت ہو اس میں صرف شرکت بھی باعث اجر و ثواب ہو گی۔

مجالس عزا۔ بالخصوص امام حسینؑ کی پسند ہیں۔ روایات کے مطابق آپ کا نام عرش الٰہی کے دائیں جانب ہے جہاں سے وہ اپنے عزاداروں کو دیکھتے ہیں۔ کون نہیں چاہتا کہ امام مظلوم کی نظر شفقت اس پر ہو۔

مجالس عزا میں ملائکہ آتے ہیں اور جو شخص مجلس عزا میں بیٹھے گا۔ وہ ملائکہ کا ہم نشین ہو گا۔ امام صادقؑ نے جعفر ابن عفان سے فرمایا۔

میں نے سنا ہے تو مظلوم کربلا کے لیے اشعار کہتا ہے؟۔

ابن عفان نے عرض کیا۔

قبلہ بس یونہی تک بندی کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا ہمیں سنا۔

جب ابن عفان نے شعر سنائے تو آپ رونے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پس پردہ مستورات کے رونے کی آواز بھی سنی۔

امام صادق نے فرمایا۔

اے ابن عفان جو شخص مظلوم کربلا کے غم میں اشعار کہے اور دس آدمی رو پڑیں اس کی جزا جنت ہو گی۔ حتیٰ کہ اگر ایک آدمی بھی رو دے تو بھی اس کی جزا جنت ہو گی۔

دعبل خزاعی سے مروی ہے کہ میں ایام محرم میں امام رضا کے پاس گیا آپ غمگین حالت میں تھے۔

مجھے دیکھ کر فرمایا۔

دعبل خوش آمدی اپنی زبان سے ہماری نصرت کرنے والا:

دعبل آج کل ایام عزا ہیں میں چاہتا ہوں چند اشعار سنا۔ پھر آپ نے پردہ لگوایا۔

دعبل نے مرثیہ پڑھا۔ امام رضا اتنا روئے کہ روتے روتے غش کر گئے۔

ساتویں مجلس

غم انگیز حکایات

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزاداری کا تعلق صرف شیعہ قوم سے ہے اور کوئی غیر شیعہ عزاداری نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ نظریہ قطعاً غلط ہے۔ جن غیر شیعہ بلکہ غیر مسلم افراد نے عزاداری کی ہے۔ تاریخ نے آج تک ان کو اپنے دامن میں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ اور تاریخ کا یہ عمل تا قیامت رہے گا۔ ذیل میں غیر شیعہ اور غیر مسلم عزاداروں کے چند ایک واقعات ہم پیش کیے دیتے ہیں۔ ان واقعات کا مقصد اپنے قارئین کو صرف یہ باور کرانا ہے کہ سابقہ جو ائمہ معصومین نے عزاداری کے فوائد میں سے ایک فائدہ وسعت رزق۔ اور دوسرا فائدہ آتش جہنم سے آزادی بتایا ہے یہ حقیقت ہے دیوانے کی بڑ نہیں ہے آج کل ہمارے بعض مبلغین یہ کہتے پھرتے ہیں کہ عزاداری کے چند شرائط ہیں اگر وہ شرائط پورے نہ کیے جائیں تو عزاداری کا فائدہ ہی نہیں اور نہ عزاداری قبول ہوتی ہے جب کہ کوئی ایسی بات نہیں یہ صرف خارجی اور ناصبی فکر ہے۔ جسے فروغ دیا جا رہا ہے اور بعض سادہ لوح عوام اس پروپیگنڈہ میں آکر عزاداری غریب نہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ جس طرح نماز۔ روزہ وغیرہ جیسے شرعی اعمال ایک مستقل عمل ہیں اور کوئی عمل دوسرے کو متاثر نہیں کرتا۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے

اور روزے نہیں رکھتا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس شخص کو نمازیں فائدہ ہی نہ دیں گی۔ یا ایک شخص نے حج کیا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے حج کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ہر واجب اور ہر حکم کا اپنا مستقل مقام ہے۔ جو نماز پڑھتا ہے۔ اور روزہ نہیں رکھتا اسے نماز کا اجر ملے گا اور روزہ نہ رکھنے کی سزا ملے گی۔ اگر نماز کا فائدہ نہ ہوتا تو پھر نماز کا اجر بھی نہیں ملنا چاہیے تھا۔ بعض ایسے علماء جن کا اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے اور دشمنان اہلبیت کی کتب کا مطالعہ وسیع ہے وہی ایسا پیچ بو رہے ہیں۔ عزاداری غریب نہیں ایک مستقل عمل ہے اسکا اپنا ثواب ہے اگر ایک شخص نماز نہیں پڑھتا اور عزاداری کرتا ہے تو نماز نہ پڑھنے کی سزا علیحدہ ہے عزاداری کا ثواب علیحدہ ہے۔ نماز نہ پڑھنے کی سزا اللہ کی طرف سے ملے گی۔ اور عزاداری کرنے کی جزا چہاردہ معصومین کی طرف سے ملے گی۔ اور وہ جزا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چہاردہ معصومین ایک بے نماز عزادار کی شفاعت کر دیں۔ سورۃ مدثر کی آیت ہے۔ کل نفس بما کسبت رھینۃ۔ الا اصحاب الیمین ، ہر انسان اپنے اعمال کا مرہون ہوگا۔ سوائے اصحاب یمین کے۔ یعنی امت محمدیہ میں ایک فرقہ تو ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے جو اپنے اعمال کا مرہون نہیں ہے۔ جہاں تک میرا مطالعہ ہے تمام ملت شیعہ کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل ماننے والے ہی اصحاب الیمین ہیں۔

لیجئے ملاحظہ فرمائیے عزاداری کے فوائد۔

لکھنو کے کسی حکمران راجہ کا ہندو وزیر تھا جس کا لقب انتخاب الدولہ تھا۔ یہ شخص ایام محرم میں مراسم عزا پر مقدور بھر خرچ کیا کرتا تھا۔ ایک سال اتفاقاً اس نے پہلے سالوں کی نسبت دگنا خرچ کیا۔ اور اسی سال بیمار پڑ گیا۔ بیماری کا حملہ اتنا شدید تھا کہ

تمام طبیبوں نے جواب دے دیا۔ جب وقت نزع شروع ہوا اسے غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو وہ تندرست تھا اسی وقت اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ جلدی سے کسی شیعہ مسلمان عالم کو بلا لا۔ جب شیعہ عالم آگیا تو اس نے کہا آپ پہلے مجھے کلمہ پڑھا لیں جب کلمہ پڑھ چکا۔ تمام ہندو برادری نے چیخنا شروع کر دیا۔ وہ اٹھنے لگے اس نے کہا آپ بے شک چلے جائیں لیکن میری بات سن کر جائیں اب میری اور آپ کی راہیں جدا ہیں۔ میرے کہنے سے تم اسلام قبول نہیں کرو گے۔ لیکن میں اب تمہارے کہنے سے ہندو نہیں رہ سکتا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنا بیمار تھا۔ مجھے بیماری کیا تھی اور طبیبوں نے مجھے لاعلاج بتایا تھا۔ یہ بھی تم تمام جانتے ہو کہ اس وقت میں عالم نزع میں تھا۔ اور اب تم سب مجھے دیکھ رہے ہو کہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ تندرست و توانا ہوں۔ جن طبیبوں نے مجھے لاعلاج کیا تھا۔ ان سے پوچھ لو کیا میرے شفایاب ہونے کے امکانات تھے؟۔

جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ تمہارے لیے ایک افسانہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن میرے لیے افسانہ نہیں ایک حقیقت ہے کیونکہ میری آنکھوں کا مشاہدہ اور میری آپ بیتی ہے۔ جس طرح اس وقت میری جسمانی صحت ایک افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اس طرح میرا یہ واقعہ بھی حقیقت ہے افسانہ نہیں۔ اگر کسی کا دل کرے تو مان لے اگر کوئی نہ مانے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ تم سب سے ایک درخواست کروں گا کہ اب آپ مجھے دوبارہ ہندومت میں لانے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں آپ کی ہر کوشش بے سود ہوگی۔

اس نے کہا بات انتہائی مختصر ہے۔ ہوا یوں کہ جب حالت نزع میں میں بیہوش

ہوا اسی وقت میرے سامنے حسینؑ ابن علیؑ نواسہ محمد مصطفےٰ آیا جس کے جسم پر تیر تھے زخموں سے خون بہہ رہا تھا میرے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ اب اٹھ جا۔ تو نے میری عزاداری پر جتنا خرچ کیا ہے اس کے عوض میں تجھے اللہ سے شفا لے کے دیتا ہوں۔

یہی بات تھی اور یہی مختصر سا قصہ۔ اب آپ دیکھ لیں کہ شفایاب ہوں یا نہیں۔ اس کے تمام اہل و عیال اسی وقت مسلمان ہو گئے دیگر اقرباء میں سے کچھ نے اسلام قبول کر لیا۔ احکام اسلام سیکھے اور اپنے تمام کنبہ کے ساتھ کربلا کی طرف چل پڑا از زیارت سے فارغ ہونے کے بعد وہیں مقیم ہو گیا اور اپنے وقت کے زاہد ترین افراد میں شمار ہوتا تھا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے کہ ایک آذر بائیجانی تاجر نے بتایا ہے کہ میں اپنے سفر تجارت کے سلسلے میں ہندوستان گیا۔ وہاں ایک جگہ بہت بڑا میدان تھا۔ جس میں بہت سے لوگوں کو جمع ہوتے دیکھا لوگ دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے میں نے اس اجتماع کی وجہ پوچھی تب مجھے بتایا کہ ہندو قوم کی ایک عورت فوت ہو گئی ہے۔ اور جہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں یہ مرگھٹ ہے۔ ابھی اسی عورت کا جنازہ آئے گا اور مرگھٹ پر ہندو اپنے رواج کے مطابق اس میت کو جلائیں گے۔

میرے لیے چونکہ یہ ایک نئی بات تھی اس لیے میں اس منظر کو دیکھنے چلا گیا۔ میں نے دیکھا لکڑیوں کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔ میت کو اس پر رکھ دیا گیا۔ ان لکڑیوں پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی لکڑیاں اتنی زیادہ تھیں کہ بلا مبالغہ اگر چالیس فٹ کی بلندی پر بھی اس آگ سے پرندہ گزرتا تو یقیناً جل کر راکھ ہو جاتا۔ جوں جوں آگ بڑھتی لوگ پیچھے کو ہٹنے لگے۔ عورت جل کر راکھ ہو گئی البتہ اس کا سینہ نہ جلا۔

تمام موجود افراد حیران رہ گئے۔ سینہ پر پھر لکڑیاں ڈالی گئیں برہمن کچھ منتر بھی پڑھنے لگا لیکن پھر بھی سینہ نہ جلا۔ برہمن نے کہا اب یہ سینہ کبھی نہ جلے گا میرے خیال میں اس لڑکی سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے جس کا تعلق سینہ سے ہے اور اگنی دیوتا اس لڑکی کے سینہ کو قبول نہیں کر رہا۔ چہ میگوئیاں اور کھسر پھسر شروع ہو گئی۔ لڑکی کی بہن سے رجوع کیا گیا کہ بہنوں کو ایک دوسری کے حالات کا علم ہوتا ہے۔

اس کی بہن نے کہا کہ میں اپنی مردہ بہن کے لیے بڑی سے بڑی قسم کھا سکتی ہوں۔ اس نے پوری زندگی میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر گناہ کہا جا سکتا ہے تو یہ ہے کہ:۔

ہمارے پڑوس میں ایک شیعہ مسلمان کا گھر ہے وہاں ان کی کوئی مجلس تھی ہم دونوں بہنیں شوقیہ وہ مجلس دیکھنے کو چلی گئیں۔ وہاں ایک آدمی انتہائی دردناک انداز میں کسی مظلوم اور غریب کے بے گناہ قتل ہو جانے کا واقعہ بیان کر رہا تھا۔ جس سے تمام حاضرین زار و قطار رو رو کر سینہ کوبی کر رہے تھے۔ جب ہم نے وہ واقعہ سنا تو ہم سے نہ رہا گیا اور وفور جذبات میں ہم دونوں بہنوں نے بھی ان مستورات کے ساتھ مل کر سینہ زنی کی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

برہمن نے کہا۔ بس بس اب میں سمجھ گیا کہ اسے اگنی دیوتا کیوں قبول نہیں کر رہا۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک شخص بہت بڑا دولت مند تھا۔ اور محب اہل بیت بھی تھا۔ ہر سال عشرہ محرم میں یکم سے عاشور تک دستر خوان لگا دیتا تھا۔ اور غریب کربلا کے نام پر غریب اور محتاج کو کھانا کھلاتا تھا۔ مجلس عزا بھی برپا کرتا تھا۔ یوم عاشور کے بعد تمام وہ سامان جو عزاداری میں استعمال ہوتا تھا

جس میں دریاں، فرش، قناتیں، سائبان کھانے پکانے کے برتن غرض اس قسم کا تمام سامان بنام حسینؑ غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتا تھا۔

اس کے بعض مخالفین نے اس شہر کے ناصبی حاکم کو شکایت کی کہ فلاں شخص چونکہ ہر سال غریب زہرا کی عزاداری پر بے انتہا خرچ کرتا ہے اس لیے رافضی ہے حاکم نے اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ وہ پابند سلاسل ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوا۔ اس حاکم نے اسے بے تحاشہ گالیاں دیں۔ جسمانی تشدد کیا۔ اور تمام سامان اور گھر بار لوٹ لینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے تھوڑی دیر میں اس کے گھر میں جھاڑو پھیر دی۔

جب محرم آیا تو وہ انتہائی غم زدہ حالت میں آہ پر آہ کھینچنے لگا۔

بیوی نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ بات کیا ہے۔ محرم بھی آگیا ہے اور اب پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ مولا کے نام پر خرچ کروں۔ اپنی قسمت پہ رو رہا ہوں کہ کتنا بدنصیب ہوں اس سال عشرہ محرم بلا ذکر حسینؑ گزر جائے گا نصیبوں والے یہ ذکر سن بھی لیں گے اور سنا بھی لیں گے مگر میں بدقسمت محروم ہی رہوں گا۔

بیوی نے کہا۔ گھبرانے کی کونسی بات ہے۔ اللہ نے ہمیں اسی مظلوم کربلا کے طفیل ایک لڑکا بھی تو دے رکھا ہے کسی دور کے شہر میں اسے لے جایئے غلام بنا کر فروخت کر دیجئے۔ اس سال کا عشرہ تو ہو جائے آئندہ پھر اللہ مالک ہے۔

بیوی کی بات سنکر وہ خوش ہو گیا۔ لڑکے کو بلایا اور اس سے مشورہ لیا۔

لڑکے نے جواب دیا۔

ابا جان!۔ بھلا مجھ سے پوچھنے کی بھی ضرورت تھی۔ جب ہم ہیں ہی فرزند رسول کے غلام۔ تو پھر ان کے نام پر بکنے میں کیا حرج ہے۔ آپ بسم اللہ کیجئے۔ مجھے لے جایئے۔

میں عملاً غلامی فرزند زہرا ثابت کر کے دکھاؤں گا۔

وہ خوش ہو گیا۔ بیٹے کو ساتھ لیا۔ اور اپنے شہر سے بہت دور دوسرے شہر میں آیا۔ بیٹے کو بازار لے گیا۔ وہاں آ کے ایک شخص انتہائی وجیہہ شکیل، خوبرو، اور خوش خو شخص نظر آیا۔ اسی نے ابتدا کر کے پوچھا۔

یہ لڑکا کون ہے؟

اس نے کہا۔ غلام ہے۔

اس نے پوچھا۔ کیا فروخت کرے گا۔؟

اس نے جواب دیا۔ ضرورت پڑ گئی تھی لایا تو فروخت کرنے کے لیے ہوں۔

اس نے کہا بچہ شریف معلوم ہوتا ہے کیا لے گا؟

اس نے قیمت بتائی۔

اس نے بغیر کچھ کہے قیمت دے دی، اس مومن نے قیمت لے لی اور لڑکا اس کے حوالے کر دیا۔ فوراً واپس پلٹا گھر پہنچ کر بیوی کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ ابھی واقعہ سنا ہی رہا تھا کہ لڑکا بھی پہنچ گیا۔ دونوں نے سمجھا کہ بھاگ آیا ہے۔ لڑکے نے سلام کیا۔ والدین نے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ پریشان ہو گئے کہ آج نہیں تو کل خریدار آجائے گا اور قیمت کی واپسی کا مطالبہ کرے گا۔ ہمارا عشرہ محرم پھر محرومی میں گزر جائے گا۔

باپ نے کہا۔ بیٹے اگر تجھے اسی طرح کرنا تھا تو مجھے پہلے بتا دیا ہوتا اتنا لمبا سفر نہ کرتے اور نہ جاتے۔

بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان میں نے کیا کیا ہے؟

باپ نے کہا۔ کیا تو اس خریدار سے بھاگ نہیں آیا۔ حالانکہ وہ کتنا شریف آدمی تھا۔

بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان! مجھے خریدار کی عزت کی قسم ہے! میں بھاگا نہیں ہوں۔

دونوں کی جان میں جان آئی۔ پوچھا جب بھاگا نہیں ہے تو اتنے لمبے سفر سے اتنی کم مدت میں پہنچ کیسے گیا ہے؟

بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان ایسے نہیں میں آپ کو شروع سے واقعہ سناتا ہوں اس طرح بتانے سے بات بے لطف ہو جائے گی۔ دونوں ہمہ تن گوش ہو گئے اور باپ نے کہا بیٹے جلدی بتاؤ کیا بات ہے۔

بیٹے نے جواب دیا ابا جان! آپ پیسے لے کر واپس چلے تھے وہ مجھے لے کر اپنے مسکن پر گیا۔ آخر میں کبھی سفر میں گیا نہ تھا۔ آپ سے جدا نہ ہوا تھا۔ اس نے مجھے اپنے برابر چارپائی پر بٹھایا۔ لیکن بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

میں نے جواب دیا۔ اچھے آقا تھے۔ میرے ساتھ اولاد جیسا سلوک کرتے تھے ان کی یاد آ گئی اور آنسو بہہ گئے۔ کوئی بات نہیں میں بہت جلد انہیں بھول جانے کی کوشش کروں گا۔

اس وقت اس نے انتہائی شفقت اور نرمی سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

بیٹے مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت ہے میں جانتا ہوں تو ان کا غلام نہیں بلکہ

بیٹا ہے اور جس ضرورت کے لیے تیرے باپ نے تجھے فروخت کیا ہے میں اس ضرورت سے بھی واقف ہوں۔

پھر اس نے مجھے تمام وہ واقعہ سنایا جو ہمارے اوپر گزرا تھا۔ حاکم کا سلوک۔ مال کا لٹ جانا۔ آپ کا نام امی کا نام ہمارے تمام خاندانی حالات۔ میں نے عرض کیا۔ میرے آقا۔ اگر جسارت نہ ہو تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

اس نے بتایا۔ بیٹے میں وہی ہوں جسے مسلمانوں نے تین دن کا بھوکا پیاسہ غربت میں شہید کیا تھا اور جس کی یاد منانے کی خاطر تجھے تیرے والدین نے فروخت کیا ہے اب تو نہ گھبرا میں تجھے کل تیرے گھر پہنچا دوں گا اور والد کے پہنچنے کے فوراً بعد تو بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ والدین سے کہہ دینا اطمینان سے عزاداری کریں حاکم اب نہ صرف تمہیں تنگ نہیں کرے گا بلکہ تمہارا تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دے گا۔ ابھی ابھی وہ مجھے اس شہر سے باہر لایا۔ پھر مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ میں نے آنکھیں بند کیں پھر فرمایا آنکھیں کھول لے۔ میں نے دیکھا تو ہماری بستی سامنے تھی۔ اور مجھے فرمایا کہ اب جا یہ تیری بستی ہے۔ تیرا والد تیری والدہ کو فروخت کا واقعہ ہی سنا رہا ہے۔

وہ ابھی تک اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ دق الباب ہوا۔ جب وہ دروازہ پر آیا تو حاکم کا خادم کھڑا تھا۔ اس نے کہا آپ کو حاکم نے اسی وقت فوراً بلایا ہے۔ جب وہ اس حاکم کے پاس آیا تو اس نے انتہائی شفقت عزت و احترام سے بٹھایا۔ اور کہا۔

میں نے آپ سے بہت برا سلوک کیا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔ تجھے عزاداری کی کھلی چھٹی ہے۔ جیسے جی چاہے کر۔ تیرا جتنا مال لوٹا گیا تھا مجھے بتا دے اس سے دگنا

تجھے ملے گا۔ عزاداری کے لیے ہر سال دس ہزار درہم میں بھجواؤں گا۔ میں محب آل محمد ہو چکا ہوں۔ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی ان سے بھی معذرت کروں گا اور آپ سے بھی معافی کا طلب گار ہوں۔

آج رات مجھے امام مظلوم نے تنبیہ کی ہے کہ اگر اس مومن نے تجھے معاف نہ کیا تو تو اپنی تمام دولت اور اہل خانہ کے ساتھ غرق زمین ہو جائے گا۔

علامہ دربندی نے ایک اور واقعہ یوں لکھا ہے کہ۔

مجھے حیدر آباد دکن کے ایک عالم اجل سید محمد علی نے بتایا ہے کہ عشرہ محرم میں سات محرم تک تو ذکر حسینؑ اور سینہ زنی ہوتی ہے۔ سات محرم کو آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ دہکایا جاتا ہے۔ اور شب عاشور تک اس الاو پر لکڑیاں ڈالی جاتی ہیں۔ شب عاشور جب آدھی گزر جاتی ہے تو تمام عزادار مجلس عزا سے فارغ ہو کر ایک حوض سے غسل کرتے ہیں۔ یہ حوض امام بارگاہ کے ایک کمرہ میں ہے اسے بیت العاشور کہا جاتا ہے۔ ان میں بچے بوڑھے جوان سبھی شامل ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر صرف کچھا ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں علم ہوتے ہیں۔ برہنہ پا برہنہ سر، شاہ حسینؑ۔ شاہ حسینؑ کرتے ہوئے اس آگ کے قریب آتے ہیں۔ آگ کے ارد گرد کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں پنکھے ہوتے ہیں۔ وہ ان پنکھوں سے انگاروں پر بننے والی راکھ کو اڑاتے رہتے ہیں تاکہ انگارے چمکتے رہیں۔ آگ کی حدت اتنی ہوتی ہے کہ اگر اس آگ کے الاؤ سے چالیس فٹ دور بھی کوئی پرندہ گزر جائے تو جل کر راکھ ہو جائے۔

ان ماتمیوں میں سے ایک بزرگ آگے بڑھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وہ آگ میں داخل ہوتا ہے اس کی اقتداء میں دوسرے ماتمی بھی

آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حسینؑ حسینؑ کرتے ہیں اور آگ پر ماتم کرتے ہیں آگ سے کوئی جلتا نہیں ہے جب تک آگ رہتی ہے اس وقت تک وہ ماتم کرتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ماتم شروع ہونے کے بعد یوم عاشور کے غروب تک رہتا ہے۔ تمام کی تمام آگ راکھ بن جاتی ہے۔

اسی سید نے بتایا ہے کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں شب عاشور بمبئی آرہا تھا میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے وہاں بھی آگ پر ماتم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھیوں میں سے چند ساتھی بھی اس آگ پر ماتم میں شریک ہو گئے۔ جب ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا آگ گرم نہیں لگتی تو وہ کہنے لگے کہ بخدا ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نمناک مٹی پر کھڑے ماتم کر رہے ہوں۔ ہم نے ان کے پاؤں کے تلوے دیکھے تو ہمیں ذرہ بھی آگ سے سوزش کے آثار تک نظر نہ آئے۔

سرکار علامہ دربندی نے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں صاحبان بصیرت معرفت کے لیے خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

انہوں نے لکھا کہ مجھے ایک روسی عالم و مفتی نے بتایا ہے کہ۔

ایک مرتبہ میں اہلسنت میں سے ناصبی مزاج چند علماء کے ساتھ ایک ایسی جگہ بیٹھا تھا جہاں سے زائرین مظلوم کربلا بکثرت گزرتے تھے۔ ہم اپنی باتوں میں مصروف تھے کہ ایک ایرانی زائر وہاں سے گزرا شکل وصورت سے وہ انتہائی مفلس غریب اور نادار لگ رہا تھا۔ جب ہمارے قریب سے گزرا تو تمام علماء اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اور کہنے لگے۔

اے پاگل ایرانیو۔ اے احمقو!

تمہیں کیا ہے ہر سال چیخ چیخ کر کہتے ہو ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ۔ اپنے سینوں

کو چھلنی کر دیتے ہو۔ اپنے سروں پر اپنے ہاتھ سے مٹی ڈالتے ہو۔

ایرانی نے جواب دیا۔ ہم اسے اپنے لیے فرض عین سمجھ کر کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں اور کچھ عرصہ یونہی خاموشی سے گزر جائے تو پتہ ہے تم کیا کرو گے؟۔

انہوں نے پوچھا۔ تو بتا دے ہم کیا کریں گے؟

اس نے کہا۔ تم کہو گے کہ نہ تو یزید نے امام حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ نہ ذریت رسولؐ کی مستورات کو پابند رسن کیا تھا۔ نہ واقعہ کربلا ہوا تھا۔

انہوں نے پوچھا۔ بھلا تمہیں کیسے معلوم ہے کہ ہم ایسا کریں گے۔

ایرانی نے جواب دیا ہمیں اس بات کے تلخ تجربات ہیں جو ہم تمہارے صدیوں کے عمل سے مشاہدہ کر چکے ہیں۔

انہوں نے کہا وہ کیسے؟

ایرانی نے کہا!

نبی اکرمؐ نے اپنے داماد اور چچا زاد علی ابن ابی طالب کو زندگی میں متعدد بار بالعموم اور مقام خم غدیر پر بالخصوص اپنا نائب۔ اپنا خلیفہ اور اپنا وصی بتایا۔ اس کا اعلان کیا ستر ہزار صحابہ موجود تھے۔ یہ واقعہ حد تواتر تک آج بھی تمہاری کتب میں موجود ہے۔

یہ دن امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی عید کا دن ہے۔ چونکہ ہم نے اس سے غفلت کی اور اسے عید کے بطور نہیں بتایا۔ تم نے علیؑ کی خلافت سے انکار کر دیا۔ اور واقعہ غدیر سے بھی مکر گئے۔ اس قسم کے دیگر تجربات سے سبق لے کر ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ۔

ہر سال اور ہر دن یاد غریب زہرا نوحہ خوانی۔ مجلس عزا۔ اور سینہ زنی سے مناتے رہیں گے تاکہ تم تاریخ اسلام کی اس بڑی حقیقت سے انکار نہ کر سکو۔ اور نہ اسے چھپا سکو۔

اس کا یہ جواب سنکر تمام کے سر جھک گئے۔ چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ کھسیانے ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔

بخدا! اس گنوار۔ جاہل۔ ان پڑھ اور اصطلاحات علماء سے ناواقف کا یہ جواب اس کا اپنا نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے یاد کرایا ہے۔ اگر آپ لوگ میری بات مان لیں تو اسے یقیناً قدرت نے بذریعہ الہام یہ جواب تعلیم کیا ہے۔ اگر اس کا اپنا ہوتا تو اس کا انداز بیان اور شائستگی یقیناً ایسی نہ ہوتی۔

منتخب الاخر میں ہے کہ مدینہ میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی اس کے پڑوس میں ایک شیعہ مومن کا مکان تھا۔ عشرہ محرم میں وہ مجالس عزا کرتا تھا۔ ایک دن نیاز پک رہی تھی وہ مجلس میں مصروف تھے موسم گرم تھا۔ آگ بجھ گئی۔ اس فاحشہ عورت کو ضرورت ہوئی وہ آگ لینے کے لیے اس گھر میں آئی دیکھا تو آگ بجھی ہوئی تھی۔ وہ بیٹھ کر آگ سلگانے لگی۔ اس کا چہرہ اور بازو راکھ آلود ہو گئے۔ آگ سلگ گئی وہ آگ لے کر واپس چلی گئی۔ نیاز میں جو کمی رہ گئی تھی اس آگ جلنے سے دور ہو گئی فاحشہ عورت اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر سو گئی۔

عالم خواب میں دیکھا کہ میدان محشر برپا ہے۔ ملائکہ جہنم کو حکم ہوا کہ اس فاحشہ کو جا کر جہنم میں ڈال دو۔ وہ چیخ چیخ کر مدد کے لیے پکارنے لگی لیکن اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ جب ملائکہ کنار جہنم لے گئے تو پیچھے سے ایک آواز آئی

ٹھہرو اسے جہنم میں نہ ڈالنا۔

ملائکہ نے پیچھے دیکھا تو فرزند رسول امام حسینؑ تھے

انہوں نے عرض کیا

قبلہ یہ تو فاحشہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں فاحشہ ضرور ہے لیکن میں اس کا مقروض ہوں۔

اس نے حیرت سے دیکھا۔ اور عرض کیا۔

میرے محسن آپ کون ہیں میں آپ کو نہیں جانتی آپ کیسے میرے مقروض ہیں

انہوں نے فرمایا۔

میں غریب زہرا ہوں۔ ابھی ابھی میرے عزادار ماتم میں مصروف تھے۔ نیاز پک رہی تھی۔ تو نے آگ جلائی تو اس سے میرے عزاداروں کی نیاز کو بہت بڑا فائدہ ہوا۔

ملائکہ نے عرض کیا۔ قبلہ اب کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ میں اللہ کی خدمت میں اس کے متعلق کروں گا۔

وہ فاحشہ بیدار ہوئی۔

اس نے پڑوس میں دیکھا تو ابھی تک مجلس عزا شروع تھی وہ مجلس میں چلی آئی اور آکر تمام حاضرین مجلس کو وہ واقعہ سنا کر ان کے سامنے توبہ کی۔

بحار میں علامہ مجلسی نے سید علی حسینی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضاؑ کے مشہد مقدس میں تھا۔ عشرہ محرم آگیا۔ ہم چند مومنین مجلس عزا کے لیے جمع ہوئے۔ مجلس

خوان نے امام محمد باقرؑ کی یہ حدیث پڑھی۔

من ذرفت عیناہ علی مصاب الحسین غفر اللہ ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر۔

جس شخص کی آنکھیں غم حسینؑ میں بھر پڑیں اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

اس مجلس میں ایک عالم نما جاہل مرکب بھی تھا۔ اس نے اس حدیث پر اعتراض کیا اور کہا۔

یہ حدیث قطعاً غلط ہے۔ اسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے اور عظیم گناہ صرف ایک آنسو کے عوض معاف ہو جائیں۔

ہمارے درمیان کافی بحث ہوئی لیکن بلا نتیجہ رہی۔ آخر ہم متفرق ہو گئے گیارہ محرم کی رات گزر گئی۔

گیارہ محرم کی صبح کو وہی شخص حاضرین مجلس میں سے ایک ایک کے پاس گیا اور کہا۔

جس طرح آپ لوگ میرے کل کے جرم کے گواہ تھے اسی طرح آج میری توبہ کے بھی گواہ بن جائیں۔ ہم نے اس سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا کہ۔

رات میں نے عالم خواب میں قیامت دیکھی ہے۔ میزان نصب تھی۔ آتش جہنم بھڑک رہی تھی گرمی سخت تھی مجھے پیاس نے ستا رکھا تھا۔ میں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ مجھے دور ایک حوض نظر آیا۔ میں نے یہی سمجھا کہ یہ حوض کوثر ہے چنانچہ میں اسی طرف چلا گیا۔ میں نے دیکھا تو حوض میں برف سے ٹھنڈا اور

شہد سے شیریں پانی موجود تھا۔ لیکن میری دسترس سے باہر تھا۔ وہاں تین افراد موجود
تھے دو مرد اور ایک عورت۔ ان کی پیشانیوں سے اتنا نور چمک رہا تھا کہ مستور کے
برقعہ سے نور کی لاٹیں چھن چھن کر نکل رہی تھیں۔ انہوں نے سیاہ لباس پہن رکھے تھے
جب میں نے ان کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا۔

ایک سرور انبیاء ہیں۔ دوسرے علی مرتضیٰ ہیں اور تیسری جناب فاطمہ زہرا ہیں۔

میں نے کہا۔ ان لوگوں نے سیاہ لباس کیوں پہن رکھے ہیں۔ اور رو کیوں رہے ہیں؟

مجھے جواب دیا گیا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ آج یوم عاشور تھا۔

میں جناب سیدہ کے پاس گیا اور عرض کی۔ بی بی بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے۔

بی بی نے کہا۔ کیا تو وہی ہے جو میرے باقر بیٹے کی حدیث کو جھٹلاتا ہے۔

تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میرے غریب اور پیاسے بیٹے کی عزاداری میں مداخلت کرے
خواہ کسی عزادار کے گناہ ایک آنسو کے عوض معاف کیے جائیں یا ایک مرتبہ کی سینہ
زنی کے عوض۔

آٹھویں مجلس

غم حسین میں ارض و سما کا گریہ

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لائے مسجد میں
تشریف فرما ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

فما بکت علیهم السماء والارض وما کانوا منظرین۔

نہ تو ان پر آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

اسی اثناء میں امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ حضرت علیؑ اپنی جگہ سے اٹھے۔
امام حسینؑ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ بیٹے اللہ نے کچھ لوگوں کی اس بات
پر مذمت کی ہے کہ جب وہ ہلاک ہوئے تو ان کی ہلاکت پر کسی کی آنکھ نم نہیں ہوئی
لیکن بخدا!

یہ امت تجھے شہید کرے گی اور تیری شہادت پر آسمان و زمین روئیں گے۔

مؤلف!

ایک روایت کے مطابق زمین و آسمان شہادت امام حسینؑ پر چالیس روز

تک روتے رہے۔

ایک روایت کے مطابق چھ ماہ گریہ جاری رہا۔

ایک روایت کے مطابق نو ماہ تک زمین و آسمان روتے رہے۔

ایک روایت کے مطابق ایک برس پورا گریہ ارض و سما چلتا رہا۔

گریہ ارض و سما کی کیفیت:

آسمان جتنا عرصہ بھی رویا اس کے رونے کی کیفیت یہ رہی کہ آسمان سرخ گورے کی طرح رہا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پورے آسمان پر خون کا پلستر کر دیا گیا ہے۔ جس کے آثار آج تک وقت غروب مغربی افق پر سرخی کی شکل میں موجود ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ سرخی واقعہ کربلا سے پہلے نہ تھی۔

ایک روایت کے مطابق آسمان سے سرخ مٹی برستی رہی۔

ایک روایت کے مطابق راکھ کی بارش ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق خون کی بارش ہوئی۔

امام سجادؑ نے شبیت سے فرمایا۔

اے شبیت جب سے آسمان پیدا ہوا ہے کبھی نہیں رویا۔ صرف دو مرتبہ رویا ہے۔ پہلی مرتبہ یحیٰی ابن زکریا کی شہادت پر، اور دوسری مرتبہ فرزند رسول کی شہادت پر۔

شبیت نے عرض کیا۔

قبلہ بھلا آسمان بھی روتا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں روتا۔

شبیت نے عرض کیا۔ آسمان کیسے روتا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ جب کوئی کپڑا دھوپ پر رکھا جاتا تھا تو کپڑے پر خون کے چھوٹے چھوٹے قطرے پڑ جاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے اتنا خون برستا رہا کہ مکانوں کی چھتیں اور دیواریں اس قدر سرخ ہو جاتی تھیں کہ دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ دیواروں پر خون مل دیا گیا ہے یہ سلسلہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک جاری رہتا تھا۔ اس خون کی بارش سے جو کپڑے متاثر ہوئے ان پر خون باران خون رک جانے کے بعد بھی کافی عرصہ تک موجود رہا۔

امام رضاؑ نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب میرے جد امجد کی شہادت ہوگئی تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوئی۔

زمین کا گریہ زمین سے سیاہی اور سرخی کا ابلنا تھا۔

بیت المقدس کا رہنے والا ایک شخص بتاتا ہے کہ بخدا جس دن فرزند رسول شہید ہوا ہمیں اسی رات کو علم ہو گیا تھا۔

راوی نے پوچھا۔ کہاں کربلا اور کہاں بیت المقدس۔ اور تمہیں کیسے پتہ چلا؟

اس نے کہا، ہم نے بیت المقدس کے علاقہ سے جو پتھر اٹھایا۔ جو ڈھیلا اٹھایا اس کے نیچے سے خون کا فوارہ ابل پڑتا تھا۔

ہمارے گھروں کی دیواریں خون کی طرح سرخ ہو گئیں۔ ہمارے پانی کے گھڑے اور حوض خون سے بھر گئے۔ ہمارے اونٹ پانی پینے کو گئے تو تالاب خون سے پر تھے رات کو ہم نے ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی۔

کہہ رہا تھا۔

اترجوا امة قتلت حسينا - شفاعة جده يوم الحساب معاذ الله لا نلتم يقينا شفاعة احمد و ابی تراب .	جن لوگوں نے حسینؑ کو شہید کیا ہے کیا وہ لوگ قیامت کے دن جد حسینؑ کی شفاعت کی امید رکھ سکتے ہیں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کبھی بھی سرور انبیاء اور حضرت ابوتراب کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

جس دن آپ شہید ہوئے اس دن آسمان سیاہ ہو گیا تھا۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ سورج تین دن گرہن زدہ رہا۔ کہنے کو جی چاہتا تھا کاش سورج ہمیشہ گرہن زدہ رہتا اور دنیا تاریک ہی رہتی اور شامی شیطان اور کوفی زہرا زادیوں کو کھلے سر نہ دیکھتے۔

بحار میں ابن ابی عمیر نے حسینؑ ابن فاختہ سے روایت کی ہے کہ: میں چند دیگر شیعوں کے ساتھ امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ بعض اوقات جب میں دوسرے لوگوں کی محفل میں بیٹھتا ہوں تو میرے دل میں آپ کی یاد آجاتی ہے۔ ایسے میں میں کیا کروں۔؟

آپ نے فرمایا۔

اے حسین! جب کبھی ان کی محفل میں ہماری یاد آجائے تو دل ہی دل میں کہہ دیا کرو۔

اللھم ارنا الرخاء و السرور۔	اے اللہ ہمیں خوشحالی اور خوشی سے نواز۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! بعض اوقات ان محفلوں میں ذکر حسینؑ چھڑ جاتا ہے ایسے موقع پر کیا کہوں؟

آپ نے فرمایا۔ تین مرتبہ کہہ دیا کرو۔ صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ۔

اے حسینؑ! جب فرزند رسول شہید ہوا تو اس کائنات عالم کی ہر مرئی اور غیر مرئی۔ آسمان وزمین۔ ان کے مابین جو کچھ ہے جنت۔ اہل جنت۔ حتیٰ کہ جہنم نے بھی اپنی اپنی حیثیت میں آنسو بہائے لیکن کچھ بدنصیب مقام اور افراد ایسے بھی تھے جنہیں اس کا افسوس نہ ہوا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ وہ کون تھے؟

آپ نے فرمایا۔ قطعات زمین میں سے بصرہ اور دمشق۔ اور انسانوں میں آل حکم اور آل ابوالعاص۔

خصائص حسینیہ میں علامہ تستری نے لکھا ہے کہ۔ فرزند رسول پر موجودات عالم روئے۔ آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ فقط ہمارے عالم کے موجودات عالم بلکہ ہر عالم کا ہر موجود رویا ہے۔ عالم کے متعلق معصومین سے مروی ہے کہ ذات احدیت نے دس ہزار عالم اور دس ہزار آدم پیدا کیے ہیں۔ ہم لوگ آخری عالم کے آخری آدم کی اولاد ہیں یہ بھی نہ سمجھ لیا جائے عالمین کے موجودات صرف آپ کی شہادت کے بعد آپ پر روئے بلکہ آپ کی شہادت سے پہلے بھی عالمین کا گریہ ملتا ہے۔ اہل کوفہ روئے ہیں۔ قاتل بھی روئے ہیں۔ عمر سعد بھی رویا ہے۔ جب آپ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو دار الامارہ کی دیواروں سے خون ٹپکنے لگا۔

بحار میں ابو بصیرؒ سے مروی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا ہے۔

اے ابو بصیر میرے جدِ امجد کی مظلومانہ شہادت پر انسان۔ جن۔ پرند اور درند تک روئے ہیں۔ حتیٰ کہ جسے تم الو کہتے ہو یہ بھی غمِ حسینؑ میں آنسو بہاتا ہے۔ بھلا کبھی اسے دن میں بھی دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کبھی نظر نہیں آیا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اسے کبھی دن میں نہ دیکھو گے۔ حالانکہ واقعہ کربلا سے قبل یہ بھی چڑیوں کی طرح عام گھروں میں رہتا تھا۔ مانوس پرندوں سے تھا۔ لوگوں کے دسترخوان کے قریب بیٹھ جاتا تھا۔ لوگ اسے کھانا دیتے تھے۔ وہیں بیٹھ کر کھالیتا تھا۔ جب واقعہ کربلا ہوا تو اس نے یہ کہہ کر آبادیوں میں رہنا چھوڑ دیا۔

تم بدترین امت ہو۔ جب تم نے اپنے نبی کی بیٹی کی اولاد کو ظلم و جور سے شہید کردیا ہے تو اب تم پر کون بھروسہ کرسکتا ہے۔ اس نے اس دن سے قسم کھا رکھی ہے کہ کبھی ایسی جگہ نہیں رہے گا جہاں انسان آباد ہوں گے۔

ہمیشہ ویرانوں میں رہتا ہے۔ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ رات کو اپنا مقدر رزق کھا کر ساری رات نوحہ خوانی کرتا ہے۔

اے ابو بصیر!

وہ سفید پرندہ بھی انہی پرندوں سے تھا۔ جو یوم عاشور فضائے کربلا میں پرواز کررہا تھا۔ اس نے فرزند حسینؑ کو دیکھا تو زمین پر آیا۔ اپنے پروں کو خونِ شہید سے آلودہ کیا۔ وہاں سے اڑا آگے ایک سایہ کے نیچے۔ بہت سے پرندے بیٹھے تھے جو کھانے اور پینے میں معروف تھے۔ اس پرندے نے ان تمام پرندوں کو ملامت کی اور کہا۔

کم از کم آج تو کھانا پینا چھوڑ دو۔

تمام پرندوں نے پوچھا۔

آج کون سی خاص بات ہے۔

اس نے کہا۔ ذرا جاکر میدان کربلا میں دیکھو۔ آلِ رسولؐ کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا رکھ کر شہید کردیا گیا ہے۔ زہرا زادیوں کے سروں سے چادریں چھین لی گئی ہیں۔

اس کی یہ بات سنکر پرندے وہاں سے اڑے۔ کربلا میں آئے تو دیکھا کہ لاشیں پامال سمِ اسپاں ہوچکی تھیں۔ ان پرندوں نے بھی اپنے اپنے پروں کو خونِ شہداءؑ سے آلودہ کیا۔ اور مختلف علاقوں کو خبرِ شہادت دینے کی خاطر چلے گئے۔

انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ میں آیا۔

قبرِ رسولؐ کے قریب آیا اس کے پروں سے خون ٹپکتا دیکھ کر تمام پرندے اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اس نے اپنی زبان میں تمام پرندوں کو شہادت غریب زہراؑ کی اطلاع دی۔

انہی پرندوں میں سے ایک کوا بھی تھا جو اپنے خون آلودہ پروں سے مدینہ میں جناب فاطمہ صغریٰ کی دیوار پر آکر بیٹھا۔

بی بی پہلے سے اپنے باپ بھائیوں بہنوں اور پھوپھیوں کے غم میں آنسو بہا رہی تھی۔

کوے نے دیوار پر بیٹھ کر اپنی زبان میں نوحہ خوانی کی۔ جب جناب فاطمہ نے سر اٹھا کر کوے کو دیکھا۔

اور کوے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

نعب الغراب فقلت من تنعاه ويحك يا غراب.	جب کوا چلایا تو میں نے پوچھا اے کوے کس کی خبر موت دے رہا ہے۔
قال الامام فقلت من.	کوے نے کہا امام کی خبر شہادت ہے۔ میں نے پوچھا کون امام؟
قال الموفق للصواب.	اس نے جواب دیا وہی جو راہ راست کا ہادی تھا۔
ان الحسين بكربلا بين الاسنة والضراب.	حسینؑ کربلا میں تیروں اور تلواروں کے مابین ہے۔
فابكي الحسين بعبرة ترجي الاله مع التواب	اے فاطمہ! حسینؑ پر آنسو بہا۔ اس سے اللہ کی طرف سے جزا ملے گی۔
فقلت الحسين فقال لي.	میں نے پوچھا۔ کیا حسینؑ فرزند رسولؐ شہید ہوا ہے۔
حقا لقد سكن التراب ثم استقل بدالجناح.	اس نے کہا۔ آپ نے ٹھیک سمجھا ہے۔ وہی خاک آلودہ ہوئے ہیں۔
	اور پھر وہ غم سے نڈھال ہو گیا۔

فلم يطق رد الجواب	اور وہ اس کا جواب بھی نہ دے سکا۔

جناب محمد حنیفہ نے بتایا ہے کہ دختر حسینؑ فاطمہ نے کوے سے یہ اطلاع شہادت سنکر اہل مدینہ کو خبر شہادت دی۔ تو اہل مدینہ نے کہا کہ۔ لو یہ لڑکی بھی ہاشمی بزرگوں کی طرح جادو سے خبریں دیتی ہے۔

نویں مجلس

غم حسینؑ میں گریہ ملائکہ

بحار میں امام صادق سے مروی ہے کہ ذات احدیث نے چار چار ہزار ملائکہ کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے جو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مزار غریب زہرا پر گریہ وبکا کرتے ہیں۔

زائدہ کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ یوم عاشور کچھ ملائکہ نے ذات احدیت سے نصرت حسینؑ کی اجازت مانگی یہ اس وقت میدان کربلا میں آئے۔ جب فرزند زہرا شہید ہو چکا تھا۔ چنانچہ ذات احدیت نے انہیں تاقیام حجت مزار سید الشہدار پر گریہ وزاری کرنے کے علاوہ زائرین مظلوم زہرا کے استقبال اور الوداع کے لیے مامور کر دیا ہے۔ جو زائر بیمار ہوتا ہے اس کی عیادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی زائر فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں ہر وقت مصروف گریہ و زاری رہتے ہیں۔ اور محبان حسینؑ کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

بحار میں صفوان جمال سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے ساتھ سفر حج کو جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا تمام راستہ میں آپ مغموم اور محزون رہے۔ مجھ سے رہا نہ گیا آخر میں نے پوچھ لیا۔

قبلہ کیا وجہ ہے کہ جب سے چلے ہیں میں آپ کو غمزدہ دیکھتا آرہا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ جو کچھ میں سن رہا ہوں اگر تو بھی سنتا تو ایسا سوال نہ کرتا۔

میں نے عرض کیا قبلہ!

آپ کیا سن رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ میں اس صحرا میں ملائکہ اور جنات کا مظلوم کربلا پر گریہ سن رہا ہوں۔

مؤلف۔

ممکن ہے یہ وہ ملائکہ ارض ہوں جو اس دن سے رونے لگے ہیں جس دن سے انہیں شہادت امام حسینؑ کی اطلاع ملی تھی۔ جیسا کہ متعدد روایات میں ہے کہ ملائکہ آسمان میں سے ایک ملک نے ذات احدیث سے اس وقت زمین پر آنے کی اجازت مانگی جب آنحضورؐ بقید حیات تھے اور عرض کیا بار الہا مجھے تیرے حبیب کی زیارت کا بڑا شوق ہے اگر اجازت مل جائے تو میں اس کی زیارت کو آؤں ذات احدیث نے فرمایا۔

جا میرے حبیب کی زیارت بھی کر اور اسے بتا دے کہ تیری طاہرہ بیٹی کے طاہر حسینؑ کو تیری امت کا یزید نامی شخص صحرائے کربلا میں تشنہ اور گرسنہ شہید کرے گا۔

وہ ملک زمین پر آیا۔ آنحضورؐ کو اطلاع دی۔ کربلا سے کچھ خاک لی اور واپس جاتے ہوئے تمام ملائکہ ارض وسما کو شہادت دلبند زہرا کی خبر دیتا گیا۔ اس وقت سے ملائکہ ارض وسماء نے غم حسینؑ میں رونا شروع کر دیا۔

امام صادق نے مسمع سے فرمایا۔

مسمع جس دن سے نبی اکرم نے چہرہ علیؑ کی زیارت کے ثواب کا اعلان کیا اسی دن سے ملائکہ نے عرض کیا۔ بارالہا۔ دنیا والے تو چہرہ علی کی زیارت کر کے ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ مگر ہم محروم ہیں۔ ذات احدیث نے پانچویں آسمان پر ایک ملک شبیہ علیؑ پیدا فرمایا۔ جس دن ابن ملجم نے مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ پر تلوار کا وار کیا۔ اسی وقت اس شبیہ علیؑ ملک کی پیشانی بھی دو نیم ہو گئی۔ اس دن سے ملائکہ شبیہ علیؑ کو زخمی دیکھ کر روتے بھی ہیں اور قاتلین علیؑ پر لعنت بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح جس دن غریب نینوا شہید ہوا تو ملائکہ کی استدعا پر ذات احدیث نے شبیہ علیؑ کے ساتھ شبیہ حسینؑ ایک ملک پیدا کیا جس کا جسم تیروں۔ نیزوں۔ تلواروں اور بھالوں سے چھلنی ہے۔ اللہ نے اسے شبیہ علیؑ کے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس وقت سے ملائکہ آسمان کبھی شبیہ علیؑ کو زخمی دیکھ کر اور کبھی شبیہ حسینؑ کو پارہ پارہ دیکھ کر روتے بھی ہیں اور ان کے قاتلین پر لعنت بھی کرتے ہیں۔

کامل الزیارات میں ہے کہ کوفہ سے پانچ نوجوان شب عاشور نصرت امام حسینؑ کے لیے چھپ کر روانہ ہوئے راستہ میں انہیں دو مرد ملے ان میں سے ایک بوڑھا تھا اور ایک جوان۔

بوڑھے نے پوچھا۔ کیا تم فرزند رسول کی نصرت کے لیے جا رہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا ہاں۔

اس نے کہا۔ میں جن ہوں اور یہ میرا بھتیجا ہے ہم بھی اسی مظلوم کی نصرت کو نکلے ہیں۔ اس وقت رات گزر چکی ہے اور دن کافی بلند ہو چکا تھا۔ میرا ایک مشورہ ہے اگر تم تمام اتفاق کر لو تو میں بتاؤں۔

انہوں نے کہا۔ ضرور آپ پرانے آدمی ہیں۔ یقیناً اچھا مشورہ ہوگا۔

اس نے کہا ایسا کرو تم اسی جگہ بیٹھ جاؤ۔ میں میدان کربلا میں جا کر پتہ کرتا ہوں کہ فوج یزید سے گزر کر اس مظلوم تک پہنچنے کا راستہ کہاں سے ہے تاکہ تم لوگ بے خوف و خطر چلے جاؤ۔

ان سب نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ عصر کے وقت: وہ جن روتا ہوا آیا۔ اور اس نے بتایا کہ میں راستوں کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ارض و سما کے مابین میں نے آواز سنی۔ الا قد قتل الحسین الا قد ذبح الحسین یہ آواز سنکر میرے ہوش اڑ گئے پہلے اپنی بد قسمتی پر پھر اس مظلوم پر روتا رہا۔ اب کربلا میں ہمارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس جن نے ایک بہت بڑا نوحہ پڑھا۔

امام صادق نے زرارہ سے فرمایا۔ زرارہ!

مظلوم نینوا پر آسمان نے چالیس دن خون برسا کر سوگ منایا۔

زمین نے چالیس دن خون اگل کر سوگ منایا۔

سورج نے چالیس دن گرہن زدہ ہو کر ماتم حسینؑ کیا۔

پہاڑوں نے ریزہ ریزہ ہو کر غم حسینؑ منایا۔

سمندروں نے طوفان برپا کر کے حسینؑ پر گریہ کیا۔

ملائکہ نے چالیس دن تک تسبیح و تقدیس خالق چھوڑ کر ماتم حسینؑ کیا۔

بنی ہاشم میں سے کسی مستور نے سر پر خضاب نہیں لگایا۔ تیل نہیں ڈالا۔ آنکھ میں سرمہ نہیں لگایا۔ بالوں میں اس وقت تک کنگھی نہیں کی جب تک ابن زیاد کا سر نہیں آیا۔ میرا دادا جب بھی نام حسینؑ لیتا تھا تو اس کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے تھے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔

بحار میں ہے کہ ابو بصیر سے مروی ہے کہ مجھے امام صادق نے فرمایا۔

اے ابوبصیر کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہو جو بنت رسولؐ سے تعاون کرتے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کون بدبخت ہے جو بنت رسولؐ سے مساعدت کو پسند نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا۔

اگر ام السادات کی مساعدت کرنا چاہتا ہے تو اس کے مقتول عبرت فرزند پر جس قدر رو سکتا ہے رویا کر۔

دسویں مجلس

شہادت مظلوم کربلا کی پیش گوئیاں

سعد ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے صاحب الامر کی خدمت میں عرض کیا یابن رسول اللہ مجھے کہیعص کی تفسیر بتایئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حروف مستقبل کی پیش گوئی ہیں۔ ان سے پہلے ذات احدیت نے زکریا کو انہی حروف میں یہ پیشگوئی کی تھی۔ پھر نبی اکرمؐ کو انہی حروف سے پیش گوئی فرمائی۔

زکریا نے بارگاہ خالق میں عرض کیا۔ مجھے خمسہ نجبا کے نام تعلیم فرما۔ ذات احدیت نے جب نام تعلیم کیے تو جب بھی جناب زکریا آنحضورؐ۔ حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہؑ۔ اور امام حسنؑ کا نام لیتے تھے تو ان کا دل مسرت سے لبریز ہو جاتا تھا۔ لیکن جب نام حسینؑ لیتے تھے تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگتے تھے۔

ایک دن جناب زکریا نے عرض کیا۔

بار الٰہا یہ نام حسینؑ کیسا غم انگیز نام ہے کہ جونہی زبان پر آتا ہے بے ساختہ رونا آجاتا ہے۔؟

ذات احدیت نے جناب زکریا کو کہیعص سے اس واقعہ کی اطلاع دی۔ جناب زکریا نے عرض کیا۔ بار الٰہا اس کی تفصیل کیا ہے؟

ذات احدیت نے فرمایا۔

ک ۔ کربلا۔

ہا ۔ شہادت عترت رسول

یا ۔ سے یزید

ع ۔ سے عطش پیاس فدیت بنی اور ص سے صبر فرزند رسول ۔

اس وقت جناب زکریا بے تحاشہ روئے اور عرض کیا بار الہا۔ کیا تو اپنے حبیب کی پارہ جگر زہراؑ اور اپنے حبیب کے جانثار علیؑ کو شہادت حسینؑ کا داغ دے گا۔ تین دن تک جناب زکریا مسلسل غم حسینؑ میں روتے رہے۔ چوتھے دن دعا مانگی بار الہا۔

مجھے ایک فرزند عطا فرما۔ اس فرزند کی بے پناہ محبت عنایت فرما۔ پھر اسے کمسنی میں لے لے تاکہ میں بھی تیرے حبیب کے غم میں شریک ہو جاؤں۔ ذات احدیت نے جناب زکریا کی دعا قبول فرمائی۔ جناب یحییٰ کی ولادت ہوئی۔

جناب یحییٰ اور غریب نینوا میں مشابہت :

جناب یحییٰ	امام حسینؑ
۱۔ جناب یحییٰ کی قبل از ولادت کی جناب زکریا کو بشارت دی گئی تھی۔	امام حسینؑ کی قبل از ولادت جبرئیل نے بشارت دی تھی۔
۲۔ جناب یحییٰ سے پہلا یحییٰ نام کا کوئی انسان نہیں تھا۔	امام حسینؑ سے پہلے حسینؑ نام کا کوئی نہ تھا۔
۳۔ جناب یحییٰ کا نام اللہ نے تجویز فرمایا تھا۔	امام حسینؑ کا نام بھی اللہ نے تجویز فرمایا تھا۔

جناب یحییٰ	امام حسینؑ
۴۔ جناب یحییٰ نے ماں کا دودھ نہیں پیا تھا آسمان سے غذا مہیا ہوتی تھی۔	امام حسینؑ نے بھی ماں کا دودھ نہیں پیا تھا زبان رسالت سے سیر ہوتے تھے۔
۵۔ جناب یحییٰ کو بعد از ولادت آسمان پر لے جایا گیا تھا۔	امام حسینؑ کو بعد از ولادت ساتویں دن آسمان پر لے جایا گیا۔
۶۔ جناب یحییٰ شکم مادر میں کلام کرتے تھے۔	امام حسینؑ نے صدف عصمت میں ولادت سے ایک ماہ قبل ماں سے بات کی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ٥
۷۔ جناب یحییٰ کو پوری زندگی کسی نے مسرور نہیں دیکھا تھا۔	امام حسینؑ نے پوری زندگی غموں میں گزاری۔
۸۔ جناب یحییٰ مظلوم شہید ہوئے۔	امام حسینؑ مظلوم شہید ہوئے۔
۹۔ جناب یحییٰ کا قاتل ولد الزنا تھا۔	امام حسینؑ کا قاتل ولد الزنا تھا۔
۱۰۔ جناب یحییٰ پر ارض و سما کے ملائکہ روئے تھے۔	امام حسینؑ پر ارض و سما کے ملائکہ اور تمام موجودات عالم روئے۔
۱۱۔ جناب یحییٰ کا خون بعد از شہادت ابلتا رہا۔ یہ خون اس وقت بند	امام حسینؑ کا خون تا ظہور قائم ابلتا رہے گا۔ حضرت حجت

ہوا جب بخت نصر نے ستر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا۔	تمام قاتلین امام کو قتل کریں گے تو خون بند ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے۔ من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً۔ جو مظلوم شہید ہوا۔ ہم نے اس کے ولی کو حکومت دے دی۔ وہ قتل میں اسراف نہیں کرے گا اور اللہ کی نصرت اسے حاصل ہوگی۔
۱۲۔ جناب یحییٰؑ کا سر بعد از شہادت آپ کے دشمن کے سامنے طشت میں پیش کیا گیا۔ اور سر نے صرف ایک جملہ کہا۔ اتق اللہ ایہا الملک فانہ لا تجوز لک ان تباشر [illegible] ابنتک اے بادشاہ اللہ سے ڈر۔ بیٹی سے مباشرت تیرے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔	امام حسینؑ نے بعد از شہادت کربلا سے شام تک نوک نیزہ پر تلاوت قرآن کی۔ دربار یزید میں جب طشت میں سر رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا تو یزید آپ کے دندان مبارک پر چھڑی مارتا رہا۔ اور پھر مظلوم۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون عنقریب ظالموں کو معلوم ہو

جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ کی تلاوت کرتا رہا۔

جناب یحییٰؑ اور امام حسینؑ کی شہادت میں فرق:-

جناب یحییٰؑ	امام حسینؑ
۱۔ جناب یحییٰؑ تنہا شہید ہوئے۔	امام حسینؑ کے سامنے قمر بنی ہاشم جیسا بھائی اور ہم شکل نبی جیسا فرزند خاک و خون میں پیاسا تڑپتا رہا۔
۲۔ جناب یحییٰؑ کی آغوش میں آپ کا کوئی بچہ شہید نہیں ہوا۔	امام حسینؑ کی آغوش میں پیاسا شیر خوار تیر سے ذبح کیا گیا۔
۳۔ جناب یحییٰؑ پیاسے شہید نہیں ہوئے	امام حسینؑ تین دن کے پیاسے شہید ہوئے۔
۴۔ جناب یحییٰؑ کی شہادت کے بعد ان کے جسم کا کوئی حصہ جدا نہیں کیا گیا۔	امام حسینؑ کی شہادت کی انگلی بجدل ابن سلیم نے اور ہتھیلی جمال ملعون نے جدا کر دی۔
۵۔ جناب یحییٰؑ کا لاشہ پامال سم اسپاں نہیں ہوا۔	امام حسینؑ کے لاشہ پر گھوڑے دوڑائے گئے۔
۶۔ جناب یحییٰؑ کو وقت شہادت دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔	امام حسینؑ کو وقت شہادت بہنیں بیٹیاں اور بیویاں دیکھ

	رہی تھیں۔
۷۔ جناب یحییٰ کی شہادت کے بعد ان کے اہل حرم کو قید نہیں کیا گیا	امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ذریت رسول کو رسن بستہ کر دیا گیا۔

شاید یہی واقعاتی مشابہت تھی کہ امام حسینؑ مدینہ سے کربلا تک پورے سفر میں جناب یحییٰ کا تذکرہ بہت زیادہ فرماتے رہے۔ پہلے پہلے آپ نے اس وقت جناب یحییٰ کا تذکرہ کیا جب عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے بات ہوئی۔ آگے چل کر اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

ذات احدیت نے جن انبیاء کو شہادت حسین کی خبر دی ان میں سے حضرت موسیٰ بھی ہیں۔ ایک مرتبہ جناب موسیٰ نے ایک اسرائیلی کی سفارش کی۔ اللہ نے فرمایا۔ میں ہر گناہ گار کو معاف کر دوں گا البتہ قاتل حسینؑ کو معاف نہیں کروں گا۔ جناب موسیٰ نے پوچھا۔

قاتل حسین کون ہوگا؟

ذات احدیت نے فرمایا۔ اس کے نانا کی باغی امت کربلا میں شہید کرے گی۔ اس کا گھوڑا فریاد کرے گا الظلیمہ، الظلیمہ۔ تین دن تک دفن و کفن خاک کربلا پر رہے گا۔ اس کی مستورات کو قید کیا جائے گا۔ ان کے سروں اور مستورات کو شہر بشہر تشہیر کرایا جائے گا۔ اے موسیٰ ان کے بچے پیاس سے شہید ہوں گے اور بڑوں کے جسم پامال ہوں گے۔ حضرت موسیٰ اس غم انگیز واقعہ پر بہت روئے۔

جبرئیل اور آپ کی شہادت:۔

بحار میں ہے کہ جبرئیل نے خبر شہادت سب سے پہلے حضرت آدم کو دی جب ذات احدیت نے حضرت آدم کو کلمات تعلیم کیے اور جبرئیل وہ کلمات لایا جو یہ تھے۔ یا محمود بحق محمد۔ یا عالی بحق علی۔ یا فاطر بحق فاطمہ۔ یا محسن بحق الحسن یا قدیم الاحسان بحق الحسین ومنک الاحسان۔ جب ذکر حسینؑ کیا تو جناب آدم کے آنسو ٹپک پڑے۔ اور دل ٹوٹ گیا۔

جناب آدم نے کہا۔ جبرئیل کیا بات ہے۔ امام حسینؑ پر بے ساختہ آنسو بہنے لگتے ہیں؟

جبرئیل نے جواب دیا۔

آپ کا یہ بیٹا۔ تنہا۔ بے یار و مددگار۔ مسافر اور پیاسا شہید ہوگا۔ آدم اگر اس وقت آپ اپنے اس بیٹے کو دیکھیں گے جب یہ پکار رہا ہوگا۔

پیاس سے جگر کباب ہوگیا ہے۔ کوئی مددگار نہیں رہا۔

اسی اثنا میں پیاس مظلوم کربلا اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح حائل ہو جائے گی۔ اسے کسی طرف سے جواب میں پانی نہیں ملے گا۔ بلکہ جواب میں تیر نیزے۔ بھالے اور پتھر برسائے جائیں گے۔ اس طرح ذبح کیا جائے گا جس طرح حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے۔

اس کے نانا کی امت اس کے خیام لوٹے گی۔ ان کے مظلوم مقتولوں کے سروں کو نیزوں کی نوکوں پر اٹھایا جائے گا۔ اس کی تمام مستورات کو پابند رسن کر کے شہر بشہر پھرایا جائے گا۔

یہ واقعہ سنکر حضرت آدم اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے جس طرح پسر مردہ عورت روتی ہے۔

دوسری مرتبہ جبریل امینؑ نے نبی کونین کو اس وقت خبر شہادت امام حسینؑ دی جب ایک عید کے دن دونوں شہزادوں نے ماں سے کپڑوں کا مطالبہ کیا۔ ماں نے وعدہ کیا۔ رضوان جنت کپڑے لے کر آیا۔ دونوں جوڑے سفید تھے۔ اور شہزادوں نے عرض کیا۔

اماں جان! یہ تو سفید لباس ہیں۔ جب کہ عرب بچوں میں رنگ دار لباس پہننے کا رواج ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ بیٹے کپڑے میں نے منگوا دیے ہیں۔ اب رنگ کی درخواست نانا سے کرو۔

دونوں شہزادے کپڑے لے کر نانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

نانا جان! ہمیں کپڑے تو ماں نے دلوا دیئے ہیں لیکن یہ سفید ہیں اور ہمیں رنگ دار کپڑوں کی ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا۔

جبریل ان کپڑوں کو رنگنا ہے۔

جبریل نے عرض کیا حضور ابھی رنگے جائیں گے۔ میں پانی ڈالتا ہوں آپ طشت میں انہیں الٹ پلٹ دیں۔ انحضورؐ نے پانی اور طشت منگوایا۔ پھر امام حسنؑ سے پوچھا۔ بیٹے کون سا رنگ پسند کرو گے؟

شہزادے نے عرض کیا۔ نانا جان! سبز رنگ۔ جبریل نے پانی ڈالا انحضورؐ نے طشت میں لباس کو الٹا پلٹا، سبز رنگ ہو گیا۔ امام حسنؑ کو دیا۔ پھر امام حسینؑ سے پوچھا۔ بیٹا

کون سا رنگ پسند ہے؟

عرض کیا نانا جان! سرخ رنگ۔

آپ نے جبریل کے تعاون سے سرخ رنگ کر کے دے دیا۔ جب دونوں شہزادے لباس پہن کر مسرور و شاداں باہر نکلے تو جبریل رو دیا۔ انحضورؐ نے پوچھا۔ جبریل آج عید کے دن رو رہا ہے۔ جبریل نے عرض کیا آقا شہزادوں کی پسند نے رلا دیا ہے۔ زہر کا رنگ سبز ہوتا ہے جسے حسنؑ نے پسند کیا ہے اور خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے جسے حسینؑ نے پسند کیا مجھے کربلا یاد آ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے ہیں۔

نبی اکرم اور خبر شہادت امام حسینؑ:

انحضورؐ نے متعدد مقامات پر امام حسینؑ کی خبر شہادت دی ہے۔ ہم ذیل میں مختصراً چند ایک مقامات کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

۱۔ جناب ام سلمہ ام المومنین سے مروی ہے کہ ایک دن انحضورؐ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے حکم دے رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ میں باہر بیٹھی تھی کہ اتنے میں امام حسینؑ آ گیا۔ مجھ سے پوچھا۔

نانا جان کہاں ہیں؟

میں نے بتایا اندر آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے منع فرمایا ہے کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔

مجھے کہا۔ نانی جان!

آپ تو اچھی طرح جانتی ہیں کہ نانا جان میرے آنے پر پابندی نہیں لگاتے اور نہ ہی

مجھے منع کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد میں اندر گئی تو دیکھا حسینؑ آپ کے سینہ پر ہے اور آنحضورؐ رو رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ام سلمہ ابھی ابھی جبریل مجھے میرے اس بیٹے کی خبر شہادت دے گیا ہے اور میرے اس بیٹے کی خاک مقتل بھی دے گیا ہے۔ ام سلمہ میں تو اس وقت اس دنیا میں موجود نہیں ہوں گا۔ نہ میری بیٹی زہرا ہوگی اور نہ میرا بھائی علیؑ ہوگا یہ مقتل حسینؑ کی مٹی تو اپنے پاس رکھ لے جس دن یہ سرخ ہو جائے سمجھ لینا میرا یہ معصوم بیٹا شہید ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ذات احدیت سے عرض کیوں نہیں کرتے کہ اللہ حسینؑ سے یہ مصائب اٹھا لے۔

آپ نے فرمایا۔ ام سلمہ! میں عرض کر چکا ہوں۔ ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا ہے کہ تیری گناہ گار امت کی بخشش کا سہارا صرف تیرے اس عزیز از جان بیٹے کی شہادت ہے۔

۲۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضور ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے کھانا پیش کیا۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ میں نے آپ کے ہاتھ دھلائے۔ آپ نے سجدہ شکر کیا۔ اور سجدہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یا علیؑ آج آپ تمام کے باامن اجتماع کو دیکھ کر بہت خوش تھا اور اسی خوشی میں سجدہ کیا۔ اثنائے سجدہ میں ذات احدیت نے تم میں سے ایک ایک کے حالات بتلائے کہ:

میری فاطمہ کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک ہوگا۔ تجھے کس طرح محراب میں شہید کیا

جائے گا۔ حسنؑ کے جنازہ پر کون تیر برسائے گا۔ اور میرے حسینؑ کو کیسے اور کہاں ظلم و جور سے شہید کیا جائے گا۔

امام حسینؑ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم ایک جگہ شہید ہوں گے؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے۔ تمہاری ماں اور تیرا بھائی اسی جگہ مدینہ میں رہو گے۔ تیرا باپ عراق کے ایک کونے پر ہوگا اور تو کربلا کے میدان میں ہوگا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ پھر ہماری قبروں پر تو آنے والا کوئی نہ ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے ایسی بات نہیں ہے آپ کی قبروں پر بہت سے لوگ آپ کی زیارت کو آئیں گے۔ اور جو بھی آپ کی زیارت کو آئے گا اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ اس کے رزق میں برکت دے گا۔ اللہ اسے خوف جہنم سے آزاد کرے گا۔

⁂ ⁂ ⁂

حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور شہادت امام حسینؑ:۔

۳۔ لہوف میں عبداللہ ابن یحیٰی سے منقول ہے کہ جنگ صفین سے پلٹتے ہوئے ہم حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ جب آپ کربلا میں آئے تو باآواز بلند پکار کر فرمایا حسینؑ بیٹے صبر کرنا۔

جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

ایک دن میں آنحضورؐ کے پاس گیا اور دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آقا!

ہماری جانیں قربان ہوں خیریت تو ہے؟۔

آج آپ کے آنسو بڑی تیزی سے بہہ رہے ہیں۔ کیا کسی نے دل کو تکلیف پہنچائی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ یا علیؑ! زندگی تکالیف کا نام ہے۔ اور چند آدمیوں کو چھوڑ کر وہ کون ہے جس نے کبھی محمدؐ کو خوش رکھنے کی کوشش کی ہو۔ ویسے جبریل نے بڑے عجیب سے انداز میں۔ مجھے میرے لخت جگر حسین کے دریائے فرات پر شہادت کی خبر سنائی ہے۔ اور مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا میں آپ کو خاک کربلا سونگھنے کے لیے پیش کروں؟

میں نے کہا۔ ہاں جبریل!

میں اپنے بیٹے کی مقتل کی مٹی کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اس نے ہاتھ دراز کیا۔ اور مجھے خاک کربلا سے ایک مٹھی اٹھا کر دی۔ جب میں نے مقتل حسینؑ کی مٹی کو ہاتھ میں لیا اور سونگھا تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا۔

۴۔ جب امام حسینؑ کا سن دو برس کا ہوا تو آنحضورؐ اپنے ایک سفر کے سلسلہ میں باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک جگہ رک گئے۔ اور پڑھنے لگے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مجھے اپنی نگاہ رسالت سے خطہ کربلا نظر آ رہا ہے۔ جس میں حسینؑ کے لاشہ کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ لاش پر دوڑنے والے گھوڑے ہانپ رہے ہیں۔ ایک ٹیلے پر یتیم بچے اپنی ماؤں کی جھولیوں میں سہمے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میری کسی بھی بچی کے سر پر چادر نہیں ہے۔ آہ۔ آہ، میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ بے پالان کے اونٹوں پر میری پردہ دار بچیوں کو بے مقنع و چادر سوار کیا جا رہا ہے۔ ہائے بیٹے حسینؑ! تیرا امتحان بڑا سخت ہے۔ مجھے چشم رسالت سے شام کا دربار نظر آ رہا ہے جس میں میری۔ بہو بیٹیاں رسن بستہ کھڑی ہیں۔ اور

سر حسینؑ یزید کو بطور تحفہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یاد رکھو۔ بخدا! جس نے بھی میرے حسینؑ کے سر کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ اسے عذاب الیم سے نوازے گا۔ اللہ ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ سر حسینؑ کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اور بڑی بے حیائی سے کہہ رہا ہے۔

حسینؑ تیرے دانت کتنے حسین تھے۔

آپ اپنے اس سفر سے انتہائی دل برداشتہ اور غم زدہ واپس ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر منبر پر تشریف لے گئے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پاس بلایا۔ امام حسنؑ کو دائیں اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو دایاں ہاتھ امام حسنؑ کے سر پر اور بایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھا اور عرض کیا۔

اے اللہ!

محمدؐ تیرا نبی ہے۔ تیرا عبد ہے اور تیرا رسول ہے تو جانتا ہے یہ دونوں میری ذریت سے ہیں۔ میری نسل انہی سے ہے۔ یہی وہ ہیں جو میری امت میں اپنے باپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

اے اللہ! مجھے تیری بارگاہ سے جبریل نے بتایا ہے کہ میرا حسنؑ بیٹا زہر سے اور حسینؑ بیٹا دریائے فرات کے کنارے پیاسا شہید ہوگا۔ میرے اللہ! انہیں سید الشہدا بنا۔ ذریت حسینؑ کو برکت دے۔ ان کے قاتلوں کو آتش جہنم کا بدترین عذاب دے۔ میرے اللہ! تو ہی ان کا ولی اور ناصر بنا

پھر فرمایا۔

اے لوگو!

میں دو ہی قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی ذریت

جو حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

یاد رکھو! میں قیامت کے دن تم سے ان دونوں کے بارے میں پوچھوں گا۔ خیال رکھنا۔ کل حوض کوثر پر مجھے اذیت دینے والوں سے محشور نہ ہونا۔ یہ سنکر صحابہ رونے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ آج تو تم رو رہے ہو لیکن کل جب میرا حسینؑ پیاسے ہونٹوں سے ہل من ناصر کہہ رہا ہوگا۔ تم لوگ سن رہے ہوگے۔ لیکن اس کی مدد نہیں کرو گے۔

عزادارو! تاریخ جانتی ہے کہ امت محمدؐ نے ذریت محمدؐ سے کیا سلوک کیا۔ امت کے سلوک کا تجزیہ امام سجادؑ کے اس جملہ سے ہو جاتا ہے۔ جو آپ نے ایک مقام پر فرمایا تھا۔

بخدا! اگر میرا نانا اپنی امت سے کہہ جاتا کہ جتنا ہو سکے میری ذریت پر ظلم کرنا۔ تو نانا کی امت اس سے زیادہ مظالم نہ کر سکتی جواب کیے ہیں حالانکہ میرے نانا نے اپنی امت کو ہم سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کی تھی۔

پھر آنحضورؐ نے فرمایا۔

یاد رکھو۔ قیامت کے دن میرے پاس تین علم آئیں گے۔ اور میری امت ان تین علموں میں تقسیم ہوگی۔

ایک علم سیاہ ہوگا۔ اس علم کی سیاہی اتنی شدید تر ہوگی کہ اس سیاہی سے ملائکہ تک خوف کھا جائیں گے۔ یہ لوگ میرے سامنے آکھڑے ہوں گے۔

میں ان لوگوں سے سوال کروں گا

آپ لوگ کون ہیں؟

انہیں میرا نام تک بھول چکا ہوگا۔

جواب دیں گے۔

ہم عرب کے اہل توحید ہیں۔

میں کہوں گا۔ اگر تمہیں یاد ہو تو میں محمدؐ نبی ہوں جو عرب و عجم کا نبی تھا۔

یہ لوگ کہیں گے

تو پھر ہم آپ ہی کی امت ہیں

میں پوچھوں گا۔ میرے بعد اللہ کی کتاب۔ اور میری ذریت سے کیا سلوک کیا تھا؟

یہ جواب دیں گے۔

جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے تو اس کی ترتیب کو ہم نے بدل دیا تھا اور جو احکام ہماری خواہش کے مطابق تھے ان پر عمل کیا تھا۔ بقیہ احکام کی اپنی مرضی کے مطابق تاویلیں کر لی تھیں اور جہاں تک آپ کی ذریت کا تعلق ہے تو آپ کی بیٹی سے لے کر آخر تک ہم نے کافی کوشش کی تھی کہ ان کا نام بھی کوئی نہ سنے۔ پہلے تو آپ کی ذریت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ مدینہ میں مارا۔ مدینہ بدر کر کے انہیں قتل کیا۔ جب پھر بھی بچ گئے تو پھر یہی کوشش کرتے رہے کہ امت کے کان ان کے نام سے آشنا نہ ہوں۔ میں ان لوگوں سے منہ پھیر لوں گا۔

ملائکہ ان لوگوں کو مجھ سے دور کر دیں گے اور یہ پیاسے حوض سے واپس چلے جائیں گے۔ پھر دوسرا پرچم آئے گا اس کی سیاسی پہلے علم سے کئی گناہ زیادہ ہوگی۔

میں ان سے وہی سوال کروں گا۔

یہ لوگ جواب دیں گے۔

جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے اس کی ہم نے کھل کر مخالفت کی تھی۔ اور جہاں تک آپ کی ذریت کا تعلق ہے تو اسے نیست و نابود کرنے میں ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

ان سے میں کہوں گا۔ پھر مجھ سے کیا لینے آئے ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ملائکہ انہیں بھی حوض سے دور کریں گے۔

پھر تیسرا علم آئے گا۔ ان لوگوں کے چہرے نورانی ہوں گے۔

میں ان سے پوچھوں گا۔ تم کون ہو؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم توحید کے قائل اور آپ کی نبوت کے عقیدت مند ہیں۔ ہم اہل حق ہیں۔ ہم نے کتاب خدا پر عمل کیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ آپ کی ذریت کے سلسلہ میں آپ کی ہر وصیت پر عمل کی کوشش کی۔ ہر مقام پر مقدور بھر ان سے تعاون کیا۔ ان کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھا۔

میں ان کو کہوں گا۔ تمہیں بشارت ہو۔ میں تمہارا نبی محمدؐ ہوں۔ واقعی تم لوگ جیسا کہہ رہے ہو ویسے ہی تھے۔ انہیں میں حوض کوثر سے پانی پلاؤں گا یہ لوگ سیراب ہو کر خوشی خوشی واپس جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے داخل جنت ہو جائیں گے۔

مثیر الاحزان میں ہے کہ ایک دن امام حسینؑ امام حسنؑ کے پاس آئے آپ تشریف فرما تھے۔ بھائی کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ امام حسینؑ آپ کو دیکھ کر رونے لگے۔

امام حسنؑ نے پوچھا۔ آج خیریت تو ہے تو کیا بات ہے؟

امام حسینؑ نے کہا۔ آج خدا جانے مجھے کیوں وہ وقت یاد آ رہا ہے جب آپ زہر جفا سے شہید ہوں گے اور آپ کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہو گی۔

امام حسن آگے بڑھے بھائی کو گلے لگایا۔ اور فرمایا۔

بھیا۔ میری شہادت تو بہت معمولی سی شہادت ہو گی۔ ایک جام زہر ملے گا اور میری میت پر تیروں کی بارش ہو گی۔ لیکن کیا مجھے حق ہے کہ میں آپ کے اس وقت پر دو آنسو بہا لوں۔ جب بتیس ہزار کا لشکر آپ کے مقابلہ میں ہو گا۔ آپ پیاسے ہوں گے آپ کے اردگرد آپ کے پیاسے بیٹوں کی لاشیں ہوں گی۔ آپ کے گرد ان لوگوں کا گھیرا ہو گا جو امت محمدؐ ہونے کا دعویٰ کریں گے۔

ہر طرف سے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی بارش ہو گی۔ اور بعد از شہادت آپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔

گیارہویں مجلس

امام حسینؑ کے ساتھی شہداء کا مقام

ارشاد قدرت ہے۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا۔	اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال حقیقی اور پکے معاہدہ سے اللہ نے سودا کیا ہے کہ اگر انہوں نے راہ خدا میں جان دی۔ دشمن کو قتل کیا یا خود شہید ہوگئے تو انہیں جنت ملے گی ۔ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے

چونکہ انسان کے لیے انسان کا قیمتی سرمایہ انسان کی اپنی جان ہوتا ہے کیونکہ انسان اپنی جان کے تحفظ میں سب کچھ خرچ کر دیتا ہے۔ اس لیے جس چیز پر جان قربان کی جائے وہ جان سے بھی زیادہ قیمتی ہو گی۔ اور جس پر جان دی جاتی ہے وہ دین ہے اور دین اللہ کا ہے۔ بنا بریں دین پر جان قربان کرنیوالا اپنی جان اللہ کے

سپرد کرتا ہے۔ لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ تمام اعمال کی نسبت جہاد کو افضل العبادات ہونا چاہیے اور اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ۔ جہاد افضل العبادات ہے۔ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ نیکیوں کی درجہ بندی میں ہونے کی دوسری نیکی سے افضل ہوتی ہے۔ لیکن جب معاملہ جہاد پر پہنچ جاتا ہے تو پھر جہاد سے افضل نیکی کوئی بھی نہیں ہوتی نگاہ قدرت میں خون شہید سے زیادہ کوئی چیز افضل اور اشرف نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے شہید کو سات خصوصی انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

۱۔ جب خون شہید کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

۲۔ گناہوں کی معافی کے بعد جب شہید زمین پر گر جاتا ہے تو جنت میں ہونے والی بیویاں یعنی حوریں شہید کا سر اپنی گود میں رکھ لیتی ہیں۔ اس کے چہرہ سے غبار جنگ صاف کر کے اسے خوش آمدید کہتی ہیں۔

۳۔ شہید کو جنت کا لباس پہننے کی خاطر دیا جاتا ہے۔

۴۔ جنت کے غلمان دوڑ کر آتے ہیں۔ اور جنت کی خوشبو لے کر حاضر ہوتے ہیں ہر غلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ خوشبوئے جنت سب سے پہلے خدمت شہید میں میں پیش کروں۔

۵۔ میدان جنگ ہی سے جنت میں اسے اس کا مکان دکھایا جاتا ہے

۶۔ شہید سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جنت میں جس جگہ کو تو پسند کرے وہی تیرا مسکن ہوگا۔

۷۔ شہید اس رحمت خدا کا مشاہدہ کرتا ہے جو انبیاء اور اولیا کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

شہید کی جنت میں بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر اسے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقعہ مل جائے تو وہ جاکر پھر راہ خدا میں جان دے کر شہید ہو جائے۔ اور جنت میں شہداء کو ایک سبز قبہ کے سایہ میں رہنے کی جگہ ملے گی۔ جہاں صبح و شام انہیں رزق ملے گا۔ اسی لیے ارشاد رب العزت ہے۔ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ اللہ کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور انہیں رزق مل رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مقام شہادت میں جو مرتبہ شہدائے کربلا کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں مل سکا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ قیامت کے دن افضل الشہدا میرے حسینؑ کے ساتھی ہوں گے۔ انصار امام حسینؑ کو جن خصوصی انعامات سے نوازا گیا ہے اگرچہ وہ بے شمار ہیں ہم بطور نمونہ چند ایک پیش کرتے ہیں۔

امام حسینؑ نے شب عاشور اپنے انصار سے فرمایا۔ مجھے میرے نانا نے ایک دن بتایا تھا۔

بیٹے ایک وقت آئے گا جب حالات تجھے زمین کربلا میں جانے پر مجبور کریں گے۔ یہ وہ زمین ہے جس کی زیارت تمام انبیاء اور اولیاء کر چکے ہیں۔ قدیم زمانہ میں اس کا نام عمورا تھا۔ تو بھی وہاں شہید ہوگا اور تیرے انصار بھی شرف شہادت سے مشرف ہوں گے۔

دنیا میں اللہ انہیں اس انعام سے نوازے گا کہ اگرچہ گرمی کی شدت اور حدت میں کئی گنا اضافہ ہوگا لیکن جس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم پر آگ کو برد اور سلامتی بنا دیا تھا اسی طرح اللہ تیرے انصار کی خاطر اس گرمی کی حدت کو برد اور سلامتی بنا دے گا۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ۔

اللہ نے انصار حسینؑ کو دنیا میں ان کے مقامات جنت دکھا دیئے تھے۔

اس کی تائید حضرت حجت کی زیارت سے بھی ہوتی ہے۔

اشهد لقد كشف الله لكم الغطاء و مهد لكم الرغائب و اجزل لكم العطاء وكنتم عن الحق غير بطاء وانتم لنا فرطاء و نحن لكم خلفاء فی دار البقاء والسلام عليكم و رحمة الله و بركاته۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے سامنے سے پردے ہٹ گئے تھے اور تمام نعمات تمہارے لیے چن دی گئی تھیں۔ اللہ نے تم پر عنایات کی بارش کی۔ تم بھی حق کی نصرت میں پیچھے نہ ہٹے تم ہم سے پہلے جنت میں پہنچے اور ہم آپ کے نقش قدم پر قیامت میں پہنچنے والے ہیں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر نازل ہوں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ انصار امام مظلوم شہادت کے معاملہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

ام ایمن کی نقل کردہ حدیث میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

میدان کربلا والے وہ خوش نصیب ہوں گے جب یہ لوگ اپنی اپنی مقتل کی طرف بڑھیں گے تو ذات احدیت کی طرف سے ملک الموت کو حکم ملے گا کہ ان میں سے کسی کی روح بھی تو قبض نہیں کرے گا۔ ان کی ارواح میں اپنے ید قدرت سے قبض

کروں گا۔

کعب الاحبار جب آنحضورؐ کی خدمت میں آیا تو اس نے بتایا کہ۔

قبلہ ہماری کتب میں یہ پیش گوئی بھی موجود ہے کہ ذریت محمدؐ میں سے ایک شخص میدان کربلا میں شہید ہوگا۔ اور اس کے انصار کا ابھی تک شہادت کا پسینہ بھی خشک نہ ہوا ہوگا کہ وہ داخل جنت ہو کر حور عین سے خدمات لے رہے ہوں گے اتنے میں امام حسنؑ قریب سے گذرے تو کعب الاحبار نے آنحضرت سے پوچھا۔ کیا آپ کا وہ شہید بیٹا یہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی میرا شہید بیٹا ہے لیکن جس بیٹے کا تذکرہ تو کر رہا ہے یہ وہ نہیں اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ چند لمحات کے بعد امام حسینؑ آئے تو کعب الاحبار نے پوچھا۔ کیا یہی وہ شہید ہے جس کے انصار کے اتنے فضائل ہیں۔؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ وہی ہے۔

کعب الاحبار نے کہا۔ ہماری کتب میں ہے کہ۔ روئے ارض پر ہونے والے فتنوں میں سے عظیم ترین فتنہ۔ سنگین ترین مصیبت۔ اور تا قیامت نہ بھولنے والی مصیبت مصیبت حسینؑ ہے۔ یہی وہ فتنہ ہے جسے قرآن میں اللہ نے بر و بحر کے عظیم فتنہ کے ظہور سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی ابتدا شہادت ہابیل سے ہوئی اور اس کی انتہا شہادت حسینؑ پر ہوگی۔

آسمان میں امام حسینؑ کو حسینؑ مذبوح۔ زمین میں ابو عبداللہ مقتول اور سمندروں میں زہرا کے مظلوم پھول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے یوم شہادت میں سورج گرہن اور رات کو چاند گرہن ہوگا۔ تین دن تک دنیا گھمبیر تاریکی میں ڈوبی رہے گی

آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوگی۔ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ زمین پر زلزلے ہوں گے۔ سمندروں میں موجیں ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا جائیں گی۔ اگر ذریت حسینؑ اور شیعیان حسینؑ نہ بچے ہوتے تو اللہ کی طرف سے تمام کرہ ارض پر عذاب نازل ہو جاتا۔

بحار میں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ نے ریان ابن شبیب سے فرمایا۔

اے ریان! سب سے پہلے قاتلین حسینؑ پر حضرت ابراہیم نے لعنت کی۔ پھر اپنی اولاد کو نہ صرف قاتلین حسینؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا بلکہ ان سے عہد لیا۔ پھر حضرت موسیٰ نے قاتلین حسینؑ پر لعنت کی اور اپنی امت کو قاتلین حسینؑ پر لعنت کا حکم دیا۔

ان کے بعد حضرت داؤد نے قاتلین حسینؑ پر لعنت کی اور بنی اسرائیل کو قاتلین حسین پر لعنت کا حکم دیا۔

ان کے بعد حضرت عیسیٰ نے قاتلین حسینؑ پر لعنت کی اور بنی اسرائیل کو قاتلین حسینؑ پر لعنت کا حکم دیا اور فرمایا اگر تمہیں شہادت حسینؑ کا وقت مل جائے تو اس کی نصرت سے پیچھے نہ رہنا۔ اس کی نصرت میں شہادت ایسے ہوگی جیسے انبیاء کے ساتھ شہادت کا درجہ ہوتا ہے۔

میں اپنی نگاہ نبوت سے خطہ کربلا دیکھ رہا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس نے سرزمین کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اور وہاں کھڑے ہو کر یہ نہ کہا ہو کہ تو اللہ کا مبارک ترین خطہ ہے۔

تیرے دامن میں زہرا کا چاند دفن ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ تمام اہل ارض و سما۔ تمام جن۔ تمام انسان۔ تمام درندے اور تمام پرندے قاتلین حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں۔ پرندوں میں سب سے زیادہ لعنت کبوتر کرتا ہے۔

امام باقرؑ نے فرمایا ہے کہ۔ کبوتر اپنے گھروں میں پالا کرو۔ یہ قاتلین حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں۔ جس طرح جناب یحیٰ کا قاتل ولدالزنا تھا اسی طرح قاتل حسینؑ بھی ولدالزنا تھا۔

بحار میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ۔ قاتل حسینؑ جہنم میں تمام روئے ارض کے معذبین کے نصف عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اسے اوندھے منہ جہنم کے تابوت میں پھینکا جائے گا۔ اس کی بدبو سے تمام اہل جہنم چیخ اٹھیں گے۔

جب قاتلین حسینؑ کا ایک چمڑا جل جائے گا تو انہیں دوسرا چمڑا اوڑھ دیا جائے گا۔

بحار کے مطابق جب ابن زیاد نے لشکر یزید کو جمع کیا ان کی تعداد ستر ہزار تھی ان سے کہا کہ۔

زہرازادے کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا ذمہ کون لیتا ہے؟

کسی نے جواب نہ دیا۔ سب خاموش رہے۔ جب ابن زیاد نے تمام کو خاموش دیکھا تو ابن سعد سے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ۔ تم اپنے ہاتھ سے فرزند رسول کو قتل کرے۔

ابن سعد نے کہا۔

آپ مجھے اس سے معاف رکھیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ کوئی بات نہیں۔ میں مجبور نہیں کرتا۔ تو حکومت رے کا معاہدہ مجھے واپس کر دے۔

عمر سعد نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دے دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھے مہلت ہے۔

عمر سعد نے اپنے تمام قبیلہ اور اقربا کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ انہی میں عمر کا ایک عزیز کامل نامی تھا۔

کامل نے کہا۔ اے ابن سعد!

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تو قتل ابن فاطمہؑ کے سلسلہ میں ہم سے مشورہ کر رہا ہے۔ کیا تجھے دین کا خیال نہیں ہے یا تیری عقل گھاس چر گئی ہے۔ ذرا تو سوچ تو نے کس سے جنگ کر رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جہاں تک میرا تعلق ہے تجھے بتادوں۔ اگر مجھے اس پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور کہا جائے کہ اس کے عوض امت محمدؐ کے کسی ایک بے گناہ کو قتل کردوں میں کرہ ارض کی حکومت ٹھکرا دوں گا کہ امت محمدؐ میں سے کسی ایک بے گناہ کو قتل نہیں کروں گا اور تو فرزند رسول کو قتل کرنے کا مشورہ لے رہا ہے۔ کل قیامت کو رسول کے سامنے پیش ہونا ہے۔ آخر کیا جواب دے گا۔

ایک بات تجھے بتادوں۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ اگر تو نے حسینؑ سے جنگ کی۔ یا اسے شہید کیا۔ یا اس کے خلاف اعانت کی تو تو اس دنیا میں زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔؟ تجھے نہیں معلوم کہ میں حسینؑ سے جنگ کرنے میں اور جنگ کے بعد ستر ہزار کا سالار ہوں گا کون ہے جو مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا

اس کے علاوہ ملک رے گا میں بلا شرکت غیرے حکمران ہوں گا کس کی جرات ہو گی جو آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھ سکے گا ؛

کامل نے کہا۔ ممکن ہے میری بات تیری سمجھ میں آجائے میں تجھے ایک بات سناتا ہوں۔ اس کے بعد تیری مرضی۔

ایک مرتبہ میں تیرے باپ کے ساتھ ایک قافلہ میں شام کو جا رہا تھا کہ راستہ میں میں قافلہ سے بچھڑ گیا۔ اور راستہ بھول گیا۔ حیران پریشان صحرا میں بھٹک رہا تھا پیاس لگ رہی تھی پانی پاس نہ تھا ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا کہ دور سے مجھے ایک گرجا نظر آیا۔ میں اس طرف چلا گیا۔ گرجا کے دروازہ پر پہنچا۔ گرجا بند تھا۔ میں نے دق الباب کیا۔ چھت پر سے ایک راہب نے مجھے دیکھا اور پوچھا کون ہے ؟

میں نے بتایا میں مسافر ہوں اور پیاسا ہوں۔ پانی پینا چاہتا ہوں۔ اس نے بغور مجھے دیکھنا شروع کیا۔

کچھ دیر کے بعد پوچھا

کیا تو مسلمان ہے ؟

میں نے کہا

ہاں مسلمان ہوں۔

اس نے کہا۔

کیا تو اسی امت سے ہے جس نے اقتدار کے لالچ میں اپنے نبی کی آل پر ظلم کیے ہیں ؟

میں نے کہا۔ میں کبھی کسی ظلم میں شریک نہیں ہوا اور میں امت مرحومہ میں

سے ہوں۔

اس نے کہا۔ کیا تو اسی امت سے ہے جو اپنے نبی کے فرزند کو پیاسا شہید کرے گی ؟

میں نے کہا۔

کیا ہم اپنے نبی زادے کو شہید کریں گے ؟

اس نے کہا۔ ہاں تم اسے شہید کرو گے۔

اور یہ مجھے ایسے نظر آ رہا ہے کہ تو قاتل حسینؑ کے عزیزوں سے ہے۔ تجھے یقین رکھنا چاہیے جس دن فرزند رسول قتل ہوا آسمان وزمین اس کی شہادت پر آنسو بہائیں گے اور موجودات عالم اس کے قاتل پر لعنت کریں گے۔

اس کا قاتل زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رہے گا۔ ایک شخص کھڑا ہو گا۔ جو تمام قاتلین حسینؑ کو قتل کرے گا۔

میں نے کہا۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں قاتلین حسینؑ میں شمار ہوں۔

راہب نے کہا۔ اگر تو قتل میں شامل نہیں ہو گا تو تیرے بخت ہیں لیکن قاتل حسینؑ تیرے اقرباء سے ہے۔

کامل نے کہا۔ کہ اس کی یہ باتیں سنکر مجھے پیاس بھول گئی۔ اور میں گھوڑے پر بیٹھ کر پوچھتا پوچھتا شام آیا۔ جب تیرے باپ سے ملا تو اسے تمام واقعہ سنایا۔

تیرے باپ نے بتایا کہ۔

مجھے بھی اس راہب سے ملنے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اس راہب نے مجھے

بھی یہی کہا تھا۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں ممکن ہے اس بدبختی کا مظاہرہ میرا بیٹا عمر کرے۔

اے عمر! اللہ سے ڈر اور جنگ حسینؑ سے باز آ۔

جب ابن زیاد کو کامل کی ان باتوں کا پتہ چلا تو اس نے کامل کی زبان کاٹ دینے کا حکم دیا۔ کامل زبان کٹنے کے دو دن بعد زندہ رہا۔ پھر اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

لیکن ابن سعد کی بدبختی اسے جنگ حسینؑ سے باز نہ رکھ سکی۔

فصل ۳

اس فصل میں تین مجالس ہیں

پہلی مجلس

معاویہ اور امام حسینؑ

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ سے اس کے ہم نشینوں نے کہا کہ حسینؑ ابن علیؑ بہت کم گو ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے بولنے کی قوت سے محروم ہے اگر آپ اسے خطبہ کے لیے کہیں تو بڑا لطف آئے گا کچھ دیر کے لیے مذاق بن جائے گا۔

معاویہ نے کہا قبل ازیں تم لوگ حسن کے متعلق خود بھی دھوکا کھا چکے ہو اور مجھے بھی خراب کر چکے ہو۔ ان لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ نبی کریم عرب کے فصیح اور بلیغ ترین فرد تھے اور ان دونوں نے ماں کے دودھ کی بجائے۔ اور زبان رسالت چوسی ہے اس خیال سے باز آجاؤ۔ لیکن وہ مسلسل اصرار کرتے رہے۔

معاویہ نے کہا اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو ٹھیک ہے میں حسینؑ سے کہتا ہوں۔

معاویہ نے امام حسینؑ سے کہا۔ اے فرزند رسول میرا دل تھا اگر آپ ہمیں برسرِ منبر کچھ نصیحت اور موعظہ کرتے۔

امام حسینؑ اپنی جگہ سے اٹھے۔ منبر پر تشریف لائے اور انتہائی متانت اور

بلاغت سے حمد و ثنائے الٰہی بیان فرمائی۔ پھر آنحضورؐ کی ذات گرامی صفات پر درود و سلام بھیجا۔

اسی اثنا میں باہر سے ایک شخص داخل دربار ہوا۔ وہ آپ کو پہچانتا نہیں تھا اس نے پوچھا یہ خطیب کون ہے؟

آپ نے اس کو جواب دیا۔

ہم اللہ کی غالب جماعت ہیں۔ ہم نبی کریم کی عترت طاہرہ ہیں۔ ہم نبی کی زین کی طیب اہلبیت ہیں۔ ہم ان دو میں سے ایک ہیں جو دو رسول عربی امت میں بطور ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ ہم وہ ہیں جنہیں رسالت کی زبان وحی ترجمان نے قرآن کے ساتھ دوسرا شمار کیا ہے جس میں ہر چیز کا مفصل علم ہے اور باطل اسے نہ سامنے سے چھو سکتا ہے نہ عقب سے۔ ہم وہ ہیں جن پر تفسیر قرآن کے معاملہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ ہم وہ ہیں جو تاویل قرآن کی نہیں حقائق واضحہ کلام الٰہی کا اتباع کرتے ہیں ہماری اطاعت کرو۔ ہماری اطاعت فرض عین ہے کیونکہ اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ہماری اطاعت کو اولی الامر کہہ کر شمار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول خدا کی اطاعت کرو۔ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اگر کسی موقعہ پر نزاع ہو جائے تو نزاع میں ثالث رسول کو بناؤ۔ دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا ہے

اگر یہ لوگ اپنے تنازعات کو رسولؐ خدا اور اولی الامر کے پاس لے آئیں تو وہ لوگ جو حقائق آشنا ہیں استنباط کر کے یقیناً حقیقت نزاع جان لیتے۔ اگر تم پر اللہ کی نوازش اور رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم تمام کے تمام شیطان کے مقتدی ہوتے۔ میں تمہیں شیطان کی پکار سے ڈراتا ہوں۔ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے کہیں

شیطان کے دوست نہ بن جاؤ۔ آج تم مضبوط ہو۔ تم پر کوئی غالب نہیں۔ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوں گے تو شیطان اپنے پچھلے قدموں پر پلٹ جائے گا۔ اور کہے گا۔ میں تو تم سے بری ہوں۔ پھر تم تلواروں کا چارہ۔ نیزوں کا نشانہ اور تیروں کا ہدف بنکر رہ جاؤ گے۔ لیکن یہ ایسا وقت ہوگا جب کسی کو اس وقت کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو معاویہ نے اپنے ہم نشینوں کو دیکھا۔ وہ آپ کے خطبہ میں محو ہو چکے تھے اور جھوم جھوم کر داد دے رہے تھے۔ معاویہ نے فوراً کہا۔

اے ابو عبداللہ آج اتنا ہی کافی ہے۔

بحار ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل معاویہ کے پاس آیا۔ اور اس سے کچھ مانگا امام حسینؑ معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ معاویہ نے اس کے سوال پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے ایک آدمی سے پوچھا۔

یہ معاویہ کے ساتھ کون بیٹھا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ دختر رسول کا فرزند حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

اس نے آہستہ سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میری سفارش فرما دیں۔

آپ نے معاویہ سے سفارش کی۔ معاویہ نے اسے کچھ دے دیا اس وقت اس نے امام حسینؑ کی شان میں یہ اشعار کہے

اتیت ابعثنی فلم یجد لی   الی ان هزه ابن الرسول

میں اس اموی کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ لیکن اس نے میری کوئی پرواہ نہ کی۔ حتی کہ فرزند رسول نے اسے مجھ کو کچھ دینے پر آمادہ کیا۔

ابن المصطفی کرما وجودًا   من بطن المطهرة البتول

یہ سخاوت اور کرم میں فرزند مصطفےٰ ہے جو بتول اور مطہر ماں کی اولاد ہے۔

وان لهاشم فضلا علینا   کا فضل الربیع علی الفصول

یقیناً بنی ہاشم کو ہم پر وہی فضیلت ہے جو موسم بہار کو دیگر موسموں پر ہے۔

معاویہ نے کہا۔ او بندہ خدا دیا میں نے ہے اور تعریف اس کی کرتا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

حضور والا نے میری بات کی تو پروا بھی نہیں کی تھی یہ نوازش تو انہی کی ہے جن کی وجہ سے تو نے مجھے دیا ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرتبہ عمرو عاص نے امام حسینؑ سے کہا۔

کیا وجہ ہے کہ ہم بنی امیہ کی اولاد زیادہ ہوتی ہے۔ اور آپ بنی ہاشم کی اولاد کم ہوتی ہے؟

امام حسینؑ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

بغاث الطیر اکثرها فراخا   وام الصقر مقلات نزور

بے فائدہ پرندوں کی مائیں بہت زیادہ بچے دیتی ہیں جب کہ مادر عقاب کے بچے بہت کم ہی ہوتے ہیں۔

عمرو عاص نے پھر کہا۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ ہماری مونچھیں بہت جلدی سفید ہو جاتی ہیں اور بنی ہاشم

کی دیر سے سفید ہوتی ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔

تمہاری عورتوں کے منہ بدبودار ہوتے ہیں جن کے بخارات سے تمہاری مونچھیں جلدی سفید ہو جاتی ہیں۔

عمرو عاص نے کہا۔

اس کی کیا وجہ ہے، ہم بنی امیہ کی داڑھیاں پتلی اور تم ہاشم کی داڑھیاں گھنی ہوتی ہیں؟

امام حسین نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ و الذی خبث لا یخرج الا نکدا۔

پاکیزہ مٹی سے کاشت اللہ کے اذن سے وافر مقدار میں نکلتی ہے۔ لیکن جو خبیث مٹی ہوتی ہے اس سے کوئی کوئی پودا کہیں کہیں اگتا ہے۔

معاویہ نے عمرو عاص سے کہا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے خاموش ہو جا تجھے معلوم نہیں کہ یہ فرزند علیؑ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ان عادت العقرب عدنا لہا کانت النعل لہا حاضرہ

اگر بچھو نے دوبارہ کاٹنے کی کوشش کی تو بھی دوبارہ اس کی تواضع کریں گے اور جوتا حاضر رہے گا۔

علم العقرب استیقنت ان لا لہا دنیا ولا الاخرۃ۔

بچھو جانتا ہے اور یقین سے جانتا ہے کہ نہ اس کی دنیا ہے اور نہ ہی آخرت ہے۔

مناقب ہی میں مروی ہے کہ معاویہ نے اپنے مدینہ کے گورنر مروان کو لکھا کہ عبداللہ ابن جعفر طیار سے یزید کے لیے لڑکی کا رشتہ مانگ مروان نے جناب عبداللہ سے بات کی تو۔

جناب عبداللہ نے کہا۔ میری تمام بچیوں کا معاملہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہے۔

مروان نے امام حسینؑ سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ۔ میں استخارہ دیکھوں گا۔

دوسرے دن جب تمام لوگ مسجد نبوی میں جمع ہوئے اور مروان بھی آ کر بیٹھ گیا۔

مروان نے امام حسینؑ سے پھر بات کی۔ اور کہا معاویہ نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ اگر عبداللہ ابن جعفر رشتہ دینا قبول کرے تو

حق مہر کا جتنا مطالبہ کیا جائے ادا کیا جائے گا۔

عبداللہ ابن جعفر طیار کے تمام قرضہ جات ہماری طرف سے ادا کیے جائیں گے۔

اس رشتہ سے دونوں متحارب قبائل میں صلح ہو جائے گی۔

مروان نے اپنی طرف سے کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ آل محمدؐ کی بہت یزید پر رشک کرنے والوں کی

تعداد زیادہ ہے۔

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ یزید سے مہر کا مطالبہ کیسے کیا جائے گا جب کہ یزید جیسا کفو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ یزید ہی تو وہ شخص ہے جس کے چہرہ کا واسطہ دے کر بارش مانگی جاتی ہے۔ اے حسینؑ ذرا اچھا سا جواب دینا۔

امام حسینؑ نے انتہائی اطمینان سے مروان کی باتیں سنیں۔

بعد میں فرمایا۔

الحمد لله الذی	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
اختارنا لنفسه و	ہمیں اپنی ذات کیلئے چنا اور اپنے
ارتضانا لدينه۔	دین کے لیے ہمیں مرتضیٰ بنایا
۔۔۔۔ الخ	ہے۔

پھر فرمایا۔ اے مروان تو جو کچھ کہتا رہا ہے ہم خاموشی سے سنتے رہے اب تو بھی سن لے۔

جہاں تک مہر کی بات ہے۔ ہم جتنا بھی زیادہ مانگیں سنت رسول سے تجاوز کرنا ہمارے بس سے باہر ہے اور ہماری تمام بچیوں اور بچوں کا حق مہر چار سو اسی درہم ہے۔ اس سے زیادہ ہم ایک کوڑی بھی نہیں مانگ سکتے۔

جہاں تک عبداللہ ابن جعفر کے قرض ذمہ داری کا تعلق ہے۔ تو اس سلسلہ میں یہ پورا عرب جانتا ہے کہ آج تک ہماری عورتوں نے کبھی ہمارے مردوں کے قرضے ادا نہیں کیے۔

جہاں تک دونوں قبیلوں میں باہمی صلح کا تعلق ہے تو تمہارے ساتھ ہماری جنگ دین کے معاملہ میں ہے جس کی صلح دینا کے عوض نہیں ہو سکتی۔ جب دونوں قبیلوں

میں نسبی رشتے صلح کرنے میں ناکام رہے تو زوجیت کا یہی رشتہ کب یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ رہ گیا یزید سے مہر کا مطالبہ پر تعجب تو یہ اس لیے غلط ہے کہ حق مہر اس ہستی نے بھی معین کیا تھا جو یزید۔ یزید کے باپ اور یزید کے دادا سے بدرجہا بہتر تھی۔ (رسول کونین)

تیرا یہ کہنا کہ یزید جیسا کفو ملنا مشکل ہے تو یزید کا کفو آج بھی وہی ہے جو کل تھا۔ حکومت آجانے سے کفو نہیں بدلا کرتے۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید کے چہرہ سے بارش مانگی جاتی ہے تو یہ توہین رسول ہے کیونکہ تاریخ نے صرف ایک چہرہ کا پتہ دیا ہے جس کی برکت سے بارش مانگی جاتی تھی اور وہ نبی کونین کا رخ انور تھا۔

تیرا یہ کہنا کہ ہم اہلبیت کی نسبت یزید سے رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو ذرا ان رشک کرنے والوں کا جائزہ لے کر یزید اور ہمارا موازنہ کر کے یزید کو ترجیح دینے والے تمام کے تمام لفنگے نظر آئیں گے۔ اور ہم اہلبیت کو یزید پر ترجیح دینے والے تمام کے تمام شریف اور عقل مند ہوں گے۔

پھر فرمایا۔ تم تمام لوگ گواہ رہنا۔ میں ام کلثوم بنت عبداللہ ابن جعفر طیار کا عقد اس کے چچا زاد قاسم ابن محمد ابن جعفر سے کرتا ہوں حق مہر سنت کے مطابق چار سو اسی درہم ہوں گے۔ اور میں ان لوگوں کو وادی عقیق میں اپنی اراضی ہبہ کرتا ہوں۔ جس سے سالانہ آٹھ ہزار دینار کی آمد ہوتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی زندگی کے لیے یہ سالانہ آمد کافی ہے۔

مروان کا چہرہ غصہ سے سیاہ پڑ گیا۔ اور ناراض ہو کر اٹھ گیا۔

دوسری مجلس

تعزیت یا مبارکبادی یزید

فاسخ التواریخ میں ہے کہ معاویہ اسی برس زندہ رہا۔ اس کی زندگی کے آخری ایام میں مدینہ سے اسے جو خطوط موصول ہوئے ان میں ایک رقعہ تھا جن میں یہ دو اشعار لکھے تھے۔

اذا الرجال ولدت اولادها — واضطربت من کبر اعضادها

جب مرد صاحب اولاد بن جائیں اور بڑھاپے سے ان کے اعضاء بھی کمزور ہو جائیں۔

وجعلت اسقامها تعتادها — فهی زروع قد دنا حصادها

اور بیماریاں رفتہ رفتہ ان کا معمول بن جائیں تو پھر وہ ایسی پکی ہوئی فصل بن جاتے ہیں جس کے کٹنے کا موسم آجاتا ہے۔

اس رقعہ کو پڑھ کر معاویہ نے جب اپنے جسمانی حالات پر غور کیا تو اس نے سمجھ لیا کہ واقعی میں بھی اب پکی ہوئی فصل بن چکا ہوں اور میرے کٹنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ چند ہی دن بعد صاحب فراش ہو گیا۔

جب بیماری کا زور بڑھ گیا تو مسعودی کے مطابق یہ اشعار پڑھنے لگا۔

فیا لیتنی لم اعن فی الملک ساعة — ولم اک فی اللذات اعشی النواظر

کاش مجھے ایک گھنٹہ کے لیے بھی حکومت دنیا نہ ملتی اور میں اپنی نگاہ کو لذات دنیا میں مرکوز نہ کرتا

وکنت کذی طمرین عاش ببلغة — من الدهر حتی زار ابل المقابر

میں اس فقیر کی طرح ہوتا جس کی کل میراث دو چادریں ہوتی ہیں اور جو مل جاتا ہے اس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور قبرستان کا راہی ہوتا ہے۔

کامل التواریخ میں ہے کہ معاویہ نے موت سے پہلے جو خطبہ دیا اس کے چند جملے یہ تھے۔

انی کزرع مستهد وقد	میں اب پکی ہوئی فصل کی طرح
طالت علیکم امرتی	ہوں تمہارے سر پر میری حکومت
حتی مللتکم و	کی مدت کافی طویل ہو چکی ہے
مللتمونی و	حتیٰ کہ اب میں تم لوگوں سے
تمنیت فراقکم و	تنگ چکا ہوں اور تم مجھ سے
تمنیتم فراقی	اکتا گئے ہو۔ اب تو حالت یہ
	ہے کہ میں تم سے جان چھڑانا
	چاہتا ہوں اور تم مجھ سے
	پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔

مرض الموت میں بہت زیادہ روتا تھا ایک دن مروان نے پوچھا۔

کیا مرض اور موت سے گھبرا گیا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مجھے موت نہیں اپنی زندگی پر رونا آرہا ہے۔

مروان نے کہا۔ تیری زندگی کو کیا ہو گیا ہے؟

معاویہ نے کہا۔ کاش حجر ابن عدی اور اس کے ساتھیوں کے خون سے ہاتھ سرخ نہ کرتا۔

کاش حق علیؑ غصب نہ کرتا۔

کاش علیؑ سے جنگ نہ کرتا۔

کاش امت محمدؐ کے سر پر یزید کو مسلط نہ کرتا۔

جب لوگوں کو مرض معاویہ کا علم ہوا تو عیادت کی اجازت مانگی۔ معاویہ نے عمدہ سا لباس پہنا، منہ دھویا۔ خوشبو لگائی اور عیادت کرنے والوں کو بلا لیا۔ جب اس نے لوگوں کو دیکھا تو اپنی خفت مرض کو مٹانے کی خاطر یہ شعر پڑھا۔

بتجلدی للشامتین اریھم — انی ریب الدھر لا اتضعضع

اپنے مصائب پر خوش ہونے والوں کو اپنے حوصلے سے دکھاؤں گا کہ میں کبھی حوادث زمانہ کے سامنے جھکنے والا نہیں ہوں۔

انہی آنے والوں میں ایک ہاشمی بھی تھا جب اس نے دیکھا کہ رسی جل گئی ہے لیکن بل نہیں گئے تو اس نے جواب میں یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

اذا المنیۃ انشبت اظفارھا — الفیت کل تمیمہ لا تنفع

جب موت کے پنجے گڑھ جاتے ہیں تو پھر کوئی طاقت سودمند ثابت نہیں ہوتی۔

جونہی عیادت کرنے والے واپس ہوئے معاویہ اپنے بستر پر دراز ہوا۔ اور مرگیا۔ نکلنے والوں نے اپنے پیچھے فوراً آہ وزاری اور گریہ و بکا کی آوازیں سن لیں۔

معاویہ کے اس مرض موت میں یزید شام میں موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ مقام حوارین میں شکار و تفریح میں مشغول تھا۔ معاویہ نے وصیت کی اور ضحاک ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ مروی کے حوالہ کی اور انہیں کہا کہ یہ یزید کو دے دینا۔ ایک خط یزید کو لکھا۔

یا بنی قد قرب منی ما بعد
والموت مفرق الاحبۃ
فاذا قرأت کتابی
فرالی عاجلا فانی
حیت لا محالۃ۔

بیٹے جو چیز بہت دور سمجھی جاتی ہے وہ میرے انتہائی قریب ہو چکی ہے اور موت دوستوں کو ایک دوسرے سے جدا کر لیتی ہے۔ میرا خط پڑھنے کے فوراً بعد میری طرف چلے آنا۔ اب میں بچنے والا نہیں ہوں۔

معاویہ کی وصیت:۔

یا بنی انی قد کفیتک
الشد والرحال ووطنت
لک الامور ذللت لک

بیٹے میں نے تجھے جنگوں اور آئے دن کی دوا جاوی سے بچا لیا ہے۔ میں نے تمام معاملات

الاعداء واخضعت
لك رقاب العرب و
جمعت لك مالم يجمعه
احد فانظر اهل
الحجاز فانهم
اصلك واكرم من
قدم عليك منهم و
تعاهد من غاب وانظر
اهل العراق فان
سئلوك ان تعزل عنهم
كل يوم عاملا فافعل
فان عزل عامل اليسر
من ان يشهر عليك
مائة الف سيف وانظر
اهل الشام فليكونوا
بطانتك وعيبتك
فان رابك من عدوك
شئ فانتصر بهم فاذا
اصبتهم فاردد اهل
الشام الى بلادهم

تیرے لیے آسان بنا دیے ہیں
تمام دشمنوں کو تیرے سامنے
جھکا دیا ہے۔ تمام عرب کی
گردنیں خم کر دی ہیں۔ تیرے
لیے وہ کچھ جمع کر دیا ہے جو
شاید ہی کوئی باپ اپنے بیٹے
کے لیے جمع کر سکے اب اہل
حجاز کا خیال رکھنا۔ تیری بنیاد
اور اصل وہی ہیں۔ ان میں سے
جو تیرے پاس آجائے اس کی
عزت کرنا۔ جو نہ آئیں ان کا
بھی خیال رکھنا اہل عراق پر
کڑی نظر رکھنا۔ اگر یہ لوگ روزانہ
بھی گورنر بدلنے کا مطالبہ کریں
تو ان کا یہ مطالبہ پورا کرنا کیونکہ
ایک گورنر کا تبدیل کرنا اس
بات سے کہیں زیادہ مناسب
ہو گا کہ تیرے خلاف ایک
لاکھ تلوار علم کر لی جائے۔ اہل
شام کا خاص خیال رکھنا۔ یہ

فانهم ان اقاموا
الى غير بلادهم
تغيرت اخلاقهم
ولست اخاف عليك
ان ينازعك في
هذا الامر الا اربعة
نفر من قريش
الحسين ابن علي و
عبد الله بن عمر
وعبد الله ابن الزبير
وعبد الرحمٰن ابن
ابي بكر- اما الحسين
ابن علي فاصفح عنه
لقرابة محمد و
عبد الله ابن عمر
فهو معك فالزم
ولا تدعه واما
عبد الله ابن الزبير
ان ظفرت به فقطعه
اربا اربا فانه

لوگ تیرا وقار اور تیری پناہ
گاہ ہیں۔ جب کبھی کوئی دشمن
سر اٹھائے انہی اہل شام سے
مدد لینا۔ جب مقصد پورا ہو
جائے تو اہل شام کو فوراً واپس
اپنے شہروں میں بھیج دینا کیونکہ
اگر یہ لوگ دوسرے علاقوں
میں رہ گئے تو ان کے اخلاق
بگڑ جائیں گے حکومت کے سلسلہ
میں تیرے ساتھ صرف چار
آدمی جھگڑا کر سکتے ہیں۔ یہ
چاروں قریش سے ہیں۔ پہلا
(خلیفہ چہارم کا بیٹا) حسینؑ ابن
علیؑ ہے دوسرا (خلیفہ دوم کا
بیٹا) عبداللہ ابن عمر ہے۔
(تیسرا خلیفہ اول کا نواسہ اور
ام المومنین عائشہ کا بھانجا)۔
عبداللہ ابن زبیر ہے۔ اور
(چوتھا خلیفہ اول کا بیٹا)۔
عبدالرحمن ابن ابو بکر ہے۔

يحشو عليك كما
يحشوا الاسد
لفريسة ويوادبك
موادبته الثعلب
واما ابن ابي بكر
فان رائ اصحابه
ضعوا شيئا ضنع
مثله ليس له
همة الا في النساء

محمدؐ سے قرابت کے پیش نظر
حسینؑ ابن علیؑ سے چشم پوشی
کرنا۔ عبداللہ ابن عمر تیرے
ساتھ ہے تو اسے نہ چھوڑنا۔
عبداللہ ابن زبیر پر جب
موقعہ ملے۔
اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا یہ
شخص موقعہ پاتے ہی تجھ پر اس
طرح حملہ کرے گا جس طرح
شیر شکار پر جھپٹتا ہے اور
بصورت مجبوری تجھ سے اس
طرح پیش آئے گا جس طرح
لومڑی۔ عبدالرحمن ابن ابو بکر
وہی کرے گا جو اس کے ساتھی
کرتے ہیں۔ دنیا میں اس کا
مطمع صرف اور صرف عورتوں سے
لذت کا حصول ہے

ضحاک ابن قیس نے معاویہ کی نماز جنازہ اس طرح پڑھائی کہ معاویہ کا کفن ہاتھ میں لے کر مسجد میں آیا۔ لوگوں کو بتایا کہ معاویہ مر گیا ہے۔ یہ اس کا کفن میرے ہاتھ میں ہے۔ ہم اسے کفن میں لپیٹ کر دفن کر کے اسے اس کے اعمال کے سپرد

کرنے والے ہیں کوئی اس کے جنازہ میں حصّہ لینا چاہتا ہے تو آ جائے۔

جب یزید شکار سے فارغ ہو کر واپس آیا تو معاویہ دفن ہو چکا تھا۔ یزید کے پاس آنے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یزید کو معاویہ کی تعزیت کریں یا حکومت کی مبارک دیں۔

عبداللہ ابن ہمام سلولی آگے بڑھا اور کہا۔ اے امیر معاویہ اپنی منزل پر چلا گیا ہے۔ اب اس پر افسوس اور اس کے سوگ سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ دنیا کا دستور ہے۔ تخت حکومت آپ کا منتظر ہے آپ اپنی جگہ سنبھالیں۔ عبداللہ کی بات سن کر تمام حاضرین نے یہی کہنا شروع کیا۔ یزید منبر پر بیٹھا اور پہلا خطبہ دیا۔

الحمد لله الذى ما
شاء صنع ومن شاء
خفضص ومن شاء
رفع ان معاوية
ابن سفيان مده
الله ما شاء ان
يقطعه ولا ازكيه
قد صار الى ربه
فان يعف عنه
فبرحمته وان
يعذبه فبذنبه
وقد وليت بعده

اس اللہ کی حمد ہے جو ہر کام
کرنے میں مختار ہے۔ جسے
چاہے دے جسے چاہے نہ
دے جسے چاہے پست کر
دے اور جسے چاہے بلند کر
دے، معاویہ ابن ابوسفیان کو
جب تک اس نے چاہا اس
کی رسی دراز کیے رکھی اور جب
چاہا اس کی زندگی کی رسی کو
کاٹ دیا۔
میں نہیں کہتا کہ وہ برا نہیں تھا
اب اللہ کے پاس پہنچ چکا ہے

الامر۔

اگر اسے معاف کر دے تو اس کی رحمت ہے اگر اسے عذاب دے تو اس کے گناہوں کا خمیازہ ہو گا اس کے بعد حکومت میرے حوالہ کی گئی ہے۔

اس کے بعد منبر سے اترا تخت حکومت پر بیٹھا اور اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم
من يزيد الى فلان
اما بعد فان معاوية
قد عاش بقدر و
مات باجل يجب
عليك ان تاخذ
اهل عملك الاصاغر
منهم والاكابر
منهم والفاجر
تجديد بيعتي
والانقياد لامرنا
والتسارع الى طاعتنا
احدا شديدا بلا رخصة ولا تاخير والسلام

یزید کی طرف سے فلاں گورنر کو۔ اما بعد معاویہ اپنی زندگی تک رہا اور اپنی مدت میں فوت ہو گیا۔ اب تیرے لیے ضروری ہے کہ اپنے تمام اہالیان خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے اور نیک ہوں یا فاجر ہر ایک سے فرداً فرداً ہمارے لیے تجدید بیعت کر ان سے ہماری اطاعت کا عہد اور ہماری حکومت سے وفاداری کا پیمان لے اور یہ کسی رخصت اور نرمی کے بغیر انتہائی سختی اور شدت سے ہونا چاہیے۔ والسلام

مدینہ کے گورنر ولید کو اس عمومی خط کے علاوہ ایک اور خصوصی رقعہ بھی لکھا۔

امابعد فخذ حسينا و
عبد الله ابن عمر وابن الزبير
اخذا شديدا ليست
فيه رخصة حتى يبايعوا يا ابا
محمد انفذ اليهم كتابي فمن
لم يبايعك فانفذ
الى برأسه مع جواب كتاب
هذا۔
والسلام

حسینؑ۔ عبداللہ ابن عمر اور ابن زبیر کو سے ہماری بیعت لے بیعت لینے میں پوری سختی سے کام لے اور کوئی نرمی نہ کر۔ اے ابو محمد ان لوگوں کو میرا یہ خط دکھا دینا اسے دیکھنے کے بعد بھی اگر کوئی بیعت نہ کرے تو جواب کے ساتھ میرے پاس اس کا سر بھیج دے۔ والسلام

جب ولید کو خط ملا تو اس نے ان تینوں کو بلا بھیجا۔ اتفاقاً دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ تینوں بھی مزار نبیؐ کے پاس بیٹھے تھے جب پیغام ملا تو۔

ابن زبیر نے امام حسینؑ سے پوچھا۔ آپ کا کیا خیال ہے ولید نے اس وقت اتنی رات گئے صرف ہمیں کیوں بلایا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: میرا خیال ہے معاویہ مر گیا ہے اور لوگوں کے علم ہونے سے پہلے یہ ہم سے یزید کے لیے بیعت لینا چاہتا ہے۔

ابن زبیر نے کہا۔ مجھ سے یزید کی بیعت تو نہیں ہو سکتی اور نہ میں اس کی بیعت کروں گا۔

عبداللہ ابن عمر نے کہا۔ ہم اس وقت جاتے ہی نہیں گھر چلے جاتے ہیں۔ دروازہ بند کر کے سو جائیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تو بہر صورت ولید کے ہاں جاؤں گا تاکہ حقیقت

حال کا پتہ چل جائے۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خلیفہ سوم کا بیٹا عمرو ابن عثمان پھر پیغام لے کر آگیا اور کہا امیر اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر آنا ہے تو آؤ ورنہ جواب دو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: جاؤ ولید سے کہہ دے اور کوئی آئے نہ آئے میں آ رہا ہوں۔ تینوں وہاں سے اٹھے اپنے اپنے گھروں میں آئے۔ امام حسینؑ نے بنی ہاشم کو ساتھ لیا اور ولید کے پاس آگئے۔ ولید نے خط دکھایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: بیعت کا معاملہ رات کی تنہائی میں اچھا نہیں ہوگا۔ دن ہو لینے دو پھر دیکھا جائے گا۔

تیسری مجلس

مروان اور فرزند رسول

ارشاد قدرت ہے۔

الم تر کیف ضرب	کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ
الله مثلا کلمة طیبة	اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس طرح اس
کشجرة طیبة اصلها	شجر طیبہ سے مثال دی ہے
ثابت و فرعها فی السماء	جس کی جڑیں تحت الثریٰ میں
توتی اکلها کل حین	اور شاخیں عرش علیٰ میں ہوں
باذن ربها ویضرب	جو اذن باری سے ہر زمانہ میں
الله الامثال للناس	ثمر آور رہتا ہے اللہ لوگوں کو
لعلهم یتذکرون	اس طرح مثالیں دے کر
ومثل کلمة خبیثة	سمجھاتا ہے تاکہ یہ لوگ ذکر
کشجرة خبیثة	خدا کریں اور کلمہ خبیثہ کی مثال
اجتثت من فوق	اس شجر خبیثہ جیسی ہے جسے
الارض مالها	زمین کے اوپر سے کاٹ لیا

من قرار ۔۔ جائے اور اس کا کوئی ٹھکانا نہ رہے ۔

تمام مفسرین اس حقیقت پر متفق ہیں کہ شجرِ طیبہ کا مصداق محمد و آل محمدؐ اور شجرِ خبیثہ کا مصداق بنی امیہ ہیں۔ شجرِ خبیثہ کی تین شاخوں میں سے ایک شاخ مروان ابن حکم ہے۔ جو کفر۔ خیانت، خباثت اور محمدؐ و آل محمد سے عداوت میں اپنی مثال آپ تھا۔ خصوصاً حضرت علیؑ اور اولادِ علیؑ سے اس کی عداوت تو کسی مقام پر بھی چھپ نہ سکی ۔

جب یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا اور معاویہ کے حکم سے تمام مملکت اسلامیہ میں جمعہ کے دن ہر خطیب خطبہ جمعہ میں حضرت علیؑ پر سب وشتم کرتا تھا۔ تو انہی میں مروان بھی ایک تھا۔ امام حسنؑ تو اپنے حلم کی بدولت خاموش رہتے تھے لیکن امام حسینؑ کی بدولت اس میں کبھی یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ منبر مدینہ پر حضرت علیؑ کے خلاف کچھ کہتا۔ ایک مرتبہ اسے دشمنان علیؑ نے بہت زیادہ برانگیختہ کیا تو جمعہ کے خطبہ میں اس نے بھی حضرت علیؑ کو نازیبا کہا۔ جب امام حسینؑ کو پتہ چلا تو آپ مروان کے پاس آئے اور کہا ۔

اے نیلی آنکھوں والی اور جوئیں خور ماں کے بدنصیب بیٹے مروان! کیا تیری بھی یہ جرات ہے کہ تو علیؑ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے ؟

مروان نے کہا۔ حسینؑ تو ابھی ناتجربہ کار ہے نوخیز ہے زیادہ جذباتی بھی نہ بن ۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں جذباتی نہیں بن رہا۔ تجھے تیری اوقات سے آگاہ کیا ہے اور اب تجھے بتاتا ہوں کہ علیؑ کے متعلق اللہ کا کیا نظریہ ہے جو اس نے

قرآن میں پیش کیا ہے۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمٰن ودا۔ جن لوگوں نے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کیے ہیں اللہ ان کیلئے محبت کو فرض قرار دے گا۔

یہ علیؑ اور اس کے شیعہ کے حق میں ارشاد قدرت ہے۔ جا کر کسی اور سے پوچھ لینا۔

دوسرے مقام پر ارشاد خالق ہے۔

فانما یسرناه بلسانك لتبشر به المتقین۔ ہم نے قرآن کو تیری زبان پر آسان بنا دیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تو متقین کو بشارت جنت دے۔

جا کسی صحابی سے پوچھ لے اس آیت میں متقین کا مصداق علیؑ اور اس کے شیعہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے حبیب کی زبانی جنت کی بشارت دی ہے ۔

ایک مرتبہ امام سجاد مروان کے پاس آئے تو اس نے پوچھا۔

آپ کا کیا نام ہے ؟

جناب سجاد نے جواب دیا۔ علیؑ

کہا۔ تیرے بھائی کا کیا نام ہے ؟

امام سجاد نے بتایا۔ علیؑ

مروان نے کہا۔ علیؑ اور علیؑ۔ تعجب ہے تیرا باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو بھی علی نام رکھنے سے معاف نہیں رکھتا ۔

امام سجادؑ نے واپس آکر امام حسینؑ سے تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اس چرچڑے رنگتے اور نیل گوں آنکھوں والی ماں کے بیٹے کو کیا علم ہے کہ مجھے اپنے باپ سے کتنی محبت ہے۔ لہٰذا اگر اللہ مجھے ہزار بیٹا بھی دے تو ہر ایک کا نام علیؑ ہی رکھوں گا۔

ایک مرتبہ مروان نے دوران گورنری مدینہ امام حسینؑ سے کہا۔

اگر فاطمہ بنت محمد کے بیٹے نہ ہوتے تو بھلا بتاؤ تمہارا کیا فخر ہے۔

امام حسینؑ نے وہاں موجود قریشی افراد کو مخاطب کیا اور فرمایا۔

تمہیں اللہ کی قسم ہے جو کچھ میں کہوں گا اگر سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اگر غلط ہو تو ٹوک دینا۔

کیا میرے اور بھائی کے علاوہ اور بھی کوئی ہے جو کرہ ارض پر ہم سے زیادہ محبوب رسول ہو؟

تمام قریشیوں نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔

کیا میرے اور میرے بھائی کے علاوہ اس کرہ ارض پر کوئی ایسا ہے جو نواسہ رسول ہونے کا دعویٰ کر سکے؟

تمام قریشیوں نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔ اس کرہ ارض پر وہ کون ہے جس کے دادا نے یتیمی کے عالم میں کفالت رسول کی؟

تمام نے کہا۔ آپ کے دادا ابوطالب نے۔

آپ نے کہا۔ اس کرہ ارض پر ہم دو بھائیوں کے سوا کوئی اور ہے۔ جن کے باپ

نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہو؟

تمام نے کہا۔ کوئی ایسا نہیں ہے۔

آپ نے کہا۔ وہ کس کا باپ تھا جس نے دس برس کی عمر سے لے کر نبی کونین کے زندگی آخری سانسوں تک کسی بھی مشکل مقام میں ان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا۔؟

تمام نے کہا آپ کا باپ علیؑ تھا۔

آپ نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول صادق کی زبان نے مروان اور مروان کے باپ حکم کے علاوہ کسی اور کو صراحت سے ملعون کہا ہو۔

تمام نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔ کیا تمہیں کرہ ارض پر ان دو باپ بیٹوں کے سوا اور کوئی ایسا شخص معلوم ہے جو دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اللہ۔ رسول اور آل رسول کا سب سے زیادہ دشمن ہو؟

تمام نے کہا نہیں۔

مروان کے دل میں عداوت آل محمد کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن اسے موقعہ نہیں مل رہا تھا۔ جب معاویہ مر گیا اور یزید نے ولید کو امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لیے لکھا۔ ولید نے مروان سے مشورہ لیا۔ مروان نے کہا حسینؑ کبھی یزید کی بیعت نہیں کرے گا اگر تیری جگہ میں ہوتا تو اس کا سر کاٹ دیتا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق ولید نے امام حسینؑ کو بلا بھیجا۔ آپ نے بنی ہاشم سے انیس نوجوانوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

مجھے رات کے اس وقت ولید نے بلایا ہے۔ ممکن ہے وہ کسی ایسی بات کا

مطالبہ کرے جو میں نہ مانوں۔ ایسی صورت میں مجھے اس پر بھروسہ نہیں ہے تم میرے ساتھ چلو۔

جب آپ دارالامارہ کے دروازہ پر آئے تو آپ نے فرمایا تم یہاں انتظار کرو میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میری آواز بلند ہو جائے تو اندر آجانا۔ امام حسینؑ اندر آگئے ولید نے اٹھ کر استقبال کیا، مروان پاس ہی بیٹھا تھا۔

ولید نے موت معاویہ کی اطلاع دی۔

امام حسین نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

ولید نے یزید کا خط دکھایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ موجودہ حالات کے مطابق رات کے وقت خاموشی سے میری بیعت تو شاید آپ کے لیے مفید نہ ہو۔

ولید نے کہا۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا، پھر صبح ہو لینے دو۔ دیکھیں گے۔

ولید نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ تشریف لے جائیں۔ کل صبح تشریف لائیے گا۔

امام حسینؑ اٹھ کر جانے لگے۔

مروان نے کہا۔ اگر اس وقت حسینؑ تیرے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تلاش کرتا پھرے گا۔ اگر بیعت لینا ہے تو اسی وقت بیعت لے لے یا حسینؑ کو گرفتار کرے صبح کو جب تک بیعت نہ کرے اس وقت تک نہ چھوڑنا۔

امام حسین نے فرمایا۔ او مروان ذرا سوچ لے تو کیا کہہ رہا ہے۔؟

بھلا مجھے بتا تو مجھے قتل کرے گا یا تیرا گورنر ولید؟

پھر آپ ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ولید تو اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم اہلبیت نبوت اور معدن رسالت ہیں۔ کائنات کا نقطہ آغاز بھی ہم ہیں اور عالم کا اختتام بھی ہمارے ذریعہ ہوگا۔ جب کہ یزید فاسق ہے فاجر ہے، شرابی ہے۔ قاتل ہے۔ ان حالات میں بھلا مجھ جیسا شخص یزید جیسے شخص کی بیعت کس طرح کر سکتا ہے۔ صبح ہونے دو پھر دیکھیں گے۔

یہ سنکر مروان نے تلوار نکالی اور آپ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ اس وقت امام حسینؑ نے باآواز بلند تکبیر کی۔ آپ کی تکبیر سنکر دروازہ پر منتظر تمام ہاشمی نوجوان تلوار بکف اندر آگئے۔

مروان انہیں دیکھ کر گھبرا گیا

مولف۔

عزادارو!

ذرا اس وقت کا موازنہ اس وقت سے کرو جب امام حسینؑ زخموں سے چور تنہا تھا۔ آج تو یہ نوجوان صرف تکبیر کی آواز سنکر آگئے لیکن اس وقت تو امام حسینؑ ایک ایک کا نام لے کر پکارتے رہے لیکن کوئی اٹھ کر آنہ سکا۔

جب امام حسینؑ ولید کے پاس سے چلے گئے تو

مروان نے ولید سے کہا۔ آج تو نے میری بات نہیں مانی۔ اب حسینؑ کبھی تیرے ہاتھ نہیں آئے گا۔

ولید نے کہا۔ مروان مجھے ایسا مشورہ مت دے جس سے میری دنیا اور دین دونوں تباہ ہو جائیں۔ اگر مجھے پورے کرہ ارض کی حکومت قتل حسینؑ کے عوض دی جائے تو میں حکومت کو ٹھکرا دوں گا لیکن خون حسینؑ سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کروں گا۔

کیا میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کر دوں کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتا؟ بھلا تو ہی بتا کیا حسینؑ نے یزید کے متعلق جو کچھ کہا ہے غلط ہے۔

مروان نے کہا۔ اگر تیری فکر یہ ہے تو پھر تونے درست کیا ہے۔

صبح امام حسینؑ گھر سے باہر تشریف لائے اتفاقاً مروان راستہ میں مل گیا۔ مروان نے کہا حسینؑ اگر مان لے تو میں تجھے ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ذرا سنوں تو سہی نصیحت کیسی ہے؟

مروان نے کہا۔ اگر آپ یزید کی بیعت کر لیں تو آپ کی دنیا اور دین کے لیے فائدہ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون جب یزید کی بیعت میں دین کی بہتری ہو تو اسلام پر سلام۔

مروان کا امام حسینؑ پر غصہ اس وقت ٹھنڈا ہوا جب یہ یزید کے پاس بیٹھا تھا اور امام حسین کا سر یزید کو پیش کیا گیا تو اس نے خوشی سے جھوم کر امام حسینؑ کا سر طشت سے اٹھایا اور شعر پڑھے۔

یا حبذا بردك في اليدين   ولونك الاحمر في الخدين

آج تیرے سر کو پکڑا ہاتھ کتنی ٹھنڈک محسوس کر رہے ہیں۔ اور تیرے رخساروں پر خون کی یہ سرخی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔

يلمع في الطشت من اللجين   كانما حفت بورد تين

چاندی کے طشت میں تیرا سر اس طرح چمک رہا ہے گویا گلاب کے وہ پھولوں کے مابین رکھا ہے

شقيت نفسي من دم الحسين   اخذت ثاري وقضيت ديني

خون حسینؑ نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا ہے اور آج میں نے اپنا انتقام

لے کر اپنے قرضے چکا دیے ہیں۔

كيف رايت الضرب يا حسين

حسینؑ فرما تا تو سہی تلوار کی ضرب کیسی تھی؟

علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں حکم کے حالات میں لکھا ہے کہ حکم کا بیٹا مروان۔ خبیث العقیدہ۔ عظیم الکفر اور سنگدل ترین انسان تھا۔ یہ شخص اس وقت مدینہ میں یزید کی طرف سے گورنر تھا جب منبر پر دوران خطبہ اسے امام حسینؑ کا سر دیا گیا تو اس نے مذکورہ اشعار پڑھے پھر سر امام حسینؑ کو قبر رسول کی طرف اچھال کر کہنے لگا۔

اے محمد! بدر کے دن کا بدلہ آج پورا ہو گیا۔

اس کے بعد امام حسینؑ کے چہرہ پر چھڑی مارنے لگا۔

فصل ۴

اس فصل میں چار مجالس ہیں

پہلی مجلس

مدینہ سے الوداع کی تیاری

بحار میں ہے کہ ولید کے دربار میں جانے سے دوسری رات امام حسینؑ نبی کریم کے مزار پر تشریف لائے اور یوں مخاطب کیا ۔

السلام عليك يا رسول	اے رسول خدا میرا سلام ۔ میں
الله انا الحسين بن فاطمة	فاطمہ زہرا کا پارہ جگر ہوں ۔ میں
فرخك وابن فرختك	آپ کا بچہ اور آپ کی دختر کا
وسبطك الذی خلفتنی	وہ فرزند ہوں جسے آپ اپنی
فی امتك فاشهد عليهم	امت میں خلیفہ بنا کر گئے تھے
يا نبی الله انهم قد	اے نبی خدا ! میں ان کے خلاف
ضيعو نی هٰذا شكوی	گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے
اليك حتی القاك ر	مجھے چھوڑ دیا ہے تا ملاقات میرا
	یہی شکوہ ہے ۔
يابی انت امی يا رسول	اے رسول خدا ! میرے والدین
الله انی خارج من	آپ پر قربان ہوں میں بامر

جوارك كرها. وفرقوا بيني وبينك حيث اني لم ابايع يزيد شارب الخمور و راكب الفجور وفاعل الشرور فان انا فعلت كفرت وان ابيت قتلت.

مجبوری آپ کے پڑوس کو چھوڑ رہا ہوں۔ ان لوگوں نے میرے اور آپ کے مابین فاصلے ڈال دیے ہیں۔ کیونکہ میں یزید جو شرابی۔ فاجر اور شریر ترین انسان ہے کی بیعت نہیں کرسکتا کہ میں جانتا ہوں اگر اس کی بیعت کرلوں تو کافر بنتا ہوں اور اگر انکار کرتا ہوں تو قتل کیا جاتا ہوں۔

فها انا خارج من جوارك على اكراه مني فعليك السلام ياسيدی.

میں آپ کا پڑوس انتہائی افسوس اور مجبوری کے ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔ میرے آقا میرا آخری سلام۔

اس کے بعد آپ واپس گھر تشریف لائے۔ اگلی رات پھر مزار رسول پر تشریف لے گئے۔ کافی رات تک مصروف نوافل رہے۔ نوافل سے فراغت کے بعد عرض کی۔

اللھم ھذا قبر نبيك محمد وانا ابن بنت نبيك وقد حضرني من الامر ما قد

اے اللہ یہ تیرے نبی کا مزار ہے اور میں تیرے نبی کی دختر کا لخت دل ہوں۔ جن حالات سے میں دوچار ہوں تو اچھی طرح ان تمام

تعلم اللّٰھم انی احب المعروف وانكر المنكر.

سے آشنا ہے۔ اے اللہ میں اچھائی سے محبت اور برائی سے نفرت کرتا ہوں۔

انا اسئلك يا ذاالجلال والاكرام بحق القبر ومن فيه الا اخترت لي ما هو لك رضى و لرسولك رضى.

اے ذوالجلال والاکرام میں تجھے اس قبر اور قبر میں مدفون ہستی کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے وہ راہ معین فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی خوشنودی ہو

اس کے بعد آپ گریہ فرماتے رہے سحری کے وقت مزار رسول پر سر رکھے ہوئے آپ کی آنکھ لگ گئی۔ عالم خواب میں آپ نے دیکھا کہ سرور انبیاء ملائکہ کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

حبيبي يا حسين كاني اراك عن قريب مرملاً بدمائك مذبوحاً بارض كرب وبلا بين عصابة من امتي وانت مع ذلك عطشان لا تسقٰى وظمان لا تروى.

میرے پیارے حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تو اپنے خون میں غلطاں ہے۔ زمین کربلا میں مذبوح ہے میری امت سے ایک جماعت کے ہاتھوں تو شہید ہوگا۔ اس وقت تو پیاسا بھی ہوگا۔ تجھے کوئی پانی تک بھی نہ دے گا۔

لا انا لھم الله شفاعتی

اللہ انہیں میری شفاعت سے

یاحسین ان اباكَ وامكَ وا خاكَ قدموا علی وهم مشتاقون الیكَ ۔	محروم رکھے گا۔ میرے حسینؑ تیرا باپ۔ تیری ماں اور تیرا بھائی میرے پاس آئے تھے وہ بڑی شدت سے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ بے دار ہوئے۔ گھر تشریف لائے۔ تمام اہلبیت کو جمع کیا۔ انہیں اپنے خواب سے آگاہ کیا۔

یہ دن آل محمدؐ کے گھروں میں غم ناک ترین دن تھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ آل محمدؐ کے لیے یہ دن زیادہ غم انگیز تھا یا عاشورہ کا وہ دن جس دن ذوالجناح نے زہرا زادیوں کو شہادت مظلوم کی اطلاع دی۔

مہیج الاحزان کے مطابق امام حسینؑ جناب زہراؑ کے مزار پر آئے اور یوں عرض کیا۔

السلام علیك یا اماه حسینك جاءلوداعك وهذا اخر زیارته ایاكِ ۔	ماں میرا سلام ہو۔ تیرا حسینؑ تجھ سے الوداع کرنے آیا ہے ماں تیرے حسینؑ کی آخری زیارت ہے۔

مزار سے جناب سیدہ نے جواب دیا۔

وعلیك السلام یا مظلوم الام شهید الام یا غریب الام ۔	ماں کے مظلوم بیٹے۔ شہید بیٹے اور مسافر بیٹے ماں کا بھی تجھ پر سلام ہو۔

مؤلف ۔

ذہنی طور پر تو بی بی اپنے بیٹے کی غربت سے واقف تھیں لیکن جب بی بی نے گیارہ محرم کی رات کو اپنے بیٹے کی غربت اور مظلومیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو گا خدا معلوم بی بی کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔

پھر آپ امام حسنؑ کے مزار پر تشریف لائے ان سے بھی الوداع کہی واپس گھر آئے۔

جناب محمد حنیفہ نے جب سنا کہ امام حسینؑ عازم سفر ہیں تو آپ کے پاس آئے اور عرض کیا۔

آپ یمن چلے جائیں۔ اہل یمن آپ کے ساتھی ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔ بھیا نانا کا ارشاد ہے کہ میں فی الحال مکہ جاؤں۔ اگر مکہ راس نہ آئے تو پھر عراق کی طرف چلا جاؤں۔

یہ سنکر جناب محمد حنیفہ رونے لگے۔

امام حسینؑ نے جناب محمدؐ سے فرمایا۔

آپ مدینہ میں رہ جائیں۔ ہمیں خدا کے بھروسہ پر جانے دیں۔ پھر آپ نے اپنی وصیت لکھ کر محمد حنیفہ کے حوالہ کی۔

وصیت یہ تھی۔

بسم الله الرحمن الرحیم هذا ما وصی به الحسین ابن علی بن ابی طالب الی اخیه محمد المعروف	بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ وصیت ہے جو حسینؑ ابن علی ابن ابی طالب نے اپنے بھائی محمدؐ المعروف ابن حنیفہ کو

بابن الحنفیه ان
الحسین یشهد ان لا
اله الا الله لا شریك
له و ان محمدا عبده
و رسوله جاء بالحق
من عند الحق و ان
الجنه و النار حق
و ان الساعة آتیة لا
ریب فیها و ان الله
یبعث من فی القبور
انی لم اخرج شرا و لا
بطرا
و لا ظالما انما خرجت
لطلب الاصلاح فی امة
محمد و شیعة علی ابن
ابی طالب فمن
تبلنی بقبول الحق
فالله اولی بالحق و من
رد علی هذا فاجر
حتی یقضی الله بینی

کہا ہے کہ
حسینؑ اللہ کے وحدہ لاشریک لہ
ہونے کی شہادت دیتا ہے۔
اور شہادت دیتا ہے کہ محمدؐ
اللہ کے عبد اللہ کے رسول
ہیں اور اللہ کی طرف سے جو
کچھ لائے ہیں۔ وہ حق ہے۔ جنت و
جہنم حق ہیں۔ قیامت آنے والی
ہے اس میں کوئی شک نہیں
قبروں میں تمام دفن ہونے والوں
کو قیامت میں اٹھائے گا۔ میں
مدینہ سے کسی فساد، لڑائی اور
جھگڑے کی خاطر نہیں نکل رہا۔
میں صرف امت محمد اور شیعیان
علیؑ کی اصلاح کے لیے گھر سے
نکل رہا ہوں۔
جس نے میرے قول حق کو
قبول کر لیا تو اللہ کی راہ اولیٰ
بالحق ہے اور جس نے میری نہ
مانی میں صبر کروں گا۔ حتے کہ

و بین قومی و هو
خیر الحاکمین و هذه
و صیتی لك یا اخی
و ما توفیقی الا بالله
الیه توكلت و الیه
انیب۔

اللہ میرے اور اس قوم کے
مابین فیصلہ کرے گا وہی بہترین
حاکم ہے۔ اے بھیا! یہ ہے
میری وصیت، اللہ کے سوا
کسی کو توفیق نہیں۔ میری اسی
پر توکل ہے اور اسی کی طرف
رجوع ہے۔

دوسری مجلس

جناب اُمّ المومنین اُمّ سلمہ اور امام حسین علیہ السلام

کامل الزیارۃ کے مطابق جب امام حسینؑ نے مدینہ سے جانے کا اعلان کیا تو بنی عبدالمطلب کی تمام مستورات جمع ہو گئیں اور گریہ و زاری شروع ہو گیا امام حسینؑ نے جا کر فرمایا۔ دیکھو ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ مدینہ سے جا رہا ہوں دنیا سے تو نہیں جا رہا۔

تمام مستورات نے جواب دیا۔ اے فرزند رسولؐ ہم جانتی ہیں، کہ آپ مدینہ سے جا رہے ہیں اور ہم یہ بھی جانتی ہیں کہ پھر آپ واپس پلٹ کر نہیں آئیں گے، ہم نے تو محسن کی شہادت کے وقت سے سن رکھا ہے کہ جنگ بدر کے بدلے بنی ہاشم سے لیے جائیں گے۔ ہمارے لیے آج کا دن ایسے ہے جیسے شہادت رسولؐ، شہادت زہرا شہادت محسن، شہادت علیؑ اور شہادت حسنؑ کا دن تھا۔ پھر تمام مستورات غریب کربلا کی پھوپھی حضرت علیؑ کی ہمشیرہ جناب ام ہانی کے گھر آئیں سن رسیدگی کی وجہ سے بی بی کہیں آتی جاتی نہ تھیں جب بی بی نے مستورات بنی عبدالمطلب کا گریہ سنا تو پوچھا کیا بات ہے؟

تمام نے جواب دیا۔ فرزند زہرا نے مدینہ چھوڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی جناب ام ہانی اٹھیں عصا کا سہارا لیا۔ کانپتے اور لرزتے قدموں کے ساتھ امام حسینؑ کے گھر تشریف لائیں۔ جب آپ نے اپنی سن رسیدہ پھوپھی کو آتے دیکھا تو استقبال کو بڑھے اور عرض کیا۔

پھوپھی اماں! آپ نے کیوں تکلیف کی ہے میں خود حاضر خدمت ہونے والا تھا۔

بی بی نے فرمایا۔ اے سرمایہ پنجتن اور میرے فخر کونین بھائی کی نشانی یہ میں کیا سن رہی ہوں؟

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ پھوپھی اماں مجبوری ہے، حالات کا تقاضا ہے اور نانا کا حکم ہے۔

بی بی نے کہا۔ حسینؑ میں کل سے جو خواب میں سن رہی تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ سچ ہونے والا ہے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا آپ کیا سن رہی ہیں۔

بی بی نے فرمایا۔ بیٹے کل سے جب بھی آنکھ لگتی ہے کوئی فریاد کر کے یہ شعر پڑھتا ہے۔

ان قتیل الطف من اٰل ھاشم   اذلت رقاب المسلمین فذلت

وادی طف میں بنی ہاشم کے مقتول نے تمام امت مسلمہ کی گردنیں شرم سے جھکا دی ہیں۔

امام حسین نے عرض کیا۔ پھوپھی جان۔ آپ دعا فرمائیں۔

بی بی روتے ہوئے واپس اپنے گھر چلی گئیں۔

عوالم میں ہے کہ جب آپ نے مدینہ چھوڑنے کا اعلان کیا تو ام المومنین ام سلمہ

تشریف لائیں اور فرمایا۔

حسین بیٹے کیا یہ سچ ہے کہ تو عراق جا رہا ہے؟

آپ نے عرض کیا۔ نانی اماں! فی الحال تو مکہ جانے کا ارادہ ہے پھر دیکھوں گا حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

بی بی نے فرمایا: میں نے آپ کے نانا سے سنا تھا کہ میرا حسینؑ بیٹا عراق کی کربلا نامی زمین میں بے یار و مددگار شہید ہوگا۔

آپ نے عرض کیا۔ نانی اگر شہادت میرا مقدر ہے تو اس کے سوا کیا چارہ ہے ویسے مجھے وہ دن معلوم ہے جس دن میری شہادت ہو گی

وہ شخص معلوم ہے جس کے ہاتھ میرے خون سے رنگین ہوں گے۔ زمین کا وہ ٹکڑا معلوم ہے جہاں میرا بے گناہ خون گرے گا۔ مجھے وہ جگہ معلوم ہے۔ جہاں میں دفن ہوں گا۔ اپنے اہلبیت سے مجھے وہ افراد معلوم ہیں جو میرے ساتھ شہید ہوں گے۔ میں ان انصار سے بھی واقف ہوں جن کے نصیبوں میں میرے ساتھ شہادت مقدر ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ زمین دکھا دوں۔

آپ نے انگشت امامت سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ خطہ کربلا بلند ہوگیا۔ آپ نے دکھایا۔ نانی اماں یہاں میرے خیام ہوں گے۔ یہاں یزید کا لشکر ہوگا پھر آپ نے اپنے انصار اور اقرباء میں سے ہر ایک کا نام لے کر بتایا کہ یہاں فلاں گھوڑے سے اترے گا اور یہاں فلاں کو مارا جائے گا۔ آخر میں دکھایا۔ نانی اماں یہ وہ مقام ہے جہاں میں گھوڑے سے زمین پر آؤں گا۔ اور تین گھنٹے تیروں پر رہوں گا پھر یہاں سے چل کر میں اس جگہ آؤں گا۔ اسی جگہ میرا قاتل آئے گا۔ نانی یہ ہے وہ تل زینبیہ جہاں میری بہن میری سکینہ بچی کے ساتھ کھڑے ہو کر میرا آخری سجدہ دیکھے گی اور

میرے پیاسے گلے پر کند خنجر کی ضربیں گنے گی۔

جناب ام المومنین ام سلمہ روتے روتے غش کر گئیں۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا۔

بیٹے مجھے آپ کے نانا نے کچھ مٹی دی تھی۔ جو ایک شیشی میں میرے پاس محفوظ ہے۔

امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھا کر زمین کربلا سے کچھ مٹی اٹھائی اور عرض کیا۔ نانی اماں! اس مٹی کو ایک اور شیشی میں ڈال کر محفوظ رکھ لیجئے جب ان دونوں سے خون رسنے لگے سمجھ لینا۔ اماں! کہ آپ کا حسینؑ شہید ہوگیا ہے۔

جناب ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں دونوں شیشیوں کو اپنے پاس رکھتی تھی۔ اور ہر دن دیکھا کرتی تھی ۶۱ھ کے محرم کی دسویں کو میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں رسول کونین کو دیکھا میرے حجرہ میں تشریف لائے آپ کا سر اور ریش مبارک خاک آلود تھے۔ میں آپ کے چہرہ مبارکہ سے خاک صاف کرنے لگی۔

اور عرض کیا۔

میری جان قربان!

اے نبی کونین یہ آپ کی آنکھوں سے آنسو کیسے ہیں؟ یہ آپ کے سر اور ریش مبارک میں مٹی کہاں سے آگئی ہے۔

آپ نے فرمایا: تو تو سو رہی ہے اور کربلا میں میرا حسینؑ شہید ہوگیا ہے میں گھبرا کر اٹھی۔ شیشیوں کو دیکھا تو دونوں میں مٹی کی بجائے خون تھا۔ میں نے نوحہ و بکا شروع کیا۔ میری صدائے گریہ سنکر تمام مستورات بنی ہاشم جمع ہو گئیں۔ انہوں نے مجھ سے وجہ پوچھی۔ میں نے انہیں شیشی دکھائی۔ تمام دیکھ کر میرے ساتھ

معروف گریہ وزاری ہوگئیں۔ ہم تمام مستورات روتی ہوئی قبر رسول پر آئیں۔ بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے قبر نبی کو لرزتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

اے رسول کونینؐ! آپ کا زینت گود بیٹا شہید ہوگیا ہے۔ آپ کا راکب دوش فرزند شہید ہوگیا ہے۔

اے رسول خدا! میں آپ کو بیٹے کا پرسہ دینے آئی ہوں۔

تیسری مجلس

مدینہ سے روانگی

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا! آپ کے بھائی حسنؑ نے بھی تو صلح کر لی تھی آپ بھی وقت گزار لیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ جابر میرے بھائی نے جو کچھ کیا تھا وہ ان کی ڈیوٹی تھی اور میں جو کچھ کرنے جا رہا ہوں یہ میرا فریضہ ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے خود نبی کریم کی زبان مبارک سے اپنا فریضہ سنوا دوں۔

میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا ممکن ہو تو ضرور میں درخواست کروں گا تاکہ ایک مرتبہ مجھے میرے آقا کی زیارت بھی ہو جائے۔

آپ نے فرمایا۔ سوئے آسمان دیکھ

میں نے دیکھا تو آسمان کے دریچے کھل گئے۔ حضرت نبی اکرمؐ۔ جناب حمزہ، جناب جعفر طیار اور حضرت علیؑ آراستہ مسندوں پر تشریف فرما تھے۔ میں نے باری باری ہر ایک کو سلام کیا۔ آنحضورؐ نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔

جابر! قبل ازیں حسنؑ کے سلسلہ میں بھی میں تجھے صراحت سے بتا چکا ہوں۔ اب حسینؑ کے معاملہ میں تجھے پھر کیوں تردد ہو رہا ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔

جابر! حسینؑ میرا بیٹا ہے اس کے کسی اقدام میں شک مت کرنا ورنہ ایمان سے جائے گا۔ جو کچھ کر رہا ہے رضائے رب کے لیے کر رہا ہے۔

میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اور کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے اس میں سے کچھ غلط کہا ہو۔

جابر کہتا ہے جب میں نے آنحضورؐ کی زیارت کی اور آپ کا حکم بھی سنا تو امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور الوداع کر کے واپس آ گیا۔

جب امام حسینؑ نے تیاری کی تو آپ کے ساتھ آنے والوں کی تعداد یہ تھی تمام مرد عورتیں بچے جوان۔ بشمول شیر خوار علی اصغر دو سو بائیس۔ کتاب کے آخر میں تمام کے نام اور مختصر سا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

دو سو پچاس ناقائیں۔ جن میں سے
خیام وغیرہ کے لیے ستر ناقہ۔
پخت و پز کے سامان کے لیے چالیس ناقہ
پانی کے لیے تیس ناقائیں۔
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے کپڑوں کے لیے بارہ ناقائیں۔
کجاروں کے لیے پچاس ناقائیں
متفرق سامان کے لیے اڑتالیس ناقائیں

امام حسینؑ نے اپنے نانا۔ ماں۔ بھائی اور دادی فاطمہ بنت اسد کے مزاروں سے

الوداع کی اور ستائیس رجب کو مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سواری نبی کریمؐ کا مرتجز نامی گھوڑا آپ کے نیچے تھا آپ نے کمر سے باندھا تھا آنحضورؐ کی تبار نامی تلوار لٹکائی جسم پر ذرہ رسولؐ پہنی جس کا نام ذات الفضول تھا۔ سر پر رسول کونین کا عمامہ سحاب رکھا آخر میں آنحضورؐ کا عصا ہاتھ میں لیا اور مسند پر بیٹھ گئے۔ اسی لباس رسالت ہی میں امام حسینؑ نے یوم عاشور امت محمدیہ کو آخری پیغام دیا تھا۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے روایت کی ہے کہ میرے ایک عرب شاگرد نے ادیب مقری کی کتاب کے حوالہ سے امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی کا آنکھوں دیکھا حال سنایا ہے جو کچھ اس طرح ہے۔

عبداللہ ابن سنان کوفی نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں اہل کوفہ کی طرف سے امام حسینؑ کے نام ایک خط لے کر مدینہ گیا۔ میں نے سنا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر عازم عراق ہو چکے ہیں۔ چونکہ مجھے اپنے خط کا جواب مل گیا تھا اس لیے میں نے آپ کو جواب دینے کی تکلیف مناسب نہ سمجھی۔ البتہ یہ فیصلہ کیا کہ شہنشاہ حجاز کی مدینہ سے روانگی کا منظر دیکھوں گا۔

چنانچہ میں آپ کے در خانہ پر آیا۔ میں نے دیکھا گھوڑوں کی زینیں کسی جا چکی تھیں۔ امام حسینؑ ایک مسند پر تشریف فرما تھے۔ کہ بنی ہاشم آپ کے گرد جمع ہو گئے کم و بیش پچاس محمل تیار تھے۔ جن پر عمدہ اور باوقار پردے پڑے تھے۔

امام حسینؑ نے بنی ہاشم کو حکم دیا کہ مستورات کو محملوں پر سوار کرائیں۔ یہ حکم سنکر تمام بنی ہاشم اندر چلے گئے۔

سب سے پہلے ایک دراز قد حسین رو جس کے چہرے پر سیاہ تل تھا۔ باہر آیا اور بآواز بلند کہا۔ ایک طرف ہٹ جاؤ۔ تمام لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ پھر وہ اندر گیا

کچھ دیر کے بعد باہر آیا اس کے دائیں بائیں دو مستورات تھیں ان کی رفتار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کبھی اس طرح باہر نہیں آئیں۔ محمل کے قریب آکر وہ جوان زمین پر بیٹھ گیا۔ اپنا زانو بلند کیا۔ دونوں مستورات اس کے زانو پر قدم رکھ کر محمل میں بیٹھ گئیں۔ پھر وہ اندر آگیا۔ جب باہر آیا تو اس کے ساتھ دو کمسن بچیاں تھیں اس نے ایک بچی اٹھا کر محمل میں بیٹھی ہوئی مستورات میں سے ایک کے حوالہ کی پھر دوسری بچی دوسری مستور کی گود میں دی۔

میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ یہ مستورات کون ہیں اور یہ بچیاں کون ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ جوان قمر بنی ہاشم ہے اور اسی کے سوار کرانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ محمل میں سوار ہونے والی دونوں مستورات شہزادیاں ہیں اور دونوں بچیاں امام حسینؑ کی ہیں ایک سکینہ بنت الحسینؑ ہے اور دوسری فاطمہ بنت حسینؑ ہے۔

پھر ایک اور چاند جیسا نوجوان باہر آیا۔ اس کے ساتھ ایک مستور تھی جس کے گرد کنیزوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ اس نوجوان نے اس مستور کو محمل میں سوار کیا۔ میرے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جوان علی اکبر ابن حسینؑ ہے اور مستور اس کی ماں ام لیلیٰ ہے۔

اس کے بعد ایک اور جوان آیا جو چندے آفتاب چندے ماہتاب تھا اس کے ساتھ ایک مستور تھی اس نے اسے محمل پر سوار کیا۔ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم ابن حسنؑ ہے اور مستور اس کی ماں ہے۔

آخر میں ایک اور نوجوان باہر آیا جو حسن میں بے نظیر تھا اس کے ساتھ جو مستور تھی اسے بھی کنیزوں نے گھیر رکھا تھا۔ انتہائی متانت اور وقار سے وہ مستور آکر محمل میں سوار

ہوئی، جب میں نے پوچھا تو بتایا کہ نوجوان علیؑ ابن حسینؑ زین العابدین ہے اور مستور اس کی ماں شاہ زناں بنت کسریٰ ہے۔

اس کے بعد دیگر مستورات کو محملوں میں سوار کیا گیا۔

جب امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی کہ تمام مستورات سوار ہو گئی ہیں تو آپ نے فرمایا۔ میرا بھائی۔ میرا سالار لشکر۔ میرا علمبردار اور قمر بنی ہاشم کہاں ہے؟ جناب عباس لبیک یا سیدی لبیک یا سیدی کہتے کہتے آگے آئے۔ امام حسین نے فرمایا۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ جناب عباس گھوڑا لائے۔ رکاب پر ہاتھ رکھا۔ امام حسینؑ سوار ہوئے۔ پھر تمام بنی ہاشم سوار ہوئے۔ جب تمام سوار ہو گئے سب سے آخر میں جناب عباس سوار ہوئے۔ علم ہاتھ میں لیا اور قافلہ کے آگے چلنے لگے۔ میں نے دیکھا جونہی امام حسینؑ کا قافلہ چلا مدینہ سے نوحہ و بکا اور گریہ و زاری کا ایک ایسا طوفان اٹھا کہ مدینہ کے درو دیوار لرز اٹھے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا۔ بولنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ ہاتھ کے اشارہ سے سلام کر کے الوداع الوداع الفراق الفراق کہہ رہے تھے۔ جواب میں جناب عباس نے کہا۔

بخدا آج فراق کا دن ہے اور ملاقات قیامت کو ہوگی۔

امام حسینؑ اپنی تمام اولاد کو لے کر چلے گئے البتہ آپ کی ایک بچی جس کا نام فاطمہ صغریٰ تھا کو بیمار ہونے کی وجہ سے جناب ام المومنین ام سلمہ کے پاس چھوڑ دیا۔

سرکار دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ کی ایک کمسن فاطمہ صغریٰ نامی بچی تھی جو آپ کی روانگی کے وقت بیمار تھی جسے ام المومنین ام سلمہ کے سپرد کر کے گئے تھے۔ یہ بچی روزانہ صبح سے لے کر شام تک چار دیواری کے دروازہ کے پیچھے بیٹھ کر سارا دن بابا اور بھائیوں کی واپسی کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ جب انتظار کی مدت ختم ہو گئی

اولادی فاختلس منی۔	آنکھوں کا تارا تھا مجھ سے چھین لیا گیا ہے۔
حبیبی یوسف! الذی کنت اوسدہ بیمینی واوثرہ بشمالی فاختلس منی۔	میری جان یوسف! جس کا تکیہ میں دائیں ہاتھ کو بناتا تھا اور بائیں ہاتھ سے جس کو پادر اڑھاتا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے سے غائب کر دیا گیا ہے۔
حبیبی یوسف! الذی کنت اونس بہ فی وحدتی فاختلس فی۔	میرا پارہ جگر یوسف! جو میری تنہائی کا مونس ہوا کرتا تھا مجھ سے دور کر دیا گیا ہے۔
حبیبی یوسف! لیتنی شعری فی ای الجبال طرحوك امر فی ای البحار اغرقوك۔	میرا سکونِ دل یوسف! مجھے نہیں معلوم اس وقت تو کسی پہاڑ میں ہے یا سمندر کی کسی موج میں ہے۔
حبیبتی یوسف! لیتنی کنت معك فیصیبی ما اصابك۔	میرے پیارے یوسف! کاش میں تیرے ساتھ ہوتا اور جو مصائب تجھ پر برسائے گئے ہیں وہ میں اپنی جان پر لے لیتا۔

یہ تو اس باپ کی نوحہ خوانی ہے۔ جس کو معلوم تھا کہ میرا بیٹا زندہ ہے بھلا اس باپ کا اندازہ کیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے اپنے فخر یوسف کو ٹکڑے ٹکڑے خاک و خون میں غلطاں دیکھا ہو۔

سردار انبیاء فرمایا کرتے تھے کہ اولاد تسکین دل ہوتی ہے اور میرا سکون دل میرے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ بیٹا بالخصوص جب صالح ہو والدین کے دل کی دھڑکن ہوتا ہے۔ اسی لیے ذات احدیت نے بھی اولاد کو ثمرات سے تعبیر کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ ہم تمہیں۔ خوف۔ بھوک۔ مال، جان اور ثمرات (اولاد) میں کمی سے آزمائیں گے۔

احادیث میں بھی ہے کہ

ہر چیز کا ایک ثمر ہوتا ہے اور دل کا ثمر اولاد ہے۔

ایک مقام پر نبی کریمؐ نے اولاد کو جگر سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں۔

اولادنا اکبادنا ان عاشوا فتنونا وان ماتوا حزنونا۔	ہماری اولاد ہمارے جگر ہیں اگر زندہ رہیں تو مبتلائے فتنہ کیے رہتے ہیں اگر مر جائیں تو غم زدہ کرتے ہیں۔

وجہ واضح ہے کہ اگر بیٹا مر جائے تو اس کا براہ راست اثر جگر پر پڑتا ہے اور جگر پھٹ جاتا ہے۔ یہ چیز انسان سے مخصوص نہیں ہے حیوانات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔

ایک معروف واقعہ کے مطابق آنحضورؐ کے پاس دو بدوی عرب ایک ناقہ کا نزاع لے کر آئے۔ ہر ایک کا دعوے تھا کہ ناقہ میری ہے۔ ایک نے عرض کیا قبلہ! میرے

تو آنکھوں نے برسنا شروع کر دیا۔ اور صبح سے شام تک یہ بچی بین کرتے کرتے پورا دن گزار دیتی۔

اس بچی نے اپنے دل کو تسلی دینے کی خاطر اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا روزانہ سوچتی تھی کہ اب خط لے کر کون جائے گا۔ ایک دن ایک عرب نے دروازہ پر آکر کہا۔ السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ میں ایک دیہاتی ہوں اور عراق جانا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے دے دیا جائے میں پہنچا دوں گا۔ اس شہزادی نے کہا بندہ خدا اللہ آپ پر رحم کرے اگر تکلیف نہ سمجھیں تو میں نے اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا ہے میرا خط لیتے جائیں اور میرے بابا کو دے دیں ممکن ہے انہیں کبھی موقعہ مل جائے تو وہ بھی مجھے کسی کے ہاتھ جواب لکھ بھیجیں۔ اس نے شہزادی سے خط لیا اور چلا گیا۔ اور یوم عاشور ظہر کے قریب آپ کو خط پہنچایا۔ آپ نے خط پڑھا۔ پھر زخموں سے چور حالت میں خیام میں تشریف لائے تمام مستورات کو جمع کیا اور جناب فاطمہ صغریٰ کا خط پڑھ کر سنایا۔

اس خط لانے والے کا پتہ نہیں چل سکا کہ یہ بشر تھا یا ملک۔

چوتھی مجلس

مکہ میں آمد

بحار کے مطابق امام حسینؑ سنیچر کے دن ۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اور جمعہ ۳ شعبان ۶۰ھ کو مکہ پہنچے۔ مدینہ سے روانگی کے بعد آپ نے معروف اور عمومی راستہ اختیار کیا۔ حالانکہ جب عبداللہ ابن زبیر مدینہ سے بھاگ کر مکہ آیا تھا تو وہ غیر معروف راستہ سے آیا تھا۔ امام حسینؑ سے آپ کے بعض احباب نے عرض کیا بھی کہ۔

ہمارے ساتھ بچے اور مستورات ہیں۔ اس معروف اور عمومی راستہ پر جاتے ہوئے کہیں مدنی گورنر ہمارے تعاقب میں فوج نہ بھیج دے۔ اگر مناسب ہو تو ہم بھی عبداللہ ابن زبیر کی طرح غیر معروف راستہ پر چلیں تاکہ مکہ تک محفوظ رہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے یہ کبھی نہ سوچنا کہ میں چوری چھپے جا رہا ہوں کسی سے چھپ رہا ہوں۔ اس لیے کسی غیر معروف راہ سے چلا ہوں، جو مقدر ہے۔ جہاں مقدر ہے اور جو مقدر ہے وہی پیش آئے گا۔ تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اگر معروف راہ سے چلے تو کہیں موت نہ آجائے اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر غیر معروف راہ سے چلا تو کہیں موت نہ آجائے۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ

جب موت آنا ہی ہے خواہ راہ معروف ہو یا غیر معروف تو پھر غیر معروف راہ کی غیر معروف موت ہونے کی بجائے معروف راہ کی معروف موت ہی کیوں نہ اختیار کی جائے۔ میں مکہ پہنچنے تک اس معروف راہ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

جناب سکینہ سے مروی ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو ہماری تمام مستورات خوف زدہ اور سہمی ہوئی تھیں۔

مؤلف!

دل چاہتا ہے عرض کروں بی بی! آج تو آپ کے تمام محافظ آپ کے ساتھ ہیں۔ کچھ آگے۔ کچھ پیچھے۔ کچھ دائیں کچھ بائیں۔ خدا معلوم اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ کا یہی قافلہ شمر کی سالاری میں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کے لیے چلے گا اور آپ کے ارد گرد آپ کے بھائیوں اور باپ کے قاتل ہوں گے

راستہ میں عبداللہ ابن فصیع عدوی امام حسینؑ سے ملا اور پوچھا۔

میرے مولا کہاں کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ فی الحال تو مکہ جاؤں گا اس کے بعد حالات دیکھ کر ہی کسی طرف جانے کا فیصلہ کروں گا۔

عبداللہ نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ممکن ہو تو اور جس طرح چاہیں چلے جائیں۔ لیکن عراق نہ جائیں۔ ویسے اگر مکہ ہی میں مستقل قیام فرمائیں تو آپ کے لیے زیادہ موزوں ہوگا کیونکہ پورے حجاز میں آپ کے ہم پلہ کوئی نہیں اور نہ ہی اہل حجاز کسی اور کو آپ کے برابر سمجھیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ دیکھیں گے جو اللہ کا حکم ہوگا اسی پر عمل کروں گا۔

جب آپ داخل مکہ ہوئے تو اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے۔

لما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یہدینی سواء السبیل۔

جب مدین میں آیا تو کہا عنقریب اللہ مجھے صراط مستقیم کی ہدایت دے گا۔

جیسے جیسے اہل مکہ اور مکہ کے بیرون سے آنے والوں کو علم ہوتا گیا کہ فرزند رسولؐ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے آیا ہے تو مختلف قسم کے افراد آپ سے ملاقات کو آنے لگے۔ ان میں سے کچھ مشورے دینے والے اور کچھ آپ کے مافی الضمیر سے مطلع ہونے والے تھے۔ اور اکثریت آل محمدؐ کی مظلومیت پر افسوس کرنے والی تھی۔

عبداللہ ابن زبیر ہر دوسرے دن آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ کے مکہ میں قیام کا جس قدر بوجھ عبداللہ ابن زبیر پر تھا اور کسی پر اتنا نہیں تھا۔ کیونکہ امام حسینؑ کے مکہ پہنچنے سے قبل عبداللہ ابن زبیر کے گرد اجتماع ہو رہا تھا۔ آپ کے ورود مکہ کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ اور ابن زبیر کی اہمیت کم ہونے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر حسینؑ نے مکہ میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا تو اہل مکہ میری طرف توجہ بھی نہیں کریں گے۔

اور اگر معاملہ یزید کے خلاف بغاوت تک پہنچا تو بیعت امام حسینؑ کی ہو گی میں ویسے کا ویسا رہ جاؤں گا۔

وہ اپنی ہر آمد میں امام حسینؑ سے انکا ارادہ دریافت کرنے کی خاطر مختلف قسم کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ مثلاً

ایک مرتبہ کہا۔

اگر آپ مکہ میں رہ جائیں اور ہمیں اہل حجاز کو دعوت بیعت دے دیں تو ہم آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ آپ کی طاقت مضبوط بنائیں گے۔ ہر لحاظ سے

آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ اس مسند کے یزید اور یزید کے باپ سے یقیناً بہتر ہیں۔

امام حسینؑ نے جواب دیا۔

دیکھ عبد اللہ۔

میں اپنے دفن کے لیے دریائے فرات کے ویران کنارے کو اس بات پر ترجیح دوں گا کہ میری وجہ سے بیت اللہ کی عظمت پامال ہو اور میرے خون سے بیت اللہ کا فرش رنگین ہو۔ میں نے اپنے نانا اور بابا سے سنا تھا کہ ایک بدنصیب کی وجہ سے بیت اللہ کی عظمت داغدار ہو گی اور میں وہ بدنصیب نہیں بننا چاہتا۔

ابن زبیر آپ سے یہ جواب سنکر خوش ہو گیا۔

اور کہنے لگا۔

اللہ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ویسے اگر مجھے اتنے جانثار مل جاتے جتنے آپ کے پاس ہیں تو میں کبھی مکہ نہ چھوڑتا۔

۸ ذی الحجہ کو عین اس وقت جب ایام حج کا شباب تھا۔ آپ احرام حج توڑ کر مکہ سے عازم عراق ہوئے۔

محمد حنیفہ نے اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

محمد تجھے معلوم ہے بیت اللہ سے جتنا مجھے پیار ہے شاید اور کسی کو ہو گا۔ تجھے معلوم ہے اس بیت اللہ کی زیارت کو میں مدینہ سے پیدل آیا کرتا تھا۔ اور میں نے پچیس حج پیدل کیے ہیں لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ مکہ آنے والے حاجی بن کر آتے تھے۔ اس سال میں جانتا ہوں کہ تمام آنے والے حاجی نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ کرائے کے قاتل ہیں جنہوں نے لباس احرام کے نیچے تلواریں چھپا رکھی ہیں۔ اور وہ موقعہ پا کر مجھے مکہ میں قتل کر دینا چاہتے ہیں جبکہ میں بیت اللہ کی عظمت کو پامال کرنا نہیں چاہتا

فصل ۵

اس فصل میں سات مجالس ہیں

پہلی مجلس

آپ کا مکہ میں قیام اور اہلِ کوفہ کے خطوط

ارشادِ شیخ مفید کے مطابق ایک طرف اہل کوفہ کو معاویہ کی خبر موت اور یزید کا کردار معلوم ہوا اور دوسری طرف امام حسین کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ چھوڑ کر مکہ آ گئے ہیں تو اہل کوفہ سلیمان ابن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے۔

سلیمان نے کہا۔ کہ معاویہ کی موت اور امام حسینؑ کا بیعت یزید سے انکار تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب ایسا کرو امام حسینؑ کو خط لکھو کہ وہ کوفہ تشریف لائیں۔ بشرطیکہ تم اپنے دل میں نصرت امام حسینؑ کی طاقت اور اہالیان شام کے مقابلہ کی سکت رکھتے ہو۔ اگر کسی اعتبار سے تمہیں اپنے اوپر اعتماد نہ ہو تو پھر جیسے وقت گزار رہے ہیں تم بھی خاموشی سے وقت گزارتے رہو اور اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دو وہ جیسے مناسب سمجھے گا کرے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امام حسینؑ تمہاری دعوت پر آ جائے اور تم منہ پھیر لو۔

تمام نے کہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نواسہ رسول کو بلا کر چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپکو پہلا خط یہ لکھا گیا۔

باسم تعالیٰ سلیمان ابن صرد۔ مسیب ابن نخبہ۔ رفاعہ ابن شداد بجلی۔ حبیب ابن مظاہر اور تمام مسلمین کوفہ کی طرف سے فرزند رسول حسینؑ ابن علیؑ کو۔

اما بعد۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کے سرکش دشمن کی طاقت کو اپنی قدرت کاملہ سے توڑ دیا ہے۔ وہ صرف آپ کا دشمن ہی نہ تھا۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کا دشمن تھا۔ جبر و اکراہ سے امت مسلمہ کی باگ ڈور کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ جس کے ظالمانہ دور حکومت میں ہر شریف سے نعمت زندگی چھین لی گئی اور ہر لفنگے کو بے پناہ انعامات سے نوازا گیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہمارا کوئی رہنما اور امام نہیں ہے۔ درخواست ہے آپ تشریف لے آئیں ممکن ہے آپ کی بدولت اللہ ہمیں ایک جگہ حق پر جمع کر دے۔ آپ یہ بھی جانتے ہونگے کہ اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان ابن بشیر ہے اور کوئی بھی شریف آدمی اس کی اقتدار میں نماز پڑھنا تو کجا اس کی موجودگی میں مسجد میں جانا بھی گوارا نہیں کرتا۔

جب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی ہے اور آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو اوّلاً تو خود یہاں سے چلا جائے گا اگر وہ خود نہ گیا تو ہم اسے چلتا کریں گے۔

یہ خط عبداللہ ابن مسمع اور عبداللہ ابن وال کو دے کر بھیجا۔ یہ دونوں بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے دس رمضان ۶۰ھ کو مکہ میں آپ کے حضور پہنچے اور آپ کو خط دیا۔

مذکورہ بالا دونوں نامہ برداروں کے جانے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے ایک ایک، دو دو، اور چار چار افراد کے نام سے ڈیڑھ سو خط دے کر قیس ابن

مضر یداوی، عبداللہ ابن شداد اور عمارہ ابن عبداللہ سلولی کو بھیجا۔

دو دن کے بعد پھر ہانی ابن ہانی سبیعی اور سعید ابن عبداللہ حنفی کو خطوط دے کر بھیجا۔ ان خطوط کی تحریریں اگرچہ مختلف تھیں لیکن ان تمام میں قدر مشترک یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حسینؑ ابن علیؑ کی طرف اہل کوفہ کی طرف سے۔ اما بعد۔ جتنا جلد ممکن ہو سکے تشریف لائیں لوگ صرف اور صرف آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کرتے۔

العجل العجل ثم العجل العجل

ان کے بعد شبث ابن ربعی۔ حجار ابن ابجر۔ یزید ابن حارث۔ عروہ ابن قیس عمرو ابن حجاج زبیدی اور محمد ابن عمرو تمیمی نے جو خط لکھا۔ وہ یہ تھا۔

اما بعد پودے سرسبز ہیں۔ پھل پکے ہیں۔ زمین ہموار ہے۔ باغ ثمر آور ہے آپ جب چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کو ہر وقت مسلح لشکر ملے گا۔

والسلام

تمام خطوط لے جانے والے مکہ میں آپ سے باری باری ملتے رہے لیکن آپ نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک دن میں چھ چھ سو خط تک آپ کو موصول ہوئے خطوط کا یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا بارہ ہزار خط اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ان تمام خطوط کو سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا۔ دو خورجینیں پر ہو گئیں۔ شاید آپ کا مقصد یہ تھا کہ جب کبھی ضرورت پڑ گئی تو یہ تمام خطوط انہیں دکھائے جائیں گے۔

اور پھر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ مکہ کے بعد کوفہ کی طرف آتے ہوئے مقام قادسیہ پر جب لشکر حر نے آپ کا راستہ روکا۔ اور اس لشکر میں شبث ابن ربعی

حجار ابن ابجر۔ قیس ابن اشعث اور یزید ابن حارث وغیرہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا۔

اگر آج میرا راستہ روکنا تھا تو مجھے بلایا کیوں تھا۔ لشکر میں شامل بہت کم افراد ایسے ہوں گے جن کے خطوط میرے پاس نہ ہوں۔ لو اپنے خطوط دیکھ لو۔

ان میں سے ہر ایک نے سر جھکا لیا۔ اور شرمندگی سے کوئی جواب تک نہ دے سکے۔

ابن شہر آشوب کے مطابق سلسلہ خطوط اس حد تک پہنچ گیا کہ اب درخواستوں اور اپیلوں کے بجائے خطوط کا انداز تحریر یہ ہو گیا تھا کہ

اگر آپ تشریف نہ لائے تو یوم حشر ہمارے اعمال کے ذمہ دار آپ ہوں گے آپ کے قدموں میں نصرت حق کی خاطر سر کٹانے والوں کی وافر مقدار موجود ہے آپ اہل حق ہیں۔ ہماری تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں ہے یہاں قرآن کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ حدیث کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں کھلے بندوں شراب پی جاتی ہے۔ اموی گورنر بندروں سے کھیلتے ہیں۔ ساز اور آلات سے فارغ نہیں ہوتے۔

ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ۔

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد امام حسینؑ اٹھے رکن اور مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور استخارہ کیا۔ پھر مسلم ابن عقیل کو بلایا اور اسے کوفہ جانے کا حکم دیا اور اہل کوفہ کو خط لکھا۔

جس شدت۔ لجاجت اور تضرع سے تم لوگوں نے مجھ سے کوفہ آنے کا مطالبہ کیا ہے وہ تمہیں بھی معلوم ہے اور میرے پاس بھی تمہارے خطوط موجود ہیں اور

تمہارے اس شدید اصرار کے پیش نظر میں اپنا بھائی۔ اپنا چچازاد اپنا قابل اعتماد اور اپنے اقربا میں اپنی نگاہ امامت میں فاضل ترین فرد مسلم ابن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھے تمہاری طرف سے اعتماد دلایا تو انشاء اللہ میں آ جاوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسند امامت پر بیٹھنے کا مستحق وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے۔ دین حق کی ترویج کرے۔ اور اللہ پر توکل کرے۔

والسلام

پھر جناب مسلم سے فرمایا۔

تقویٰ۔ سازواری اور خوش اخلاقی کو پیش نظر رکھنا۔ اگر اہل کوفہ پر اعتماد کر سکو تو مجھے لکھ دینا۔

اس کے بعد آپ نے قیس ابن مصہر صیداوی اور ایک کوفی گروہ کے ہمراہ جناب مسلم کو کوفہ بھیجا۔

ناسخ التواریخ کے مطابق الوداع کرتے ہوئے جناب مسلم کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ بہتی آنکھوں سے امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا قدم چومے اور عرض کیا۔

میرے آقا! مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آج کے بعد ہماری ملاقات قیامت میں ہو گی اور دنیا کی یہ آخری ملاقات ہے۔

جناب مسلم کے یہ فقرے سنکر امام حسینؑ بھی ضبط نہ فرما سکے۔ روتے ہوئے اٹھے جناب مسلم کو گلے لگایا اور دعائے عافیت دے کر روانہ کیا۔

جناب مسلم راستہ میں کافی دور تک روتے گئے جب ساتھیوں نے کثرت گریہ کی وجہ پوچھی تو آپ نے بتایا۔

آج حادثات زمانہ نے میرے اور میرے آقا کے مابین ایسی خلیج ڈال دی ہے جو قیامت سے پہلے کبھی پر نہ ہو گی۔ میرا دل جل رہا ہے میں جانتا ہوں کہ میری آنکھوں کا یہ آخری دیدار تھا۔ اور پھر میرے آقا سے میرے فاصلہ کو سفر کا ہر قدم بڑھاتا چلا جائے گا۔

پندرہ ماہ رمضان کو جناب مسلم مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اور پانچ شوال کو کوفہ پہنچے لوگ آپ کو دیکھ کر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے تیس ہزار کوفی نے آپ کی بیعت کی آپ نے اپنی طرف سے ہر قسم کا اطمینان ہو جانے کے بعد اور اپنی شہادت سے ستائیس دن پہلے خط لکھا ہے کہ

آپ کوفہ تشریف لے آئیں لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔

ابو مخنف کے مطابق اس خط کے بعد جناب مسلم کی طرف سے پھر کوئی اطلاع امام حسینؑ کو نہ ملی۔ اس طویل خاموشی سے آپ پریشان ہو گئے اور مکہ سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ چونکہ کوفہ جانے کا راستہ مدینہ سے ہو کر جاتا تھا اس لیے آپ کو ایک مرتبہ مدینہ آنا پڑا۔

آپ ایک مرتبہ سرور کونینؐ کے مزار کی زیارت کو مدینہ تشریف لائے مزار کو گلے لگایا۔ اور بے ساختہ رو پڑے اسی گریہ میں آپ کی آنکھ مزار پر ہی لگ گئی عالم خواب میں نبی کونین کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔

حسین بیٹے! ہم جنت میں آپ کے مشتاق ہیں۔

آپ اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا محمد حنیفہ کے پاس آ گئے۔ آپ بستر مرض پر تھے۔ آپ نے جناب محمد کو اپنا خواب سنایا۔

جناب محمد نے پوچھا۔ پھر کیا ارادہ ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق کی طرف جانا چاہتا ہوں۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ میری خواہش تو تھی کہ آپ اپنے نانا کے حرم کو نہ چھوڑتے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میرے نانا کے حرم کی توہین ہو۔ میری نگاہ میں احترام میں مدینہ مکہ سے ہرگز کم نہیں ہے۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ جان برادر! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ہاتھ لرزتے ہیں اور میں تلوار نہیں اٹھا سکتا۔ پھر آپ اتنا روئے کہ غش کھا گئے۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو۔

امام حسین نے فرمایا۔ بھیا میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میرے لیے تو آپ آج ہی سے شہید ہو چکے ہیں۔

مؤلف۔

آج مدینہ میں محمد حنفیہ سے الوداع اور یوم عاشور میدان کربلا میں اپنے بیمار بیٹے سے الوداع دونوں الوداع کس قدر مشابہ ہیں۔

دوسری مجلس

جناب مسلم کا سفر کوفہ

ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ سے اپنے بھائی عقیل کے متعلق ایک سوال کیا کہ۔

قبلہ! کیا آپ کو عقیل سے محبت ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یا علیؑ۔

مجھے عقیل سے دو وجوہ کی بنا پر محبت ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ میرے محسن اسلام چچا کو عقیل سے محبت تھی اور ثانیاً اس لیے کہ عقیل کا ایک بیٹا آپ کی اولاد سے محبت میں شہید ہوگا۔ جس کی شہادت پر مومنین آنسو بہائیں گے اور ملائکہ درود پڑھیں گے۔ پھر آپ خود رو دیے آپ کے آنسو آپ کے سینہ مبارک تک بہہ آئے۔ اور فرمایا۔

میری عترت کے ساتھ میرے بعد میری امت جو سلوک کرے گی میں اس کا شکوہ صرف اللہ کے سامنے ہی کر سکتا ہوں۔

جناب عقیل جناب جعفر سے دس برس کمسن تھے۔ ایک مرتبہ معاویہ کے پاس شام

چلے گئے۔ اور کچھ دن وہیں ٹھہر گئے۔

ایک دن معاویہ نے جناب عقیل کی طرف اشارہ کرکے درباریوں سے کہا۔

انہیں تم پہچانتے ہو یہ ابوطالب کا بیٹا اور علیؑ کا بھائی ہے اور میرے پاس رہتا ہے۔ اگر یہ مجھے اپنے علیؑ بھائی سے بہتر نہ سمجھتا تو میرے پاس کیوں ٹھہرتا۔

جناب عقیل نے فرمایا۔ معاویہ ایسی بات نہیں ہے باتیں دو ہیں۔ ایک دین ہے اور دوسری دنیا ہے، میرے بھائی نے دنیا کو طلاق دے رکھی ہے اور تو نے دنیا کو گلے لگا رکھا ہے۔ میرے بھائی نے دین کو گلے لگا رکھا ہے اور تو نے دین کو پس پشت ڈال رکھا۔ اس مناسبت سے کہہ سکتا ہوں کہ دین میرے بھائی کے پاس ہے اور دنیا تیرے پاس ہے، جب دین کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو بھائی سے لیتا ہوں اور جب دنیا کی ضرورت ہوتی ہے تو تجھ سے لیتا ہوں اور اللہ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔

قیام شام کے دوران ایک دن جناب عقیل معاویہ کے پاس آئے، معاویہ نے جناب عقیل سے کہا۔

اگر کوئی کام ہو تو بتاؤ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا کام کر دوں۔

جناب عقیل نے فرمایا۔ یہاں ایک لڑکی ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کے والدین رضامند نہیں ہو رہے۔

معاویہ نے ازراہ مذاق کہا۔ عقیل!

اس لڑکی سے شادی کرکے کیا کروگے؟

جناب عقیل نے کہا۔ معاویہ میں اس قبیلہ کو جانتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اگر اس لڑکی سے میری شادی ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ

اللہ تعالیٰ مجھے اس کے شکم سے ایسا بچہ دے گا تو جس وقت بھی اس کو غصہ دلائے گا۔ تو وہ زبانی جواب کی بجائے تلوار نکال لے گا۔

معاویہ نے کہا میں تو آپ کے ساتھ ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔ معاویہ نے کوشش کی اس بی بی سے جناب عقیل کی شادی ہو گئی۔ اس کا نام علیہ تھا۔ اسی کے شکم سے جناب مسلم پیدا ہوئے۔ جب جناب مسلم اٹھارہ برس کے ہوئے تو آپ نے مدینہ میں اپنا ایک مکان معاویہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا۔ جناب امام حسینؑ کو پتہ چلا تو آپ نے معاویہ کو لکھا کہ مسلم نے جو اراضی تجھے فروخت کی ہے۔ اسے علم نہیں تھا۔ وہ اس کی ملکیت نہیں ہے لہٰذا اپنی رقم اگر چاہے تو واپس لے لے معاویہ نے جناب مسلم کو بلایا اور کہا مسلم تو نے مجھے دھوکا دیا ہے، میرے پیسے واپس کر دے۔ معاویہ نے لہجہ انتہائی ترش استعمال کیا۔ جناب مسلم کو غصہ آگیا۔ آپ نے تلوار نکال لی۔ معاویہ...... جونہی تلوار دیکھی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ جب درباریوں نے وجہ پوچھی تو معاویہ نے کہا۔

مجھے آج سے اٹھارہ برس پہلے عقیل کی بات یاد آگئی ہے۔ جب مسلم کی والدہ کی عقیل سے شادی کی بات چلی تھی۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ جناب مسلم کی تربیت حضرت علیؑ کی آغوش ولایت میں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ مقام عصمت سے کم اور دیگر افراد کے ہر بلند مقام سے بھی اعلیٰ اور ارفع تھا۔ نبی کونین نے جو حضرت مسلم کے متعلق فرمایا ہے۔

اس سے چند امور انتہائی وضاحت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔

جناب مسلم کی شہادت پر گریہ ایمان کے لوازم سے ہے۔

جناب مسلم کی شہادت پر تمام ارض و سماء اور ملائکہ مقربین نے گریہ کیا۔

جناب سید الشہداء کے حواریوں میں جناب مسلم کا مقام وہی ہے جو جناب قمر بنی ہاشم اور ہمشکل نبی کا ہے۔

جناب مسلم پانچ شوال ۶۰ھ ہجری کو کوفہ پہنچے مختار کے گھر قیام کیا۔ لوگ آ آ کر بیعت کرنے لگے۔ کم و بیش اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی۔ جناب مسلم نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ حالات ساز گار ہیں اور اہل کوفہ مائل بوفا ہیں آپ تشریف لے آئیں۔

کچھ دنوں بعد عبید اللہ ابن زیاد کوفہ پہنچ گیا۔ اس نے اہل کوفہ سے کہا۔ شام سے لشکر یزید روانہ ہو چکا ہے۔ تمہیں تمہارے کیے کی سزا ملے گی ہمارے نزدیک ہر وہ شخص جو یزید مخالف سرگرمیوں میں حصہ لے گا وہ مجرم ہو گا۔ اگر کسی گھر کا تندرست ہمیں نہ ملا تو ہم بیمار کو دھر لیں گے۔ اگر لوگ گھروں سے غائب ہو گئے۔ تو جو مل جائیں گے انہی کو گرفتار کیا جائے گا۔ اگر مرد نہ ملے تو عورتیں جیل میں ڈالی جائیں گی۔ اگر اور کچھ نہ ملا تو گھر کا تمام سامان بحق سرکار ضبط کر لیا جائے گا۔ اگر گھر میں کچھ بھی نہ ملا تو گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

عوامی تقریر کے بعد ابن زیاد نے سرداروں کو بلایا اور ہر سردار کو اس کی ذہنیت کے مطابق جناب مسلم کے تعاون سے روکنے لگا کچھ کو تلوار دکھائی۔ بعض کو زر و جواہر دکھائے۔ بعض کو گورنریوں کا لالچ دیا۔ اور بعض پر تشدد کیا۔ دوسرے دن مغرب کی نماز میں جناب مسلم کے ساتھ تیس آدمی تھے۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو اٹھارہ آدمی تھے۔ جب چند قدم چلے تو دس آدمی ساتھ رہ گئے۔ جب کچھ اور آگے چلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ جب آپ تنہا رہ گئے تو گلیوں میں حیران و پریشان پھرتے ہوئے ایک دروازہ پر آ کر رک گئے۔ دق الباب کیا۔ اندر سے

طوعہ نامی عورت باہر آئی۔ یہ اشعث ابن قیس کی آزاد کردہ کنیز تھی۔ اشعث نے اس کی شادی سید حضرمی سے کر دی تھی سید سے اس عورت کا بلال نامی ایک بچہ تھا۔ اس وقت بلال ابن زیاد کے دربار میں تھا۔ طوعہ نے پوچھا بندہ خدا کیا بات ہے؟ جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ طوعہ پانی لائی۔ آپ نے پانی پیا اور اسی جگہ بیٹھ گئے۔ طوعہ نے کہا بندہ خدا اب اپنی راہ لے۔ گھر جا۔ جناب مسلم خاموش ہو گئے۔ طوعہ نے جب اصرار کیا تو جناب مسلم نے فرمایا۔ بی بی میں آپ کے اس شہر میں مسافر ہوں۔ مجھے ان لوگوں نے بلایا تھا۔ اب تنہا چھوڑ دیا ہے طوعہ نے پوچھا تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں مسلم ابن عقیل سفیر حسینؑ ہوں۔ طوعہ نے کہا۔ کیا واقعی تو مسلم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں مسلم ہوں۔ طوعہ نے کہا پھر اندر تشریف لے آئیں۔ جناب مسلم اندر آئے۔ طوعہ نے کمرہ میں علیحدہ بستر بچھا دیا۔ آپ مصروف عبادت ہو گئے۔ بلال جب گھر آیا تو اس نے ماں کو بار بار دوسرے کمرے میں جاتے دیکھا۔ ماں سے پوچھا وہاں کون ہے؟ طوعہ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب بلال نے مجبور کیا تو بلال سے قسم لی اور اسے بتایا کہ آج سفیر حسینؑ ہمارا مہمان ہے۔ اس خبیث نے خاموشی اختیار کر لی۔ صبح اٹھتے ہی سیدھا ابن زیاد کے پاس پہنچا اور جا کر اطلاع دی کہ آج رات سے سفیر حسینؑ ہمارے ہاں مہمان ہے۔

تیسری مجلس

جناب مسلم کی جنگ

صبح کو جناب طوعہ وضو کے لیے پانی لے کر آئی اور عرض کیا۔

میرے آقا! میرے خیال میں آپ نے تمام رات جاگتے ہوئے گزار دی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں زیادہ تر رات تو جاگتے ہی گزری ہے لیکن چند لمحات کے لیے میری آنکھ لگ گئی تو عالم خواب میں اپنے چچا حضرت علیؑ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔

مسلم بیٹے۔ جلدی آؤ۔ دیر نہ کرو۔ ہم جنت میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

چچا کے ان الفاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ آج کا دن میری زندگی کا آخری ہی دن ہے۔

پھر آپ نے وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ ابھی تک آپ تعقیبات ہی میں معروف تھے کہ باہر سے گھوڑوں کی ٹاپوں اور مردوں کی للکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ ابن زیادہ کی فوج آگئی ہے چنانچہ آپ نے دعا مانگی زرہ پہنی، اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے نفس اس موت کے لیے آمادہ ہو کر باہر نکل جس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

جناب طوعہ نے کہا۔

میرے آقا! کیا آپ بھی تیار ہو رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں میرے لیے ضروری ہے۔ اگر میں باہر نہ گیا تو وہ لوگ آپ کے صحن خانہ میں گھس آئیں گے اور میں اپنے میزبان کو کسی دکھ سے دوچار نہیں کرنا چاہتا۔ تو نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ رسول کونین کی شفاعت کا وافر حصہ حاصل کر لیا ہے۔

اتنے میں دق الباب ہوا۔ آپ دروازہ پر تشریف لائے تو دیکھا تین سو مسلح سوار آمادہ جنگ تھے آپ نے حسب ذیل رجز پڑھا۔

ھو الموت فاصنع	اے نفس دیکھ یے جس یہی
ما انت صانع فانت	موت ہے اب جو کرنا ہے کر لے
بکاس الموت لا شك	تجھے موت کا جام یقیناً پینا ہی
جارح فصبرا ہ اللہ	ہے۔
جل جلالہ فحکم	اللہ جل جلالہ کے امر پر صبر
قضاء اللہ فی الخلق	کر اللہ کی قضا کا فیصلہ اس کی
ذائع۔	تمام مخلوق کے لیے مساوی ہے

اور معروف جنگ ہو گئے۔ آپ نے ایک سو اسی آدمیوں کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر کا سالار خلیفہ اول حضرت ابو بکر کا سگا بھانجا محمد ابن اشعث تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ عقیل کا سپوت مد مقابل کو بغل سے ہاتھ ڈال کر ہوا میں اچھالتا ہے تو مکان کی

چھت پر جا کر اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

ابن اشعث نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ مجھے اور کمک بھیج۔

ابن زیاد نے کہلا بھیجا۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، تیری قوم تجھ پر آنسو بہائے۔ تو کیسا جوان ہے ایک ہاشمی ہے اور تیرے ساتھ تین سو مسلح افراد تھے۔ ایک شخص نے ایک سو اسی کو کاٹ ڈالا اور تم ابھی تک دیکھتے پھر رہے ہو۔ اچھا ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مقابلہ میں نہیں بھیجا۔ جو مسلم سے کہیں زیادہ شجاع اور مضبوط ہے۔

ابن اشعث نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے تو نے مجھے کوفہ کے کسی سبزی فروش کے مقابلہ میں بھیجا ہے۔

اگر تیرے ذہن میں کوئی اس قسم کا خیال ہے تو دل سے نکال دے یہ کوفہ کا سبزی فروش نہیں ہے۔ یہ شیر بیشۂ شجاعت اور قاطع تلوار ہے۔ جو محمد عربی کی آل سے ہے۔

ابن زیاد نے جواب میں اور لشکر بھیجا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ۔

میں سمجھ چکا ہوں۔ تو جنگ سے اس پر قابو نہیں پا سکے گا۔ اس سے فریب کر امان دے۔

جب ابن زیاد کا پیغام پہنچا تو ابن اشعث عورتوں اور بچوں کو مکانوں کی چھتوں پر چڑھا چکا تھا اور وہ لوگ چھتوں کے اوپر سے جناب مسلم پر اینٹیں، پتھر اور آگ برسا رہے تھے۔ سامنے تیر نیزے اور تلواریں تھیں اوپر سے پتھر۔ اینٹیں اور آگ تھی۔ سامنے بکر ابن حمران آگیا۔ بکر پر آپ نے کئی وار کیے۔ بکر کا ایک وار آپ کے چہرہ پر لگا۔ جس سے آپ کے ہونٹ کٹ گئے۔ اور دو دانت اکھڑ گئے

خون بہنے لگا۔ جواب میں آپ نے بکر کے سر پر اور کندھے پر بھاری بھاری وار کیے جس سے وہ واصل جہنم ہوگیا۔ پھر آپ نے حملہ کیا۔ ابن اشعث سامنے آیا اور کہا۔

مسلم! بھلا اب کیا مقابلہ کرو گے اگر تلوار پھینک دو اور جنگ سے باز آجاؤ تو تمہیں اماں دیتا ہوں۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ بھلا فاسق۔ فاجر اور کسی مکار کی امان بھی ہوتی ہے پھر آپ نے یہ رجز پڑھے اور حملہ کر دیا۔

میں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ
شرافت کی موت مروں گا۔
اگرچہ موت کا جام انتہائی تلخ
ہوتا ہے۔
ہر شخص ایک دن موت سے
ملاقات کرے گا۔ مجھے ڈر
ہے کہ کہیں مجھ سے دھوکا اور
مکر نہ کیا جائے۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ آپ پر اس قدر پتھر اور آگ برسائی گئی کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ آپ نے ایک دیوار کا سہارا لیا۔

منتخب التواریخ کے مطابق جب ابن اشعث نے دیکھا کہ مسلم زخموں سے چور حالت میں بھی میرے کسی سپاہی کو قریب نہیں آنے دے رہا اور کوئی بھی اسے گرفتار کرنے کی خاطر آگے نہیں بڑھ رہا تو اس نے مکر کا ایک اور جال بچھایا اس

نے ایک کوچہ میں گڑھا کھدوایا۔ اوپر سے چھپا دیا اور جناب مسلم کو گھیر کر اسی کوچہ میں لائے جناب مسلم جنگ لڑتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو آپ گڑھے میں گر گئے اور لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔

ابن اشعث نے آپ کے چہرہ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر رسیوں میں جکڑ لیا گھوڑے پر سوار کر کے لے آئے۔ تلوار چھین لی اس وقت آپ نے رجز پڑھا اور دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

کسی نے کہا اب کس لیے روتے ہو۔ آپ جیسے بہادر تو اپنی موت پر نہیں روتے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔

اپنے لیے ہرگز نہیں رو رہا۔ مجھے میری موت کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ میں جی بھر لڑا ہوں اور اپنے ارمان پورے کر لیے ہیں۔ مجھے تو فرزند رسول کی یاد رلا رہی ہے میں انہیں کوفہ آنے کو لکھ چکا ہوں اور میرے اندازہ کے مطابق وہ مکہ سے کوچ کر چکے ہوں گے۔

پھر ابن اشعث سے فرمایا۔

اگر ہو سکے تو میری طرف سے ایک آدمی امام حسینؑ کو بھیج دے جو جا کر انہیں میری طرف سے یہ پیغام دے دے کہ

میں قید ہو چکا ہوں۔ آپ تشریف نہ لائیں۔

جب آپ کو دارالامارہ میں لایا گیا تو آپ نے پانی سے لبریز گھڑا دیکھا۔ آپ نے پانی مانگا۔

مسلم ابن عمرو باہلی نے کہا ذرا دیکھیے کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں اس

میں سے آپ کو ایک قطرہ بھی نہ ملے گا۔

جناب مسلم نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا میں مسلم ابن عمرو باہلی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلم تو میرا ہم نام ہے لیکن کتنا قسی القلب۔ سنگدل اور بداخلاق ہے۔

اتنے میں عمرو ابن حریث نے اپنے غلام کو بلایا اور اسے کہا کہ جا مسلم کو پانی دے دے۔ وہ پانی کا جام بھر کر لایا۔ جناب مسلم نے جام لیا۔ پینے کے ارادہ سے منہ کے قریب لائے۔ بہتا ہوا خون گر گیا۔ آپ نہ پی سکے۔ تین جام تبدیل کیے گئے۔ جب ہر جام خون سے پر ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ میرے خیال میں اب اس دنیا میں میرا دانہ پانی ختم ہو گیا ہے۔

پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔

لہوف کے مطابق آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔

دربان نے جناب مسلم سے کہا امیر کو سلام کرو۔

آپ نے فرمایا۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہو خاموش رہ۔ میں نے کب اسے امیر بنایا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ مسلم! خواہ تو سلام کرے یا نہ کرے۔ تیری زندگی ختم ہو چکی ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں کہ مجھ سے پہلے تجھ سے بدتر شخص نے مجھ سے برتر ہستی کو شہید کر دیا تھا۔ اگر میں تیرے ہاتھ سے شہید ہو گیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی مجھے افسوس ہو گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ تو نے یزید سے بغاوت کی ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ یزید سے بغاوت میں نے نہیں تمام امت مسلم نے کی تھی۔

ابن زیاد نے کہا۔ آپ اس شہر میں کیوں آئے تھے؟

جناب مسلم نے فرمایا۔ یزید کے گورنر نے جو بدعات اور خلاف اسلام اعمال شروع کر دیئے تھے۔ ان کے خلاف اس شہر کے باسیوں نے ہمیں بلایا تو ہم آئے ہیں اپنی طرف سے نہیں آئے۔ تم لوگوں نے کتاب خدا کو چھوڑ دیا۔ سنت رسول کو پامال کر دیا۔ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے آئے تھے۔

ابن زیاد نے حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو سب و شتم کرنا شروع کر دیا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ تجھ جیسے شخص کے منہ سے یہی نکل سکتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اب مرنے کی خاطر تیار ہو جا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ میں تو مکہ سے تیار ہو کر آیا تھا۔ بس مجھے وصیت کرنے کی اجازت دے دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ جو وصیت کرنا چاہتا ہے کر لے۔

آپ نے دربار میں دیکھا عمر ابن سعد بیٹھا ہوا نظر آیا۔

ابن سعد سے فرمایا۔

کیا تو میری وصیت پر عمل کرے گا۔

میں علیحدگی میں بتانا چاہتا ہوں۔

عمر سعد نے انکار کر دیا۔

ابن زیاد نے عمر سے کہا۔ اللہ تجھے خراب کرے بھلا وصیت میں کیا حرج ہوتا ہے؟

عمر سعد اٹھا جناب مسلم کے ساتھ چند قدموں کے فاصلہ تک آیا تاکہ ابن زیاد کے سامنے بیٹھ گئے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ میں نے کوفہ میں سات درہم قرض لیا ہے۔ میری مدینہ کی جائیداد سے وصول کر لینا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔

امام حسینؑ کو میری طرف سے خط بھجوا دینا کہ وہ کوفہ نہ آئیں۔

میرے قتل کے بعد میری لاش لے کر دفن کر دینا۔

وصیت سے فارغ ہو کر آئے تو عمر سعد نے ابن زیاد سے تینوں باتیں ہی کہہ دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھ پر لعنت ہو کبھی کسی کے راز دار نے بھی خیانت کی جاتی ہے۔ لیکن حالات کی مجبوری بعض اوقات خائن کو بھی راز دار بنا دیتی ہے۔

جہاں تک ادائیگی قرض کا تعلق ہے۔ وہ تیرا ذاتی معاملہ ہے۔

جہاں تک حسینؑ کو خط لکھنے کا تعلق ہے ہماری طرف سے تجھے خط لکھنے کی اجازت ہے۔

اور

جہاں تک لاش دفن کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تیری کوئی بات قبول نہیں کی جائے گی۔

اس کے بعد بکیر ازدی سے کہا۔ مسلم کو دار الامارہ کی چھت پر لے جا اور قتل کر دے۔

آپ کو پکڑ کر آزادی لے کر اوپر گیا۔ آپ سیڑھیوں پر حمد خدا اور صلوات بر رسول پڑھتے ہوئے چڑھے۔ اوپر پہنچ کر ازدی نے دو وار کیے۔ پہلے سر اور پھر جسم دارالامارہ کی چھت سے زمین پر آیا۔

جسم کی تشہیر تمام گلیوں میں کی گئی۔ اور سر کو شام ... گیا

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

چوتھی مجلس

شہادت جناب ہانی

نفس المہموم میں حبیب السیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جناب ہانی ابن عروہ کوفہ کے اشراف میں سے شمار ہوتے تھے اور معروف شیعیان آل محمدؐ سے تھے۔ بنی مراد کے سردار تھے۔ آپ کے گرد چار ہزار شہسوار اور آٹھ ہزار پیادے مسلح رہتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق جناب ہانی کو شرف صحبت بھی حاصل تھا حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک رہے۔ ننانوے برس کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ جب امام حسینؑ کو جناب مسلم کے ساتھ جناب ہانی کی خبر شہادت موصول ہوئی تو آپ نے جس طرح جناب مسلم کے لیے دعائے خیر کی اسطرح جناب ہانی کے لیے دعائے خیر کی۔

جناب ہانی کے شرف و فضیلت کے لیے یہی کیا کم ہے کہ آپ نے جناب مسلم کو اس وقت اپنے گھر میں مہمان رکھا جب آپ کے پاس کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور جناب مسلم کی حمایت میں ایسے مسلح آدمی جمع کیے۔ اور ابن زیاد کے سپرد کر دینے سے انکار کر دیا۔

عبیداللہ ابن زیاد نے جناب ہانی کو بلایا اور جناب مسلم کا مطالبہ کیا۔

جناب ہانی اور ابن زیاد کے طویل مذاکرات میں سے چند ایک جملے ملاحظہ ہوں ۔

ابن زیاد نے کہا۔ ہانی اس وقت تک یہاں سے جا نہیں سکے گا جب تک عقیل کا فرزند میرے حوالہ نہ کر دے ۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

یہ تو آل محمدؐ سے ہے اور اگر آل محمدؐ کے کسی بچہ پر میرا پاؤں ہو اور مجھے پاؤں اٹھانے کو کہا جائے اور مجھے معلوم ہو کہ میرے پاؤں اٹھانے کے بعد یتیم آل محمدؐ کو شہید کر دیا جائے گا۔ تو میں اس وقت تک اپنا پاؤں نہ اٹھاؤں گا جب تک سر کا رشتہ میرے جسم سے موجود رہے گا میں تو تجھے قتل کی خاطر اپنا عام مہمان بھی نہ دوں ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ بخدا تجھے بہر صورت مسلم میرے سپرد کرنا پڑے گا ۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ ابن زیاد تو یقین رکھ کہ اپنا مہمان، میرے گھر میں پناہ لینے والا۔ اور فرزند رسول کا نائب قتل کے لیے تیرے حوالہ کر کے دنیا و آخرت کی ذلت گوارا کرنے کی بجائے میں اپنی جان دے دوں گا۔ لیکن جناب مسلم تیرے سپرد نہ کروں گا۔

اگر میں تنہا ہوتا اور میرا کوئی بھی معاون نہ ہوتا تو بھی میں ایسا ہرگز نہ کرتا اب تو مجھے معلوم ہے کہ میری قوم میرے ساتھ ہے اور میں تنہا نہیں ہوں ۔ بیمار نہیں ہوں بلکہ تندرست ہوں ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ اگر مسلم نہ دیا تو پھر تجھے موت قبول کرنا پڑے گی ۔

جناب ہانی نے فرمایا ۔ میرے ساتھ تجھے اور بھی سینکڑوں مارنا ہوں گے۔

ابن زیاد نے کہا۔

کیا تو مجھے اپنی قوم سے ڈراتا ہے ؟

اسے ذرا میرے قریب لاؤ ۔

جناب ہانی کو قریب لایا گیا ۔

اس سنگدل نے جناب ہانی کے چہرہ پر چھڑی مارنا شروع کی ۔ اتنی چھڑیاں برسائیں کہ جناب ہانی کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی ۔ اور رخساروں کا گوشت پارہ پارہ ہو کر چھڑی کے ساتھ اڑنے لگا۔ چہرے سے خون بہہ بہہ کر کپڑوں اور ریش مبارک پر آنے لگا۔ جب چھڑی ٹوٹ گئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ جناب ہانی کو گرفتار کر کے دار العمارہ کے ایک قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جناب ہانی کے سسر عمرو ابن حجاج زبیدی کو کسی نے بتایا کہ جناب ہانی شہید کر دیے گئے ہیں ۔

اس اطلاع پر عمرو نے بنی مذحج کو جمع کیا ۔ اور مسلح ہو کر دار العمارہ کے گرد جمع ہو گئے عمرو نے ابن زیاد کو پکار کر کہا ۔

ہم نے بیعت یزید سے انکار نہیں کیا ۔ لیکن ہمارے سردار کو بھی چھوڑ دیا جائے ۔

جب ابن زیاد کو بنی مذحج کا پتہ چلا تو اس نے قاضی شریح کو کہا کہ ہانی کو دار الامارہ کی چھت پر لے جائے اور بنی مذحج کو دکھا کر بتا دے کہ اسے کچھ بھی نہیں ہوا ہانی زندہ ہے۔ قاضی شریح نے لوگوں کو دھوکا دیا وہ واپس چلے گئے ابن زیاد نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ہانی کو باہر لیجا کر قتل کر دو۔ غلام جناب ہانی کو رسن بستہ اس کھلے میدان میں لائے جہاں بھیڑیں فروخت کی جاتی تھیں۔ ایک غلام

نے ہانی سے کہا۔ سر آگے بڑھاؤ۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ میں سر کے معاملہ میں اتنا سخی نہیں ہوں۔ رشید ترکی نامی اس غلام نے جناب ہانی پر تلوار سے ایک وار کیا۔

جناب ہانی نے عرض کیا

الی اللہ المعاد اللھم	آخری بازگشت اللہ کی طرف
الی رحمتک و	ہے۔ اے اللہ! تیری رحمت
رضوانک۔	اور رضا کی خاطر برداشت کر رہا ہوں۔

پھر اس نے دوسرا وار کیا۔ جناب ہانی کا سر قلم ہوا۔

اس کے بعد جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں کے پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کی گلیوں میں پھرانے کا حکم دیا گیا۔ جب یہ لوگ ان دونوں شہدا کو کوچہ در کوچہ پاؤں میں رسی ڈالے پھرا رہے تھے تو حنظلہ ابن مرہ ہمدانی قریب سے گزرا۔ اس نے پوچھا۔

یہ کون ہیں اور انہوں نے کیا جرم کیا ہے کہ مارنے کے بعد بھی انہیں سزا دی جا رہی ہے؟

غلاموں نے کہا۔ خارجی ہیں۔

حنظلہ نے پوچھا۔ ان کا نام کیا ہے۔

غلاموں نے کہا۔ ایک مسلم ابن عقیل ہے۔

حنظلہ نے کہا۔ مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب ہے۔

غلاموں نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔

حنظلہ گھوڑے سے اترا۔ تلوار نکالی اور کہنے لگا میرے آقا تیرے بعد زندگی بے کار ہے۔ غلاموں پر حملہ کیا۔ چودہ غلام واصل جہنم کیے۔ آخر خود شہید ہو گیا۔ بقیہ لوگوں نے جناب مسلم اور جناب ہانی کے ساتھ جناب حنظلہ کی لاش کے پاؤں میں بھی رسی ڈالی اور اس کی بھی تشہیر کرنے لگے۔ جب تھک گئے تو تینوں لاشوں کو جا کر بیرون کوفہ بلا غسل و کفن صحرا میں چھوڑ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو میثم تمار کی بیوہ اٹھی ایک ایک لاشہ کو باری باری اٹھا کر لائی۔ اور مسجد کوفہ کی بیرونی دیوار کے قریب دفن کر دیا۔ اس وقت جناب میثم کی بیوہ کے علاوہ پڑوس کی وجہ سے اس دفن کا علم صرف جناب ہانی کی زوجہ کو ہو سکا۔

اس کے بعد جناب میثم کی بیوہ نے اسی جگہ ڈیرہ ڈال دیا اور ان تینوں لاشوں کی مجاوری کرنے لگی۔ جب اسیران آل محمد کوفہ میں آئے تو اس وقت بھی یہ مخدرہ مجاوری ہی کر رہی تھی۔

پانچویں مجلس

یزید کا خط بنام عبداللہ ابن عباس

ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مدینہ چھوڑ کر مکہ پہنچ گئے ہیں۔ اور عراق کی طرف سے کچھ وفود اہل کوفہ سے خطوط لے کر امام حسینؑ کے پاس آرہے ہیں۔ تو اس نے جناب عبداللہ ابن عباس کے نام یہ خط لکھا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ اور عبداللہ ابن زبیر میری بیعت سے انکار کر کے مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں۔ جہاں تک ابن زبیر کا تعلق ہے وہ تو آج کل قتل کر دیا جائے گا۔ اور جہاں تک حسینؑ ابن علیؑ کا تعلق ہے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ چونکہ اپنی قوم میں بزرگ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اسے سمجھائیں۔ اور جس چیز پر راضی ہوتے ہیں انہیں راضی کریں۔ جتنا وظیفہ مانگیں میں دینے کو تیار ہوں اور میری طرف سے آپ انہیں رقم کا اطمینان دلا دیں۔ مجھے جواب جلدی چاہیے

والسلام

جواب میں جناب عبداللہ ابن عباس نے حسب ذیل خط لکھا۔

آپ کا خط موصول ہوا ہے جس میں امام حسینؑ اور ابن زبیر کے بیعت سے انکار کے بعد مدینہ چھوڑ کر مکہ آجانے کا تذکرہ ہے۔ یہ بات درست ہے کہ دونوں مدینہ

چھوڑ کر مکہ چلے گئے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ ابن زبیر کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے وہ اپنی مرضی کا آپ مالک ہے۔ تو خود اس حقیقت سے واقف ہے کہ ابن زبیر کے دل میں بنی ہاشم کے خلاف کس قدر بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ہمارے خلاف ہر وقت اپنے دل میں انگارے دہکائے رکھتا ہے۔ اللہ کبھی اسے اس آتش حسد سے نجات نہ دے گا۔ لہٰذا ابن زبیر کے سلسلہ میں تیرے جی میں جو آئے کر جس طرح وہ ہم سے بری ہے اسی طرح ہم بھی اس سے بیزار ہیں۔

جہاں تک فرزند رسول کا تعلق ہے تو جب وہ مدینہ چھوڑتے لگے تھے اس وقت میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تھی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مدینہ میں تیرے بعض تنخواہ خواروں نے ان سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اور سب وشتم بھی کیا ہے۔ پھر تو نے جو خط لکھا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہ کرے تو جواب میں اس کا سر بھیجا جائے۔ اس خطرہ کے پیش نظر انہوں نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جو اللہ کی طرف سے دار الامن ہے میں پناہ لی ہے۔

جہاں تک میرے بزرگ خاندان ہونے کا تعلق ہے تو میں تجھے وضاحت سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ بزرگ خاندان میں نہیں نواسہ رسول حسینؑ ہے چونکہ حسینؑ آغوش رسول میں پلا ہے اس لیے میں اپنے کو اس پوزیشن میں نہیں سمجھتا کہ اسے کچھ سمجھا سکوں البتہ مشورہ دینے والی بات ہے۔ میں بھی مکہ جا رہا ہوں وہاں فرزند رسولؐ سے مل کر تیرے خط کے سلسلہ میں اس سے بات کروں گا۔

اور جہاں تک وظیفہ کا تعلق ہے تو تجھے معلوم ہے کہ فرزند رسول ان افراد سے نہیں ہے جو ضمیر فروخت کر کے عیش کرتے ہیں۔

آخر میں میں تجھ سے بات کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈر۔ کہ کلمہ گو کا بے گناہ خون بہانے

فکر نہ کر۔ لہو و لعب کو چھوڑ دے۔

فحش حرکات سے عمر کم ہوتی ہے۔ تیرے لیے اب قرآن و حدیث پر عمل کرنا شراب خوری عیاشی کی نسبت زیادہ سود مند ہوگا۔

جناب عبداللہ ابن عباس مکہ میں آئے اور امام حسینؑ سے یزید کے خط کے سلسلہ میں بات کی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

آپ کو اموی کردار کا علم ہے۔ اگر یزید بیعت پر اصرار کرنا چھوڑ دے تو میں اپنے پروگرام پر نظر ثانی کر سکتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ

یزید بیعت سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوگا۔

ابن عباس نے کہا۔ پھر آپ ایسا کریں مکہ چھوڑ کر عراق نہ جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق جیسی جگہ پر قتل ہو جانا میرے لیے مکہ میں قتل ہونے سے کہیں بہتر ہے۔ کم از کم بیت اللہ کی حرمت میری وجہ سے تو پامال نہیں ہوگی۔

جناب ابن عباس نے کہا۔

آپ عراق کیوں جاتے ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ یہ خطوط اہل عراق کی طرف سے آئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے مجھ پر اتمام حجت کر دیا ہے۔ شرعاً مجھ پر واجب ہے کہ میں اہل کوفہ کے خطوط کا جواب دوں۔ ویسے اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو میں آپ کے سامنے قرآن کریم سے استخارہ کر لیتا ہوں۔

جناب ابن عباس نے قرآن پر استخارہ کی تجویز قبول کر لی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ایک بات یاد رکھیں۔ اگر قرآن کریم سے استخارہ کے بعد عراق جانے کا حکم آ گیا تو پھر آپ اس سلسلہ میں مجھ سے مزید کوئی بات نہ کریں گے۔

جناب ابن عباس نے کہا۔ جب قرآن سے ایک حکم مل جائے گا تو پھر میرے اصرار کی گنجائش ہی نہیں رہ جائے گی۔

امام حسینؑ نے استخارہ کیا تو جواب میں یہ آیت آئی۔ کل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجورهم۔

یہ آیت دیکھ کر امام حسینؑ اور جناب ابن عباس نے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

پھر امام حسینؑ نے فرمایا۔ آپ ہمارے خاندان میں سن رسیدہ فرد ہیں اس استخارہ کے بعد میں آپ کو اپنے نانا کا حکم بھی سنا دوں کہ انہوں نے مجھے فرمایا ہے۔ بیٹے جلدی کرو ہم آپ کے انتظار میں ہیں۔

پھر فرمایا۔ بھلا آپ خود ہی بتائیں کہ وہ قوم کس بھروسہ کے لائق ہے جو اپنے نبی کے فرزند کو ڈرا دھمکا کر گھر سے نکال دے۔ اور پھر اس پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اس کے قتل کے درپے ہو۔

جناب ابن عباس نے کہا۔ استخارہ کے بعد میں آپ سے تو کچھ نہیں کہتا لیکن ایسا کریں ان مستورات کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ شہید ہو جائیں۔ اور ان کا پرسان حال کوئی نہ ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس!

آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ میں نے مدینہ چھوڑنے کا قصد اپنی طرف سے نہیں کیا۔

بلکہ اپنے نبی نانا کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اس طرح مستورات کو ساتھ لینا بھی اپنے نانا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

اسی اثنا میں پردہ کے پیچھے سے ہلکی ہلکی گریہ کی آواز آئی۔

ابن عباس نے امام حسینؑ سے پوچھا کہ کون رو رہی ہے اور رونے کا سبب کیا ہے؟

پردہ کے پیچھے سے بتایا گیا۔ اے ابن عباس میں علی زادی شریکۃ الحسینؑ ہوں یہ آپ کیا مشورہ دے رہے تھے کہ امام حسینؑ تنہا عراق چلے جائیں اور ہمیں ساتھ نہ لے جائیں۔ کیا آپ اتنے بڑے محدث نہیں آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہم اہلبیت کے ساتھ کیا ہوگا۔ بھلا ہم حسینؑ کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر حسینؑ کو کچھ ہوگیا تو کیا آپ چاہتے ہوئے ہیں کہ میرے نانا۔ ماں۔ بھائی اور بابا کی طرح قتل حسینؑ بھی تاریکی کی گرد میں چھپ جائے۔ بخدا میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ جہاں حسینؑ جائے گا۔ وہاں ہم جائیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ حسینؑ کو کچھ ہوگیا تو میں قتل حسینؑ کے ساتھ اپنے نانا سے لے کر حسنؑ بھائی تک کے ہر قتل کو عوام کے سامنے پیش کر دوں گی اور لوگوں کو بتا دوں گی کہ آج نہیں بلکہ ماضی سے ہم اہلبیت سے جنگ بدر کے انتقام لیے جا رہے ہیں۔

جناب ابن عباس یہ سنکر رونے لگے۔

جب امام حسینؑ نے مکہ سے اٹھ ذی الحجہ کو سوئے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ تو عبد اللہ ابن عمر آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا فرزند رسول آپ کو معلوم ہے کہ اہل عراق نے پہلے آپ لوگوں سے کیا سلوک کیا تھا؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ یحییٰ ابن زکریا

کا سر بطور ہدیہ بنی اسرائیل کے ایک عیاش حکمران کو پیش کیا گیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق میرا سر بھی جناب یحییٰ کے سر سے کم نہیں رہے گا۔

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں فرزند رسول ہونے کی حیثیت سے آپ پر میری نصرت واجب ہے آپ آئیں اور میری نصرت کریں۔

عبد اللہ ابن عمر رو دیا۔ اور کہا۔ آپ گلے سے کپڑا ہٹائیں تاکہ میں اس جگہ کا بوسہ لوں جہاں سرور انبیاء بوسہ لیا کرتے تھے۔

آپ نے کپڑا ہٹایا۔ ابن عمر نے اٹھ کر گلے کا بوسہ لیا۔ اور رو کر کہا۔ اے شہید راہ خدا میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

چھٹی مجلس

امام حسینؑ کی تیاری بسوئے عراق

سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں نقل کیا ہے کہ ابو بکر ابن حارث ابن ہشام نے مکہ میں جب سنا کہ امام حسینؑ عازم عراق ہیں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

آقا! آپ کے مقام امامت مرتبہ عصمت اور تربیت نبویہ کے پیش نظر اگرچہ میری یہ حیثیت نہیں ہے کہ میں آپ کو کسی قسم کا مشورہ دے سکوں۔ لیکن اپنے اطمینان قلب کی خاطر اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں؟

آپ نے فرمایا۔ ضرور کہو۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس میں میرے دین کا مفاد نہ ہو۔

ابو بکر نے عرض کیا۔ میرے آقا!

آپ اہل کوفہ کو میری نسبت اچھی طرح جانتے ہیں۔ پھر آپ کس بنیاد پر وہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ابو بکر تجھے معلوم ہے کہ بعض مجبوریوں میں بے وفاؤں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ جس لجاجت اور عجز سے ان لوگوں نے مجھ پر اتمام حجت کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں خواہ وہ بے وفا بھی ثابت ہوں مجھے بھی اتماماً للحجۃ ان کا جواب دینا ہوگا۔ اور وہ جواب یہی ہے کہ

ان کے پاس جاؤں۔ تقدیر میں جو لکھا ہے ملے گا وہی خواہ میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں اب بات میری ان کی وفاداری کی نہیں ہے بلکہ بات ان کے دین کی ہے۔ جن لوگوں کا بخت ان کی رسائی کرے گا۔ وہ لامحالہ اپنا وعدہ وفا کریں گے اور جن کا بخت یاور نہیں ہوگا وہ اپنے وعدہ سے بھی انکار کر جائیں گے۔

ابو بکر نے عرض کیا۔ آقا!

اگر یہ بات ہے تو پھر ماشاء اللہ۔

لہوف میں ابو محمد واقدی اور زرارہ ابن صالح سے روایت کی ہے کہ ہم دونوں پانچ ذی الحجہ کو امام حسینؑ سے ملے ہم نے سن لیا تھا۔ کہ آپ عازم عراق ہو چکے ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔

قبلہ آپ اہل کوفہ کی ہر کمزوری سے واقف ہیں۔ ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں آپ کے خلاف ہوں گی۔

آپ نے انگشت شہادت سے سوئے آسمان اشارہ کیا اور فرمایا۔

اگر میں چاہوں تو آسمان کے ملائکہ سے بھی ان کے خلاف مدد حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے امتحان امت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے تو میں بہت کچھ جانتا ہوں میں عراق میں اپنی مقتل کے مقام سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے ساتھ رہ جانے والے مردوں میں سے صرف میری امامت کا امین میرا سجاد ہی زندہ واپس آ سکے گا۔

لہوف ہی میں ہے کہ جب آپ مکہ سے عراق جانے کی خاطر واپس مدینہ آئے تو راستہ میں آپ کو ملائکہ کی ایک فوج ملی۔ سالار لشکر نے فرزند رسول کو سلام کیا اور عرض کیا۔

قبلہ ہم وہی ملائکہ ہیں جنہوں نے آپ کے نانا کی بہت سے مقامات پر مدد کی تھی۔ ہم تا حال آسمان پر واپس نہیں گئے۔ اب بھی اللہ کی طرف سے ہمیں آپ کی اطاعت کا حکم ملا ہے۔ اگر حکم ہو تو آپ اپنے گھر تشریف رکھیں ہم آپ کے اعدا کو ان کے گھروں ہی میں تباہ کر دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے نانا کی نصرت اور میری نصرت میں بڑا فرق ہے۔ جب تم لوگوں نے میرے نانا کی نصرت کی تھی اس وقت یہ لوگ مشرک تھے۔ ظاہر و باطن ہر دو لحاظ سے اسلام سے دور تھے۔ لیکن اب یہ میرے نانا کی امت شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے دل آج بھی مشرک ہیں۔ لیکن ان کی زبان میرے نانا کی نبوت کا اظہار کرتی ہے۔ میں حسینؑ اپنے نانا کی امت کہلوانے والوں کو بھلا کیسے ملائکہ سے قتل کرا سکتا ہوں۔ ان پر اتمام حجت کیسے ہوگا؟

ان کا باطنی کفر کیسے ظاہر ہوگا؟

اس وقت موجود اور بعد میں آنے والوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مکہ کے مفتوحین نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہتھیار ڈالے تھے۔ اور شکست تسلیم کی تھی؟

ویسے یوم عاشور کربلا میں آ جانا وہاں دیکھیں گے۔

سالار ملائکہ نے عرض کی۔ قبلہ اگر آپ کو راستہ میں خطرہ ہو تو ہم آپ کے ساتھ کربلا تک چلیں؟

آپ نے فرمایا۔

ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کربلا تک یہ لوگ نہ تو مجھ پر دست درازی کریں گے اور نہ میرا راستہ روکیں گے۔

ملائکہ کے بعد قوم جن سے ایک وفد آیا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے جواب میں کہا۔ میں بھی ان انبیاء کا وارث ہوں جنہیں اللہ کی طرف سے تمام تر قدرت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر میں تمہاری مدد حاصل کر لوں تو۔

میرے نانا کی امت کا امتحان کیسے ہوگا؟

ان کی آزمائش کیسے ہوگی۔

کربلا میں جو مقام میرے مدفن کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہاں کون سوئے گا؟۔

میرے شیعوں کی جائے پناہ کونسی رہ جائے گی۔؟

مظالم دنیا کے ستاتے ہوئے ہمارے شیعہ کہاں جا کر دعا مانگیں گے؟

وہ استجابت دعا کے لیے کس دہلیز پر جائیں گے؟

کربلا کے علاوہ میرے شیعہ کہاں سکون دل تلاش کریں گے؟۔

ہمارے شیعہ اپنے گناہوں کی توبہ کہاں کریں گے اور ان کی شفاعت کون کرے گا۔

البتہ ۶۱ھ کے یوم عاشور زوال کے بعد کربلا میں آ جانا وہاں دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہاں یہ تمہیں بتا دوں کہ جب تم آؤ گے اس وقت میں اپنے انصار اقرباء کے ساتھ خاک کربلا پر شہید ہو چکا ہوں گا۔ اور بتول زادیاں پابند رسن ہو چکی ہوں گی۔

قوم جن کے سردار نے عرض کیا۔ آقا اگر آپ کی اطاعت واجب نہ ہوتی تو ہم ضرور ان انسان نما درندوں کی دھجیاں بکھیر دیتے جو آپ پر ہاتھ اٹھاتے اور نبی زادیوں کو پابند رسن کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ اس قسم کے غائبانہ وسائل میں اللہ نے ہمیں تمہاری نسبت کہیں زیادہ طاقت اور قدرت سے نوازا ہے۔ اگر معاملہ طاقت دکھانے کا ہوتا تو میں تنہا ہی ان لاکھوں پر بھاری تھا مگر معاملہ طاقت دکھانے کا نہیں بلکہ بات حق و باطل ہے۔ اور حق طاقت سے نہیں عقل و فکر سے منوایا جاتا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ جن لوگوں کے سروں پر جبر و تشدد کی تلوار لٹک رہی ہے۔ ——— ان میں ہمت پیدا کریں کہ وہ اپنے سر بلند کریں اور تلوار توڑ دیں یا گردن کٹوا دیں۔ جن کے لب ظلم و جور سے بند کر دیے گئے ہیں ان کے لبوں سے یہ مہر توڑ دیں تاکہ وہ اپنا مافی الضمیر اپنی مرضی کے مطابق کہہ سکیں۔ جن لوگوں کو مال و زر سے خریدا گیا ہے۔ جن لوگوں کو اقتدار اور گورنریوں سے حاصل کیا گیا ہے ان کے ضمیر کو بیدار کریں اور جور و ستم کے پنجہ استبداد کے نیچے پامال ہونے والے کس پرسوں کی ہمت کو بڑھائیں اور یہ کام نہ ملائکہ کی مدد سے ہوں گے اور نہ ہی جنات کی مار دھاڑ سے ہوں گے۔ بلکہ اس کام کے لیے ہمیں اپنی مظلومیت اور زہرا زادیوں کے رسن بستہ بازو پیش کرنا ہوں گے۔

اسی میں انسانیت کی نجات اور میرے نانا کی مجبور امت کے لیے لمحہ فکریہ کا سامان پیدا ہوگا۔

لہوف میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے بیت اللہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله الذی ما شاء یکون ولا حول ولا قوة الا بالله صلی الله علی رسوله وابلیسته. خط الموت علی ولد آدم مخط القلادة علی جید الفتاة وما اولهنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب الی ابنه یوسف وخیر لی مصرع انا لاقیه کانی باوصالی تقطعها عسلان الفلوات بین النواویس وکربلا لتصلئن منی اکراشا جوفا واجربة

اس اللہ کی حمد ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اللہ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں رسول اور آل رسول پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ موت کو بنی آدم کے گلے میں اس طرح پہنایا گیا ہے۔ جس طرح لڑکی کے گلے میں مالا ہوتی ہے۔ مجھے اپنے اسلاف سے وہی محبت ہے جو یعقوب کو یوسف سے تھی۔ میرا مدفن مقرر کیا جا چکا ہے۔ جہاں مجھے بہر طور دفن ہونا ہے۔ میں چشم امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ انسان نما وحشی درندے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے جسم کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ یہ درندے میرے خون سے ہاتھ

لا محیص عن یوم
خط بالقلم رضا
الله رضانا اهل بیت
فصبر علی بلائه
و یوفینا اجور
الصابرین لن تشذ
عن رسول الله
لحمته و هی
مجموعة له فی
حظیرة القدس
تقربهم عینه و
تنجز بهم وعده
من کان فینا باذلا
مهجته و یوطن
علی لقاء الله نفسه
فلیرحل معنا فانی
راحل مصبحا
انشاء الله۔

رنگ کر اپنی خالی آنتیں اور بھوکے پیٹ بھریں گے۔ قلم قدرت نے جو دن مقرر کر دیا ہے اس سے کوئی مفر نہیں اللہ اور ہم اہلبیت کی رضا اسی میں ہے۔ ہم اللہ کی دی گئی ہر آزمائش پر صبر کریں گے اور وہ ہمیں صابرین کی جزا دے گا۔ انحضورؐ سے اس کا پارہ گوشت جدا نہیں ہو سکا۔ جنۃ الفردوس میں انحضورؐ کے ساتھ جمع ہوگا۔ جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور اللہ سے کیا گیا وعدہ پورا ہوگا۔ جو شخص ہماری صحبت میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے اور اپنے دل کا اطمینان ملاقات خالق میں سمجھتا ہے وہ ہمارے ساتھ چل سکتا ہے میں کل صبح یہاں سے کوچ کر رہا ہوں انشاء اللہ

منتخب التواریخ کے مطابق جب محمد حنفیہ کو معلوم ہوا کہ فرزند رسول نے عراق جانے کا اعلان کر دیا ہے وہ اس وقت وضو کر رہے تھے آپ کے سامنے طشت رکھا تھا۔ آپ اتنا روئے کہ طشت میں آنسو بارش کی طرح برسنے لگے۔ جیسے تیسے مغربین کا فریضہ ادا کیا اور امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اور عرض کیا۔

فرزند رسول!

میں اگرچہ اپنے کو اس حیثیت میں نہیں دیکھتا کہ آپ کو کوئی مشورہ دے سکوں کیوں کہ آپ آیۃ تطہیر کی نص قرآنی کے مطابق معصوم ہیں۔ اور معصوم کسی بھی غیر معصوم کے مشورہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مگر اپنے اطمینان کے لیے عرض کر رہا ہوں کہ اگر آپ کسی اور جگہ جانے کی بجائے آپ اسی جگہ ہی رہ جائیں تو شاید زیادہ مناسب اور محفوظ رہے گا۔

فرزند رسول نے فرمایا۔ بھیا میں آپ کے جذبات سے واقف ہوں۔ لیکن شاید آپ کی نظروں میں بیت اللہ کی عظمت کا وہ مقام ہے۔ جو زمانہ جاہلیت میں درندے اور سفاک عربوں کی نگاہ میں تھا پھر اسلام نے اس عظمت کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے مزید واضح کیا۔ لیکن اب میری نگاہ امامت جن لوگوں کو دیکھ رہی ہے اور جو اس وقت اسلام کی گدی پر براجمان ہیں ان کی نظر میں بیت اللہ کی عظمت رائی برابر بھی نہیں ہے۔ شراب نے ان کی نگر سے کعبۃ اللہ کی عظمت دھو ڈالی ہے۔ یہودی تربیت نے ان کے دل سے خانہ خدا کی عظمت کھرچ ڈالی ہے۔ لہو ولعب نے ان کی زبان کو بے لگام بنا رکھا ہے۔ میں جو کچھ اپنی نگاہ امامت سے جو دیکھ رہا ہوں آپ۔ شاید بہت دیر بعد اسے دیکھیں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کعبۃ اللہ کی عظمت کو خاک

میں ملا دیا جائے گا۔ خانہ خدا پر آگ برسائی جائے گی۔ کرہ ارض کی اس جائے امن کی زمین سرخ ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ ارض کعبہ کی زمین میرے خون سے سرخ ہو اور مستقبل کا مورخ یہ لکھے کہ اگر فرزند رسول کعبہ میں قیام نہ کرتا تو حکومت وقت کو توہین کعبہ کا بہانہ نہ ملتا۔ میرے لیے کسی بے آب و گیاہ صحرا میں جان دے دینا اس بات سے کہیں زیادہ اچھا ہے کہ مجھے بیت اللہ میں شہید کر کے عظمت کعبہ کو مسل دیا جائے۔ محمد نے عرض کیا۔ اگر آپ بیت اللہ کی حرمت بچانا چاہتے ہیں تو درست ہے۔ اس کے ساتھ آپ اپنی جان بھی بچایئے مکہ سے چل کر آپ یمن چلے جائیے یا کسی صحرا میں جا کر قیام کر لیجئے۔

فرزند رسول نے فرمایا۔

جان برادر۔ اگر میں زمین کے کسی سوراخ میں بھی جا کر چھپ جانے کی کوشش کروں تو بھی مجھے وہاں سے نکال کر شہید کر دیا جائے گا۔ اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ میں چپ چاپ شہید ہو جانے کی بجائے کسی کھلے میدان میں اپنی جان اللہ کے سپرد کر دوں۔ تاکہ مورخین جب میری شہادت کا تجزیہ کریں تو انہیں میری شہادت کی روشنی میں میرے نانا سے میرے بھائی تک کی تمام شہادتیں نظر آجائیں ویسے میں آپ کی بات پر غور کروں گا۔

جناب محمدؒ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ سحری کے وقت آپ نے سنا کہ امام حسینؑ تو جا رہے ہیں۔

نوافل شب سے فارغ ہو کر جلدی جلدی تشریف لائے دیکھا امام حسینؑ سوار ہو چکے تھے۔ آپ نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور عرض کیا۔ آپ نے میری بات پر غور کرنے کو فرمایا تھا۔؟

فرزند رسول نے فرمایا۔ بھیا رات تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگی۔ نانا آئے اور انہوں نے فرمایا۔

حسینؑ! ہم تیرے انتظار میں ہیں۔ جلدی آؤ۔

جناب محمد نے عرض کیا۔ میرے آقا! جب آپ کو یقین ہے کہ آپ وہاں جا کر شہید ہو جائیں گے تو پھر آپ ان مستورات کو تو نہ لے جائیں

آپ نے فرمایا۔

بھیا یہ بھی نانا کا حکم ہے کہ ان مستورات کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اگر تنہا گئے تو تمہاری شہادت بھی دوسروں کی طرح چھپ جائے گی۔

ساتویں مجلس

فرزند رسولؐ کی طرف سے اہل بصرہ کے خط

لہوف میں ہے کہ امام حسینؑ نے بصرہ کے چند معززین کو خطوط لکھے اور اپنے غلام ابورزین سلیمان کو دیے۔ جن میں آپ نے اہل بصرہ سے نصرت طلب کی تھی۔ ایک خط یزید ابن مسعود نہشلی کے نام تھا اور دوسرا منذر ابن جارود کے نام تھا۔ ابن جارود نے تو خط جا کر ابن زیاد کو دے دیا۔ لیکن ابن مسعود نے اپنے تینوں قبائل بنی تمیم سے یوں خطاب کیا۔

ابن مسعود نے کہا۔ اے بنی تمیم! تمہاری نظروں میں میرا مقام کیا ہے؟

بنی تمیم نے کہا۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے آپ کو ہمارے درمیان آج تک وہی حیثیت ہے جو جسم سے سر کو ہوتی ہے۔

ابن مسعود نے کہا۔ میں نے تمہیں اس اہم معاملہ میں مشورہ اور تعاون کے لیے بلایا ہے۔

بنی تمیم نے کہا۔ ہم اپنی طرف سے کسی مشورہ میں بخل کریں گے نہ آپ سے تعاون سے پیچھے ہٹیں گے۔ آپ جو چاہیں کہیں ہم گوش ہوش سے سن رہے ہیں۔

ابن مسعود نے کہا۔ یہ تو آپ نے سن لیا ہے کہ معاویہ مر گیا ہے۔ امت مسلمہ پر بالعموم اور آل محمد پر بالخصوص جس مظالم کی ابتدا اس نے کی تھی اب وہ شاید اپنی انتہا کو پہنچنے والا ہے۔ اس کا بیٹا جو ہر وقت شراب میں دھت رہتا ہے۔ ہر فسق و فجور کا راس الرئیس بنا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ وہ اس بات کا مدعی بھی ہے کہ خلیفۃ المسلمین ہے۔ اور ان کا امیر ہے۔ حالانکہ کوئی مسلمان اس کی امارت پر راضی نہیں ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام کے نام پر یزید سے جنگ کرنا مشرکین کی جنگ سے بدرجہا افضل اور برتر ہے۔

حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب فرزند رسول بھی ہے۔ صاحب شرف و عزت اور حسب و نسب کی اعلیٰ ترین چوٹی پر فائز ہیں۔ ان کے فضائل محتاج بیان نہیں ان کا علم۔ حلم۔ قابل تعریف ہے جس میں چھوٹوں پر رحم کرنے کا جذبہ اور بڑوں کے احترام کا درس بھی ہے۔ ان جیسا امت کا راہنما اور قوم کا امام بہت کم نصیب ہوتا ہے وہی حجت خدا ہے اور وصی رسولؐ ہے۔ قبل ازیں ضحر ابن قیس نے تمہیں فریب دے کر جنگ جمل میں امیرالمومنین کے خلاف جھونک دیا تھا۔ اب اگر میری مانو تو اٹھو اور اپنے سے وہ داغ دھو ڈالو۔ فرزند رسول کی نصرت کرو۔

یاد رکھو جس نے بھی فرزند رسول کی نصرت سے کنی کترائی وہ رسوا رہے گا یہ دیکھ لو میں نے زرہ پہن لی ہے۔ اور ہتھیار لگا لیے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جو جنگ میں نہ مرا وہ زندہ نہیں رہے گا۔ آخر ایک نہ ایک دن مر ہی جائے گا۔ اگر کوئی شخص موت سے بھاگنا بھی چاہے تو بھی نہ بھاگ سکے گا۔

اب جواب دو۔ اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں۔ مجھے امید ہے آپ کا جواب میری خواہش کے مطابق ہوگا۔

اٹھ کھڑی ہوگی۔ قتل کرنے کو تم لوگ فرزند رسول کو قتل کر دو گے لیکن اس قتل کو نبھانا تمہارے بس سے باہر ہو جائے گا یہ نہ سمجھ لو کہ امام حسنؑ اور حضرت علیؑ کی طرح خون حسینؑ پر بھی پردہ ڈال لو گے۔ میں نے مدینہ میں جو گفتگو امام حسینؑ سے کی ہے اس سے مجھے اندازہ ہے کہ اب تم لوگ حسینؑ پر کسی بھی خفیہ طریقہ سے ہاتھ نہیں ڈال سکو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے ارادہ سے باز آجاؤ۔ اور فرزند رسول کو قتل نہ کرو۔

عمرو ابن سعید نے کہا۔

عبداللہ! تم دیکھ رہے ہو میں ایک ملازم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ باتیں تو تمہیں یزید کو سمجھانا چاہیں۔ میرے بس میں جو کچھ ہے وہ آپ بتائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ ایسا کر مجھے اپنی طرف سے ایک خط لکھ دے جس میں تیری طرف سے امام حسینؑ کو امان کا وعدہ دیا گیا۔

عمرو ابن سعید نے امام حسینؑ کے نام حسب ذیل خط لکھا۔

امابعد۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ایسے اقدام سے باز رکھے۔ جس میں آپ کی جان محفوظ نہ رہ سکے۔ اللہ آپ کو ہدایت دے۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی زندگی نہ گنوا بیٹھیں۔ میں اپنے بھائی یحییٰ اور عبداللہ ابن جعفر کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے امان کا وعدہ کرتا ہوں۔

والسلام علیک

جب جناب عبداللہ نے خط دیکھا تو فرمایا۔

اے عمرو! تو نے اپنے خط میں امام حسینؑ کو اور دور کر دیا ہے۔ اور خط میں قتل کی دھمکی دے کر تو نے میرے نظریات کو بھی مخدوش کر دیا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ بنی ہاشم کا کوئی بھی فرد عزت کی موت سے نہیں ڈرتا۔ جانے کو میں جا رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہو چلا ہے کہ تم لوگوں نے ہر صورت میں امام حسینؑ کو شہید کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ یہ رسمی باتیں جب مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں تو فرزند رسول کب ان سے مطمئن ہو گا۔

جناب عبداللہ اور یحییٰ ابن سعید آپ کو راستہ میں آکر ملے اور عمرو ابن سعید کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط پڑھا اور حسب ذیل جواب لکھا۔

امابعد۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تبلیغ میں جان گنوا بیٹھے۔ وہ نہ تو خود اپنی موت پر افسوس کرتا ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی دانش مند اس کی موت سے خوش ہوتا ہے۔ تمہیں یقین ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ تو نے قتل کی دو دھمکیوں کے مابین امان کا جو وعدہ کیا ہے۔ شاید تو اس بات کو بھول گیا ہے کہ ہماری نگاہ میں مخلوق کی امان کی نسبت خالق کی امان زیادہ اہم ہے۔

جو شخص دنیا میں اللہ کا خوف دل میں نہیں رکھتا وہ اپنے آپ کو قیامت پر رکھنے والا ثابت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے دنیا میں ایسے خوف کی درخواست کرتا ہوں۔ جو قیامت پر ہمارے ایمان کو مستحکم کرے۔ اگر مجھے امان دینے میں تیرا خلوص شامل ہے تو اللہ کی طرف سے تجھے اس کی جزا ملے گی۔

والسلام

جناب عبداللہ اور یحیٰ واپس آئے اور عمرو کو بتایا کہ امام حسینؑ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں جناب عبداللہ نے بتایا کہ مدینہ سے روانگی کے وقت بھی امام حسینؑ نے مجھے نبی اکرم کے ایک خواب کا حوالہ دیا تھا۔ اور اس ملاقات میں بھی امام حسینؑ نے اپنے نانا کے خواب کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ مدینہ میں نانا کے حکم سے تو میں نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن مکہ میں نانا نے مجھے جو حکم دیا ہے۔ اس سے اس وقت تک میں کسی کو مطلع نہیں کروں گا جب تک اس کا وقت نہ آجائے۔

جناب عبداللہ نے امام حسینؑ سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے دونوں بیٹوں کو علیحدہ جا کر حکم دیا کہ فرزند رسول کے ساتھ رہنا اور اگر ضرورت پڑ جائے۔ تو بنی ہاشم میں سے سب سے پہلے تمہارا خون پسر زہرا کے قدموں میں گرنا چاہیے۔

مقام صفاح پر اموی شاعر فرزدق آپ کو ملا۔ فرزدق کہتا ہے۔ کہ جب میں نے مکہ سے آنے والے اس قافلہ کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا قافلہ ہے۔ اور ایام حج میں جب دوسرے لوگ مکہ جا رہے ہیں یہ واپس آرہا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسول حسینؑ کا قافلہ ہے۔ اور کسی متوقع خطرہ کے پیش نظر حج کو عمرہ میں بدل کر کوچ کیا ہے میں امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

یا ابن رسول اللہ۔ آپ نے مکہ چھوڑنے میں جلدی کیوں کی؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تاخیر سے مجھے بیت اللہ میں قتل کیا جا سکتا تھا اور میں بیت اللہ کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تو خود مکہ جا رہا ہے جب وہاں جائے گا تو تجھے شاید اب حالات قدرے تفصیل سے معلوم ہو جائیں گے۔ پھر تو میرے اس اقدام پر تعجب نہیں کرے گا۔ بھلا بتا تو کہاں سے آرہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ عراق سے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کیا حالات ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ دل آپ کے ساتھ اور تلواریں حکمرانوں کے ساتھ ہیں۔ قضا آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔

کچھ اور تفصیل؟

میں نے بتایا۔ مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ شہید ہو چکے ہیں۔ ابن زیاد نے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

امام حسینؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا۔ مسلم اپنا وقت گزار چکا ہے۔ اور ہم اپنے وقت کے انتظار میں ہیں۔ ہر ایک کا معین وقت ہے جو زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم۔

دوسری مجلس

منازل قیام

۱۔ ذات عرق :۔

جب آپ ذات عرق پر پہنچے تو بشر ابن غالب کوفہ سے آتا ہوا ملا۔

آپ نے پوچھا۔ لوگوں کا کیا حال ہے ؟۔

بشر نے عرض کیا۔ مختصر یہ کہ دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔

بحار میں ریاشی سے منقول ہے کہ مجھے جعفر ابن سلیمان نے بتایا ہے کہ میں نے سنہ ۶۰ھ میں حج کیا حج سے فراغت کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اور تنہا سفر کرنے لگا ذات عرق میں میں نے چند خیمے دیکھے میں ان خیام کی طرف چلا آیا۔ قریب آکر میں نے پوچھا۔

یہ خیام کس کے ہیں ؟

مجھے بتایا گیا کہ حسین ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ اس وقت وہ کون سے خیمہ میں ہوں گے ؟

مجھے کہا گیا۔ سامنے والے خیمہ میں۔

میں جب اس خیمہ کے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ فرزند فاطمہؑ خیمہ کے دروازہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے سامنے رکھے ہوئے خطوط کو پڑھ رہے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ

آپ نے فرمایا۔ وعلیک السلام۔

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول آبادیوں کو چھوڑ کر اس ویرانہ میں جہاں نہ پانی ہے نہ گھاس آپ نے کیوں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

بنی امیہ مجھے کہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اہل کوفہ نے بلایا ہے۔ یہ ان کے خطوط ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ یہی لوگ میرے قاتل ہوں گے۔ جب ان لوگوں نے یہ (جسارت کی اور حدود الہیہ کو پھلانگ گئے تو اللہ ان پر ایک شخص کو مسلط کرے گا۔ جس کے نتیجہ میں یہ لوگ کسی عورت کی محکوم قوم سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے)

۲۔ منزل ثعلبیہ :۔

ذات عرق سے چل کر آپ مقام ثعلبیہ پر تشریف لائے یہ دوپہر کا وقت تھا۔ خیمے لگائے اور قیلولہ کی غرض سے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو

انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

جواں سال علی اکبر بیٹے نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

میری جان قربان! خیریت تو ہے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے ابھی خواب میں میں نے ایک شہسوار کو دیکھا ہے جو میرے قریب سے گذرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یہ قافلہ آگے بڑھ رہا ہے اور موت ان کے تعاقب میں ہے۔

شہزادے نے عرض کیا۔

ابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے اس ذات کی قسم! جو اپنی مخلوق کی آخری بازگشت ہے۔ حق پر ہم ہی ہیں۔

شہزادے نے عرض کیا۔ ابا جان! جب حق پر ہم ہی ہیں تو پھر موت کی کیا پروا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے اپنے باپ کی طرف سے جوان بیٹے کو اللہ کی طرف سے جو جزا ملتی ہے اللہ تجھے وہی جزائے خیر دے۔

(مترجم!۔

بیٹے کی زبان سے یہ جملہ سنکر امام حسینؑ کتنا خوش ہوئے یہ تو امام حسینؑ جیسے باپ ہی کو معلوم ہوگا۔ ویسے اگرچہ شہزادہ علی اکبر کا یہ جملہ بھی اپنے مقام پر توکل علی اللہ اور موت کی آنکھ میں آنکھ ڈالنے کی عمدہ تعبیر ہے لیکن اس سے زیادہ بہترین اور لطیف وہ جملہ ہے جو شب عاشور شہزادہ قاسم نے عرض کیا تھا۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ بیٹے موت کیسے لگ رہی ہے۔

شہزادے نے جواب دیا۔ اگر آپ کے قدموں میں ہو تو شہد سے بھی شیریں تر محسوس ہوتی ہے۔

ابو مخنف کے مطابق۔ وہب ابن عبد اللہ ابن جاب کلبی اپنی ماں کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ کہ اسی منزل پر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا اور زنگ کفر کافور ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے ہمرکاب ہو گیا۔ یہ نصرانی تھا۔

آپ نے رات اسی مقام پر گذاری۔

صبح کو۔ ابو ہرہ ازدی کوفے سے آیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ فرزند رسول خیمہ زن ہے تو آپ کی خدمت میں آیا۔ سلام کیا اور عرض کیا۔

اے فرزند زہرا آپ نے اپنے نانا کا حرم پھر خانہ خدا کو ترک کیوں کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔! اے ابو ہرہ بنی امیہ نے ہم سے دولت چھینی ہم نے صبر کیا پھر میرے شریف باپ کو بر سر منبر سب و شتم کیا۔ ہم نے برداشت کیا۔ اب مجھ سے میرا دین چھننا چاہتے ہیں میں اپنے دین کو بچا کر وہاں سے چل نکلا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ۔

—— یہ بغاوت پر اترے ہوئے ہیں اور میرے خون سے ہاتھ سرخ کریں گے اس کے بعد ان کا حشر کیا ہوگا۔ یہ تو دیکھنے والے دیکھیں گے لیکن تجھے اتنا بتا دوں۔ دائمی ذلت اور نہ ختم ہونے والی جنگ ان کا مقدر ہوگی۔ اللہ ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں قوم سبا سے بھی زیادہ رسوا کر کے رکھ دے گا۔

جب عبید اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مکہ سے کوچ کر کے کوفہ کی

طرف آ رہے ہیں تو اس نے اپنے آئی جی پولیس حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ جا کر مقام قادسیہ پر قیام کر اور قادسیہ سے قطقطانیہ اور قادسیہ سے خفان تک اس طرح ناکہ بندی کر دے کہ گھوڑے کے ساتھ گھوڑا ہو نہ کسی کو نکلنے دیا جائے اور نہ ہی کسی کو اندر داخل ہونے دیا جائے۔

۳۔ حاجر :

امام حسینؑ ثعلبیہ سے چل کر بطن رمہ پر آئے۔ اس جگہ سے عبداللہ ابن لقیطر کو اہل کوفہ کے نام خط دے کر بھیجا۔ عبداللہ خط لے کر جب مقام قادسیہ پر آیا تو حصین نے اسے گرفتار کر لیا۔ لہوف کے مطابق جب جناب عبداللہ کی تلاشی لی جانے لگی تو اس نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نگل لیا۔ حصین نے جناب عبداللہ کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب جناب عبداللہ ابن زیاد کے سامنے آیا تو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ کون ہے تو؟

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ میں امیر المومنین علیؑ اور اس کی اولاد کا شیعہ ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے خط کیوں پھاڑ ڈالا ہے۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ تاکہ تجھے وہ معلوم نہ ہو جو خط میں لکھا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ خط کس کا تھا اور کس کی طرف تھا۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ فرزند رسول کا خط تھا۔ اور اشراف کوفہ کے نام تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ان کے نام کیا ہیں۔

جناب عبداللہ نے کہا۔ اگر انکے نام بتانا ہوتے تو خط ضائع کیوں کرتا؟

ابن زیاد نے کہا۔ یا تو ان کے نام بتا اور یا منبر پہ آ کر خلیفہ چہارم حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر سب و شتم کر۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے وہ ہرگز نہیں بتاؤں گا اور جہاں تک منبر پر سب و شتم کا تعلق ہے تو وہ کرنے کو تیار ہوں۔

ابن زیاد کی اجازت سے جناب عبداللہ منبر پر آئے اللہ کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر درود کے بعد عبداللہ اس کے باپ زیاد اور بنی امیہ میں سے ہر ایک کا نام لے کر لعنت کی اور کہا۔

لوگو! میں تمہاری طرف، فرزند رسول جسے تم نے خطوط لکھ کر آنے کی دعوت دی ہے کا قاصد ہوں۔ میں نے انہیں فلاں مقام پر الوداع کی تھی۔ جن جن کے نام آپ کا خط ہو سکتا ہے آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں اب لبیک کہنا تمہارا کام ہے۔

ابن زیاد نے غصہ میں بھر کر جناب عبداللہ کو منبر پر ہی گرفتار کرا لیا۔ ہاتھ پس گردن بندھوائے گئے اور دار الامارہ کی چھت پر لے جا کر زمین پر گرا دیا گیا۔

مولف۔

اس میں شک نہیں کہ اس سے پہلے جناب مسلم بھی اس دار الامارہ کی چھت سے زمین پر آئے تھے۔ لیکن جناب مسلم زخمی ضرور تھے مگر ان کا سر پہلے زمین پر آیا تھا۔ اور جسم بعد میں۔ جناب عبداللہ کو زندہ حالت میں مجبور ہاتھوں سے نیچے گرایا گیا یہ خیال

رہے کہ ان دونوں کے جسم تیروں سے خالی تھے۔ تاریخ کربلا میں آپ کو ایک تیسرا فرد بھی ملے گا۔ جو زین سے زمین پر آیا۔

لیکن ان دونوں آنے والوں اور اس تیسرے میں فرق ہے۔ اس تیسرے کے ہاتھ راہ خدا میں کام آچکے تھے۔ اور جسم کا کوئی حصّہ تیروں سے خالی نہ تھا۔ جب یہ زمین پر آیا ہوگا تو تیروں نے جسم اطہر کو کیا سے کیا کر دیا ہوگا۔

۴۔ چاہ عرب :۔

حاجر سے کوچ کرکے آپ چاہ عرب پر تشریف لائے۔ اس جگہ آپ کو عبداللہ ابن مطیع عدوی ملا۔

عبداللہ نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ آپ اس صحرا میں کہاں چلے ہیں؟

امام حسینؑ نے عبداللہ کو مدینہ سے لے کر مکہ تک اپنی تمام مجبوریوں سے آگاہ کیا۔

عبداللہ نے عرض کیا۔

میرے آقا! آپ لعاب رسولؐ اور شیر زہراؑ کے پلے ہیں میں کہہ تو کچھ نہیں سکتا لیکن ناقص عقل جو کچھ سمجھ سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قبل ازیں ان لوگوں نے اتنی ہمت کبھی نہیں کی کہ کھلے عام آپ میں سے کسی کو شہید کریں۔ آپ کے باپ اور آپ کے بھائی کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ اب اگر آپ انہیں کھلے میدان میں لے آئیں تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور پھر پورے عرب میں ان کی تلوار سے کوئی شریف نہ بچ سکے گا۔ اور نہ ہی اسلام کا تقدس باقی رہ جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ عبداللہ فکر تیری درست ہے۔ اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ

اب نفاق کو مزید اندر نہیں رہنا چاہیے اسے کھل کر سامنے آجانا چاہیے۔ تاکہ لوگوں کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی ہمت ہو سکے۔ آل محمدؐ کے تمام سابقہ چھپے ہوئے قتل ظاہر ہو جائیں اور لوگ اس خلافت علی منہاج السنۃ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیں۔

۵۔ خزیمیہ :۔

چاہ عرب سے چل کر آپ مقام خزیمیہ پر آئے۔ ایک دن اور رات یہاں قیام کیا۔ صبح کو جناب زینب خاتون نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلایا اور عرض کی۔

بھیا گذشتہ شب میں نے ایک عجیب آواز سنی ہے جس سے میرا دل خطرات محسوس کر رہا ہے۔ اگر اجازت دیں تو آپ کو سنا دوں۔

آپ نے فرمایا ضرور سنایئے۔

بی بی نے عرض کیا۔ جب صبح نماز تہجد کے لیے اٹھی تو میں نے صحرا سے ہاتف غیبی کی آواز سنی۔

کہہ رہا تھا۔

الا یا عین فاحتفلی	اے آنکھ زیادہ سے زیادہ
بجھد فمن یبکی	کوشش کر لے۔ میرے علاوہ
علی الشھداء بعدی	کون ہے جو شہیدوں پر آنسو
علی قوم تسوقھم	بہائے گا۔ ایسی قوم پر آنسو بہانا
المنایا بمقدار	ہوں گے۔ جسے موت آگے بڑھا
الی انجاز وعد۔	رہی ہے۔ یہ ایک مقدر ہے اور

وعدہ ہے جسے بہرطور پورا

ہونا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بہن ان خطرات سے اب بچنا تو ممکن نہیں ہے۔ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔

۶۔ زرود:۔

خزیمیہ سے چل کر آپ مقام زرود پر آئے۔ اسی مقام پر جناب زہیر ابن قین آپ کے ساتھ شامل ہوا اس واقعہ کی تفصیل شہادت زہیر کے ذیل میں آئے گی۔

بحار میں عبداللہ ابن سلیمان اور منذر ابن مشمعل (جن کا تعلق بنی اسد سے تھا) سے مروی ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ ہمیں جلد از جلد امام حسینؑ سے جا ملنا چاہیے "تاکہ دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ ہم انتہائی تیز روی سے مقام زرود پر آپ سے آکر ملے۔ جب ہم خیام امام کے قریب آئے تو ہم نے کوفہ سے آتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ امام حسینؑ خیمہ زن ہیں تو وہ آپ سے کنی کترانے کی خاطر راستہ سے ہٹ کر چلنے لگا۔ ہم اس کی طرف چلے گئے" تاکہ اس سے جاکر پوچھیں کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے سلام کیا۔

اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔

ہم نے پوچھا آپ کون ہیں اور کہاں سے آرہے ہیں؟

اس نے کہا بنی اسد سے ہوں اور کوفہ سے آرہا ہوں۔

ہم نے اسے بتایا کہ ہم بھی بنی اسد سے ہیں پھر ہم نے اسے اپنے نام بتائے اس نے مطمئن ہو کر ہمیں بتایا کہ میں بکر ابن شعبہ ہوں۔

ہم نے کوفہ کے حالات پوچھے۔

اس نے بتایا کہ جب میں کوفہ سے چلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی کے قدموں میں رسی تھی۔ اور ان دونوں بے سر لاشوں کو کوفہ کے گلی کوچوں میں تشہیر کرایا جا رہا تھا۔

۷۔ زبالہ:۔

زرود سے چل کر آپ زبالہ میں آئے، ہم آپ کے ساتھ تھے۔ زبالہ پر آکر ہم نے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کو کوفہ کے حالات اور جناب مسلم کی شہادت سے مطلع کیا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ہم نے دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ اٹھے۔ جناب مسلم کی کمسن سات سالہ بیٹی کو اپنے پاس بلایا۔ ہمیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بچی جناب مسلم کی ہے اس کا نام عاتکہ ہے اور یہ رقیہ بنت علیؑ کی بیٹی ہے۔ آپ نے اس بچی کو گود میں بٹھایا بہتے آنسوؤں کے ساتھ بچی کے سر کا بوسہ لیا پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔

بچی نے جب امام حسینؑ کو روتا دیکھ کر سر پر ہاتھ پھیرتے دیکھا۔ تو آپ سے عرض کیا۔

میرے آقا!

آج آپ کا سلوک میرے ساتھ بالکل نیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں میری بچی بتا کیسے ہے؛

بچی نے عرض کیا۔ بالکل اس طرح جس طرح یتیموں سے کیا جاتا ہے۔

آپ نے رندھی ہوئی آواز سے بچی کو گلے لگایا اور فرمایا۔ بیٹی میں تیرا باپ ہوں۔ آج کے بعد تو مجھے باپ کہہ سکتی ہے۔

مؤلف !۔

یہی وہ بچی ہے جو یوم عاشورہ شہادت امام حسینؑ کے بعد جب فوج یزید نے خیام اہلبیت پر یلغار کی تو یہ بچی پامال سم اسپاں ہو گئی تھی۔

اس خبر کے بعد ہم نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ میں شہادت جناب مسلم کے غم میں نوحہ وبکا شروع ہو گیا۔

تیسری مجلس

شہادت مسلم کی اطلاع میں اختلاف

مورخین کو اس بات میں شدید اختلاف ہے کہ امام حسینؑ کو جناب مسلم کی خبر شہادت دوران سفر کس مقام پر موصول ہوئی تھی۔ اس مجلس میں ہم اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے چلے ہیں۔

نفس المہموم میں ابن قتیبہ دینوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔ جب امام حسینؑ مقام زرود سے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ کو کوفہ کی طرف سے آتے دو شخص ملے اور آپ نے ان سے کوفہ کے حالات پوچھے۔ انہوں نے بتایا کہ

جب ہم کوفہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت بچوں نے جناب مسلم اور جناب ہانی کے پاؤں میں رسی ڈالی ہوئی تھی اور کوفہ کی گلیوں میں دونوں لاشوں کو لیے پھر رہے تھے۔ آپنے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا۔ ہم اپنا حساب اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ مقام زبالہ پر پہنچے تو آپ کو جناب مسلم کی خبر شہادت ملی۔ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو یہ اطلاع دی۔ اس اطلاع اور آپ کی خاموشی کو دیکھ کر آپ کے ساتھ مکہ سے چلنے والے وہ لوگ جو غنیمت اور دولت کی

غرض سے چل رہے تھے ان کی واضح اکثریت نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ کے اہلبیت آپ کے مخلص ساتھی اور کچھ دیگر افراد بچ رہے۔ اسی مقام پر اہل حرم میں جناب مسلم کی شہادت پر ماتم ہوا۔ اور خیام سے کافی دیر تک گریہ و بکا کی دلدوز صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ یہیں آپ کی ملاقات معروف شاعر فرزدق سے ہوئی اور فرزدق کے جواب میں آپ نے یہ اشعار فرمائے۔

فان تکن الدنیا تعد نفیسۃ فدار ثواب اللہ اعلی وانبل

اگرچہ دنیا کو بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ کے ثواب کا گھر انتہائی اعلی اور عمدہ ہے۔

وان تکن الابدان للموت انشات فقتل امرء بالسیف فی اللہ افضل

اگر یہ جسم موت ہی کے لیے بنائے گئے ہیں تو پھر راہ خدا میں انسان کا قتل ہو جانا ہی بہترین موت ہے۔

وان تکن الارزاق قسما مقدرا فقلۃ حرص المرء فی السعی اجمل

اگر تقسیم رزق اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی مقدار معین ہے تو انسان کا حصول رزق میں کم سے کم تر حرص کرنا ہی اچھا ہے۔

وان تکن الاموال للترک جمعھا فما بال متروک بہ المرء یبخل

اگر مال و دولت کو صرف اسی لیے ہی جمع کیا جاتا ہے کہ اسے یہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تو پھر انسان ایسے مال پر کیوں بخل کرتے ہیں۔ جو انہیں بہر صورت چھوڑ کر جانا ہے۔

حبیب السیر میں ہے کہ جب امام حسینؑ مقام زبالہ پر پہنچے آپ کو عمر ابن سعد کا خط ملا جس میں جناب مسلم اور جناب ہانی کی خبر شہادت دی گئی تھی اور اس میں بتایا گیا تھا

کہ۔ چونکہ جناب مسلم نے دم آخر مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ آپ کو اس کی شہادت سے مطلع کر دوں اس لیے میں نے اپنی وصیت پوری کر دی ہے۔

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ جب آپ مقام زبالہ پر پہنچے تو آپ کو جناب مسلم جناب ہانی اور جناب عبداللہ ابن القطیر کی خبر شہادت موصول ہوئی۔ اس مقام پر آپ نے اہل کوفہ کا شکوہ کیا اور اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا۔

جو شخص اپنی گردن پر تلوار اپنے سینہ پر نیزہ کی انی اور اپنے پہلو پر تیر برداشت کر سکتا ہو ہمارے ساتھ چلے۔ ہمارا یہ سفر دنیاوی دولت کا نہیں ہے بلکہ اخروی غنیمت کا ہے اور وہ شہادت ہے۔

آپ کا یہ ارشاد سنکر مکہ اور راستہ سے لالچ کی خاطر آنے والے بکثرت واپس چلے گئے۔

طریحی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا۔

آپ لوگوں میں سے جو شخص تلوار کی حدت۔ نیزہ کی شدت اور تیر کی دھمک برداشت کر سکتا ہے ہمارے ساتھ چلے اور جو ایسا نہ کر سکے وہ واپس چلا جائے۔

آپ کا یہ ارشاد سنکر آپ کے ساتھ راستہ اور مکہ سے شامل ہونے والوں کی اکثریت صحرا میں بکھر گئی۔

بحار میں ہے کہ اس کے بعد آپ سوئے کوفہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کو طرماح ابن حکم ملا۔ طرماح کہتا ہے کہ میں امام حسینؑ سے ملا اور عرض کی۔

مجھے ایک مرتبہ لامحالہ واپس اپنے گھر جانا پڑتا ہے۔ آپ کوفہ نہ جائیں۔ آپ کا راستہ روکنے کی خاطر اس وقت کوفہ میں اور بھی کسی کو نہیں جانے دیا جا رہا۔ ہو سکتا ہے

آپ اپنے بلانے والوں تک نہ پہنچ پائیں۔ ہم بہت کچھ سن چکے ہیں۔ اموی گورنر کے ارادے آپ کے لیے اچھے نہیں ہیں۔ آپ میرے ساتھ میرے قبیلہ میں تشریف لے آئیں۔ کوہ آجا کے متعلق آپ کو اچھی طرح معلوم ہے انتہائی محفوظ پناہ گاہ ہے اگر آپ نے جنگ کرنا چاہی تو میرے قبیلہ کی بیس ہزار تلواریں آپ کے ساتھ ہوں گی آپ کے بعد ہمیں فرزند رسول نہ ملے گا۔

آپ نے مجھے جواب دیا۔

طرماح! اللہ تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے۔ میرا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ اگر یہ ارادہ ہوتا تو میں سامان جنگ سے لیس ہو کر مدینہ سے سفر کرتا۔ ان مستورات کو لے کر کوفہ کی طرف نہ آتا۔ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا ہے۔ اگر اہل کوفہ نے وفا کی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کامرانی اور شہادت تو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔

میں نے عرض کیا۔ اے فرزند زہرا۔

اللہ جن وانس کا شر آپ کی ذات سے دور رکھے۔ مجھے کوفہ سے اپنے اہل کے لیے کچھ لے جانا ہے۔ میں کوفہ سے سب لے کر اپنے اہل کو پہنچا کر انشاء اللہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اور آپ کے انصار سے بنوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر تیرا ارادہ ہے تو پھر دیر نہ کرنا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

جب میں نے فرزند رسول کی یہ بات سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ انہیں اپنے وقت کا علم ہے جس کی وجہ سے میری جلدی واپسی کی خواہش فرما رہے ہیں۔ میں نے امکانی طور پر کم سے کم وقت کوفہ میں صرف کیا۔ واپس اپنے گھر کوہ آجا گیا۔ اہل خانہ کو ان مطلوبہ

سامان دیا اور روانہ ہونے لگا۔

تمام نے پوچھا۔ اب کے کیا نئی بات ہو گئی ہے پہلے تو تو نے کبھی ایسے نہیں کیا تھا۔

میں نے مختصراً تمام حالات بتائے اور الوداع کر کے واپس پلٹا۔ جب میں عذیب الہجانات پر پہنچا تو مجھے سماعہ ابن بدر کربلا سے آتا ہوا ملا۔ اس نے بتایا کہ فرزند رسول کربلا میں شہید ہو گیا ہے۔

وادی زبالہ سے چل کر آپ نے بطن عقبہ میں قیام کیا۔ یہاں آپ کو ایک سن رسیدہ عرب ملا۔ جب اسے آپ کا تعارف ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

حالات سازگار نہیں ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ کو جانا ہی ہے تو پھر کم از کم ان مستورات کو واپس مدینہ بھیج دیجئے۔

آپ نے فرمایا۔ میں خواہ کوفہ جاؤں یا واپس مدینہ۔ مجھے معلوم ہے یہ لوگ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک میرے سینہ سے میرا دل نکال لیں گے۔ اس کے بعد ان کا جو حشر ہوگا۔ بس دیکھنے والے ہی دیکھیں گے اور مستورات ساتھ نہ ہوئیں تو میری شہادت چھپ جائے گی۔

امام صادق سے مروی ہے کہ جب آپ وادی عقبہ میں آئے تو اپنے بھائی قمر بنی ہاشم سے فرمایا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہماری شہادت کا وقت قریب ہے۔

جناب عباس نے فرمایا۔

وہ کیسے۔؟

آپ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ۔ بھوکے کتے میرے جسم کو بھنبھوڑ رہے ہیں اور ان میں سے سفید داغوں والا کتا سب سے پیش پیش ہے

مؤلف! یہی خواب آپ نے شب نہم محرم بھی دیکھا تھا۔ تعبیر کے بطور فرمایا تھا کہ۔

جہاں تک میرا خیال ہے میرا قاتل مبروص ہے۔

وادی عقبہ کے بعد آپ نے مقام شراف پر قیام کیا۔ سحری کے وقت آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ جتنا پانی لے سکتے ہو۔ جمع کر لو۔ پانی جمع کرنے کے بعد آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ دوپہر کے وقت آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے باآواز بلند تکبیر کہی۔

آپ نے پوچھا۔ کس لیے تکبیر کہی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ سامنے کھجوروں کا جھنڈ نظر آرہا ہے۔

عبداللہ ابن سلیمان اور منذر ابن مشعل نے کہا۔ ہم نے آج تک اس مقام پر ایک کھجور بھی نہیں دیکھی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ کھجوروں کا جھنڈ نہیں ہے بلکہ بلند کیے ہوئے نیزے ہیں جو کھجوروں کا جھنڈ نظر آرہے ہیں۔ کیا یہاں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جسے ہم اپنے عقب میں رکھ لیں تاکہ بصورت جنگ ہمارا عقب محفوظ رہ جائے

ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ ہمارے بائیں ہاتھ بھی تھوڑے سے فاصلہ پر کوہ ذوحسم ہے۔

آپ نے اسی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم تھوڑا ہی چلے تھے کہ حر بن یزید ریاحی کی سالاری میں آنے والا لشکر ہمارے قریب پہنچ گیا۔ ذوحسم پر پہنچ کر امام حسینؑ نے

خیام لگانے کا حکم دیا۔

حر نے بھی اپنے سپاہیوں کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔ لشکر حر پیاس سے جان بلب تھا۔ انہوں نے پانی مانگا۔ آپ نے اپنے جوانوں سے فرمایا انہیں پانی پلاؤ۔

ابن طعان معاربی کہتا ہے کہ میں لشکر حر میں شامل تھا اور پیاس سے میرا اس قدر برا حال تھا۔ کہ سب سے آخر آنے والا میں ہی تھا۔

امام حسینؑ بذات خود اٹھے۔ میرے قریب آئے مجھے سہارا دیا۔ اپنے ہاتھ سے پہلے مجھے پھر میرے گھوڑے کو پانی پلایا۔ جب میرے حواس بحال ہوئے تو میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

فرمایا۔ ابن طعان! بھول نہ جانا۔ یہ وقت مجھ پر آسکتا ہے۔ اور میرے کسی بچہ پر بھی اگر کبھی میں یا میرا کوئی بچہ پانی مانگے تو دے دینا۔

چوتھی مجلس

امام حسین اور حُرؑ

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کوفہ سے دو منزل کے فاصلہ پر رہ گئے۔ تو حر قادسیہ سے ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر سامنے آ گیا۔ یہ سب پیاسے تھے۔ امام حسینؑ نے ان تمام کو پانی پلایا۔ چونکہ قادسیہ اور کوفہ کے مابین ۵۰ میل کا فاصلہ تھا۔ اس لیے ابن زیاد نے حصین ابن نمیر کو قادسیہ پر تعینات کر کے اسے حکم دیا۔ کہ حر کی سربراہی میں ایک لشکر امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے بھیج دینا۔

حر مقام ذی حسم پر دوپہر کے وقت پہنچا۔ آپ کے خیام کے مقابلہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔

حر ہمارے حق میں آئے ہو یا ہمارے خلاف؟

حر نے کہا۔

اے ابو عبداللہ! آپ کے خلاف

امام حسینؑ نے فرمایا۔

جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے حجاج ابن مسروق کو اذان کے لیے حکم دیا۔ جب اذان ہو گئی تو حر اپنے تمام لشکر کے ساتھ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے آ گیا۔

امام حسینؑ نے جبائے نبوی اوڑھی اور جانماز پر آ کر فرمایا۔

امابعد!

دیکھو میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ تم لوگوں نے میرے پاس خطوط بھی بھیجے اور پیغامبر بھی۔ جن میں آپ نے مطالبہ کیا ہے کہ ہم یزید جیسے شخص کو مسند رسالت پر بیٹھا ہوا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ ہم نے اس کی بیعت نہیں کی۔ آپ آئیں تاکہ ہم اپنے دین و دنیا کی فلاح کی خاطر آپ کی اقتدا کر سکیں۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ اور تمہاری تمام تحریریں میرے پاس موجود ہیں اگر تو تم لوگ اپنے وعدہ پر قائم ہو تو دیکھ لو میں آ گیا ہوں۔ اور اگر تم نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے اور میرا آنا تمہارے لیے ناگوار ہے تو کوئی بات نہیں میں جہاں سے آیا ہوں۔ واپس پلٹ جاؤں گا۔

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے موذن سے فرمایا۔ اقامت کہو۔ جب اقامت ہو چکی تو آپ نے حر سے فرمایا۔

کیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھے گا۔

حر نے کہا۔ نہیں نماز تو ہم سب آپ ہی کی اقتدا میں پڑھیں گے۔

امام حسینؑ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بعد حر اپنے خیام میں چلا گیا اور امام حسینؑ اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔ چونکہ وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ اس لیے جن لوگوں کے لیے خیام میں گنجائش نہیں تھی وہ اپنے اپنے گھوڑوں کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ جب عصر

کا وقت ہوا تو آپ نے نماز عصر ادا کی۔ ایک مرتبہ پھر لشکر حر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

امابعد!

اے لوگو! اگر تم لوگ حق اور اہل حق کی پہچان رکھتے ہو تو ذات احدیت کی خوشنودی کے لیے زیادہ بہتر ہوگا ہم اہلبیت محمد ہیں۔ اگر تم لوگ ہمارے ساتھ چلو تو ہم یقیناً تمہیں گمراہی سے بچالیں گے۔ تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ امیر و غریب کے مابین عدل ہوگا۔ لیکن اگر تم لوگ ہمیں اور حق کو پہچاننے سے انکار کر دو اور جو کچھ پہلے تم لکھ چکے ہو اس سے منحرف ہو چکے ہو تو کوئی مجبوری نہیں ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔

حر نے کہا۔ بخدا مجھے کچھ نہیں معلوم کہ آپ کو کیا لکھا گیا ہے کب لکھا گیا ہے اور کس نے لکھا ہے۔

امام حسینؑ نے عقبہ ابن سمعان سے فرمایا۔ خطوط کے دونوں تھیلے اٹھا لاؤ۔ عقبہ دونوں تھیلے اٹھا کر لایا۔ امام حسینؑ نے دونوں تھیلوں سے اہل کوفہ کے تمام خطوط نکال کر اپنے سامنے پھیلا دیے اور فرمایا۔ یہ دیکھ لو یہ سب خطوط تمہارے ہیں۔

حر نے کہا۔

اے ابوعبداللہ! میرے ساتھ جتنے بھی افراد ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آپ کو دعوت دی ہو اور نہ ہی ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے آپ کو دعوت دی ہے۔ ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں۔ جب تک آپ کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش نہیں ہو جاتے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ حر میرے ابن زیاد کے سامنے کوفہ جانے کی نسبت

موت تجھ سے زیادہ قریب ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اٹھو اور سوار ہو جاؤ۔

سب لوگ اپنی اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔ جب مستورات بھی سوار ہو گئیں اور آپ واپس لوٹنے لگے تو حر نے اپنے سپاہیوں کو راستہ روکنے کا حکم دیا۔ لشکر حر امام حسینؑ اور واپسی کے راستہ میں حائل ہو گیا

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے حر! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے بتا تو چاہتا کیا ہے۔

حر نے کہا۔

اے فرزند رسول! آپ کی ماں زہرا دختر رسول نہ ہوتی تو میں بھی آپ کو انہی الفاظ سے جواب دے سکتا تھا۔ لیکن ہماری مجبوری ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بھلا بتا تو سہی کہ تو کیا چاہتا ہے؟

حر نے کہا۔ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں گا

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بڑا مشکل ہے۔

جب حر نے دیکھا کہ فرزند رسول کسی قیمت پر ابن زیاد کے پاس جانے پر تیار نہیں ہیں تو اس نے کہا پھر ایسا کیجئے۔ ایسی راہ پر چلیں جو نہ تو آپ کو کوفہ لے جائے اور نہ واپس مدینہ۔ میں ابن زیاد کو اطلاع بھجواتا ہوں۔ حکم ثانی تک آپ کسی تیسری راہ پر چلیں گے۔

چنانچہ امام حسینؑ نے قادسیہ اور عذیب کی راہ میں ہٹ کر بائیں جانب کا راستہ اختیار کیا۔ اور حر ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

راستہ میں حر نے کہا۔ اے فرزند رسول اگر آپ نے جنگ کی تو آپ شہید

ہو جائیں گے۔

امام حسین نے فرمایا۔ موت نہ تو کوئی نئی چیز ہے اور نہ ہی ڈرنے والی چیز البتہ تمہیں اپنے اس انجام کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جس سے تم لوگ میری شہادت کے بعد دو چار ہوں گے

امام حسینؑ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

تم میں سے کوئی شخص اس راہ سے واقف ہے؟

طرماح ابن حکم نے عرض کیا میں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو پھر آگے چلو۔

جب حر نے یہ بات سنی تو آپ کے آگے سے ہٹ کر راستہ سے ایک طرف چلنے لگا۔

جب آپ واقصہ اور غذیب کے پاس مقام بیضہ پر پہنچے تو۔

مقام کے مطابق امام حسینؑ نے ایک مرتبہ پھر خطبہ دیا۔ اور فرمایا:۔

اما بعد۔ اے لوگو تمہیں معلوم ہے میرے رسول نانا نے فرمایا تھا۔ جو شخص ایسے حکمران کو دیکھے جو ظالم ہو۔ حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال سمجھے احکام خدا کو پامال کر دے۔ سنت رسول کی توہین کرے۔ بندگان خدا کے درمیان ظلم و جور کا بازار گرم رکھے اور کوئی شخص اسے نکیل نہ ڈالے۔ تو اللہ کا حق ہے کہ اسے وہیں بھیجے جہاں کا وہ مستحق ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ امویوں نے ابلیس کی اطاعت شروع کر دی ہے۔ اطاعت الہیہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہر طرف فساد ہی فساد ہے۔ حدود خدا معطل ہیں۔ تم لوگوں نے مجھے خطوط لکھے مجھے بلایا۔ اگر تم اپنی بات پر قائم ہو تو اپنا وعدہ نبھاؤ۔ میں حسینؑ ابن علیؑ اور

ابن فاطمہ ہوں۔ اگر تم اپنا عہد توڑ چکے ہو۔ اور میری بیعت ختم کر چکے ہو۔ تو یہ بات تمہارے لیے کوئی نئی نہیں ہے۔ قبل ازیں میرے والد امیر المومنین۔ میرے بھائی حسنؑ اور میرے سفیر مسلم کے ساتھ تم یہی سلوک کر چکے ہو۔ تم اپنا حصہ کھو چکے ہو۔ اور اپنے بخت ضائع کر چکے ہو۔ جس نے بھی بیعت توڑی ہے اس نے اپنا نقصان کیا ہے اللہ مجھے تم لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ عذیب الہجانات پہنچے تو نافع ابن بلال کی معیت میں کوفہ سے چار افراد طرماح ابن عدی کی راہنمائی میں آئے۔

حر نے انہیں گرفتار کرنا چاہا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اپنا وعدہ یاد کرو۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ اور وعدہ کے مطابق تم میرے کسی ساتھی کو نہ گرفتار کر سکتے ہو اور نہ واپس۔

امام حسینؑ نے ان سے پوچھا۔ اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟

مجمع ابن عبداللہ نے جواب دیا۔ ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ میرے نامہ بردار عبداللہ ابن القطیر کا کیا بنا؟

اس نے عبداللہ کا تمام حال بیان کیا۔

امام حسینؑ عبداللہ ابن القطیر کا حال سنکر رو دیے اور جناب عبداللہ کے لیے دعائے خیر کی۔

اس کے بعد عبداللہ ابن مجمع نے وہ پیش کش کی جو سابقا تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے۔

عذیب الہجانات کے بعد آپ قصر بنی مقاتل میں آئے یہاں آپ کو عمرو ابن قیس

اور اس کا پچازاد ہے۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے بال بہت سیاہ دیکھے تو میں نے پوچھ لیا۔ یہ خضاب ہے یا بال اپنے اصلی رنگ میں ہیں؟

آپ نے فرمایا خضاب ہے۔

مولف!

شاید یہ امام حسینؑ کا آخری خضاب تھا۔ یوم عاشور آپ نے اپنی ریش مبارک کو کئی مرتبہ خضاب کیا لیکن یہ خضاب سیاہ رنگ نہیں تھا۔ بلکہ سرخ رنگ تھا۔ جو کبھی شہزادہ اکبر کے خون سے۔ کبھی قمر بنی ہاشم کے خون سے۔

پانچویں مجلس

امام حسینؑ اور عبیداللہ ابن حر جعفی

امالی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ مقام قطقطانیہ پر آئے تو ایک خیمہ نصب دیکھا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ قصر بنی مقاتل پر پہنچے تو آپ نے ایک خیمہ نصب دیکھا۔ آپ نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟

آپ کو بتایا گیا کہ عبیداللہ ابن حر جعفی کا ہے۔

تمقام کے مطابق عبیداللہ جعفی انتہا پسند مروانی تھا۔ عرب کے معروف بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے مخالف لشکر میں شامل تھا۔ چونکہ خالص مروانی تھا اس لیے حضرت علیؑ سے عداوت میں بھی معروف تھا۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کوفہ منتقل ہو گیا۔ اپنے سابقہ رویہ اور بغض علیؑ سے کچھ پشیمان ہو چکا تھا۔ جب فرزند رسول کے قتل کر دینے کی خبریں کوفہ میں اڑیں تو یہ کوفہ سے اس غرض سے نکل گیا کہ مجھے قتل فرزند رسول میں شریک نہ ہونا پڑے۔

امام حسینؑ نے حجاج ابن مسروق سے فرمایا کہ اسے بلا لاؤ۔

حجاج نے جا کے کہا۔ فرزند رسول حسینؑ ابن علی تجھے یاد کرتا ہے۔

عبید اللہ نے کہا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے تو کوفہ چھوڑا ہی اسی خاطر تھا کہ نہ میں حسینؑ کو دیکھوں اور نہ حسینؑ مجھے دیکھے۔

حجاج نے آکر امام حسینؑ کو اس کے جواب سے مطلع کیا۔

یہ سنکر امام حسینؑ اپنے انصار اور بیٹوں کو لے اس کے پاس خود تشریف لے گئے جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو اٹھ کر تعظیم کی۔ اپنی مسند پیش کی امام حسینؑ کے ہاتھوں اور قدموں کا بوسہ لیا۔

امام حسینؑ نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔

عبید اللہ نے جو بات حجاج سے کہی تھی وہی بات دہرا کر معذرت چاہی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے معلوم ہے کہ تو کتنا مجرم ہے۔ میں چاہتا تھا کہ تیرے سابقہ گناہوں کی تلافی ہو جاتی اور میرے نانا تیرے شفاعت کنندہ بن جائیں۔

عبید اللہ نے کہا۔

اے فرزند رسول! یقین کیجئے اگر میں نے آپ کا ساتھ دیا تو یقیناً میں صف اول میں ہوں گا۔ اور میں اب نہ تو آپ کی موافقت کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی آپ کی مخالفت آپ ایسا کریں میرا گھوڑا لے جائیں۔ میں جب کبھی اس پر سوار ہوا ہوں ناکام نہیں لوٹا۔

امام حسینؑ نے اس شخص سے منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

اب ہمیں نہ تیری اور نہ تیرے گھوڑے کی ضرورت ہے۔ میں کسی گم گشتہ راہ کو اپنا ساتھی نہیں بناتا۔ البتہ ایک بات یاد رکھنا یہاں سے دور چلا جا۔ اتنا دور کہ جب ہم غربت کے وقت داد رسی کے لیے فریاد کریں۔ تو ہماری آواز تیری کانوں پر

نہ پڑے۔ جس نے بھی ہماری اس فریاد کو سنکر لبیک نہ کہی اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ یہ فرما کر آپ اٹھے اور واپس چلے آئے۔

عبید اللہ کے بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے اس کیے پر پشیمان رہا تھا۔ اور کف افسوس ملتا رہا اس سلسلہ میں اس نے چند اشعار کہے تھے۔

ان میں سے ایک شعر ملاحظہ فرمایے۔

فقد فاز االاولی نصروا حسینا وخاب الاخرون اولوا النفاق

جن لوگوں نے امام حسین کی نصرت کی کامیاب ہو گئے اور ان کے مقابل آنے والے منافقین ناکام و رسوا ہوئے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ شخص سب سے پہلا زائر مظلوم کربلا ہے۔ کیونکہ شہادت فرزند رسول کے بعد ابن زیاد نے تمام اشراف کوفہ کو ایک ایک کر کے بلایا ان میں عبید اللہ موجود نہ تھا۔ چند دن گزر جانے کے بعد عبید اللہ۔ ابن زیاد کے پاس آیا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو کہاں تھا؟

عبید اللہ نے کہا۔ بیمار تھا۔

ابن زیادہ نے کہا۔ تیرا دل بیمار تھا یا جسم؟

عبید اللہ نے کہا۔ میرا دل کبھی بیمار نہیں ہوا۔ اور اب جسم بھی بفضل خدا تندرست ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو جھوٹ بول رہا ہے تو ہمارے دشمن کے ساتھ تھا۔

عبید اللہ نے کہا۔ تو بھی غلط کہہ رہا ہے۔ اگر میں تیرے دشمن کے ساتھ

ہوتا تو بھلا میں کب چھپا رہ سکتا تھا۔ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں چھپ کر رہنے والوں سے نہیں ہوں۔

ابن زیاد دوسری مصروفیات میں مشغول ہو گیا۔ عبیداللہ نے موقعہ کو غنیمت جانا اور آہستہ سے کھسک گیا۔ باہر آ کر گھوڑے پر بیٹھا اور باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد ابن زیاد متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ عبیداللہ نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ ابن حر کہاں گیا ہے؟

درباریوں نے بتایا کہ ابھی ابھی باہر نکلا ہے۔

ابن زیاد نے تھانیدار سے کہا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔

تھانیدار چند سپاہیوں کو لے کر عبیداللہ کے تعاقب میں آیا۔ اور کہا ابن زیاد بلا رہا ہے۔

عبیداللہ نے کہا۔ اسے جا کر کہہ دو کہ۔ بصورت اطاعت اب میرا آنا ناممکن ہے۔

اس کے بعد یہ شخص مدائن کی طرف چلا راستہ میں کربلا آیا۔ ذریت رسول کی بے گور و کفن لاشیں دیکھیں۔ ان کی غربت اور مظلومی پر مرثیہ خوانی کی۔ پھر یہ شخص مختار کے ساتھ قاتلین امام حسینؑ کے انتقام کے لیے شامل ہو گیا۔ مختار نے اسے ابراہیم ابن مالک اشتر کے ساتھ بھیجا۔ ابراہیم نے کہا۔ کہ مجھے عبیداللہ سے خطرہ ہے کہیں یہ مجھے دھوکا نہ دے جائے۔

مختار نے کہا۔ اس سے سلوک اچھا کرنا اور دولت کے معاملہ میں بخل نہ کرنا۔

ابراہیم اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ عبیداللہ اس کے ساتھ تھا۔ جب تکریت پہنچے تو ابراہیم نے کچھ پیسے تقسیم کیے۔ عبیداللہ کو ابراہیم نے پانچ ہزار بھجوائے۔ عبیداللہ

غصہ میں آ گیا اور کہا تو نے خود دس ہزار لیے ہیں اور مجھے کم دیا ہے۔ جب کہ میں کسی حیثیت سے تجھ سے کم نہیں ہوں۔ ابراہیم نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے بھی اتنے ہی لیے ہیں جتنے آپ کو دیے ہیں۔ اگر آپ اتنے ہی ناراض ہیں تو میں اپنا حصہ بھی آپ ہی کو دیتا ہوں۔ چنانچہ ابراہیم نے اپنا پانچ ہزار بھی اسی کو دے دیا۔ لیکن اس نے اپنا معاہدہ توڑ دیا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر کوفہ میں قتل و غارت کی۔ اطراف و نواح کی بستیوں میں بھی لوٹ مار مچائی اور بصرہ میں مصعب ابن زبیر کے پاس چلا گیا۔ جب مختار کو پتہ چلا تو اس نے اسکے گھر سے تمام مال و اسباب اٹھوا لیا ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جنہیں اس نے لوٹا تھا۔ بعد ازاں جب اسے مصعب نے بھی حسب توقع خوش آمدید نہ کہا کہ اس سے بھی دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دیا اور شہادت مختار کے بعد کوفہ میں ساری زندگی نصرت فرزند رسول پر کف افسوس ملتا رہا۔

چھٹی مجلس

ابن زیاد بنام حُرؑ

دوران سفر ایک طرف حر چل رہا تھا۔ دوسری طرف نواسہ رسول اپنے اہلبیت کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کوفہ سے ایک ناقہ سوار آتا ہوا دکھائی دیا تو تمام اس کے انتظار میں رک گئے۔ جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ مسلح بھی ہے اور کمان کو الٹا کیے ہوئے ہے۔ اس نے آکر حر کو سلام کیا۔ فرزند رسول کو سلام نہ کیا۔ ایک خط حر کے حوالہ کیا۔ حر نے پڑھا، لکھا تھا۔

امابعد۔

جب میرا خط تجھے موصول ہو اس کے بعد سے فرزند رسول کے ساتھ سختی سے پیش آ۔ اس کے تمام راستے بند کر دے۔ کہیں نہ جانے دے۔ کسی بے آب وگیاہ ویرانہ میں اسے خیمہ زن ہونے پر مجبور کر۔ میرا یہ قاصد تیری نگرانی کرے گا اور دیکھے گا کہ تو میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے یا نہیں پھر مجھے مطلع کرے گا۔

والسلام

یزید ابن زیاد ابن مہاجر لشکر حر میں تھا۔ جب اس نے ابن زیاد کے قاصد کا رویہ دیکھا تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور کہا۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ یہ کیا لایا ہے۔

قاصد نے جواب دیا۔ جو کچھ لایا ہوں اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کا حق ادا کیا ہے۔

یزید ابن زیاد ابن مہاجر نے کہا۔ اللہ تجھے حق سمجھائے تو نے اپنے امام کی اطاعت اپنے کو جہنم میں ڈالنے کے لیے کی ہے۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تا قیامت اپنے لیے لعنت اور بعد از قیامت دائمی جہنم خریدی ہے۔ قرآن میں تیرے امام جیسے ائمہ کے لیے اللہ نے فرمایا ہے۔

منھم ائمۃ یدعون الی النار۔ — ائمہ میں سے کچھ ایسے امام بھی ہیں۔ جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

تیرا امام بھی انہی ائمہ سے ہے۔

اس خط کے بعد حر امام حسینؑ کے راستہ میں حائل ہو گیا اور آپ کو آگے جانے سے روک دیا۔

ابن طاؤس نے لہوف میں لکھا ہے کہ جب حر نے آگے جانے سے روکا تو امام حسینؑ نے فرمایا۔

حر تجھے اب کیا ہو گیا ہے؟

کیا تو نے ہی نہیں کہا تھا کہ ہم ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ واپس مدینہ لے جائے اور نہ کوفہ؟

حر نے جواب دیا۔ واقعاً پہلا معاہدہ ایسا تھا لیکن اب ابن زیاد کا نیا حکم آیا ہے جس کے مطابق میں اس بات کا پابند ہوں کہ آپ کو اس سے آگے کہیں بھی جانے دوں

یہ قاصد آپ دیکھ رہے ہیں یہ میرا نگران ہے ۔

بحار میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہمیں غاضریا نینوی میں اترنے دے ۔

حر نے کہا۔ آپ دیکھ رہے ہیں نگران میرے سر پہ ہے میں کسی ایسی جگہ اترنے کی اجازت نہیں دے سکتا جہاں سایہ فراہم ہو سکتا ہے ۔

زہیر ابن قیس نے مداخلت کی اجازت مانگ کر عرض کیا ۔ قبلہ آپ دیکھ رہے ہیں اس وقت ان کی تعداد کم ہے اور ہم ان سے اس وقت بآسانی نمٹ سکتے ہیں ۔ اگر انہیں مہلت مل گئی تو پھر ان کی امداد میں جو فوجیں آئیں گی ممکن ہے ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو انہیں ہم مار بھگائیں ۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ زہیر آپ کو معلوم ہے کہ میں کبھی بھی ابتدا کرنے کی اجازت نہ دوں گا۔ میرا مقصد جنگ نہیں ہے بلکہ آنے والی نسلوں کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کی تربیت دینا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اسی جگہ اترنے کا حکم دیا۔ جب دونوں طرف سے خیمے لگ گئے تو امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر اپنے احباب و اقربا میں خطبہ دیا۔ جو سلوک ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں، یہ زمانہ کبھی ایک جیسا نہیں رہتا لیکن شرافت اور حق ہمیشہ ایک جیسے رہتے ہیں، آج آپ دیکھ رہے ہے کہ شرافت اس طرح کم یاب ہو چکی ہے جس طرح جام میں تلچھٹ بچ جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ذلت کی زندگی انسان کو موٹا تازہ کر دیتی ہے، لیکن انسان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے آج تم دیکھ رہے ہو کہ نہ تو حق پر عمل کیا جا رہا ہے ۔ اور نہ ہی باطل سے روکا جا رہا ہے ۔ ان حالات میں ہر مومن کا حق ہے کہ دربار خالق میں پہنچنے کی امکانی کوشش کرے ۔ میں عزت کی موت کو سعادت اور ظالمین کے ساتھ زندگی کو ذلت

سمجھتا ہوں ۔

زہیر ابن قیس نے آپ کی بات سنکر عرض کیا ۔

اگر ہمیں اپنی زندگی کا یقین بھی ہوتا تو بھی آپ کے قدموں میں جان کا نذرانہ رکھنے سے ہرگز گریز نہ کرتے۔ اور اب جب کہ اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ یہ ہماری روح کتنے دنوں تک ہمارے جسموں کا ساتھ دیتی ہے ۔

بحار کے مطابق نافع ابن ہلال بجلی نے کھڑے ہو کر عرض کیا ۔ یابن رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے جد بزرگوار کو بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ انحضورؐ اپنی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا نہ کر سکے تھے کہ آپ کے گرد منافقین نے گھیرا تنگ کر رکھا تھا۔ یہ لوگ آنحضورؐ سے نصرت کا وعدہ کرتے تھے لیکن دل میں بغض رکھتے تھے ۔ اور بغض رسول کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتے تھے۔ حد سے زیادہ قسمیں کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ذات احدیت نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ ان کے بعد آپ کے والد محترم امیرالمومنین بھی انہی حالات سے دوچار رہے ۔ ناکثین اور قاسطین سے جنگ کی۔ پھر ذات احدیت نے انہیں اپنے سایہ رحمت میں دنیا سے اٹھا لیا۔ اب آپ ہمارے درمیان ہیں۔ جو شخص آپ سے انحراف کرے گا وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں دے گا۔

ہم حاضر ہیں آپ جہاں چاہیں لے جائیں اور جہاں چاہیں اپنے قدموں میں ہمارے سر ڈال دیں۔ ہم نہ تو اللہ کی قضا کو ناگوار سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی دیار خالق میں حاضری کو ناپسند کرتے ہیں۔ جو شخص آپ کا دوست ہے ہمارا بھی دوست ہے اور جو آپ کا دشمن ہے ہمارا بھی دشمن ہے ۔

لہوف کے مطابق آپ اٹھے سوار ہوئے اور چلنے کا ارادہ کیا۔ جونہی آپ

گھوڑے کو آگے بڑھاتے حر سامنے آ جاتا اسی انداز کی رکاوٹ اور رفتار میں آپ کربلا تک پہنچ گئے ۔ زہیر نے عرض کیا۔

آقا آپ کربلا میں خیمے لگا لیتے ہیں ۔ دریائے فرات کا کنارہ ہے اگر ان لوگوں نے جنگ کی تو ہم بھی جنگ کریں گے ۔

امام حسینؑ نے جونہی کربلا کا نام سنا تو فرمایا ۔ اے اللہ ! میں کرب اور بلا سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔

علامہ تستری نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ کے لیے وہ وقت انتہائی سنگین تھا جب آپ حر کی نگرانی میں کربلا آ رہے تھے ۔ آپ نجف سے صرف تین میل کے فاصلہ سے گزرے لیکن زیارت نہ کر سکے ۔

فصل ۶

اس فصل میں نو مجالس ہیں

پہلی مجلس

امام حسینؑ کا کربلا میں نزول

سید نے لہوف میں لکھا ہے کہ جب آپ لشکر حر کی رکاوٹوں کے باوجود سرزمین کربلا پر دو محرم کو پہنچے تو آپ نے پوچھا اس خطہ کا نام کیا ہے۔ آپ کو بتایا گیا اسے کربلا کہتے ہیں آپ نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ اللھم انی اعوذ بك من كرب و بلاء ۔ اے اللہ میں مصائب اور آزمائشات میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ واقعا یہی مقام کرب و بلا ہے۔ پھر جناب عباس نے فرمایا۔ یہی ہمارا آخری مقام ہے۔ اسی جگہ خیمے لگا دو۔ اسی زمین کو ہمارے خون سے رنگین ہونا ہے۔ یہیں ہمارے مدفن ہوں گے۔ اسی جگہ کی نشان دہی مجھے میرے جد امجد فرما چکے ہیں۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس کے بعد آپ گھوڑے سے اترے خاک کربلا سے ایک چٹکی اٹھائی اسے سونگھا آنسو بہہ پڑے۔ جونہی آپ دو چار قدم چلے تو زمین کربلا کی مٹی کا رنگ زعفران جیسا زرد ہو گیا۔ اور ایک غبار سا اٹھا جو تمام قافلہ پر چھا گیا۔

جناب ام کلثوم زینب نے محمل سے عرض کیا۔ بھیا یہ تو بڑا ہولناک خطہ ہے۔

مجھے تو ابھی سے یہاں ڈر لگ رہا ہے۔ مہیج الاحزان کے مطابق جناب سید الشہداء محمل کے قریب آئے اور فرمایا۔ بہن جب ہمارے بابا جنگ صفین کے لیے جا رہے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا جب اس وادی میں پہنچے تو حسن بھائی کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد پریشان ہو کر اٹھے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حسن بھائی کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس وادی میں خون کا ایک سمندر ہے جس میں میرا حسینؑ ڈوب ڈوب کر ابھر رہا ہے اور ابھر ابھر کر ڈوب رہا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا حسینؑ بیٹے اگر ایسا وقت آ جائے تو کیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا تھا۔ ابا جان! اگر معاملہ خالق اور میرے نانا کے دین کا ہوا تو ایسا صبر کروں گا کہ تاریخ انگشت بدنداں رہ جائے گی۔

سرکار علامہ طریحی کے مطابق آپ نے جناب عباس سے فرمایا۔ بھیا ذرا اس زمین کے مالکوں کا پتہ کرو کہ کون ہیں؟

جناب عباس کچھ دیر بعد غاضریہ اور نینوی سے بنی اسد کے کچھ افراد کو ساتھ لائے۔ آپ نے ان سے ساٹھ ہزار دینار کے عوض چار میل طولاً اور چار میل عرضاً یہ وادی خرید لی۔ پھر انہیں فرمایا کہ چند شرائط کے عوض میں اس کی کاشت اور برداشت تمہارے لیے مباح کرتا ہوں

بنی اسد نے شرائط پوچھیں

آپ نے فرمایا۔

ہماری شہادت کے بعد میری زیارت پر آنے والوں کو ہمارے مزارات کی نشاندہی کرو گے۔

میرے زائرین کی تین دن تک میزبانی کرو گے۔

امام صادق نے فرمایا کہ کربلا امام حسینؑ کا حرم ہے۔ جو آپ کی اولاد اور محبوں کے لیے حلال اور آپ کے دشمنوں کے لیے حرام ہے۔ اس میں ہر قسم کی خیر و برکت ہے۔

مؤلف۔

میں نے کربلا کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں چند باتیں دیکھی ہیں۔

۱۔ کربلا سے مشتق ہے جس کا معنی کیچڑ میں چلتے ہوئے قدموں میں لڑکھڑاہٹ ہوتا ہے۔

۲۔ کربل سے مشتق ہے کربل ایک جڑی بوٹی ہوتی ہے جس کے پھول سرخ ہوتے ہیں اس جگہ یہ بوٹی بکثرت ہوا کرتی تھی۔

۳۔ کرب اور بلا کا مخفف ہے۔ چونکہ یہ خطہ پہلے دن سے مصائب میں معروف تھا اس لیے اس وادی کا نام ہی کرب اور بلا پڑ گیا جو بعد میں کربلا بن گیا اس سلسلہ میں اگر ان مصائب کو گنا جائے جو اس خطہ میں گزرنے والے عوام پر آئے ہیں تو کئی مجلدات پر ہوں گی۔ بلکہ اگر انبیاء پر آنے والے مصائب کا شمار کیا جائے تو بھی کافی ضخیم کتاب۔ بنیگی بطور مثال چند ایک واقعات بطور اشارہ عرض کرتے ہیں۔

بحار کے مطابق حضرت آدم فراق جناب حوا کے زمانہ میں تلاش جناب حوا میں آئے تو آپ اسی خطہ سے گزرے جب مقتل فرزند رسول پر آئے تو آپ کے قدم ڈگمگا گئے۔ ٹھوکر لگی اور گر گئے۔ پاؤں سے خون بہنے لگا۔

عرض کیا بار الہا۔

بہت سے روئے ارض کی خاک چھان چکا ہوں لیکن جیسی تکلیف اس وادی میں پہنچی ہے ایسی کہیں اور نہیں آئی۔ ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا۔ اسی جگہ تیرا ایک فرزند ظلم و جور سے شہید ہو گا جس کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملے گی

جناب ابراہیم گھوڑے پر سوار اس وادی سے گزرے۔ گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ آپ گھوڑے سے گرے سر میں چوٹ آئی خون بہنے لگا۔

عرض کیا بار الہا۔ کس ترک اولی کی پاداش میں میں یہاں گرا ہوں۔ جبریل نے آکر بتایا۔ کوئی ترک اولی نہیں ہوا۔ اسی جگہ خاتم الانبیاء کا فرزند زین ذو الجناح سے زخموں سے چور حالت میں زمین پر آئے گا۔ اور تین گھنٹے تک تیروں پر معلق رہے گا۔ اسی کی یاد تازہ کرنے کی خاطر آپ کا گھوڑا ٹھوکر کھا گیا اور آپ کا خون بہہ پڑا ہے۔

جناب موسیٰ اپنے ایک سفر کے دوران یہاں سے گزرے آپ کا جوتا ٹوٹ گیا اور پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ جس سے خون بہنے لگا۔

عرض کیا بار الہا۔ کوئی غلطی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا غلطی نہیں ہوئی اسی جگہ میرا حسینؑ مظلوم شہید ہو گا۔ تیرا ذرا سا خون اس جگہ گرا ہے تاکہ تجھے اس کی یاد دلا دی جائے۔

جناب اسماعیل کی بکریاں فرات کے کنارے چرتی تھیں۔ آپ کو آپ کے چرواہے نے اطلاع دی کہ دریائے فرات سے پانی نہیں پیتیں۔

جناب اسماعیل نے ذات احدیت کی خدمت میں عرض کیا۔

بار الہا میری بکریاں کہیں بیمار تو نہیں۔ اگر بیمار ہیں تو انہیں شفا دے۔

ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا۔

کوئی بکری بیمار نہیں ہے خود بکریوں سے پانی نہ پینے کی وجہ پوچھ لے۔ جب جناب اسماعیل نے بکریوں سے پوچھا تو انہوں نے فصیح عربی میں جواب دیا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ایک فرزند اسی دریا کے کنارے تین دن کا پیاسا شہید ہوگا۔ جو پانی آپ کی اولاد کو میسر نہ آئے۔ ہم اس سے ایک قطرہ بھی نہیں پئیں گے۔

جناب نوحؑ جب کشتی میں سوار تھے اور کشتی حدود کربلا میں داخل ہوئی تو سخت آندھی چلی۔ پانی میں تلاطم ہوا۔ کشتی چکرا گئی۔ آپ کے ساتھی واویلا کرنے لگے کہ ہم غرق ہو جائیں گے۔

جناب نوح نے عرض کیا۔

بارالہا تقریباً پورے کرہ ارض کا چکر میری کشتی لگا چکی ہے کہیں ایسا طوفان نہیں آیا یہاں کیا بات ہے؟

ذات احدیت نے فرمایا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے یہ وہ مقام ہے۔ جہاں فرزند خاتم الانبیاء تین دن کا تشنہ شہید ہوگا۔

جناب نوح اور آپ کے ساتھیوں نے قاتل امام حسینؑ پر لعنت کی۔ تو کشتی تھم گئی اور طوفان ختم ہوگیا۔

جناب عیسیٰؑ اپنے ایک سفر میں حواریوں کے ساتھ وادی کربلا سے گزرے جب مقام شہادت فرزند رسول پر آئے تو دیکھا کہ ایک شیر نے راستہ روک رکھا ہے جناب عیسیٰ نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا بات ہے تو گزرنے والوں کا راستہ کیوں

روک رہا ہے۔؟

شیر نے عربی فصیح میں جواب دیا ہر ایک کا راستہ نہیں روکتا۔ بس آپ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے ایک طرف ہو جا تا کہ ہم گزر جائیں۔ شیر نے عرض کیا۔ ایک طرف تو ہو جاؤں گا لیکن ایک شرط پر۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا۔ بتا کیا بات ہے۔ شیر نے عرض کیا۔ جب تک آپ فرزند رسول اور شہزادہ بتول کے قاتل پر لعنت نہیں کریں گے۔ اس وقت تک راستہ نہیں ملے گا۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں فرزند رسول تین دن کا پیاسا شہید ہوگا۔

دوسری مجلس

کربلا یا نینوای

قمقام میں ہے کہ نینوٰی نام کی بستی موصل کے علاقہ میں ہے اور یہ وہ بستی ہے جس میں ذات احدیت نے حضرت یونس کو مبعوث کیا تھا۔ اور نینوٰی نامی دوسری بستی کوفہ کے نواح میں ہے جہاں فرزند رسول شہید ہوئے ہیں

مؤلف۔

قمقام کے مذکورہ نظریہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نینویٰ نام کی دو بستیاں تھیں ایک موصل میں اور ایک کوفہ میں۔ بعض مورخین کے بقول حضرت یونس کا مقام بعثت اور امام حسینؑ کا مقتل ایک ہی نینوٰی میں ہے۔ جناب یونسؑ کے دریائے فرات کے کنارے کوفہ میں مدفون بھی اسی نظریہ کا موید ہے۔ شیخ طوسی کے بقول نینوٰی حائر حسینی کے قریب ہے۔ اور کربلا نینوٰی ہی کا ایک حصہ ہے۔

کربلا کا ایک نام غاضریہ بھی ہے۔ بعض مورخین نے قاصریہ اور بعض عامریہ بھی لکھا ہے۔ ویسے صحیح یہی ہے کہ اس کا نام غاضریہ ہے۔ عامریہ اور قاصریہ بنے کی تصحیف ہے۔ قمقام کے مطابق بنی اسد میں سے غاضر نامی شخص سے منسوب ہے کوفہ کے نواح سے ہے جو کربلا سے قریب ہے۔ مناقب میں ہے کہ غاضریہ میں رہنے

والے بنی اسد نے آل محمدؐ کی بے گور و کفن لاشوں کو شہادت کے تیسرے دن دفن کیا تھا۔ اکثر قبور انہیں کھودی ہوئی ملی تھیں۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ غاضریہ وہ مبارک قطعہ زمین ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا تھا۔ اور اسی جگہ جناب نوح نے مناجات کی تھی۔ یہ قطعہ زمین انتہائی محترم ہے۔ اگر اس کا تقدس نہ ہوتا تو اللہ اپنے انبیاء اور اولیاء کا اسے مدفن نہ بناتا۔ غاضریہ میں ہمارے مزاروں کی زیارت کیا کرو۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ کربلا میں دو سو نبی اور دو سو نبی زادے دفن ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شہید تھا۔ راوی کہتا ہے آپ گھوڑے پر اس خطہ میں چکر بھی لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ بخدا اس جگہ گھوڑے ہوں گے، اس جگہ عاشق زخم خوردہ ہو کر زین سے زمین پر آئیں گے۔

اس جگہ ان شہداء کے مدفن ہوں گے۔ عظمت میں ان لوگوں کو نہ کوئی ان سے سابق پائے گا۔ اور نہ ان کے بعد آنے والا کوئی ان کی عظمت شان کو پا سکے گا۔ اس کے بعد آپ گریہ کرنے لگے۔

حضرت علی اس جگہ سے کئی مرتبہ گزرے اور ہر مرتبہ خود بھی روئے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی رلایا اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ کربلا میں آئے آپ امام حسینؑ کے مقام دفن پر آ کر رکے اور انگلی کے اشارہ سے فرمایا۔ وہاں مستورات کے خیمے ہوں گے، یہاں ان کا خون بہے گا۔ ذریت رسول کے نوجوان اسی جگہ اپنی قربانیاں پیش کریں گے۔ ان کی مظلومیت پر ارض و سما روئیں گے اے زمین کربلا۔ تو کتنی خوش نصیب ہے، تیرے دامن میں محبوبان خدا آرام کریں گے۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کربلا ان محبوبان خالق کے انتظار میں تھی شاید یہی وجہ ہے کہ جب ان کا ورود ہوا تو زمین نے گھوڑے کے پاؤں پکڑ لیے۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ جب حر سے نزاع کرتے ہوئے یہ قافلہ سرزمین کربلا میں پہنچا تو امام حسینؑ کا گھوڑا از خود رک گیا۔

آپ نے گھوڑا تبدیل کیا۔ دوسرے گھوڑے کے قدم بھی نہ اٹھے، آپ نے تیسرا گھوڑا تبدیل کیا حتیٰ کہ سات گھوڑے تبدیل کیے لیکن کوئی گھوڑا بھی آگے جانے پر راضی نہ ہوا اس پر آپ نے پوچھا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اس علاقہ کا نام کیا ہے۔

بتایا گیا۔ اس کا نام غاضریہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام بھی ہے؟

بتایا گیا۔ اس علاقہ کو نینوی بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام؟

بتایا گیا۔ شاطی فرات بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام بھی ہے؟

بتایا گیا۔ اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔

آپ نے سرد آہ بھری اور فرمایا۔ ہاں یہی زمین کرب و بلا ہے۔ بس ہمارا سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب آگے مت جانا۔ بخدا یہیں ہمارے خیمے نصب ہوں گے۔ یہی زمین ہمارے خون سے رنگین ہو گی۔ اسی جگہ زہرا زادیوں کے سروں سے چادریں چھنیں گی۔ اسی جگہ ہمارے جوان شہید ہوں گے۔ اسی جگہ ہمارے کمسن ذبح ہوں گے اسی جگہ ہمارے مزار بنیں گے اور ہمارے شیعہ ہماری زیارت کو آئیں گے۔ یہی وہ خاک ہے۔ جس کی نشاندہی میرے نانا نے مجھے کر دی ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے

اور خیام لگانے کا حکم دیا۔ ساتویں تک یہ خیمے یہیں رہے۔ ساتویں کے بعد نویں تک دوسری جگہ عمر سعد کے حکم سے منتقل ہوئے اور نویں کو امام حسینؑ کے حکم سے منتقل ہو کر تیسری جگہ رہے۔ دسویں کی عصر کو عمر سعد نے حکم دیا کہ اب آگ لاؤ تا کہ ان خیام کو پھر کبھی اور کہیں منتقل نہ کیا جا سکے۔

زمین کربلا کے ناموں سے ایک نام عمورا بھی ہے۔ نبی اکرم نے امام حسینؑ سے فرمایا تھا۔ بیٹے ایک وقت تجھے عراق لے جایا جائے گا۔ وہاں ایک زمین ہے جہاں انبیاء اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ اسے عمورا کہا جاتا ہے اسی جگہ تو اور تیرے ساتھی پیاسے شہید ہوں گے۔

عمورا کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کم و بیش ہر نبی کی گذرگاہ یہی خطہ رہا۔ اور ہر نبی نے اس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین جا رہے تھے تو میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ جب آپ وادی نینوی میں پہنچے تو آپ نے فرمایا:

اے ابن عباس کیا اس جگہ کو پہچانتے ہو۔؟

میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین میں نہیں پہچانتا۔

آپ نے فرمایا۔

اے ابن عباس! جس طرح میں اسے پہچانتا ہوں اگر اسی طرح تو بھی اسے پہچانتا تو روئے بغیر نہ رہ سکتا۔ پھر آپ اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

اور فرمایا۔ آہ۔ آہ۔

میں نے آل ابو سفیان کا کیا بگاڑا ہے۔ آل حرب کو مجھ سے کیا رنجش ہے۔

اے ابوعبداللہ صبر کرنا۔ جو کچھ تجھے ان کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے تیرا باپ سب کچھ برداشت کر چکا ہے۔

پھر آپ نے پانی منگوایا۔ تجدید وضو کی اور کافی دیر تک مصروف نوافل رہے۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لیے سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے تو فرمایا۔

ابن عباس ہے؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں گیا ہی کہیں نہیں اسی وقت سے موجود ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس میں نے ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ آسمان سے کچھ سفید رو افراد زمین کربلا پر اتر رہے ہیں۔ زمین کربلا میں خون کا ایک سمندر ہے جس میں میرا حسینؑ۔ میرا لال۔ میرا پارہ جگر اور میرا نور چشم ڈوب رہا ہے۔ فریاد کر رہا ہے مگر کوئی اس کی دادرسی نہیں کرتا۔ پھر آسمان پر اترنے والے میرے پاس آکر مجھے تعزیت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے آل نبی صبر کرو۔ تم کائنات کے بدنصیب ترین ہاتھوں سے شہید ہو رہے ہیں

اے ابن عباس میرا حسینؑ اور میری اور دختر رسول کی اولاد سے سترہ جوان اسی جگہ ظلم و جور سے شہید ہوں گے۔ اس خطہ کو آسمان میں کربلا کہا جاتا ہے اور آسمانوں میں اس کا تذکرہ اسی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح حرمین شریفین اور بیت المقدس کا ذکر ہوتا ہے۔

اے ابن عباس ذرا ادھر ادھر چل کے تلاش کر تجھے یہیں کہیں زرد رنگ کی مینگنیاں ملیں گی۔

چنانچہ میں اٹھا اور تلاش کرنے لگا۔ مجھے چند مینگنیاں مل گئیں۔ میں نے آپ کو بتایا۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسے ہی ملی ہیں۔ آپ نے انہیں دیکھا اور دیکھتے

ہی فرمایا۔ واقعاً یہی وہ ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ ان کا قصہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ اپنے حواریوں کے ساتھ اسی جگہ سے گزرے تھے۔ چند ہرنیاں یہاں رو رہی تھیں۔ آپ انہیں روتا دیکھ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے حواری بھی ساتھ بیٹھ کر رونے لگے۔ آخر حواریوں نے پوچھا۔

اے روح اللہ! اس رونے کا سبب ہمیں بھی بتائیے۔

جناب عیسیٰ نے فرمایا۔ اسی جگہ خاتم الانبیاء اور میری ماں کی مثل طاہرہ بتول کا نونہال بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائے گا۔ پھر آپ نے ہرنیوں کی ان مینگنیوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ بارالٰہا ان مینگنیوں کو اپنی قدرت کاملہ سے باقی رکھنا کہ انہیں حسینؑ مظلوم کا والد دیکھے اور اپنے بیٹے پر میری عزاداری کا گواہ بن جائے۔ اے اللہ قاتلین حسینؑ ان کے معاونین اور ان کے اس عمل پر راضی ہونے والے کو مبارک نہ رکھ۔ یہ واقعہ سنکر حضرت علیؑ اتنا روئے کہ غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو چند مینگنیاں مجھے دیں۔ اور بقیہ کو اپنی عبا کے دامن میں باندھ لیا اور فرمایا۔

اے ابن عباس انہیں محفوظ رکھنا۔ جس دن یہ مینگنیاں خون میں بدل جائیں سمجھ لینا میرا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ میں ہمیشہ ان مینگنیوں کی اپنی جان کی طرح حفاظت کرنے لگا۔ ۶۱ھ کے یوم عاشور عصر کے وقت میں نے دیکھا تو مینگنیاں خون بن چکی تھیں۔ مدینہ کی دیواریں سرخ ہو گئیں اور سورج گرہن زدہ ہو گیا۔

تیسری مجلس

سرزمین کربلا میں گریہ

امام حسین فرمایا کرتے تھے میں کشتۂ عبرت ہوں جو مومن اور مومنہ مجھے یاد کریں گے۔ بے ساختہ وہ رو دیں گے۔ علامہ شوستری نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے کہ کائنات عالم میں حسینؑ اور ان سے تمام متعلقہ امور تا قیامت موجب غم و اندوہ رہیں گے۔

۱۔ جب ہم امام حسینؑ کا نام لیتے ہیں تو غیر شعوری طور پر غم کی لہر ہمارے دل میں سرایت کر جاتی ہے۔ حضرت آدم نے عرض کیا تھا بارالٰہا اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں نام حسینؑ لیتا ہوں تو میرا دل بیٹھ جاتا ہے۔ اور آنسو بہنے لگتے ہیں اس سے بھی زیادہ درد اس وقت پیدا ہوا جب حضرت آدم کی پانچ انگلیوں میں ذات احدیت نے خمسہ نجباء کے انوار عالیہ ودیعت فرمائے۔ نور امام حسینؑ حضرت آدم کے انگوٹھے میں سپرد کیا گیا۔

جناب آدم جب بھی انگوٹھے کی طرف دیکھتے تھے تو آپ پر رقت اور غم طاری ہو جاتا تھا۔ آج تک اولاد آدم میں یہ اثر باقی ہے آج بھی جو شخص بہت زیادہ ہنس رہا ہو۔ اگر اپنے انگوٹھے کی پشت دیکھ لے تو اگر وہ غم گین نہ بھی ہوگا تو

کم از کم اس کی ہنسی از خود رک جائے گی۔

جو چیز امام حسینؑ سے منسوب ہو گی اس سے غم و اندوہ ٹپک پڑیں گے جیسا کہ جناب نوح کی حکایت میں ہے جب جبرئیل نے کشتی میں نصب کرنے کے لیے پانچ کیل آکر دیے۔ جب جناب نوح جبرئیل سے ایک ایک کیل وصول کرنے لگے۔ اور دیکھا کہ ہر کیل نجبائے خمسہ میں سے ایک سے منسوب ہے تو جناب سرور کونین سے لے کر امام حسینؑ تک جو کیل بھی لی اس سے نور کی ایک ایسی کرن پھوٹی کہ جناب نوح کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ جب امام حسینؑ کے نام سے منسوب کیل لی تو اس سے خون ٹپکنے لگا۔ جناب نوح کے ہاتھ خون آلود ہو گئے۔ جناب نوح نے جبرئیل سے اس کی وجہ پوچھی جناب جبرئیل نے واقعات کربلا مختصراً سنا دیتے۔

۳۔ امام حسینؑ کے چہرہ کو دیکھنا بھی باعث حزن و الم تھا۔ اس کے شواہد جناب سیدہ۔ جناب سرور کونین اور جناب امیر کی حیات مبارکہ میں بکثرت موجود ہیں۔ امام حسینؑ کی ولادت پر سرور کونین نے بے ساختہ گریہ کیا۔ آپ کو دیکھ کر جناب سیدہ اور حضرت علیؑ نے بھی گریہ کیا۔ سرور کونین کے متعلق تو تاریخ اس حد تک بتاتی ہے کہ آنحضورؐ جب بھی امام حسینؑ کو دیکھتے تھے تو آپ پر بے ساختہ گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ جو چیز امام حسینؑ سے منسوب ہوتی تھی اسے دیکھ کر بھی آپ روتے تھے۔ حضرت علیؑ کی نظر جب بھی امام حسینؑ پر پڑتی تھی تو رو کر فرماتے تھے۔ یا عبرۃ کل مؤمن و مؤمنۃ۔ اے ہر مومن اور مومنہ کے لیے باعث عبرت بیٹے۔

۴۔ امام حسینؑ کے مزار اور آپ کی مقتل کو دیکھ لینا بھی باعث گریہ و بکا ہوتا ہے۔

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے۔

فرزند رسول کشتہ عبرت ہیں غریب ہیں جو زیارت قبر کرے گا بے ساختہ رو دے گا۔ جو زیارت قبر پر موفق نہ ہوگا وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر رو دے گا اور اس کا دل یاد قبر مظلوم میں جلتا رہے گا۔ آپ کی قبر پر جانے والا خواہ کتنا ہی سنگدل کیوں نہ ہو جب وہ آپ کے حرم میں جاکر آپ کے قدموں میں آپ کے دونوں جوان اور کمسن شہید بیٹوں کو دفن دیکھے گا۔ اس کے آنسو ٹپک پڑیں گے

۵۔ جب امام حسینؑ کا ماہ شہادت آتا ہے تو ہر مومن اور مومنہ کا دل غم و اندوہ سے لبریز ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ غم آنکھوں کے ذریعہ آنسوؤں کی صورت میں ٹپکنے لگتا ہے۔

۶۔ سرزمین کربلا میں قدم رکھتے سے غم کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس کے شواہد تاریخ میں ان انبیاء کے واقعات میں سے ملتے جنہیں مقدر اس خطہ کی طرف لے آئے۔

۷۔ آپ کے مقام دفن کا نام سنتے ہی آنسو بے ساختہ بہہ پڑتے ہیں۔ یعنی صرف کربلا کا نام سنکر ہی رونا آجاتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں موجود ہے کہ خود امام حسینؑ بھی نام کربلا سنکر رو دیتے تھے۔

لہوف میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب کربلا میں خیمے لگا دیے گئے تو امام حسینؑ اپنے خیمے میں بیٹھ کر تلوار صاف کرنے لگے۔ اور یہ اشعار بھی پڑھنے لگے۔

اے زمانہ! افسوس ہے تیرے اس سلوک پر جو دوستوں سے

ہوتا ہے۔ تو کتنی مرتبہ چمکتا ہے اور کتنی مرتبہ تاریکیاں پھیلاتا ہے۔

من طالب وصاحب قتيل والدهر لا يقنع بالبديل

کچھ تلاش کرنے والے ہیں اور کچھ مقتول ہیں۔ اے زمانہ پھر تو کسی معاوضہ پر بھی قناعت نہیں کرتا۔

وكل حی سالك سبيل ما اقرب الوعد من الرحيل

ہر زندہ کا راستہ موت ہے۔ کوچ کا وعدہ کتنا قریب ہے

ما اقرب الوعد من الرحيل وانما الامر الى الجليل

کوچ کا وعدہ کتنا جلدی قریب آجاتا ہے۔ انجام کار اللہ کے ہاں ہی جانا ہے۔

دختر علی نے جب یہ اشعار سنے تو عرض کیا۔

بھیا۔ ایسی باتیں تو وہ کرتے ہیں جنہیں اپنی موت کا یقین ہو چکا ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے اپنی شہادت کا یقین ہی تو اس جگہ تک لے آیا ہے۔

بنت زہرا نے ماتم کرتے ہوئے فرمایا۔ دنیا کا واحد انسان تو ہے حسینؑ! جس نے اپنی خبر موت اپنی زبان سے دی ہے۔ تمام ہاشمیات نے بین کرنا شروع کیے۔ تمام خیام میں ہائے حسینؑ۔ ہائے حسنؑ۔ ہائے محمدؐ۔ ہائے زہراؑ۔ اور ہائے حمزہ سے گریہ شروع ہو گیا۔

امام حسین نے فرمایا۔ زینب۔ بہن! بھلا یہ تو بتا کہ آج تک کوئی اور

بھی زندہ رہا ہے ؟

ثانیہ زہرا۔! آپ تو بتائیں کہ کبھی کسی بھائی نے اپنی بہن کو یہ بھی بتایا ہے کہ میں شہید ہونے والا ہوں ؟

یہ کہہ کر دختر زہرا نے ماتم کرنا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگے۔ بنت زہراؑ ماتم کرتے کرتے غش کھا گئیں۔ امام حسینؑ اٹھے پانی لیا۔ چہرے پر پانی چھڑکا کافی دیر بعد غش سے افاقہ ہوا۔

امام حسین نے فرمایا۔ زینب! جب تک میں زندہ ہوں تو جی بھر کے رو لے لیکن میرے بعد تیری ذمہ داری بدل جائے گی

تیسری مجلس

یزید ابن زیاد اور ابن سعد کی سنگدلی

امام صادق نے فرمایا ہے کہ جس طرح جناب یحیٰ کا قاتل ولدالزنا تھا اسی طرح فرزند رسول کا قاتل بھی ولدالزنا تھا۔ بلکہ اگر کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر وہ شخص جس نے فرزندِ رسول کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں یا یقیناً ولدالزنا تھا۔ یا مجہول النسب تھا اور یا مخدوش النسب تھا۔ یزید ہی کو دیکھ لیجئے اس کی ماں میسون بنت بجدل کلبی نے اپنے باپ کے غلام سے منہ کالا کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں یزید سے حاملہ ہوئی۔ پھر عبید اللہ ابن زیاد کو دیکھئے۔ جس کا باپ زیاد کو بھی ام المومنین عائشہ اپنے باپ کا بیٹا کہہ کر نام لیتی تھیں کیونکہ زیاد کا باپ معلوم نہ تھا زیاد کی ماں سمیہ عرب کی معروف طوائف تھی معاویہ نے اپنے دور حکومت میں زیاد کو حضرت علیؑ کے خلاف استعمال کرنے کی غرض سے اعلان کیا کہ زیاد کی ماں سمیہ نے ایک رات میرے باپ ابوسفیان کے پاس گزاری تھی اور زیاد اسی ایک رات کا نتیجہ ہے لہذا میرا بھائی ہے پھر ابوسفیان نے خود اقرار کیا تھا زیاد کی ماں کو زیاد کا حمل مجھ ہی سے ہوا ہے۔

الاستیعاب میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ زیاد کو کسی کام کے لیے یمن بھیجا جب یہ شخص وہاں سے کامران واپس پلٹا تو اس نے مسجد نبوی میں فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ حضرت عمر کے پاس اس وقت حضرت علیؑ۔ عمرو ابن عاص اور ابوسفیان بیٹھے تھے۔ عمرو نے خطبہ سنکر کہا۔ کاش یہ شخص قریشی ہوتا۔ ابوسفیان نے کہا۔ اگر مجھے حضرت عمر کا خوف نہ ہوتا تو آج میں اس مسجد نبوی میں اس بات کا اقرار کر لیتا کہ زیاد کی ماں کے رحم میں زیاد کی تخم ریزی میں نے ہی کی تھی جسے ایک شاعر نے معاویہ کو یوں کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔

زیاد سے تیرے رشتہ کو وہی نسبت ہے جو ہاتھی کو گدھی کے بچہ سے ہو سکتی ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سمیہ زیاد سے اس وقت حاملہ ہوئی تھی جب تیرا باپ صخر اس کے قریب بھی نہیں بھٹکا تھا۔

یہی صورت حال عبید اللہ ابن زیاد کی ہے اگرچہ اس کا باپ زیاد ہی بتایا جاتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اس کا باپ معلوم ہی نہیں کیونکہ عبید اللہ ابن زیاد کی ماں مرجانہ بھی عرب میں طوائف کے عنوان سے معروف تھی۔ پھر فرزند رسول کا ابن زیاد کو دعی ابن دعی کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں باپ بیٹا حرامزادے تھے۔

جب امام حسینؑ کربلا میں خیمہ زن ہو گئے اور حر نے ابن زیاد کو اطلاع دی پھر ابن زیاد نے یزید کو مطلع کیا۔ امام حسینؑ کو خط لکھا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

امابعد!

اے حسین مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو کربلا میں خیمہ زن ہے۔ مجھے میرے امیر یزید

نے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک کسی گاؤ تکیہ کا سہارا نہیں لوں اور نہ اس وقت تک شراب کا ایک قطرہ چکھوں جب تک تجھے لطیف و خبیر اللہ کے پاس نہ پہنچا دوں یا۔ تو میرے اور یزید کے حکم کی اطاعت کا اقرار نہ کرے۔

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا اور فرمایا۔

وہ قوم کبھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتی جو اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کی خوشنودی حاصل کرے۔

قاصد نے کہا۔ خط کا جواب۔

اے ابو عبد اللہ آپ نے فرمایا اس خط کا میں کیا جواب دوں۔ جو شخص اپنے اور اپنے امیر کی شراب خوری کا برملا اقرار و اعلان کر کے مجھ سے اسلام کے نام پر بیعت اور اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے اسے میں کیا جواب دے سکتا ہوں ان لوگوں کے لیے عذاب جہنم حتمی ہو چکا ہے۔

قاصد نے واپس آ کر جب اطلاع دی تو یہ دشمن خدا غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور عمر ابن سعد سے کہا اب جا کر حسینؑ کو قتل کر دے۔ ایک روایت کے مطابق اس نے اپنے تمام مخصوص امرا کو بلایا اور کہا۔

جو شخص حسینؑ ابن فاطمہ کا سر لائے گا اسے میری اور یزید کی طرف سے بہت بڑا انعام بھی ملے گا اور نقد انعام کے علاوہ دس برس تک کے لیے رے (طہران) کی حکومت بھی ملے گی۔

عمر ابن سعد نے کھڑے ہو کر کہا۔ اگر یہ وعدہ اور انعام ہے تو پھر میں کسی کو اس میں شریک نہیں کروں گا اور دونوں چیزیں میں خود ہی حاصل کروں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ پھر جا اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر دے۔ پانی پر پابندی لگا دے کہ خیام حسینؑ تک ایک قطرہ بھی نہ جانے پائے اور سے آنا۔

عمر سعد نے کہا۔ حکم امیر کی اطاعت ہوگی۔

ابن زیاد نے عمر سعد کو چھ ہزار کا سالار لشکر بنا کر بھیج دیا۔ شیخ مفید کے مطابق عمر سعد ۳ محرم کو کربلا پہنچا۔ کربلا میں فرزند رسول کے مقابلہ میں آنے والا پہلا لشکر عمر سعد کا تھا جو ۳ محرم کو پہنچا اور آخری لشکر شمر ابن ذی الجوشن کا تھا جو ۹ محرم کو پہنچا۔

عمر سعد کا بھانجا حمزہ ابن مغیرہ ابن شعبہ عمر سعد کے پاس آیا اور کہا۔

ماموں جان! خدا کے لیے فرزند رسول کے خون سے ہاتھ سرخ نہ کرنا۔ بخدا آپ کا دنیا سے بھکاری ہو کے مر جانا اس حکومت سے بدرجہا بہتر ہے جس کا تخت آپ کو فرزند رسول کی لاش پر سے گزر کر ملے۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے سوچنے کا موقعہ دو پھر بتاؤں گا۔ اسی فکر کے نتیجہ میں عمر سعد جس نتیجہ پر پہنچا ہے اس نے حسب ذیل اشعار میں کہا ہے۔

فواللہ ما ادری وانی لحائر — افکر فی امری علی خطرین

بخدا! مجھے کچھ معلوم نہیں ہو رہا اور میں حیران ہوں اپنے سلسلہ میں میں دو باتوں میں غور کر رہا ہوں۔

ءاترک ملک الری والری منیتی — ام ارجع ماثوما بقتل حسین

کیا میں حکومت رے چھوڑ دوں؟ حالانکہ رے پر حکومت میری بہت بڑی خواہش ہے۔ یا کیا قتل حسینؑ کے گناہ کا بہت بڑا بوجھ اٹھالوں۔

حسین ابن عمی والحوادث جمۃ — لعمری ولی فی الری قرۃ عین

رشتہ میں حسینؑ میرا چچازاد ہے لیکن حادثات زمانہ بھی عجیب ہیں مجھے اپنی زندگی کی قسم ری کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الا انما الدنیا بخیر معجل — فما عاقل باع الوجود بدین

یقینی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بہتری نقد ہی میں ہوتی ہے اور کوئی عقل مند نقد کے عوض ادھار قبول نہیں کرتا۔

یقولون ان اللہ خالق جنۃ — ونار تعذیب و غل یدین

لوگ کہتے ہیں کہ کوئی اللہ ہے جو جنت، جہنم، عذاب اور ہاتھوں میں زنجیر ڈالنے والا خالق ہے۔

فان صدقوا فیما یقولون اننی — اتوب الی الرحمن من سنتین

جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اگر واقعی سچ ہے تو پھر دو برس کے اندر اندر میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرلوں گا۔

وان کذبوا فزنا بدنیا عظیمۃ — وملک عقیم دائما الحجلین

اگر لوگوں کا نظریہ جنت و جہنم اور توحید و خلق جھوٹ ثابت ہوا تو پھر دنیا کی عظیم کامیابی اور بانجھ حکمرانی جو ہمیشہ رہنے والی ہوگی ہمیں مل رہی ہے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق جب عمر سعد نے یہ اشعار کہے تو ہاتف غیبی نے اسے حسب ذیل جواب دیا۔

الا ایھا النغل الذی خاب سعیہ — وراح من الدنیا ببخسۃ عین

اے وہ احمق! جس کی ہر کوشش ناکام ہو چکی ہے اور دنیا سے اصل

سرمایہ بھی ضائع کر کے جانے والا ہے۔

ستصلی جحیما لیس یطفی حمیھا   وسعیك من دون الرجال بشین

تجھے جہنم کا وہ عذاب نصیب ہو گا جس کی آگ کبھی نہ بجھے گی اور دوسرے لوگوں سے ہٹ کر تیری یہ کوشش تجھ پر دائمی لعنت و پھٹکار کی باعث ہو گی۔

اذا انت قاتلت حسین بن فاطمہ   وانت تراہ اشرف الثقلین

جب تو حسینؑ ابن فاطمہ سے نبرد آزما ہو گا اور تو اسے شرف الثقلین بھی سمجھتا ہے۔

فلا تحسبن الذی یا اخسر الورٰی   تفوز بہ من بعد قتل حسین

اے کائنات کے خسارہ زدہ شخص قتل حسینؑ کے بعد ملک ری کی حکومت کا خیال دل سے نکال دینا۔ تجھے کبھی نہ ملے گی

اور یہ حقیقت ہے کہ حکومت ری کا خواب عمر ابن سعد کے لیے کبھی پورا نہ ہو سکا فرزند رسول نے بھی یوم عاشور فرمایا تھا۔

اے ابن سعد تو مجھے اس گمان میں قتل کر رہا ہے کہ حرمزادہ تجھے ری کی حکومت دے دے گا۔ میرے قتل کے بعد تو خوشی کا ایک دن بھی نہ دیکھ سکے گا تو جو چاہے کرے۔ میرے قتل کے بعد تیری آخرت تو ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم کی نذر ہو جائے گی لیکن دنیا میں بھی تجھے چین کا سانس کوئی نہ لینے دے گا۔ میں بہ چشم امامت سے آج بھی دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر کوفہ کے چوک پر نیزہ پر نصب ہے اور بچے تیرے سر پر پتھر برسا رہے ہیں۔

امام حسینؑ کی یہ بات سنکر اس مردود نے منہ پھیر لیا تھا۔

ایک مرتبہ پھر ایک ایسا وقت آیا جب اس ملعون نے منہ پھیر لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب شمر کند خنجر سے فرزند زہرا کے خشک اور نازک گلے پر پے در پے وار کر رہا تھا اور بنت زہراؑ تل زینبیہ پر کھڑے ہو کر اپنے بھائی کی غربت اور مظلومی دیکھ رہی تھی، اس وقت بی بی نے اس ظالم کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

یا بن سعد ایقتل ابو عبد اللہ   اے ابن سعد! تعجب ہے

وانت تنظر۔   فرزند رسول شہید کیا جا رہا ہے

اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔

بحار میں اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ سعد سے فرمایا تھا۔ تیرے گھر میں ایک سنگدل بچہ ہے۔ جو میرے حسینؑ کے بے گناہ خون سے اپنے ہاتھ سرخ کرے گا۔

البتر المذاب میں محمد ابن سیرین نے لکھا ہے کہ عمر سعد کے متعلق حضرت علیؑ کی کرامات حرف بحرف سچی ثابت ہوئیں۔ ایک مرتبہ جب کہ عمر سعد نوجوان تھا حضرت علیؑ کو راستہ میں ملا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اے ابن سعد۔ وہ کیسا وقت ہو گا جب تو جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہو گا۔ تجھے ان میں سے کسی کو چننے کا اختیار دیا جائے گا اور تو جہنم کا انتخاب کرے گا۔

چونکہ اس وقت حضرت علیؑ کے ساتھ صحابہ بھی تھے۔ یہ بات بہت زیادہ مشہور ہو گئی۔ یہ شخص جدھر سے بھی گزرتا تھا لوگ اسے قاتل حسینؑ کے نام سے متعارف کراتے تھے۔ اس نے یہ بات سن لی تھی۔ ایک دن امام حسینؑ کے پاس آیا اور کہا۔

اے ابو عبد اللہ! یہ احمق کہتے پھرتے ہیں کہ میں آپ کا قاتل ہوں۔

آپ نے فرمایا ۔ تو غلط کہہ رہا ہے یہ لوگ احمق نہیں ہیں دانشمند اور شریف ہیں۔ میں بھی تجھے بتا دوں کہ یاد رکھنا کہ عراق کی گندم بہت کم نصیب ہو گی ۔

یہ خاموش ہو کر واپس پلٹ آیا۔ لیکن ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں فرزند رسول کا قاتل کبھی نہ بنوں گا۔ لیکن وہی ہوا جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ کربلا میں امام حسینؑ نے اسے جنگ سے باز رکھنے کی خاطر بہت کوشش کی۔ لیکن یہ مردود باز نہ آیا۔ نویں محرم کی رات امام حسینؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ میں تنہائی میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اور اپنے لشکر کے درمیان آ جا بات کریں گے۔ چنانچہ بیس افراد لے کر یہ آیا۔ امام حسینؑ بھی اپنے بیس ساتھی لے کر آئے۔ امام حسینؑ نے جناب عباس اور شہزادہ علی اکبر کے سوا دیگر ساتھیوں کو ایک طرف بٹھا دیا۔ عمر سعد نے بھی اپنے بیٹے حفص اور ایک غلام کے علاوہ دوسروں کو ایک طرف بیٹھنے کو کہا۔ جب تنہائی میں ملاقات ہوئی تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے ابن سعد کیا تو اپنی اور لوگوں کی وہ تمام باتیں بھول گیا ہے ؟ اللہ سے ڈر۔ قیامت کا خوف کر۔ کیا تو مجھے قتل کرتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ کس کا بیٹا ہوں اور کس کا نواسہ ہوں ؟ انہیں چھوڑ دے میرے ساتھ مل جا۔ دربار خالق تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ میرے ساتھ الحاق ہے

ابن سعد نے کہا۔ اے فرزند رسول! آپ سچ فرما رہے ہیں۔ لیکن مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے انہیں چھوڑ دیا تو میرا گھر لوٹ لیا جائے گا

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تیرا لوٹا ہوا گھر میں آباد کر دوں گا۔

عمر سعد نے کہا یہ لوگ میرا گھر گرا دیں گے اور میری جائیداد ضبط کر لیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تیرا گھر تجھے میں بنا دوں گا اپنی حجاز میں موجود جائیداد تجھے دے دوں گا۔ تجھے معلوم ہے کہ معاویہ مجھ سے دس لاکھ دینار کے عوض خریدنا

چاہتا تھا لیکن میں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے میرے اہل و عیال کو مصائب سے دوچار کیا جائے گا۔

امام حسینؑ خاموش ہو گئے۔ کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر واپس آتے ہوئے فرمایا۔

اے ابن سعد یاد رکھنا میں نے کوفہ میں بھی تجھے بتایا تھا اور آج بھی بتا رہا ہوں کہ عراق کی گندم تیرے نصیبوں میں نہیں ہے ۔

اس نے از راہ مذاق کہا۔ چلو گندم نہ سہی جو تو مل جائیں گے انہی پر گزارہ کروں گا۔

پانچویں مجلس

عمر سعد کی سنگدلی

کامل ابن اثیر سے مروی ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد ابن زیاد نے عمر ابن سعد سے کہا۔

وہ تحریر کہاں ہے جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے سلسلہ میں بھیجی تھی ؟۔

عمر سعد نے کہا ۔ میں آپ کے کسی ضروری کام کے لیے گیا راستہ میں مجھ سے گم ہو گئی ہے ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ مجھے وہ تحریر چاہیے اور اسی وقت چاہیے جلدی لے کے آ ۔

عمر سعد نے کہا ۔ میں غلط بیانی نہیں کر رہا ہوں وہ گم ہو چکی ہے ۔

ابن زیاد نے کہا ۔ میں کچھ نہیں جانتا ۔ مجھے ابھی اور اسی جگہ وہ تحریر چاہیے

عمر سعد نے کہا ۔

میں نے اسے محفوظ رکھا ہوا ہے اب وہ تجھے نہیں مل سکتی ۔ وہ تحریر قریش کی تمام عورتیں پڑھیں گی ۔ اور مجھے قتل حسینؑ میں معذور سمجھیں گے ۔ بخدا !

قتل حسینؑ کے سلسلہ میں میں نے تجھے باز رکھنے کی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی تھی ۔ اور میں نے تجھے اس حد تک روکا تھا کہ اگر میں اپنے باپ سعد ابن ابی وقاص کو بھی اتنی ہی مقدار میں کسی بات کی نصیحت کرتا تو دنیا کہتی کہ میں نے بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا ہے ۔

عثمان ابن زیاد عبیداللہ کا بھائی اس گفتگو میں موجود تھا ۔ اس نے کہا ۔ بخدا ۔ ابن سعد ٹھیک کہہ رہا ہے ۔ کاش میں بنی زیاد سے نہ ہوتا آج بنی زیاد کا کوئی بچہ بھی ایسا نہیں جس پر قتل حسینؑ کے سلسلہ میں لعنت نہ برس رہی ہو اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا ۔

کاش حسینؑ ہمارے ہاتھوں قتل نہ ہوتا ۔

عبیداللہ ابن زیاد نے کسی بھی بات کو محسوس نہ کیا ۔ اپنی نخوت میں ہی مدہوش رہا ۔

عمر سعد اٹھ کر اپنے گھر واپس چلا گیا اور راستہ میں باآواز بلند کہنے لگا ۔

مجھ جیسا خسارے کا سودا کر کے آج تک اپنے گھر کوئی بھی بد نصیب واپس نہ پلٹا ہوگا ۔ میں نے ایک فاسق ظالم ابن ظالم اور فاجر ابن فاجر ابن زیاد کی اطاعت کی اور اس کے مقابلہ میں فرزند رسول اور جگر پارہ علیؑ و بتول امام عادل کی نہ صرف نافرمانی کی بلکہ اس کے مظلوم خون سے اپنے ہاتھ سرخ کیے ۔ رشتہ کی پروا نہ کی ۔

حمید ابن مسلم سے مروی ہے کہ عمر سعد سے میری دوستی تھی کربلا سے واپسی کے بعد عمر سعد کے پاس گیا اور پوچھا کیا حال ہے ؟

کہنے لگا مجھ سے میرا حال مت پوچھ ۔ آج تک جتنے لوگ بھی گھر سے

باہر جا کر واپس پلٹے ہوں گے ان تمام میں مجھ جیسا بدنصیب پلٹنے والا کوئی نہ ہوگا میں نے انتہائی قریب ترین رشتہ دنیا پر قربان کر دیا ہے۔ میں بہت بڑے جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں۔

عمر سعد کی امام حسینؑ سے قرابت:۔

عمر ابن سعد ابن ابو وقاص مالک ابن اہیب ابن عبد مناف یہ ہے عمر سعد کا سلسلہ نسبت، اور امام حسینؑ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

حسین ابن علی ابن ابو طالب ابن عبد المطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف۔ گویا عمر سعد سے نبی کریم کا جد امجد کا فاصلہ چار پشت کا تھا۔ اور امام حسینؑ سے جناب عبد مناف کا فاصلہ پانچ پشت کا تھا۔

اسی لیے امام حسینؑ نے شبیہ رسول کی شہادت پر عمر سعد کو یہ بددعا دی تھی۔ اے پسر سعد جس طرح تو نے میرے ساتھ قطع رحمی کی ہے اللہ تیری رحم قطع کرے۔

تمقام کے مطابق جب یزید اپنے انجام کو پہنچ گیا اور یزید کے بیٹے معاویہ نے حکومت لینے سے انکار کر دیا اس وقت ابن زیاد بصرہ میں تھا اس نے اہل کوفہ کو خط لکھا کہ تم میری بیعت کر لو۔ تمام اہل کوفہ نے انکار کر دیا۔ عمر سعد کوفہ میں تھا کچھ لوگوں نے عمر سعد کی بیعت کرنے کا خیال کیا۔ جب یہ اطلاع بنی ہمدان۔ بنی ربیعہ بنی کہلان اور بنی نخع کو موصول ہوئی تو ان قبائل کی مستورات ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کے بین کرتی ہوئی گھروں سے نکل کر مسجد کوفہ میں آ گئیں مرثیہ خوانی اور ماتم حسینؑ کرنے لگیں۔

کیا ابن سعد فرزند رسولؐ اور جگر گوشہ علیؑ و بتولؑ کے قتل سے سیر نہیں ہوا اب ہمارا حکمران بننا چاہتا ہے۔

جو لوگ عمر سعد کی بیعت کرنے کی خاطر فضا ہموار کر رہے تھے انہوں نے یہ خیال ترک کر دیا۔

تمام لوگوں نے اس خبیث سے قطع تعلقی کر لی تھی۔ جب بھی کہیں سے گزرتا تو لوگ اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔ اگر مسجد میں آتا تھا تو لوگ مسجد چھوڑ کر باہر نکل جاتے تھے۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا لعنت کے سوا اور کوئی بات نہ کرتا تھا بچے اس کے پیچھے نعرے لگاتے تھے۔

قاتل حسینؑ آ رہا ہے بھاگو۔

قاتل حسین آ رہا ہے اس پر لعنت کرو۔

بالآخر یہ تنگ آ کر گھر میں بیٹھ رہا اور اس نے آنا جانا ترک کر دیا اور اپنے کیفر کردار کے پہنچنے تک گھر میں ہی پڑا رہا۔

کتاب التسلی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ہمارا دشمن دنیا میں ہی مسخ ہو جاتا ہے۔ اس کی شکل خنزیر یا بندر جیسی ہو جاتی ہے اور دنیا کے بعد عذاب الیم اسکا منتظر ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا کے بعد جب عمر سعد گھر آیا تو اس کی شکل بندر جیسی ہو چکی تھی۔ اس کے گلے میں طوق نما داغ پڑ چکا تھا۔ حتیٰ کہ گھر والے اسے پہچان تک نہ سکے۔

طبری میں عمار ابن عبید اللہ سے مروی ہے کہ اس وقت عمر سعد کے پاس گیا جب اسے کربلا کی طرف جانے کا حکم مل چکا تھا اس نے مجھے بتایا کہ ابن زیاد مجھے فرزند رسول کے مقابلہ میں بھیجنا چاہتا ہے لیکن میں نے انکار

کر دیا ہے۔ میں نے کہا تو نے بہت اچھا کیا ہے۔ پھر بھی خیال رکھنا فرزند رسول کے مقابلہ میں جا کر منہ کالا نہ کرنا۔

میں واپس آگیا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی نے بتایا کہ عمر سعد کربلا جانے کی خاطر لشکر تیار کر رہا ہے۔ میں دوڑ کر آیا۔ اپنی جگہ بیٹھا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو رخ پھیر لیا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ نہیں رہے گا

بحار میں ہے کہ نو محرم کو بریر ابن خضیر ہمدانی نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں عمر سعد سے پانی کے معاملہ میں بات کروں؟

آپ نے فرمایا۔ بے شک کرو۔ اگر دے گا تو فبہا ورنہ اتمام حجت تو ہو جائے گا۔ بریر اس کے پاس آیا اور عمر سعد کو سلام کیے بغیر بیٹھ گیا۔

عمر سعد نے کہا۔ اے ہمدانی تو نے مجھے سلام نہیں کیا۔ کیا میں اللہ اور رسول کو پہچاننے والا مسلمان نہیں ہوں؟

بریر نے کہا۔ اگر تو مسلمان ہوتا تو اپنے نبی کی عترت کے قتل اور قید کرنے کو ہرگز نہ نکلتا۔ ذرا اپنے اسلام کا اندازہ اپنے اس عمل سے کر۔ دریائے فرات سے وہ کونسا جانور ہے جو پانی نہیں پی رہا۔ لیکن رسول و بتول کی عترت کنارے دریا پانی کے ایک قطرہ تک کو ترس رہی ہے۔ پھر بھی تو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔

عمر سعد نے کچھ دیر کے لیے سر جھکایا۔ پھر کہا۔ بریر میں علم یقین کی حد تک جانتا ہوں کہ جو بھی عترت رسول سے مقابلہ ان کے حقوق غصب کرے گا یا ان سے جنگ کرے گا اس کا انجام دائمی جہنم ہے۔ لیکن بریر انصاف سے بتا کیا تو یہ چاہتا

ہے کہ مجھ سے ری کی حکومت چھن جائے اور کوئی دوسرا ری کا حکمران بن جائے بخدا یہ سعادت مجھ سے نہیں ہو گی۔

بریر نے واپس آ کر عرض کیا۔ قبلہ عمر سعد ری کی حکومت کے عوض آپ کے قتل پر کمر بستہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ حکومت ری اسے کبھی نصیب نہ ہو گی۔

جب عمر سعد کربلا میں آیا تو اس نے عروہ ابن قیس احمسی سے کہا کہ جا اور امام حسینؑ سے پوچھ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں!

عروہ ابن قیس بھی ان افراد سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اس نے معذرت کی۔ ایک ایک سے عمر سعد نے کہا لیکن ہر ایک نے معذرت کی بالآخر کثیر ابن عبداللہ نے کہا کہ اگر اور کوئی نہیں جاتا تو پھر مجھے بھیج دیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں ابھی شہید کر کے آجاؤں۔ اس شخص کے متعلق مورخین نے بتایا ہے کہ یہ شخص بڑا۔ بے باک۔ گستاخ۔ جسارہ اور بہادر تھا اور جو کہتا تھا اسے کرنے کی خاطر جان کی بازی لگا دیتا تھا۔

عمر سعد نے کہا۔ قتل نہیں کرنا۔ صرف اتنا پوچھنا ہے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟۔

کثیر کو آتے ہوئے جب ابو ثمامہ صیداوی نے دیکھا تو عرض کیا۔

اے فرزند رسول بدترین خلائق شخص آ رہا ہے جو انسان کو چیونٹی کی طرح مسل ڈالتا ہے اور پھر کبھی احساس بھی نہیں کرتا جب کثیر قریب آیا۔ تو ابو ثمامہ نے کہا۔

اپنی تلوار یہاں رکھ دے پھر آگے جانا

کثیر نے کہا۔ میری تلوار تو میرے مرنے کے بعد ہی مجھ سے جدا ہو سکتی ہے

میں قاصد ہوں اگر میرا پیغام سننا چاہو تو سنا دوں گا اگر انکار کر دو گے تو واپس چلا جاؤں گا۔

ابو تمامہ نے کہا۔ اگر تلوار رکھنا نہیں ہے تو پھر تیری تلوار کے دستہ پر میں اپنا ہاتھ رکھوں گا۔ پھر تو اپنا پیغام سنائے گا۔

کثیر نے اس سے بھی انکار کر دیا۔

ابو تمامہ نے کہا اس حالت میں میں تجھے اپنے آقا کے پاس ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ جو پیغام ہے مجھے دے دے میں خود پہنچا دوں گا۔ تو ایک فاجر اور ناقابل اعتماد شخص ہے۔

کثیر نے جناب ابو تمامہ کو گالیاں بکنا شروع کر دیں اور واپس عمر سعد کے پاس آ گیا۔

پھر عمر سعد نے قرہ ابن قیس حنظلی کو بلایا اور کہا جا امام حسینؑ سے پوچھ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

جب حبیب ابن مظاہر نے قرہ کو آتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا۔ آقا یہ شخص دشمن ہونے کے باوجود شریف ہے بات انسانوں کی طرح کرے گا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ یہ شخص ان بھیڑیوں میں پھنس کیسے گیا ہے۔ حالانکہ دانشمند اور صاحب الرای ہے۔

جب یہ شخص قریب آیا اسے کسی نے نہ روکا۔ امام حسینؑ کو سلام دیا اور عمر سعد کا پیغام پہنچایا۔

امام حسین نے فرمایا۔ میں خود سے نہیں آیا تم لوگوں نے بلایا ہے تو آ گیا ہوں اب اگر تمہیں میرا آنا گوارا نہیں تو راستہ چھوڑ دو۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اے قرہ اللہ تجھے ہدایت دے یہ کیا کر رہا ہے؟

کیا ظالموں کا ساتھ دے گا اور مظلوم فرزند رسول کو تنہا چھوڑ کر واپس چلا جائے گا

قرہ نے کہا۔ اس وقت تو میں بہر صورت ایک قاصد بن کر آیا ہوں۔ جا کر پیغام کا جواب دے دوں پھر سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

عمر سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ۔

اما بعد۔ میں نے فرزند رسول کے پاس قاصد بھیج کر سوال کیا ہے کہ آپ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا ہے کہ تم نے بلایا ہے تو میں آ گیا ہوں۔ اگر تم پسند نہ کرو۔ تو راستہ چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں گا۔

حسان ابن قائد عبسی کہتا ہے جب عمر سعد کا خط ابن زیاد کو ملا اس وقت اس کے پاس بیٹھا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے کہا۔

اب وہ واپس جاتا ہے جب ہمارے نیزے اس کے دل تک اور ہماری تلواریں اس کے گلے تک پہنچ چکی ہیں اب وقت گزر چکا ہے۔

چھٹی مجلس

ابن زیاد کا عمر سعد کو خط

عمر سعد کے خط کے جواب میں ابن زیاد نے یہ خط لکھا۔

امابعد۔

میں نے تیرا خط پڑھ لیا ہے اور تیرا مقصد بھی سمجھ گیا ہوں اب تو میرا خط پڑھ کر اس کا مقصد بھی سمجھ لے۔ امام حسینؑ سے کہہ کر وہ اور اس کے جملہ ساتھی پہلے یزید کی بیعت کریں پھر ہم دیکھیں گے کہ ان سے کیا سلوک کرنا ہے۔

والسلام

پھر ابن زیاد نے الصلوۃ جامعہ کی ندا کرائی جب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو گئے تو ابن زیاد منبر مسجد پر آیا اور بنی امیہ کے فضائل بیان کر کے کہا۔ یزید نے تمہیں ہر قسم کی سہولت دی ہے اور تمہارے وظائف میں اضافہ کا حکم دیا ہے۔ قبل ازیں جسے جو کچھ ملتا تھا آج کے بعد اسے ایک سو دینار اس سے اور زیادہ ملے گا جس کا جی چاہے ابھی مجھ سے وصول کرے۔ البتہ یزید کی خواہش ہے کہ امام حسینؑ کا معاملہ جلد از جلد ختم ہو جائے لہذا آؤ مجھ سے اپنے وظائف لے لو اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے عمر سعد کی امداد کو کربلا پہنچو۔ ابن زیاد نے جو لشکر کربلا بھیجے۔ مورخین کا ان میں

سخت اختلاف ہے بہر طور جو کچھ میسر آسکا ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ عمر سعد۔ چھ ہزار

۲۔ شمر ابن ذی الجوشن چار ہزار

یہ کمینہ اپنا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا پھر نو محرم کو مزید لشکر لے کر آیا تھا۔

۳۔ عروہ ابن قیس چار ہزار

۴۔ سنان ابن انس چار ہزار

۵۔ حصین ابن نمیر چار ہزار

۶۔ یزید ابن رکاب کلبی دو ہزار کل تیس ہزار

۷۔ مازنی تین ہزار

۸۔ خولی اصبحی تین ہزار

یہ تمام لشکر چھ محرم تک کربلا میں پہنچ گئے تھے۔ ویسے مورخین میں کل فوج یزید میں بھی اختلاف ہے۔

۱۔ سبط ابن جوزی نے کل تعداد چھ ہزار بتائی ہے۔

۲۔ ابن طاؤس نے لہوف میں۔ اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں اور علامہ مجلسی نے کل تعداد بیس ہزار بتائی ہے۔

۳۔ یافعی نے مرآۃ الجنان اور محمد ابن طلحہ نے مطالب السئول میں بائیس ہزار لکھی ہے۔

۴۔ ابن شہر آشوب نے پینتیس۔ ۳۵۔ ہزار تعداد لشکر یزید لکھی ہے۔

۵۔ شرح شافیہ میں فوج یزید کی کل تعداد پچاس ہزار بتائی گئی ہے

۶۔ ابو مخنف نے مقتل میں فوج یزید کی کل تعداد اسی ہزار بتائی ہے جو سب کے سب کوفی تھے۔

۷۔ بعض مورخین نے لشکر یزید کی تعداد ایک لاکھ۔ بعض نے دو لاکھ اور بعض نے آٹھ لاکھ بتائی ہے۔

بہر صورت الفاظ میں لشکر یزید کو کثرت جس طرح بیان کی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعداد لاکھوں میں تھی۔

ایک مورخ نے بتایا ہے کہ اگر کوئی بلند مینار پر چڑھ کر میدان کربلا میں دیکھتا تو اسے حدنگاہ تک انسانوں کے سر۔ گھوڑوں کے کان نیزوں کی انیاں اور تلواروں کی چمک کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا۔

ایک مورخ نے فوج یزید کو طوفانی سیلاب گھمبیر تاریک رات۔ فضا میں چھائی ہوئی ٹڈی دل۔ ذرات ریگ اور موسلا دھار بارش کی برسات سے تشبیہ دی ہے۔

ایک مورخ نے فوج یزید کی کثرت کا اندازہ کوفہ کے لوہاراں بازار میں مصروفیت سے لگانے کی کوشش کی ہے اس کا بیان ہے کہ کوفہ کا طویل ترین بازار لوہاراں یکم محرم سے نو محرم تک چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا۔ اور اس میں صرف تلواریں نیزے، تیروں کے پھل۔ زرہ۔ خود اور دیگر جنگی اسلحہ تیار ہوتا رہا۔ اسی بازار کے ایک حصہ میں ایک شعبہ۔ دو شعبہ اور سہ شعبہ تیر بنا کر انہیں زہر میں بجھایا جاتا تھا۔ حد یہ ہے کہ جتنا اسلحہ بھی حاصل کیا گیا سب کا سب زہر آلود کرایا گیا۔

ابن زیاد نے جب وظائف تقسیم کر دیئے اور لوگوں کو کربلا جانے کی ہدایت کی تو پھر منادی کو حکم دیا کہ کوفہ کی ہر گلی اور کوچہ میں یہ اعلان کر دے کہ۔ جو شخص کوفہ

میں موجود پایا گیا اور کربلا میں ابن سعد کی امداد کو نہ گیا اس کا خون مباح ہو گا۔

اس اعلان کے بعد سیکرٹ سروس کو حکم دیا کہ کوئی شخص ملے اسے پکڑ لاؤ۔ ایک مسافر کو پکڑ کر لایا گیا۔ ابن زیاد نے اس سے پوچھا کہ تو جنگ میں کیوں نہیں گیا؟

اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ کا رہائشی نہیں ہوں۔ میں شام سے مسافر ہوں یہاں ایک شخص میرا مقروض تھا۔ اس سے اپنی رقم وصول کرنے آیا ہوں۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ بات تو اس کی درست معلوم ہوتی ہے لیکن اسے دیکھ کر ہر شخص یہی کہنے لگے گا کہ میں بھی کوفہ کا نہیں ہوں اس لیے ڈسپلن کا تقاضا یہ ہے کہ اسے قتل کر دو تاکہ اور کسی کو جنگ سے بھاگنے کا حوصلہ نہ ہو۔

طبری کے مطابق شمر نے ابن زیاد سے کہا۔ کہ میری معلومات کے مطابق ابن سعد اور امام حسینؑ رات کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان بیٹھ کر مذاکرات کرتے رہتے ہیں۔

ابن زیاد نے سات محرم کی صبح کو عمر سعد کے نام خط بھیجا۔ اما بعد۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو رات کے وقت اپنے لشکر سے نکل کر مسند بچھاتا ہے۔ پھر امام حسینؑ کو بلا کر مسند پر بٹھاتا ہے اور اس کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھا مذاکرات کرتا رہتا ہے میرا یہ خط ملنے کے بعد رات کا بیٹھنا چھوڑ دے۔ اور امام حسینؑ کو بتا دے کہ۔ وہ میرے حکم کی اطاعت کرے۔ اگر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے تو دریائے فرات کے کنارے پر مکمل پہرے بٹھا دے تاکہ خیام حسین تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ جانے پائے۔

قمقام میں ہے کہ ابن زیاد کو اس بات پر سخت غصہ تھا کہ وہ امام حسینؑ سے جنگ کو ٹال رہا ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے جویریہ ابن بدر تمیمی کو پیغام دے کر بھیجا

اگر ابن سعد جنگ میں مزید ٹال مٹول کرے تب مجھے اطلاع دینا تاکہ میں کسی اور کو امیر الامراء بناؤں۔

طبری کا بیان ہے کہ مجھے سعد ابن عبیدہ نے بتایا ہے کہ گرمی سخت تھی ہم ابن سعد کے ساتھ دریائے فرات میں نہا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عمر سعد کو کنارے بلایا پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اور کہا کہ ابن زیاد نے جویریہ ابن بدر کو بھیجا ہے کہ اگر عمر سعد جنگ میں مزید تاخیر کرے تو اسے موقع پا کر قتل کر دینا یہ سنتے ہی عمر سعد دریا سے باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا، ہتھیار لگائے اور لوگوں سے کہا کہ اٹھو اور جنگ شروع کر دو۔

ساتویں مجلس

پانی پر پابندی

بحار میں داؤد رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا آپ نے پینے کے لیے پانی مانگا جب پانی پی لیا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا۔ اللھم العن قاتل الحسین جو شخص بھی پانی پی کر امام حسینؑ کو یاد کر کے اس کے قاتلوں پر لعنت کرے اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکیوں کا اضافہ کرتا ہے۔ ایک لاکھ بدعملی کو مٹا دیتا ہے ایک لاکھ مراتب میں اضافہ فرماتا ہے ایک مرتبہ قاتل حسین پر لعنت کرنے سے ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ اسے انتہائی پرسکون اور مطمئن دل سے محشور کرے گا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جب بھی پانی پیئے امام حسینؑ کی پیاس یاد کر کے اس کے قاتلوں پر لعنت کرے خصوصاً ہم شیعوں کے لیے اور ضروری ہے کیونکہ امام حسینؑ نے اپنی آخری وصیت میں شیعوں کو بالخصوص مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ شیعتی مهما شربتم ماء عذب فاذکرونی میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے ضرور یاد کرنا۔ او سمعتم بغریب او شهید فاندبونی یا جب کسی مسافر یا مظلوم کی خبر موت و شہادت سنو تو ہائے حسینؑ کر کے میری

مظلومانہ شہادت پر دو آنسو ضرور بہا لینا۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ امام حسینؑ کے لیے سات محرم بروز منگل پانی پر پابندی لگائی گئی تھی۔ اسی دن صبح صبح عمر سعد کو ابن زیاد کا یہ خط موصول ہوا تھا۔

امابعد۔

میرا خط پہنچنے کے بعد حسین اور اس کے تمام ساتھیوں اور پانی کے مابین حائل ہو جانا ان لوگوں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ ملنا چاہیے۔

والسلام

خط موصول ہوتے ہی عمر سعد نے عمرو ابن حجاج زبیدی کو پانچ سو سوار دے کر دریائے فرات کے کنارے پہرہ دینے کی خاطر تعینات کر دیا۔ عمرو کے ان سپاہیوں میں عبداللہ ابن حصین ازدی بھی تھا جو بڑا گستاخ اور زبان دراز تھا۔ جب پانی کی مکمل ناکہ بندی ہو گئی تو اس نے امام حسینؑ کے نام پکار کر کہا کہ!

اے فرزند رسولؐ یہ دیکھ آب فرات کتنا ٹھنڈا اور میٹھا ہے لیکن اب کے بعد تمہیں اس پانی کا ایک قطرہ تک دیکھنے کو نہ ملے گا۔ صحرا کا ہر جانور یہ پانی پی سکتا ہے لیکن تم آل رسول کے لیے ممنوع ہے۔

امام حسینؑ نے جب اس کی جسارت سنی تو فرمایا۔ اللھم اقتلہ عطشا اے اللہ اسے پیاسا مارنا۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اس شخص کی نگرانی شروع کر دی تا کہ فرزند رسول کی دعا کا اثر دیکھوں۔ کربلا سے واپس آنے کے بعد میں نے سنا کہ عبداللہ ابن حصین بیمار ہے میں اس کی عیادت

کو گیا جب وہاں پہنچا اور اس کی حالت دیکھی تو میں تڑپ گیا۔ اس کے اقربا میں سے ہر شخص حیران و پریشان تھا۔ میں نے دیکھا وہ پانی مانگتا تھا جب اسے پانی دیا جاتا تو وہ جھٹ سے برتن خالی کر کے اور پانی مانگتا پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھول چکا تھا۔ پانی اس کی باچھوں سے بہہ رہا تھا لیکن اس کی پیاس ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی میری موجودگی میں عبداللہ ابن حصین پانی پیتے پیتے اور مانگتے مانگتے پیاسا اپنے انجام کو پہنچا۔

شبراوی نے اپنی کتاب الاتحاف میں لکھا ہے کہ موسم بہت گرم تھا شدت کی لو چل رہی تھی جب امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کیا گیا۔ اس پر اضافہ کہ یہ ظالم پانی کے بلورین جام بھر بھر کے آل محمد کے سامنے کرتے تھے اور کہتے تھے دیکھو یہ پانی کتنا ٹھنڈا اور کتنا میٹھا ہے ہر کوئی اور ہر شئی یہ پانی پی سکتی ہے لیکن تم آل محمد نہیں پی سکتے۔

امام حسینؑ ایک ایک کو مخاطب کر کے فرماتے تھے اے میرے نانا کی نبوت کے کلمہ پڑھنے والو!

تمہیں اپنے نانا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے اتنا پانی دے دو جس سے میں اپنے کباب جگر کو صرف ایک مرتبہ ٹھنڈا کر لوں۔ مگر جواب میں ہر طرف سے کبھی تیروں کی اور کبھی پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی تھی

علامہ تستری نے خصائص میں لکھا ہے کہ یوں تو پیاس انسان کے پورے جسم کو انگارا بنا دیتی ہے لیکن جسم انسان میں چار اعضا بالخصوص ایسے ہیں جو پیاس کی شدت کو دیگر اعضا سے زیادہ محسوس کرتے ہیں اور ان اعضا پر پیاس کے اثرات سب سے پہلے نمایاں ہوتے ہیں یہی حال امام حسینؑ کا تھا۔ جگر، ہونٹ، زبان اور آنکھ۔

امام حسینؑ کے ہونٹ کئی مرتبہ اس طرح ایک دوسرے سے چپک جاتے تھے کہ ان کا جدا کرنا مشکل ہو جاتا تھا جگر شدت پیاس سے ٹکڑے ٹکڑے معلوم ہوتا تھا زبان کو بار بار تالو سے لگانے کی بدولت زبان میں کانٹے پڑ گئے تھے اور زخمی ہو گئی تھی اور شدت پیاس سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

بحار میں ہے کہ جب آپ زین ذوالجناح سے زمین پر آ چکے تھے اور زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہے تھے۔ شمر ملعون خنجر بدست آیا اور مجروح، زخمی اور پیاسے مظلوم فرزند رسول کو پاؤں کی ٹھوکر ماری فرزند رسول نے پانی مانگا۔ شمر کہنے لگا زبان مت چاٹ کیا تم لوگ نہیں کہتے کہ تیرا علی باپ حوض کوثر کا ساقی ہے اور جسے چاہے گا وہی پانی پلائے گا اب تھوڑا سا اور صبر کرے میں تجھے اس زندگی کے ہر غم سے نجات دلانے آیا ہوں اپنے بابا کے پاس جا کر کوثر کا ٹھنڈا پانی پی لینا۔

علامہ تستری نے خصائص میں لکھا ہے کہ پانی پر امام حسین کے چار طرح کے حقوق تھے۔ پہلا حق تو یہ ہے کہ ہر انسان پانی پینے میں آزاد ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کی ذاتی ملکیت میں نالہ بہہ رہا ہو تو پیاسے کو نالے کے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے پانی بلا اجازت پی سکتا ہے۔ دوسرا حق ہر ذی روح کے اشتراک کا ہے ہر ذی روح پانی میں انسان کے برابر کی شریک ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس مقام پر تیمم کو واجب قرار دیا ہے۔ جہاں پانی پی لینے کی صورت میں کسی ذی روح کو موت کا خطرہ ہو۔

تیسرا حق یہ تھا کہ آپ اہل کوفہ کو تین مرتبہ پانی پلا چکے تھے۔ ایک مرتبہ جب خشک سالی ہوئی اور اہل کوفہ نے حضرت علیؑ سے دعا کی خواہش کی تو آپ نے امام حسینؑ

کو فرمایا۔

بیٹے جاؤ بارش کی دعا کرو۔ امام حسینؑ نے دعا کی اللہ نے باران رحمت دی۔ دوسری مرتبہ جنگ صفین کے دوران ایک مرتبہ معاویہ نے پانی روک لیا حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ جاؤ فوج لے کر پانی کا راستہ صاف کرو۔ اور تیسری مرتبہ کوفہ آتے ہوئے جب قادسیہ پر لشکر حر پیاسا تھا تو امام حسینؑ نے اس پورے لشکر کو پانی پلایا تھا۔ اور آج انہی اہل کوفہ سے پانی مانگ رہے تھے اور چوتھا حق یہ تھا کہ بالخصوص دریائے فرات من جانب اللہ جناب زہرا کو مہر میں دیا گیا تھا۔

آٹھویں مجلس

آل محمد کی پیاس

علامہ دربندی نے جناب سکینہ بنت حسین سے روایت کی ہے کہ نویں محرم کی رات ہمارے خیام میں پیاس کا یہ عالم تھا کہ ہمارے ہونٹ شدت پیاس سے کھلتے نہیں تھے۔ بعض بچے تو ایسے بھی تھے جن کے کھلے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ ہر بچہ اپنے ہاتھ میں خالی جام لیے ایک ایک خیمہ میں جاتا تھا اور پانی مانگتا تھا۔ میں نے جب دوسرے بچوں کو پانی مانگتے دیکھا تو میں اپنے خیمہ سے اٹھی خالی جام ہاتھ میں لیا اور اپنی پھوپھی کے خیمہ میں آئی میں نے دیکھا میرا شیر خوار بھائی میری پھوپھی کی گود میں تھا اور شدت پیاس سے میرا بھائی اپنی چھوٹی سی زبان بار بار باہر نکال کر کبھی ہونٹوں پر اور کبھی تالو پر پھرا رہا تھا۔ میں نے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دیکھا پھوپھی میرے پیاسے بھائی کو گود میں لے کر کبھی کھڑی ہو جاتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ یہ حال دیکھ کر میں خاموش رہ گئی۔ جب پھوپھی نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔

سکینہ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا پھوپھی بچوں اور اپنے کمسن بھائی کی پیاس دیکھ کر مجھے اپنی

پیاس بھول گئی ہے، اب تو آنسو آنا بھی بند ہو گئے ہیں۔

پھوپھی جان! آئیں تمام خیام میں جا کر دیکھیں ممکن ہے کسی بی بی کے پاس سے ایک قطرہ آب مل جائے۔

پھوپھی نے فرمایا۔ بیٹی یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی بی بی کے پاس پانی ہو اور اس نے اب تک بچا کے رکھا ہوا ہو۔

میں نے عرض کیا چچا عباس کے خیمہ میں تو جائیں۔

پھوپھی نے فرمایا۔ بیٹی تمہارے چچا کے غم واندوہ میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ اگر تو کہتی ہے تو تیرے اطمینان کی خاطر میں تیرے ساتھ چلتی ہوں۔ ہم دونوں ہر خیمہ سے پوچھتی ہوئی جب چچا کے خیمہ میں آئے تو وہاں پہلے سے پیاسے بچے خالی جام ہاتھ میں لیے پانی پوچھ رہے تھے۔

جب ہم نے دیکھا تو خاموشی سے واپس پلٹے، ہمیں پلٹتا دیکھ کر کم و بیش بیس بچے ہمارے پیچھے چلے آئے العطش العطش کی فریاد کرنے لگے۔ بریر نے یہ فریاد سنی تو پوچھا کیا بات ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ بچے شدت پیاس سے جاں بلب ہیں۔ بریر نے انصار حسینؑ سے مشورہ کیا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ۔ ایسا کریں ہم ایک ایک بچے کو دریائے فرات پر ساتھ لے جائیں اور انہیں پانی پلا کر واپس لائیں۔ بریر نے کہا ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صرف اور صرف ذریت رسول کے دشمن ہیں اور مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر ہم کسی بچہ کو لے گئے۔ اور ان ظالموں نے تیر اندازی شروع کر دی اور کوئی بچہ ہماری وجہ سے شہید کر دیا گیا تو کیا ہم آسانی سے اپنی جان اللہ کے سپرد کر سکیں گے؟۔

انصار نے کہا۔ پھر کیا مشورہ ہے۔

جناب بریر نے کہا۔ ایسے کرتے ہیں۔ ایک تو میں خود اپنے کو پیش کرتا ہوں دو آدمی میرے ساتھ تیار ہو جائیں ہم تین جا کر ایک مشکیزہ پُر کر کے لے آئیں اگر مکمل سیراب نہ بھی ہوئے تو کم از کم ایک مرتبہ زبانیں تو تر ہو جاتی ہیں۔

دیگر انصار نے بھی اسی مشورہ کو قبول کیا۔ چنانچہ جناب بریر دو انصار کو لے کر دریا پر آئے۔ پہرہ داروں نے پوچھا کون ہو؟

جناب بریر نے کہا ہم خیام حسینؑ سے آئے ہیں پانی پینا چاہتے ہیں۔

پہرہ داروں نے کہا۔ بسم اللہ خود پی لو۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہاں سے پانی لے جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

جناب بریر نے فرمایا۔ ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی۔ ہمیں پانی پینے کی اجازت دیتے ہو لیکن رسول زادیاں اپنے پیاسے لبوں کے ساتھ اپنے پیاسے بچوں کو تسلی بھی نہیں دے سکتیں۔ پھر جناب بریر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

خبردار! تم میں سے کوئی بھی ایک گھونٹ تک نہ پیئے۔ یہاں سے پانی لے جائیں گے وہاں اگر حصہ میں آگیا تو پی لیں گے اگر نہ آیا تو فرزند رسول کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزار لیں گے۔ مشکیزہ پُر کیا جب واپس آنے لگے تو ہر طرف سے فوج یزید نے گھیر لیا۔ جناب بریر نے کہا۔ ایک آدمی مشکیزہ لے کر خیام میں جائے اور ہم دو یہاں ان سے مقابلہ کریں گے جس کے پاس مشکیزہ تھا اس نے جناب بریر اور اس کے ساتھی کو ان میں گھرا ہوا چھوڑا موقع پا کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور نکل آیا۔ لیکن ایک ظالم نے تیر مارا جو اس کے گلے پر آ کر پڑا۔ تمام مشکیزہ کے اوپر خون پھیل گیا تھا۔

اس نے تیر حلق سے نکالا اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الحمد للہ الذی جعل رقبتی فداء للقربۃ وفداء الاطفال الحسین اس اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے مشکیزہ اور ذریت رسول کا فدیہ بنا دیا۔

جناب بریر نے باآواز بلند آل ہمدان کو پکارا۔ امام حسینؑ نے اپنے دیگر انصار سے فرمایا کہ دیکھو بریر کی آواز ہے۔ بارہ آدمی یہاں سے چلے جنہوں نے جا کر جناب بریر اور اس کے ساتھی کو ان کے حلقہ سے نکالا۔ شہید ہونے والے کا لاشہ اٹھایا۔ مشکیزہ لے کر خیام تک آئے در خیام پر مشکیزہ رکھ کر کہا۔ اے آل محمد یہ لو ایک مشکیزہ پانی مل سکا ہے۔

تمام پیاسے بچے اس مشکیزہ پر ٹوٹ پڑے۔ کوئی اپنے خشک لبوں کو تر کرنے لگا۔ کسی نے اپنے رخسار مشکیزہ پر رکھ دیے۔ اور بعض بچوں نے قمیضوں کے بٹن کھول کر اپنا سینہ مشکیزہ پر رکھ دیا۔ بچوں کی اس بھیڑ میں مشکیزہ کا تسمہ کھل گیا اور تمام پانی ریت پر بہہ گیا۔ تمام بچوں نے باآواز بلند کہا۔ چچا بریر۔ پانی بہہ گیا ہے۔ گواہ رہنا ہم نے ایک قطرہ تک نہیں چکھا۔ پھر تمام پیاسے بچے اس ٹھنڈی ریت پر گر گئے۔ اور ریت کو اٹھا اٹھا کر اپنے رخساروں۔ لبوں اور سینے پر رکھنے لگے کچھ بچوں نے اپنے کو ریت پر گرا دیا۔

سرکار علامہ تستری نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے کہ جب فرزند رسول پر امت رسول نے پانی بند کیا تو اللہ نے اس کے عوض جگر پارہ زہرا کو چار پانیوں سے نوازا۔

آب فرات کے عوض اللہ نے امام حسینؑ کو آنکھوں کا پانی دیا۔ اسی لیے روایات میں ہے کہ دنیا کی ہر مصیبت پر رونا اور آنسو بہانا مکروہ ہے لیکن غم حسینؑ میں

آنسو بہانا مکروہ بھی نہیں ہے۔

۲- دوسرا امام حسینؑ کو آبِ حیات ملا ہے۔ جو جنت میں ہے اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہے کہ جب کبھی عزادار مظلومیت امام حسینؑ پر آنسو بہائیں تو انہیں جمع کر کے جنت میں آبِ حیات کے چشمہ میں ملاتے جاؤ آنسوؤں کے اس پانی سے آبِ حیات کا ذائقہ اور لذت میں کئی گناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

۳- ہر وہ ٹھنڈا پانی جسے محبان حسینؑ پیتے ہیں اس میں امام حسینؑ کا حصہ ہوتا ہے کیونکہ ہر عزادار پانی پی کر امام حسینؑ کی پیاس کو ضرور یاد کرتا ہے امام صادق فرمایا کرتے تھے کہ میں جب بھی پانی پیتا ہوں اپنے جد امجد کی پیاس کو ضرور یاد کرتا ہوں۔

۴- چوتھا پانی جو امام حسینؑ کو آب فرات کے عوض ملا وہ حوض کوثر ہے جس سے شہادت کے بعد آپ کو اور آپ کے تمام ساتھی شہدا کو پلایا گیا۔

نوٹ:۔ یہ خیال رہے کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے بالاعجاز پانی پیا تھا اور اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی پلایا تھا لیکن یہ اس لیے درست نہیں ہے کہ اولاً تو ایسے مورخین کی اکثریت اموی دستر خوان کی پروردہ ہے ثانیاً جن شیعہ مورخین نے ان روایات کو لکھا ہے اس کی وجہ ان کی اپنے وقت کی مجبوریاں ہیں۔ ثالثاً یہ روایات ان روایات کی نسبت سنداً اور روایتاً ضعیف ہیں جن میں پیاس سے شہادت کا ذکر ہے۔ رابعاً پانی پینے والی روایات تعداد کے اعتبار سے ان روایات کی نسبت بہت کم ہیں بلکہ شاذ ہیں جن میں شہدائے کربلا کی بحالت پیاس شہادت کا تذکرہ ہے اور خامساً یہ روایات ان مسلمہ اور ناقابل تردید روایات سے متعارض ہیں جن میں عترتِ آل محمد کے پیاسا شہید ہونے کا تذکرہ ہے مثلاً فات احدیت نے اپنی زبان قدرت

سے حضرت موسیٰ کو جب واقعہ شہادت امام حسینؑ کی اطلاع ان الفاظ سے دی ان کے بچے پیاس سے جاں بلب ہوں گے اور ان کے بڑے شدت پیاس سے بولنے تک سے معذور ہو جائیں گے۔ اور جبریل نے حضرت آدم کو واقعہ کربلا اس طرح سنایا۔

آپ کا یہ بیٹا پیاسا شہید ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ مسافر ہوگا۔ اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ اے صفی اللہ اگر آپ اس کا وہ وقت دیکھتے جب وہ العطش العطش کہہ رہا ہوگا۔ پیاس اس کے اور اس کی آنکھوں کے درمیان دھوئیں کی مانند حائل ہو گی۔ اسے جواب میں تیر اور تلواریں ملیں گے۔ پس گردن سے اسے ذبح کیا جائے گا۔ اس کے خیام لوٹ لیے جائیں گے۔ اس کا سر نوک نیزہ پر سوار کیا جائے گا اس کی مستورات کو پابند رسن کر کے شہر بشہر پھرایا جائے گا۔

اسحاق ابن حویہ سے مروی ہے کہ میں ان چار ہزار میں سے تھا جن کا دریا کے کنارے پہرہ تھا جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے اور زخموں سے چور تھے اس حالت میں فرزند رسول نے ہم پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس شدت کا تھا کہ ہمارے پاؤں اکھڑ گئے اور ہم دریا سے ایک طرف ہٹ گئے۔ امام حسینؑ پانی پر آئے گھوڑے کو دریا میں ڈالا میں نے دیکھا امام حسینؑ نے پانی خود نہ پیا گھوڑے سے کہا تو پانی پی لے اس وقت مجھے حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے والی یہ ہدایت یاد آگئی..... اپنی بھوک اور پیاس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں..... لیکن گھوڑے نے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ امام حسینؑ نے پانی کا ایک چلو بھر البوں کے قریب لائے جونہی پانی لبوں کے قریب ہوا تو حصین ابن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپ کے پیاسے گلوئے نازنین پر لگا۔ آپ کے ہاتھ سے چلو گر پڑا۔ آپ نے گلو کے سامنے ہاتھ کیا گلے سے بہتا

ہوا خون چلو میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر عرض کیا۔ اے اللہ! میں اپنے نانا کی امت کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ پھر آپ نے دوسرا چلو پانی سے بھرا اور پینے کے لیے ہاتھ بلند کیا۔

حصین ابن نمیر نے باآواز بلند کہا۔ مجھے بیعت یزید کی قسم ہے! اگر حسینؑ نے پانی کا گھونٹ پی لیا تو ابن زیاد تم تمام کو کتے کی موت مار دے گا۔ آگے بڑھو اور پانی سے روکو۔

ہم نے سوچا کہ کوئی تدبیر کریں کہ حسینؑ پانی نہ پیئے۔ اتنے میں خولی آگے بڑھا اور کہا حسینؑ تو یہاں پانی میں ہے اور ادھر خیام کو آگ لگا دی گئی ہے۔

امام حسینؑ نے جب یہ بات سنی گھوڑے کو دریا سے باہر نکالا۔ اور خیام کی طرف روانہ ہو گئے۔

نویں مجلس

امام حسینؑ اور عمر سعد

تاریخ طبری کے مطابق امام حسینؑ نے عمرو ابن قرظہ انصاری کو عمر سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ آج رات میرے اور اپنے لشکر کے درمیان مجھ سے ملاقات کر لے۔ عمر ابن سعد بیس سپاہیوں کو لے کر آیا امام حسینؑ بھی اتنے ہی آدمی لے کر آئے جب باہم ملاقات ہوئی تو امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم سب ایک طرف ہو جاؤ۔ امام حسینؑ کو دیکھ کر عمر سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو ایک طرف بیٹھ جانے کو کہا دونوں طرف سے سپاہی اتنی دور چلے گئے کہ امام حسین اور عمر سعد انہیں نظر تو آتے تھے لیکن بات نہیں سن سکتے تھے۔ کافی دیر تک مذاکرات ہوتے رہے رات کا کافی حصہ مذاکرات میں گزر گیا۔ جب واپس ہوئے تو عمر سعد کے لشکر میں مشہور ہو گیا کہ امام حسینؑ نے عمر سعد سے کہہ دیا ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔

التبر المذاب کے مطابق ملاقات کا پیغام عمر سعد نے بھیجا تھا۔ وقت ملاقات عمر سعد نے کہا۔ اے فرزند رسول آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟

امام حسین نے فرمایا۔ مجھے تمہارے شہر والوں نے بلایا ہے تو آیا ہوں اب اگر تم لوگ مجھے پسند نہیں کرتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

عمر سعد نے کہا۔ اے فرزند رسول! مجھے نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ سے کیا کہا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے ہمیں اللہ کے نام پر دھوکہ دیا۔ اور ہم ان سے دھوکا کھا گئے۔

عمر سعد نے کہا اب تو معاملہ بہت بگڑ چکا ہے اب کیا خیال ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میرا راستہ چھوڑ دو میں مکہ چلا جاؤں گا۔ اگر مکہ نہ جانے دو تو مدینہ واپس چلا جاتا ہوں۔ اگر مکہ اور مدینہ دونوں مقامات تمہیں پسند نہ ہوں تو میں کسی سرحدی علاقہ میں چلا جاتا ہوں۔

عمر سعد نے کہا۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ اس کے بعد یہ ملاقات ختم ہو گئی۔

عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

اما بعد!

فرزند رسول نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ واپس مدینہ جانے پر تیار ہیں اگر اس پر بھی حکومت راضی نہ ہو تو پھر امام حسینؑ کسی دور کے سرحدی علاقہ میں جانے کو تیار ہیں۔ اگر یہ بھی حکومت کی سیاسی مصالح کے خلاف ہو تو وہ یزید سے مذاکرات پر بھی تیار ہیں۔

والسلام

جب عمر سعد کا یہ خط ابن زیاد کو ملا تو وہ خاموش ہو گیا۔ شمر لعنہ بھی موجود تھا شمر نے پوچھا۔ عمر نے کیا لکھا ہے؟

جب ابن زیاد نے اسے بتایا تو اس خبیث نے کہا۔ عمر سعد یہ کیسی باتیں کرتا ہے

اس وقت حسین تیری گورنری کے علاقہ میں ہے وہ براہ راست یزید سے کیوں مذاکرات کرنا چاہتا ہے۔ گویا وہ تجھے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر حقیقتاً حسینؑ مائل بصلح ہے تو وہ پہلے تیری اطاعت کا اعلان کرے۔ پھر اگر تو انہیں سزا دینا چاہے یا معاف کرنا چاہے تیری مرضی پر موقوف ہونا چاہیے۔ حسین واپسی کے راستے صرف اس لیے کھلانا چاہتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے کسی دور پار کی سرحد پہ چلا جائے۔ وہاں آرام سے۔ بیٹھ کر تمہارے ساتھ جنگ کی تیاری کرے۔ کچھ عرصہ کے بعد انتہائی مضبوط قوت سے کر باہر نکلے اور تمہارے سامنے تمام راستے بند ہو جائیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ واقعی تو نے بہترین مشورہ دیا ہے۔ اب تو جا اور عمر سعد کو میرا یہ خط جا کر دے دے

ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا۔

اما بعد۔

حسینؑ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ دے کہ اس وقت وہ میری حکومت کے حدود میں ہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے وہ تمام میری اطاعت کا اعلان کریں بعد میں ہم جو مناسب سمجھیں گے ان سے سلوک کریں گے۔ اور اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انہیں میرے پاس لے کے آ۔ اگر انہیں یہ قبول نہ ہو تو ان سے جنگ شروع کر دے۔ اگر تو جنگ نہیں کرنا چاہتا تو پھر حامل رقعہ شمر امیر لشکر ہو گا۔

اور شمر سے کہا۔ کہ اگر عمر جنگ نہ کرے تو تو امیر لشکر بن کر عمر کو قتل کر کے اس کا سر مجھے بھیج دینا۔

والسلام

شمر یہ خط لے کر عمر سعد کے پاس آیا۔ چار ہزار مزید سپاہی بھی ساتھ لایا۔

جب عمر سعد نے ابن زیاد کا خط دیکھا تو شمر سے کہا ۔ میں تجھے حکومت ری نہیں لینے دوں گا ۔

چنانچہ عمر سعد نے آپ کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا ۔ ہر طرف فوج پھیلا دی ۔ امام حسینؑ نے آخری مطالبہ یہ کیا ۔

اگر میرا حجاز میں رہنا تمہیں پسند نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دے دو میں ہندوستان چلا جاتا ہوں ۔ اور سرزمین عراق و حجاز تمہارے لیے فارغ کر دیتا ہوں ۔

لیکن ان لوگوں نے تمام باتوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا اور اسی امرار پر ڈٹے رہے کہ پہلے ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کرو پھر ابن زیاد کے سامنے حاضر ہو بعد میں ابن زیاد جو مناسب سمجھے گا وہی کرے گا ۔ اگر یہ بات قبول نہ ہو تو پھر مع اہل وعیال کے پیاسی شہادت قبول کرنا ہوگی ۔ امام حسین نے ان کے اس جواب میں یہ شعر پڑھا ۔

ابت الحمیۃ ان یفارق وابی العزیز بان یعیش ذلیلا

غیرت کبھی غیور سے جدا نہیں ہوتی اور معزز انسان کبھی ذلت کی زندگی گوارا نہیں کرتا ۔

ابن زیاد نے جو آخری خط عمر سعد کو لکھا وہ یہ تھا ۔

امابعد !

میں نے نہ تو تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسین سے اپنا ہاتھ روک کر بیٹھ رہے ۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ حسینؑ کو زیادہ سے زیادہ مہلت دے ۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ حسینؑ کو زندہ وسلامت واپس جانے کی امید دلائے ۔ نہ اس لیے بھیجا

ہے کہ تو حسینؑ کی طرف سے میرے سامنے کسی قسم کی معذرت کرے ۔ اور نہ ہی اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسینؑ کی میرے سفارشیں لکھتا رہے ۔ اگر حسینؑ اور اس کے ساتھی میری اطاعت کرتے ہیں تو انہیں میرے پاس بھیج دے ۔ اور اگر وہ میری اطاعت سے انکار کرتے ہیں تو ان کے گرد گھیرا تنگ کر دے انہیں قتل کر ۔ ان کی لاشوں کا مثلہ کر ۔ ان کے سر میرے پاس بھیج دے ۔ قتل حسین کے بعد جسم حسینؑ پر گھوڑے دوڑا دینا تاکہ اس کا سینہ اور پشت بھی ایک ہو جائیں ۔

کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ شہادت کے بعد جسم حسین سے کسی قسم کا سلوک اس کے لیے باعث اذیت تکلیف نہیں ہوگا ۔

اگر تو نے میرے ان احکام کی تعمیل کی تو ہم تجھے ایک فرمانبردار کی جزا دیں گے اور اگر تجھے یہ قبول نہ ہو تو ہمارا علم چھوڑ دے ۔ ہماری فوج سے بھی علیحدہ ہو جا ۔ فوج کی کمان شمر کو دے دے ۔ ہم نے اسے جو حکم دینا تھا وہ دے دیا ہے ۔

جب شمر یہ خط لے کر عمر سعد کے پاس آیا اور خط ابن سعد کو دیا تو عمر سعد نے شمر کو بہت برا بھلا کہا ۔

اور کہا کہ تو مبروص ہے ۔ ظالم ہے ۔ شیطان ہے اور میری ہر کوشش کو تباہ کر دیا ہے

شمر نے کہا ۔ ان باتوں کا وقت نہیں ہے ۔ کیا تو ابن زیاد کا حکم مانتا ہے یا نہیں ؟

اگر مانتا ہے تو اس کی اطاعت کر اور اگر نہیں مانتا تو ایک طرف ہٹ جا

پھر میں جانوں اور میرا کام۔

عمر سعد نے کہا۔

تجھے ری کی حکومت تو میں نہیں کرنے دوں گا۔ جا اور پیادہ کی کمان کو سنبھال لے اگر جنگ کر کے انعام لینا ہی ہے تو پھر تجھے کیوں انعام لینے دوں میں خود ہی وہ انعام وصول کروں گا۔

فصل ۸

اس فصل میں چار مجالس ہیں

پہلی مجلس

نویں محرم کا دن

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے۔ تاسوعا وہ دن ہے جس میں امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کا محاصرہ کیا گیا۔ شامی سپاہ نے آپ کے گرد گھیرا تنگ کیا۔ ابن زیاد اور عمر سعد خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ حد نگاہ تک گھوڑے ہی گھوڑے اور انسان ہی انسان تھے ہر طرف سے ایسی ناکہ بندی ہو گئی کہ زہرا زادیوں کو یقین ہو گیا کہ اب اگر کوئی ان کی مدد کو آنا بھی چاہے تو نہیں آسکے گا۔

مقام میں سعد ابن عبیدہ سے مروی ہے کہ جب نو محرم کو شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمر سعد کے پاس آیا۔ عمر سعد خط پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ سپاہیوں کو اسی وقت حکم جنگ دیا۔ شامی اور کوفی فوج نے ہر طرف سے خیام حسینؑ کی جانب یلغار شروع کی۔

امام حسینؑ اپنے خیمہ کے دروازے پر سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ ایک مستور جو عبا میں لپٹی ہوئی تھی آپ کے قریب آئی اور کہا بھیا آپ فدا سر اٹھا کر دیکھیں فوج خیام کے قریب آچکی ہے۔ امام حسینؑ نے سر اٹھایا اور ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا بہن! ابھی میں اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی کے پاس تھا۔ وہ تمام

فرما رہے تھے حسینؑ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سنکر اس مخدرہ نے واحسیناہ کہا اور امام حسینؑ کو گلے لگا کر خشک گلو اور خشک لبوں کا بوسہ لے کر رونا شروع کیا اتنے میں امام حسینؑ کی مختصر سپاہ کے سالار حضرت عباس آپ کے قریب آئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا۔ بھیا ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اب کیا بات نئی ہو گئی ہے اور کیوں اتنی جلدی کر رہے ہو۔؟

جناب عباس بیس ساتھیوں کو لے کر ان کے پاس آئے۔ حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن قین بھی ان میں موجود تھے۔ جناب عباس نے ان سے پوچھا۔ کہ تم کیوں اس قدر تشدد پر اتر آئے ہو۔ کیا کوئی نئی بات ہے؟

امیر لشکر نے جواب دیا۔ ابن زیاد کا حکم ہے کہ۔ اس کی اطاعت کرو اگر اس کی اطاعت نہیں کرو گے تو پھر ہم جنگ کریں گے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ پھر ذرا ٹھہرو۔ میں اس نئی صورت حال سے مطلع کر دوں۔ تمام فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

جناب عباس امام حسینؑ کو مطلع کرنے کی خاطر واپس آئے۔ حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن قین وہیں رک گئے۔

جناب حبیب نے زہیر سے کہا۔ کہ ان لوگوں میں سے اکثریت اس بات سے واقف نہیں ہے کہ انہیں کس مظلوم کا خون بہانے کی خاطر یہاں لایا گیا ہے۔ کم از کم انہیں آگاہ کر دینا چاہیے۔ آپ کریں گے یا میں کروں۔

جناب زہیر نے کہا میری نسبت آپ زیادہ اچھے انداز سے بتا سکیں گے آپ ہی بتائیں۔

جناب حبیب ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ آج تک کسی امت نے اپنے نبی کی ذریت کے خون سے ہاتھ سرخ نہیں کیے۔ کل روز قیامت جب نبی کونین کے سامنے جاؤ گے تو آپ کو کیا جواب دو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا دن روزہ میں اور رات عبادتِ الٰہیہ میں گزرتی ہے۔

عزرہ ابن قیس نے کہا۔ اے ابن مظاہر آپ جو چاہیں اپنے لیے کہہ سکتے ہیں۔

جناب زہیر نے فرمایا۔ اے عزرہ شاید تو نہیں جانتا کہ یہ وہ نفوس طاہرہ ہیں۔ جنہیں آیہ تطہیر کے ذریعہ اللہ نے مزکیٰ اور مطہر کیا ہے۔ اے عزرہ اللہ سے ڈر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ ان نفوس زکیہ کا خون بہانے میں کسی فاسق کی حمایت مت کر عزرہ ابن قیس نے کہا۔ اے ابن مظاہر کل تک تو آپ معاویہ خواہ تھے اور شیعیان معاویہ سے تھے آج کیا ہو گیا ہے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ کیا اس وقت میں تجھے فرزند رسولؐ کے ساتھ نظر نہیں آ رہا؟ کیا میرا یہاں کھڑا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میں نہ معاویہ کا شیعہ ہوں اور نہ شیعہ یزید"، تم میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جنہیں میں جانتا ہوں کہ انہوں نے فرزند رسولؐ کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے وہ خود سے نہیں آئے۔

زہیر ابن قین نے کہا۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نہ تو خط لکھنے والوں سے ہوں اور نہ امام حسینؑ کو بلانے والوں سے۔ سفر حج سے واپسی پر راستہ میں میری ملاقات فرزند رسولؐ سے ہوئی ہے۔ جو کچھ صحابہ نے آنحضورؐ کے متعلق بتایا ہے وہی کچھ میں نے فرزند رسولؐ میں دیکھا ہے۔ اسی بنا پر میں نے آل رسولؐ کی حمایت اور نصرت کا

اعلان کیا ہے اور اپنی جان عزیز کو آپ کے قدموں میں قربان کرنے کا فیصلہ کیا ہے میں تمہاری منت کروں گا کہ حق خدا اور حق رسولؐ کو پامال نہ کرو۔

جب جناب عباس نے آ کر امام حسینؑ کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

عباس جاؤ ان سے کہو کہ اگر تمہیں جنگ کا اس قدر ہی شوق ہے اور ذریت نبیؐ کے خون سے ہاتھ رنگنے کی اتنی جلدی ہے تو پھر ایسا کرو ہمیں صرف آج کی رات مہلت دے دو۔ تاکہ ہم نماز بھی پڑھ لیں اور تلاوت قرآن بھی کر لیں۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نماز اور تلاوت قرآن سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔

جناب عباس نے آ کر عمر سعد کو پیغام دیا۔ عمر سعد نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ کیا۔

شمر سے پوچھا بتاؤ اب کیا خیال ہے؟

شمر نے کہا۔ اگر امیر لشکر میں ہوتا تو ایک گھنٹہ کی مہلت بھی نہ دیتا ایک رات تو بڑی طویل ہوتی ہے۔

عمرو ابن حجاج زبیدی نے کہا۔ اے شمر تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر اس قسم کی مہلت ہم سے ترک دیلم کے مجبور مانگتے تو بھی ہم انکار نہ کرتے۔ یہ تو آل نبی ہے انہیں ایک رات کی زندگی دینے سے تمہیں کیوں اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟

قیس ابن اشعث نے کہا۔ جنگی حکمت عملی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں مہلت نہیں دینا چاہیے۔ یہ لوگ کل بھی اسی طرح کا کوئی اور بہانہ کر لیں گے۔ اگر مجھے یہ یقین بھی ہوتا کہ یہ لوگ کل ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کر دیں گے تو بھی میں انہیں مہلت نہ دیتا

عمر سعد نے جناب عباس کے ساتھ اپنا ایک قاصد بھیجا جس نے امام حسینؑ سے

دور کھڑے ہو کر عمر سعد کا یہ پیغام دیا کہ ہم نے تمہیں صرف آج رات کی مہلت دی ہے۔ کل اگر تم لوگوں نے اطاعت ابن زیاد کا اعلان کر دیا تو ہم تمہیں ابن زیاد کے ہاں لے چلیں گے اور اگر اعلان اطاعت نہ کیا تو پھر تمہیں کوئی اور مہلت نہیں دی جائے گی۔

پھر عمر سعد نے اپنے لشکر میں منادی کرائی۔ جاؤ اپنے اپنے خیام میں واپس چلے جاؤ ہم نے امام حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو آج کی رات کے لیے زندہ رہنے کی مہلت دے دی ہے۔

امام حسین نے جناب عباس سے فرمایا۔ تمام خیام ایک مرتبہ پھر اس طرح نصب کرو کہ خیام کا باہمی فاصلہ کم سے کم ہو۔ مخدرات عصمت کے خیام درمیان میں ہوں اصحاب کے خیام ارد گرد ہوں۔ خیام کی ترتیب اس طرح ہو کہ فوج یزید کو صرف سامنے کی طرف سے حملہ کرنے کا راستہ ملے تین طرف سے خندق کھود کر اس میں آگ جلا دو۔

دوسری مجلس

شب عاشور

بحار کی بیسویں جلد میں امام صادق سے مروی ہے کہ۔ عید الفطر، عید الضحیٰ محرم کی پہلی اور محرم کی دسویں تاریخ کی رات جاگنا کبھی نہ بھولا کرو۔ ان ساتوں میں جس قدر ہو سکے دعا مانگا کرو۔ تلاوت قرآن کیا کرو۔

امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو علم تھا کہ۔ ہماری زندگی کی یہ آخری رات ہے اور یہ رات انہوں نے عبادت الٰہیہ میں گزار دی

دستور   میں نبی کونین سے مروی ہے کہ جو شخص شب عاشور جاگ کر گزارے۔ گویا اس نے تمام ملائکہ کے برابر عبادت الٰہیہ کر لی ہے۔

خصائص حسینیہ میں ہے کہ جو شخص شب عاشور حرم امام حسینؑ میں عبادت خالق میں گزار دے۔ روز قیامت وہ انصار حسینؑ میں محشور ہو گا۔ جو شخص شب عاشور کسی پیاسے کو پانی پلائے اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا لشکر امام حسینؑ کو پانی پلانے والے کو ثواب ملے گا۔

یہ تمام رات امام حسین اور آپ کے صحابہ نے عبادت خدا اور تلاوت قرآن میں گزار دی۔

انصار الحسین میں ہے کہ جب عمر سعد کے لشکر میں یہ خبر پہنچی کہ فرزند رسولؐ نے ایک رات کی مہلت صرف عبادت خدا کرنے کی خاطر مانگی ہے تو ان میں سے کئی خوش نصیب افراد ایک ایک کر کے نکلنا شروع ہو گئے۔ کم و بیش تیس افراد وہاں سے نکل آئے جو صبح عاشور لشکر امام حسینؑ میں شریک ہوئے اور آپ کے قدموں میں جام شہادت نوش کیا۔

وقت سحر امام حسینؑ تھوڑی دیر کے لیے سوئے پھر اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھتے ہوئے اٹھے۔ صحابہ نے عرض کی آقا خیریت تو ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی عالم خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ مجھے کتوں نے گھیر لیا ہے۔ ہر طرف سے مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان تمام کتوں میں سے ایک سیاہ اور سفید داغوں والا کتا ہے جو سب سے زیادہ مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے اور میرا گوشت کاٹ کاٹ کر صحرا میں بکھیرتا جاتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرا قاتل ابرص ہوگا۔

پھر میں نے اپنے نانا کو دیکھا ہے انہوں نے فرمایا ہے۔ بیٹے کل کا افطار ہمارے ہاں آ کر کرنا۔ ہم تیرے انتظار میں ہیں۔ میرے نانا نے مجھے بتایا ہے کہ کئی ملائکہ آسمان سے اتریں گے جو تیرا خون شیشیوں میں بھر کے لائیں گے اور اسے آسمان پر بکھیر دیا جائے گا۔

اس کے بعد امام حسین نے اپنے تمام اصحابہ کو جمع کیا۔ امام سجاد فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا میرے بابا نے مجھے نہ بلایا میں اپنے خیمے میں بستر مرض پر پڑا تھا۔ میرا خیمہ میرے بابا کے قریب تھا۔ میں نے سنا تو میرے بابا نے اپنے اصحاب سے یہ فرمایا۔

امابعد۔ میں نے آج تک کسی نبی اور کسی ولی کے اہلبیت اور صحابہ کو تم لوگوں سے زیادہ باوفا نہیں دیکھا میری طرف سے اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اب آخری وقت آ پہنچا ہے۔ آپ نے حق وفا ادا کر دیا ہے یہ لوگ میرے سوا کسی اور سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے۔ آپ ایسا کریں۔ ایک ایک صحابی اٹھے میرے اہلبیت کے ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑے اور رات کی اس تاریکی میں یہاں سے چلا جائے۔ تم اپنی زندگی بچا لو۔ میں تو ویسے بھی اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے ان لوگوں میں تنہا چھوڑ دو اور میں نے اپنی بیعت تم سے اٹھالی ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام میں ایک کہرام مچ گیا۔ بنی جعفر نے کہا۔

ہمارے آقا۔ اگر ہم عرتوں کے طعنے سہہ بھی لیں تو قیامت کے دن بنت رسول کے سامنے کس منہ سے جائیں گے؛

بنی عقیل نے کہا۔ قبلہ! باپ کے بعد ہمارے سب کچھ آپ ہی ہیں۔ ان کے بعد آپ ہمارا سہارا تھے۔ اگر آپ نہ ہوئے تو پھر ہم اپنی زندگی کو بے کار سمجھتے ہیں۔ اب ہماری خواہش ہے کہ آپ بحیثیت امام ہونے کے ہمیں جانے کا حکم نہ دیں آپ ہمیں ہماری مرضی پر چھوڑ دیں۔ ہم اپنی جان آپ کے قدموں میں رکھ کر اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں۔ مسلم ابن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسول اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ آپ کی محبت میں میں ستر مرتبہ مارا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ تو بھی آپ کے سے ہرگز سر نہ اٹھاتا اب جب کہ یقین ہے کہ صرف ایک مرتبہ کی موت ہوگی میں کیسے آپ کو چھوڑ سکتا ہوں۔

سعد ابن عبداللہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے زہرا زادے! میری تو صرف ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ میں روز قیامت نبی کونین کے سامنے اس حیثیت میں

جانا چاہتا ہوں کہ میرا چہرہ سرخ رو ہو اور ان سے کہہ سکوں کہ آقا جس اہلبیت کی آپ نے وصیت کی تھی ہم نے اپنی جان دے کر بھی ان کا تحفظ کیا تھا اور ان کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیئے تھے۔

جناب حبیب ابن مظاہر نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ! اگر مجھے آپ کی محبت میں ہزار مرتبہ قتل کر کے زندہ کیا جائے اور ہر قتل کے بعد جلا کر مجھے خاکستر کر دیا جائے اور میری راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ آپ ہمارا امتحان نہ لیں۔ ہمارے سر آپ کے قدموں میں ہوں گے اور اللہ ہمیں آپ کا لاشہ نہ دکھائے گا۔

تیسری مجلس

شب عاشور

ایقاذ المقلوب میں جناب سکینہ سے مروی ہے کہ شب عاشور جب میں شدت پیاس سے مجبور ہوئی اور اپنے شیر خوار بھائی کو جان بلب دیکھا تو اپنے خیمہ سے اٹھی۔ چونکہ ہر خیمہ میں پانی کی تلاش کے لیے کئی مرتبہ جا چکی تھی اس لیے کسی خیمہ میں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی اپنے خیمہ میں بیٹھنے کو جی چاہ رہا تھا خیمہ سے نکل کر تمام خیام کے درمیان جو جگہ خالی رکھی گئی تھی اسی میں آئی اور کھڑی ہو کر ادھر دیکھنے لگی۔ مجھے ہر طرف سے آہ و بکا اور گریہ و زاری کی آواز سنائی دے رہی پھر میں اپنے بابا کے خیمہ میں آئی دیکھا تو تمام اصحاب میرے بابا کے ارد گرد بیٹھے تھے رو رہے تھے۔ خود میرے بابا بھی رو رہے تھے اس وقت میرے بابا اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔

" دیکھو تم لوگ میرے ساتھ اس لیے شامل ہوئے تھے کہ میں ان لوگوں کے پاس آ رہا ہوں جنہوں نے زبان و دل سے میری بیعت کر لی ہے لیکن اب تمہارے سامنے حالات واضح ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے مجھے بلایا تھا۔ اب وہ ابلیس کے قبضہ میں ہیں۔ اور مجھے بلانے والے اس

وقت میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اس وقت ان کا مقصد مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل اور میرے ساتھ ذریت رسول کو پابند رسن کرنے کے سوا کوئی نہیں ہے۔ میرے بعد یہ لوگ میرے خیام کو لوٹ کر نذر آتش کر دیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم ان حالات سے بے خبر نہ ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم اہلبیت کے نزدیک دھوکا حرام ہے اس وقت میں نے تم کو آنے والے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے لہٰذا تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ شہادت پر آمادہ نہ ہو تو وہ رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چلا جائے۔ رات کا پردہ موجود ہے۔

جانے کا راستہ کھلا ہے۔ اور وقت میں گنجائش ہے۔ جو شخص اپنی جان ہم پر قربان کرے گا کل جنت الفردوس میں ہمارے ساتھ ہو گا۔ غضب الٰہی سے محفوظ ہو گا۔ قبل ازیں میرے جد معظم یہ بتا چکے ہیں کہ۔۔ میرا حسینؑ کربلا کے ٹیلوں میں تنہا۔ مسافر اور پیاسا شہید ہو گا۔ جو شخص میرے حسین کی مدد کرے گا اسے اتنا اجر ملے گا جتنا میری اور میرے بارہویں فرزند امام قائم کی نصرت کرنے والوں کو ملے گا۔ قیامت کے دن وہ ہمارے حزب میں شامل ہو گا۔

میرے بابا نے۔ جونہی اپنی بات ختم کی تو میں نے دیکھا دس دس اور بیس بیس ہو کر لوگ اٹھنے لگے۔ حتیٰ کہ بنی ہاشم سمیت کم و بیش ستر افراد بچ گئے۔ یہ دیکھ کر میں گھبرائی۔ بے ساختہ میرے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ روتی آنسو بہاتی میں اپنی ماں کے خیمہ میں آئی۔ میری پھوپھی بھی یہیں میرے کمسن بھائی کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ مجھے

روتا دیکھ کر پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟

میں نے تمام حالات سنائے۔ اس وقت میری پھوپھی نے۔ واجداہ۔ واعلیاہ۔ واحسناہ۔ واحسیناہ واقلۃ ناصراہ۔ اب جانے کا کون سا راستہ ہے کے بین کیے

اپنے نانا کا پڑوس چھوڑ کر آگئے ہیں۔ اس صحرا میں ہماری فریاد کون سنے گا؛

اتنے میں میرے بابا بھی ہمارے خیمہ میں تشریف لائے۔ پھوپھی کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ کیا کوئی نئی بات ہے؟

پھوپھی نے بتایا کہ میں نے سنا ہے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کیا ہم واپس مدینہ نہیں جا سکتے؛

میرے بابا نے فرمایا۔ زینب مدینہ سے روانگی کے بعد آج تک سفر میں قدم قدم پر میرے ساتھ رہی ہے اور تجھے تمام حالات کا علم ہے۔ اب وہ وقت قریب تر ہو رہا ہے جس کا وعدہ تجھ سے دم آخر ماں نے لیا تھا۔ اور جس کے متعلق تو نے بابا سے خود اکیسویں ماہ رمضان کی رات تنہائی میں پوچھا تھا۔

دختر زہرا سے مروی ہے کہ جب جانے والے جا چکے تو میں اپنے بھائی کو تسلی دینے کی خاطر ان کے خیمہ میں آئی۔ بیرون خیمہ سے دیکھا تو میں حیران رہ گئی کہ آپ کے پاس عباس ہے۔ نہ اکبر ہے۔ نہ قاسم ہے۔ حسینؑ تنہا بیٹھے تلاوت قرآن میں معروف تھے۔ میں نے سوچا ان کو تلاوت قرآن کرنے دوں اور جا کر عباس سے یہ پوچھوں کہ۔

بھلا آج کی رات بھی حسینؑ کو تنہا چھوڑ دینا درست تھا؟

جب میں خیمہ عباس کے قریب آئی اور جھانک کر اندر دیکھا تو عباس درمیان میں بیٹھے تھے۔ تمام بنی ہاشم اس کے گرد بیٹھے تھے۔ اور عباس کہہ رہا تھا۔

ہاں اب بتاؤ کل کے دن تمہارے کیا ارادے ہیں؟

تمام نے بیک زبان ہو کر کہا۔ آپ ہم سے نہ پوچھیں آپ ہی فرمائیں کہ کل ہمیں کیا کرنا ہے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ دیکھو یہ بہت بڑا بوجھ ہے۔ اور ہر بوجھ گھر والے ہی اٹھاتے ہیں۔ فرزند رسول اس وقت تنہا ہے۔ جو انصار بچ گئے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ کل پہلی قربانی ہماری ہی ہو۔ تاکہ بعد میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ فرزند رسولؐ نے اپنوں کو بچائے رکھا اور انصار کو پہلے قربان کر دیا ہماری قربانی پہلے ہو گی۔ ہمارے بعد اگر کسی کا جی چاہے گا تو فرزند رسول سے تعاون کرے گا۔

تمام نے بیک زبان کہا۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔

یہ سنکر میری ڈھارس بندھی۔ میں اندر جانے کے بجائے واپس پلٹی۔ اپنے خیمہ میں آتے ہوئے میں نے بائیں طرف۔ خیام اصحاب پر نظر کی تو حبیب ابن مظاہر کے خیمہ پر پڑی۔ میں نے سوچا ذرا یہیں کھڑے ہو کر خیام اصحاب کی آواز سن لوں کہ ان کے خیالات کیا ہیں۔ ان خیام کی پشت ہمارے خیام کی طرف تھی۔ میں دو قدم چل کر آگے بڑھی تو ایک خیمہ سے آواز آ رہی تھی۔

دیکھو جو بد نصیب تھے وہ فرزند زہرا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میرے خیال میں ہم خوش نصیب ہیں۔ اللہ نے ہمیں فرزند رسولؐ کی حمایت کے لیے منتخب کر لیا ہے

اس لیے میرا خیال ہے کہ کل یوم عاشور ہم ذریت رسول کے کسی بچے یا جوان کا خون گرتا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ وعدہ کرو جب تک ہماری جان میں جان ہے ہمارے سامنے کوئی ہاشمی شہید نہ ہو۔ اس میں اللہ۔ رسول اللہ۔ بنت رسول۔ مولا علی اور خیام میں موجود ان بے آسرا شہزادیوں کی خوشنودی ہے جو پردیس میں ہمارے سہارا کو دیکھ رہی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اس وقت کوئی بی بی ایسی نہ ہو گی جو آپ کے لیے دعائے خیر نہیں کر رہی ہو گی۔

جب میں نے یہ آواز سنی تو مجھے تسلی ہوئی۔ میں وہاں سے چل کر اپنے خیمہ کی طرف آنے لگی۔ میرا حسینؑ بھی میرے ہی خیمہ کی طرف آتا ہوا مجھے دکھائی دیا۔ حسین کو دیکھ کر جیسے مجھے سکون سا آ گیا ہے۔ بھائی حسین نے مجھے مطمئن دیکھ کر پوچھا۔

زینب! مدینہ سے روانگی کے بعد آج تک میں نے تجھے اس قدر مطمئن نہیں دیکھا جیسے اس وقت دیکھ رہا ہوں؟

میں نے اہلبیت اور اصحاب کے خیام کی تمام روداد سنائی۔ اور پوچھا کہ خیام اصحاب میں جو انصار کو یہ تلقین کر رہا تھا کون تھا؟

بھیا نے بتایا کہ۔ حبیب ابن مظاہر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا۔

بہن! ازل سے میرے ساتھی ہیں۔ میرے نانا نے انہی کے نام مجھے بتائے تھے۔ اب ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو یہاں سے چلا جائے۔ اگر تجھے مزید اطمینان کرنا ہو تو اپنے خیمہ میں چلی جاؤ۔ خیمہ کے اندر در خیمہ پر کھڑے ہو کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔ میں خیمہ کے اندر چلی گئی۔ میرے بھائی نے آواز دی

یا بنی ہاشم! اس آواز سے میں نے دیکھا ہر خیمہ سے ہاشمی نوجوان لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑ کر باہر آئے سب سے پہلے عباس نے جواب دیا اور باہر آیا۔ پھر فرمایا۔

اے حبیب ابن مظاہر اے زہیر ابن قین۔ ایک ایک خیمہ سے ایک ایک صحابی لبیک کہتا ہوا باہر آیا۔ تمام تلواریں علم کیے آپ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ آپ نے تمام سے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

دیکھو تم حالات دیکھ چکے ہو۔ اور میں نے تم لوگوں کو حقائق سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنی زندگی بچا لو۔ زندگی روز روز ہاتھ نہیں آتی۔ صرف میرے لیے راستے بند ہیں۔ تمہارے لیے راستے کھلے ہیں۔ میرے سوا ان کا کوئی مقصود نہیں ہے مجھے ان میں چھوڑ دو۔ اور چلے جاؤ۔

پہلے بنی ہاشم کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ آقا! آپ ہمیں بار بار واپس جانے کو فرماتے ہیں۔ ہماری طرف سے پہلا اور آخری جواب یہ ہے کہ ہماری موت اور حیات آپ کے قدموں میں ہے۔ پھر انصار میں سے جناب حبیب اٹھے۔ اور انہوں نے عرض کیا۔

میرے آقا! ہماری جانیں نہ تو آپ سے زیادہ معزز ہیں۔ اور نہ ہی زیادہ قیمتی۔ اگر خودکشی جائز ہوتی ہے تو ہم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اسی وقت آپ کے قدموں میں رکھ دیتے۔ آپ مزید ہمیں یہ فرما کر شرمندہ نہ کریں کہ ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اچھا ایسا کرو۔ جن کے ساتھ مستورات ہیں وہ اپنی مستورات کو بنی اسد کے پاس چھوڑ آئیں۔ تاکہ وہ انہیں آپ کے گھروں

تک پہنچا دیں۔

علی ابن مظاہر کھڑا ہوا اور عرض کیا۔ آقا یہ کس لیے؟

آپ نے فرمایا۔ میرے بعد یہ خیام لوٹ لیے جائیں گے۔ پھر انکو نذر آتش کر دیا جائے۔ اور بنات رسولؐ کو پابند رسن کیا جائے گا۔

علی ابن مظاہر خاموشی سے چلا اپنے خیمہ میں آیا۔ اس کی بیوی نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اور مسکرا دی۔ علی نے پوچھا اس وقت مسکرانے کی کیا بات ہے؟

اس مخدرہ نے جواب دیا۔ مسکرانے کی بات تو اب بنی ہے۔ کل یوم محشر میں جب دختر رسول سے ملوں گی تو آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں کتنی خوش اور مسرور ہوں گی۔ کیا میں ایسے شوہر کی بیوی نہیں ہوں گی جس نے اپنی جان دختر رسول کے فرزند کے قدموں میں قربان کی ہو گی۔

علی ابن مظاہر نے کہا۔ اچھا اب اٹھو اور چلو۔

اس مخدرہ نے پوچھا کہاں چلوں اور کیوں چلوں۔

علی ابن مظاہر نے جب فرزند رسولؐ سے سنی ہوئی تمام بات سنائی تو اس نے اپنا سر چوب خیمہ پر مارا اور کہا۔

اے علی ابن مظاہر تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اس پاک باز نے کہا۔ جب تو مولا کی بات خود ہی سنا رہا ہے تو پھر کیا تو یہ جانتا ہے کہ تم تو اپنے مولا کے قدموں میں اپنی جان قربان کر دو اور میں اپنی آقا زادی کے قدموں میں اپنی صرف چادر ہی ڈالوں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ دختر زہرا کا خیمہ لوٹ لیا جائے اور بنی اسد کی ایک معمولی مستور کا خیمہ

لٹنے سے بچ جائے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ بنی اسد کی ایک معمولی مستور کا پردہ بنت زہرا کے پردہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ زینب کے سر سے چادر اتر جائے اور تیری بیوی کے سر پر چادر رہ جائے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کل روز قیامت تو خود سرخرو چہرہ سے کر نبی کونین کے سامنے جائے اور میں رو سیاہ ہو کر بنت رسول کے سامنے جاؤں۔ نہیں ابن مظاہر ایسا کبھی نہ ہوگا۔ میں اپنی جان دے دوں گی۔ لیکن اس وقت زہرا زادیوں کو اس حالت غربت میں چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی۔

چوتھی مجلس

ہلال ابن نافع اور شب عاشور

مدینۃ المعاجز میں امام سجاد سے مروی ہے کہ شب عاشور جب غریب زہراؑ نے تمام اصحاب کو بلا کر فرمایا۔ کہ میں اپنا وعدہ تم کو معاف کرتا ہوں۔ اپنی بیعت تم سے اٹھاتا ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی دوسروں کی طرح جا سکتے ہو۔ ہر ایک نے اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق کچھ نہ کچھ عرض کیا۔ شہزادہ قاسم ابن امام حسینؑ نے عرض کیا۔

میرے آقا! میں تو صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ کل یوم عاشور آپ ہی اپنے اس کمسن بھتیجا کا لاشہ اٹھائیں گے۔ میں آپ کو ہمیشہ نہ دیکھوں گا۔ میرے بابا نے ایک طویل آہ سرد بھری اور فرمایا۔ ہاں بیٹے تو نے سچ کہا ہے۔ کل تیرا لاشہ بھی مجھے ہی اٹھانا ہوگا۔

پھر آپ روئے اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ قاسم نے دو تین مرتبہ عرض کیا۔ چچا جان! خیریت تو ہے کیا میری بات سے آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہے؟۔

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے۔ پھر آپ نے بڑھ کر قاسم کو گلے لگایا اور فرمایا

بیٹے تفصیل میں نہ جاؤ۔ مجھے تو نے کل کا وقت یاد دلا دیا ہے۔ جب میں تیرا لاشہ اٹھانے کو جاؤں گا۔ قاسم بیٹے! میرا شیر خوار بھی کل کے شہدا کی فہرست میں ہے۔

یہ بات سنکر قاسم نے عرض کی۔ چچا جان! بھلا شیر خوار کیسے شہید ہو گا ہم تو خود ان سے جا کر لڑیں گے وہ خود جا کر لڑنے والا تو نہیں کیا وہ لوگ خیام تک آجائیں گے؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے نہ پوچھ ہمارے بعد کیا ہو گا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ نزول کربلا میں آپ کے صحابہ میں سے نافع ابن بلال کو سب سے زیادہ آپ کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ نافع کی کوشش رہتی تھی کہ کسی وقت بھی امام حسینؑ تنہا نہ رہیں۔ نافع نے جناب امام سجاد کو بتایا کہ شب عاشور جب جلنے والے چلے گئے۔ اور امام حسینؑ نے ہمیں بار بار آزمایا اور تمام اصحاب اپنے اپنے خیام میں تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے۔ تو میں نے امام حسینؑ کو ٹیلوں کے مابین تنہا جاتے دیکھا۔ میں بھی آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ کچھ دور جا کر آپ نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو میں بھی آ رہا تھا۔ فرمایا۔ نافع ہے۔

میں نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ!

آپ نے فرمایا کہاں جا رہا ہے؟

میں نے عرض کیا قبلہ جانا کہاں ہے۔ میں آپ کو رات کی اس تاریکی میں تنہا اس طرف آتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ اور چلا آیا۔ آپ نے فرمایا۔ بلال اس وقت تنہا آنے کا میرا مقصد ایک تو یہ تھا کہ یہ اطمینان کر لوں کہ ان ظالموں نے کہیں ہمارے

خیام کے عقب۔ دائیں۔ بائیں یا سامنے کی طرف کہیں قریب ہی ایسی جگہ نہ بنا رکھی ہو۔ جہاں سے کل عین وقت جنگ میں یہ خیام پر حملہ نہ بول دیں۔ اور دوسرے میں اپنی وہ جگہ بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ جس کی مٹی میرے نانا نے نانی ام سلمہ کے حوالہ کی تھی۔

پھر میرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔

بلال تجھے مجھ پر کتنا اعتماد ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر ایسا کریں کہ اس وقت تجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ایسا کر ان ٹیلوں کی اوٹ میں یہاں سے نکل جا اور زندگی بچائے کسی کو پتہ نہ چلے گا۔ کہ بلال کہاں گیا ہے۔

میں نے جونہی یہ بات سنی میرا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ میری ٹانگیں لرزنے لگیں۔ میں چلنے کے قابل نہ رہا۔ زمین پر بیٹھ گیا۔ سر فرزند رسولؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

آپ نے میرا سر دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اوپر اٹھایا اور فرمایا۔ بلال کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا۔ آقا! کیا آپکو میرے خلوص پر شک ہے؟ یا کیا شہادت میرے نصیب میں نہیں ہے

آپ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تیرے بچے یتیم نہ ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ مجھے یقین ہے میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔

لیکن۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ہلال کے یتیم ہونے والے بچے آل رسولؐ کے یتیم ہونے والے بچوں سے بہتر نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہلال اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ پھر مجھے اٹھایا۔ گلے لگایا۔ اور واپس چلے آئے۔ واپسی پر آپ ثانیہ زہرا کے خیمہ میں تشریف لے گئے میں خیمہ کے ایکطرف اس امید میں کھڑا رہا کہ آپ ممکن ہے جلدی باہر تشریف لے آئیں۔ بی بی نے آپ کو بٹھایا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ بھائی نے بہن سے کوئی بات کی یا بہن نے بھائی سے کچھ کہا۔ مجھے تو صرف یہی محسوس ہوا کہ دونوں بھائی بہن رو رہے ہیں اور صدائے گریہ باہر آرہی ہے۔

پھر ثانیہ زہرا کی آواز آئی۔

بھیا آپ تو کل چلے جائیں گے۔ یہ یتیم اور بیوائیں کہاں جائیں گی؟

آپ نے فرمایا۔ زینب بہن تجھے اسی لیے ساتھ لایا ہوں کہ میرے بعد سجاد بیمار ہوگا اور تو ان یتیموں اور بیواؤں کو سنبھالے گی۔

ثانیہ زہرا نے پھر ایک سوال کیا۔ بھیا کل بنی ہاشم کے سب نوجوان شہید ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں صرف سجاد اور باقر بچ جائیں گے۔

ثانیہ زہرا نے پھر ایک سوال کیا۔ جس کے بعد میں وہاں کھڑا نہ رہ سکا۔ بی بی نے پوچھا۔

بھیا! میں نے سنا ہے کہ مدینہ مکہ اور راستہ میں تیرے ساتھ شامل ہونے والوں کی اکثریت آپ کی اجازت کے بعد چلی گئی ہے۔

بہت کم افراد بچ گئے ہیں۔ کیا ان کے متعلق یقین ہے کہ اب یہ تو آپ کو چھوڑ کر واپس نہیں جائیں گے؟

آپ نے فرمایا۔ زینب جو بچ گئے ہیں ان میں سے اب کوئی بھی واپس جانے والا نہیں ہے۔

میں وہاں سے حبیب ابن مظاہر کے خیمہ میں آیا۔ دیکھا تو حبیب تلوار صاف کر رہا تھا۔ حبیب مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مرحباً کہہ کر بٹھایا۔ جب میں میں بیٹھ گیا تو پوچھا۔

ہلال تو مجھے کچھ پریشان سا نظر آرہا ہے۔ کیا بات ہے اگر واپس جانا چاہے تو میں تجھے آقا سے اجازت لے کر دوں۔

میں نے کہا۔

حبیب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری پریشانی کی وجہ سنکر تو بھی آرام سے نہیں بیٹھ سکے گا۔

حبیب نے پوچھا کیا بات ہے۔

میں نے جب حبیب کو ثانیہ زہرا کا وہ سوال بتایا جو بی بی نے امام حسینؑ سے کیا تھا۔ حبیب تلوار ہاتھ میں لیے اٹھا خیمہ سے باہر آیا۔ اور مجھے کہا۔ تمام انصار کو بلا۔ ایک طرف سے حبیب نے دوسری طرف سے میں نے جب یا انصار الحسینؑ کی آواز دی تو تب بنی ہاشم کے تمام انصار خیام سے نکل کر آ گئے۔ اس وقت حبیب نے بنی ہاشم سے کہا۔ آپ تو واپس اپنے اپنے خیام میں چلے جائیں۔ جب صرف ہم انصار بچ گئے اس وقت حبیب نے کہا۔ اے انصاران حسینؑ نبیؐ زادیوں کو آپ کی نصرت پر شک ہے۔ بیبیاں اس بات سے گھبرا رہی ہیں

کہ کہیں ہم بھی انہیں چھوڑ کر چلے نہ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے ساتھ آؤ۔ اپنی برہنہ تلواریں اپنی گردن پر رکھ لو۔ ثانیہ زہرا کے خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر اجازت مانگو اگر ابھی اجازت مل جائے تو صبح عاشور سے پہلے ہم اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کاٹ کر فرزند رسول کے قدموں میں ڈال دیں۔ جب ہم اس صورت میں ثانیہ زہرا کے در خیمہ پر گئے۔ اور حبیب نے باآواز بلند بتایا کہ اے پردگان عصمت آپ کے بھائی کے جان نثار اب بھی حاضر ہیں۔ اس وقت امام حسینؑ خیمہ سے باہر آئے اور فرمایا۔ حبیب میں تمہاری طرف سے تمام مخدرات عصمت کو یقین دلا جا چکا ہوں۔ پھر بنت زہرا نے ہمیں دعا دی۔

فصل ۹

اس فصل میں بائیس مجالس ہیں

پہلی مجلس

صبح عاشور

صبح عاشور ایک ہاتف غیبی نے انصار حسینؑ کا نام لے کر آواز دی۔

اے شہسواران رب قدیر سوار ہو جاؤ۔ امام حسینؑ اٹھے اپنے ایک ایک ساتھی کا نام لے کر پکارا۔ ہر ایک دوڑ کر اپنے خیمہ سے نکلا۔ آپ نے فرمایا۔ تجدید تیمم کر لو۔ جب تجدید تیمم ہو گئی تو آپ نے شبیہ رسولؐ بیٹے کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ ہمشکل نبیؐ علی اکبرؑ نے اذان کہی۔ امام حسینؑ نے جماعت کرائی۔ نماز کے بعد فرزند رسولؐ نے دائیں ہاتھ میں قرآن لیا۔ دونوں ہاتھ سوئے آسمان بلند کیے اور بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

اے اللہ تو ہی ہمارا سہارا ہے۔ ہر مصیبت میں تو ہی آخری پناہ گاہ ہے۔ ہر معاملہ میں تیرا ہی آسرا ہے۔ بارالہا آج وہ دن ہے جس میں ہر مضبوط دل کا دل بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ ہر دانش کی ہر تدبیر بے سود ہو جاتی ہے۔ اس جیسے دن میں دوست چھوڑ جاتے ہیں اور دشمن تالیاں بجاتے ہیں۔ یہ امتحان تیرا عطا کردہ ہے۔ میں تیرا محب ہوں۔ ہر ایک کا ولی تو ہے۔ ہر نیکی کو تو قبول کرتا ہے اور

ہر خلوص کو تو پہچانتا ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے اقربار اور انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ آپ لوگ خوش نصیب ہیں۔ آج شام کو آپ میرے نانا کے ہاتھ سے کوثر پئیں گے۔ ان بے واؤں اور یتیموں کے لیے صرف زین العابدین ہی بچے گا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق یوم عاشور جمعہ کا دن تھا۔ عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ میمنہ کا سالار عمرو ابن حجاج زبیدی کو میسرہ کا امیر شمر ابن ذی الجوشن۔ سواروں کا امیر عروہ ابن قیس احمسی کو پیا کا سالار شبث ابن ربعی کو تیر اندازوں کا امیر محمد ابن اشعث (حضرت ابوبکر خلیفہ اول کا بھانجا) کو اور علمبردار اپنے غلام درید کو بنایا۔

دوسری طرف امام حسینؑ مرتجز نامی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اپنے انصار کو آمادہ جنگ کیا۔ آپ کے پاس بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھے آپ کے لشکر کی ترتیب یوں تھی۔

میمنہ۔ زہیر ابن قیس

میسرہ۔ حبیب ابن مظاہر

علمبردار۔ قمر بنی ہاشم

امام حسینؑ نے خیام کو اپنے عقب میں رکھا۔ شب عاشور کھودی ہوئی خندق میں آگ جلانے کا حکم دے دیا۔ اس پیش بندی کا مقصد عمر سعد کے اس منصوبہ کو ناکام بنانا تھا جو اس نے شب عاشور بنایا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کے پاس نفری بہت کم ہے اور ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ لہٰذا ہر چہار طرف سے آل محمدؐ کو گھیر لیا جائے گا کچھ لوگ مصروف جنگ ہو جائیں گے اور کچھ تاراجی خیام شروع کر کے

مخدرات عصمت کو قیدی بنالیں گے۔ تاکہ خیام کی غارت گری مخدرات عصمت کی رسن بستگی اور آل محمد کا قتل بیک وقت مکمل ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ دو یا اڑھائی گھنٹے کا کام ہے۔ اس کام سے فراغت کے بعد غسل وغیرہ کر کے نماز جمعہ ادا کی جائے گی پھر نماز جمعہ کے بعد جشن فتح منایا جائے گا جب صبح یہ لوگ اپنے پروگرام کے مطابق گرد گھیرا ڈالنے کے لیے آگے بڑھے تو انہیں خندق دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی اب ان کے پاس سوائے سامنے والی طرف کے جنگ کرنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ شمر نے گھوڑے کو جولان دے کر انتہائی گستاخی سے فرزند رسولؐ کو مخاطب کیا۔ جناب سید الشہداء نے صرف یہی فرمایا۔ شاید یہ شمر ہی بول رہا ہے۔ مسلم ابن عوسجہ نے عرض کیا قبلہ شمر میرے نشانہ پر ہے اگر اجازت دیں تو میں تیر مار کر اسے واصل جہنم کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلم میں نو دنوں سے تمہیں بتا رہا ہوں کہ آغاز ہماری طرف سے نہیں ہو گا۔

جب فوج یزید آپ کے قریب آگئی تو آپ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے اور بریر سے فرمایا۔ جنگ سے پہلے اتمام حجت ضروری ہے جاؤ اور اپنی طرف سے اتمام حجت کر لو۔

چنانچہ بریر آگے بڑھا اور فرمایا۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔

نبی کونین دو ثقل بطور امانت ہمارے پاس چھوڑ کر گئے تھے۔ ثقل اصغر کے احکام کو تم پشت پیچھے چھوڑ چکے ہو اور ثقل اکبر جو ذریت نبیؐ عترت رسولؐ۔ بنات رسولؐ اور حرم نبیؐ پر مشتمل ہے وہ تمہارے

سامنے ہے...... اب بتاؤ تمہارے پاس میرے ان حقائق کا کوئی جواب ہے...... اب تم ان سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو...

لشکر یزید نے جواب دیا۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم امام حسینؑ کو اس کے ساتھیوں سمیت ابن زیاد کے پیش کریں خواہ طوعاً ہو یا کرہاً پھر جو ابن زیاد مناسب سمجھے گا ان سے سلوک کرے گا۔

جناب بریر نے فرمایا۔ کیا تم اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ فرزند رسولؐ جہاں سے آیا ہے واپس وہیں چلا جائے۔

اے اہل کوفہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ کیا تم اپنے وہ خطوط بھول گئے ہو جو تم نے لکھے تھے...... کیا تمہیں اپنے وہ عہد یاد نہیں ہیں جو تم نے اللہ کو گواہ بنا کر کیے تھے...... تم نے تو فرزند رسولؐ کو یہ کہہ کر بلایا تھا کہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھیں گے جب وہ آگئے تو اب اسے ابن زیاد کے پیش کرتے ہو...... تم نے فرزند رسولؐ کا پانی بند کر دیا ہے تم نے اپنے نبیؐ کی ذریت سے بدترین سلوک کیا ہے...... مجھے سمجھ نہیں آتی تمہیں ہو کیا گیا ہے...... اللہ قیامت کے دن تمہیں سیراب نہ کرے تم بہت ہی بدنصیب امت ثابت ہوئے ہو۔

کچھ لوگوں نے کہا۔ بریر تو جو کچھ کہہ رہا ہے ہمارے پلے کچھ بھی نہیں پڑ رہا۔ اگر حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پیش ہونا چاہتا ہے تو معاملہ ختم ہے۔ اگر اسے انکار ہے تو پھر وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں ہر صورت حکم امیر کی اطاعت کرنا ہے۔ اگر حسینؑ چل کر نہ گیا تو پھر ہم سر حسینؑ کو امیر کے پاس لے جانے پر

مجبور ہوں گے۔

جناب بریر نے فرمایا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے تم لوگوں کے سلسلہ میں میری بصیرت میں اضافہ فرمادیا ہے۔ اے اللہ! گواہ رہنا میں ان لوگوں کے کردار سے بری ہوں۔ اے اللہ! اپنا غضب ان پر نازل فرما۔
اے اللہ! یہی مغضوب علیہم ہیں۔ ہر مومن کو ان کی اقتدار سے محفوظ رکھ۔

فوج یزید کی طرف سے جناب بریر پر تیر اندازی شروع ہو گئی۔ جناب بریر خاموشی سے واپس آگئے۔ زہیر ابن قین نے کھڑے ہو کر عرض کیا قبلہ اگر اجازت ہو تو میں بھی ان لوگوں سے بات کر لوں۔

آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور ضرور کرو۔

زہیر ابن قین نے فرمایا۔

اے لوگو! اللہ نے عبداللہ کے لال کو ہمارے لیے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ جو بشیر و نذیر بھی تھے۔ اور سراج منیر بھی تھے دریائے فرات پر تمہارا قبضہ ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ اس پانی سے ہر جانور سیراب ہو رہا ہے۔ لیکن جس کے نانا کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کا نواسہ اپنے شیر خوار بچوں سمیت لب دریا پیاسا ہے۔ اور تمہارے لیے ڈوب جانے کا مقام ہے۔ کس منہ سے محمد رسول اللہ کہتے ہو۔

فوج یزید نے کہا۔

اے بریر ہمدانی جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو حسینؑ۔ اولاد حسینؑ اور انصار حسینؑ کے لیے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔

جب امام حسینؑ نے ان کی یہ جسارت آمیز گفتگو سنی تو فرمایا۔
ان لوگوں پر شیطان کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ ذکر خدا اور انسانیت نام کی کسی چیز سے یہ واقف نہیں ہیں۔ یہی حزب شیطان ہے اور حزب شیطان کا انجام خسارہ کے سوا کچھ نہیں۔

فوج یزید نے پھر گھوڑوں کو آگے بڑھایا۔ آپ مرتجز پر سوار ہوئے۔ قرآن ان کے سامنے رکھا۔

اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔
دیکھو جلدی نہ کرو۔ ہم کہیں نہیں جا سکتے۔ مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں اپنا وہ حق ادا کر دوں جو تمہاری طرف سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ تم سے معذرت بھی کر لوں۔ اور تم سے انصاف بھی مانگ لوں۔ اگر تم لوگوں نے انصاف دے دیا تو اس میں تمہاری سعادت ہو گی۔ اور اگر تم نے انصاف نہ دیا تو پھر مجھے اتنا فائدہ ہو جائے گا۔ کہ کل تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں لاعلم تھا۔ میں حقائق سے بے خبر تھا۔
حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے نبی کونینؐ پر درود و سلام پڑھا اور فرمایا۔

امابعد۔

اے کوفیو! پہلے میرا نسب دیکھو لو کہ میں ہوں کون، پھر اپنے ضمیر سے

سوال کرو کہ کیا تمہارے لیے میرے خون سے ہاتھ رنگنا......
اور ناموس پیغمبرؐ کی توہین کرنا جائز بھی ہے یا نہیں ؟........ کیا
میں تمہاری نبی زادی کا بیٹا نہیں ؟........ کیا میں تمہارے نبیؐ
کے وصی کا فرزند نہیں ؟........ کیا میں تمہارے نبیؐ کے
چچازاد کا لخت جگر نہیں ؟........ کیا میں اس کا جگر گوشہ
نہیں جس نے سب سے پہلے اعلان ایمان کیا تھا؟......
کیا سید الشہداء حمزہ میرا چچا نہیں ؟........ کیا جنت میں
اڑنے والا جعفر طیار میرا چچا نہیں ؟........ کیا تم نے نبیؐ
کی یہ بات نہیں سنی جو انہوں نے میرے اور حسنؑ بھائی کے لیے
فرمائی تھی کہ۔ الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ ؟ جو کچھ میں
نے کہا ہے یہ حق ہے۔ جب سے میں دنیا پر آیا بخدا کبھی جھوٹ
نہیں بولا........ اگر تمہیں ذرا بھی شک ہو تو تم میں وہ لوگ اس
وقت بھی موجود ہیں جنہوں نے میرے نانا سے یہ الفاظ سنے
تھے........ کیا اس حقیقت کے جاننے کے بعد بھی تم
میرے بے گناہ خون سے اپنے ہاتھ سرخ کرو گے........ اگر
اس بات میں تمہیں شک بھی ہو تو کیا اس بات میں بھی کوئی شک
ہے کہ اس وقت کرہ ارض پر میرے سوا کوئی بھی تمہاری نبی زادی
کا فرزند نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مجھے یہ بتا دو کہ کیوں میرے قتل
کے درپئے ہو۔ کیا میں نے کوئی قتل کیا ہے جس کا قصاص مجھ
سے لیتے ہو؟........ کیا میں نے کسی کی جائیداد پر قبضہ کیا ہے

جس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو؟........ کیا میں نے کسی
کو زخمی کیا ہے۔ جس کا معاوضہ مجھ سے مانگتے ہو؟.....

پھر آپ نے قرآن کریم کو کھولا۔ سر پر رکھا۔ اور فرمایا۔ دیکھو
یہ اللہ کی کتاب میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس کا لانے والا
وہ نبیؐ جو میرا نانا اور تمہارا رسولؐ ہے اور تمہارے درمیان ہے
مجھے بس اتنا بتا دو کہ وہ کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر تم نے میرا قتل
حلال سمجھ رکھا ہے ؟

شمر نے کہا۔ حسینؑ اب ان باتوں کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ تمہاری زندگی کی
سانسیں گنی جا چکی ہیں۔

آپ نے شمر کی طرف دیکھا اور فرمایا۔
مجھے میرے جد امجد کئی مرتبہ خواب میں فرما چکے ہیں کہ ایک سفید و
سیاہ کتا تیرے خون سے آلودہ ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے تو ہی
میرے خواب کی تعبیر ہے (یہ خبیث مبروص تھا) لہوف میں ہے کہ
آپ نے فرمایا۔ بحق خدا یہ بتا دو کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟...
... تمام نے جواب میں کہا۔ ہم آپ کو کیسے نہیں پہچانتے، آپ
فرزند رسولؐ اور سبط نبیؐ ہیں....... آپ نے فرمایا۔ بحق خدا
یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رسول کونینؐ میرا نانا ہے ؟....
سب نے جواب میں۔ ہاں۔ کہا۔
آپ نے فرمایا۔ اچھا براہ خدا یہ بھی جانتے ہو کہ میرا والد علی ابن
ابی طالب ہے ؟........ تمام نے جواب دیا ہاں.....

آپ نے فرمایا۔ خدا کے لیے یہ بتا دو کیا تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفیٰ ہے؟۔۔۔۔۔ سب نے کہا یہ بھی جانتے ہیں کہ تو فاطمہ زہرا کا فرزند ہے۔۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا اللہ کے نام پر یہ بھی بتا دو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری نانی خدیجۃ الکبریٰ ملیکہ عرب ہے جس نے عورتوں میں سب سے پہلے اعلان اسلام کیا تھا؟ سب نے کہا ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ خدیجۃ الکبریٰ کے نواسے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کے واسطے یہ بھی بتا دو کہ کیا تمہیں معلوم ہے جنت میں اڑنے والا جعفر طیار میرا چچا ہے؟ سب نے کہا ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ جعفر طیار کے بھتیجے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب ادھر دیکھو اور اللہ کے نام پر بتاؤ کہ۔ کیا یہ وہی تلوار میرے پاس ہے جو سرور انبیاء کے پاس ہوا کرتی تھی؟ سب نے کہا۔ ہم نے دیکھ لی ہے یہ وہی تلوار خاتم الانبیاءؐ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اب میرے سر پر دیکھو اور خدا کے لیے بتاؤ کیا یہ وہی عمامہ میرے سر پہ ہے جو نبی کونینؐ کے سر پر ہوتا تھا۔؟ سب نے کہا ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے سر پر عمامہ رسولؐ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بحق خدا یہ بھی بتا دو کہ کیا تمہیں یہ بات بھی معلوم ہے کہ میرا باپ علیؑ ہی تھا جو اسلام میں اول۔ علم میں اعلم۔ حلم میں عظیم تر۔ اور ہر مومن ومومنہ کا مولیٰ تھا؟ سب نے کہا ہمیں یہ بھی معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب یہ بتا دو کہ ان تمام معلومات کے باوجود کس بنیاد پر میرے قتل کو

جائز سمجھتے ہو؟ جب کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ حوض کوثر میرے باپ کی تحویل میں ہوگا اور لواء الحمد کا حامل میرا ہی باپ ہوگا۔ تمام نے جواب دیا۔ اے حسینؑ! ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن تجھے پیاسا قتل کیے بغیر اب ہم واپس بھی نہیں ہٹیں گے۔

جب آپ کا یہ خطبہ مخدرات عصمت نے سنا اور فوج یزید کا جواب بھی سنا تو مصروف گریہ وبکا ہوگئیں۔ آپ نے ہمشکل نبیؐ اور قمر بنی ہاشم کو بھیجا کہ انہیں جا کر بتاؤ۔ تمہارے رونے کے لیے بڑا وقت پڑا ہے۔ اس وقت ماتم نہ کرو۔

واقعی آپ نے سچ فرمایا تھا کہ تمہارے ماتم وگریہ کے لیے بڑا وقت پڑا ہے۔ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ فاطمی مستورات نے شہادت حسینؑ پر سینہ زنی کی سیاہ لباس پہنے۔ ان کے غم والم کا یہ عالم تھا کہ انہیں واقعہ کربلا کے بعد نہ گرمی کا احساس ہوتا تھا اور نہ سردی کا۔ جناب سجاد اپنے ہاتھ سے کھانا پیش کرتے تھے اور بحیثیت امام کھانے کا حکم دیتے تھے۔ ہماری کسی مستور نے واقعہ کربلا کے بعد ابن زیاد کا سر آنے تک نہ کبھی خضاب کیا۔ نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ بالوں میں کنگھی کی اور نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا۔

مؤلف۔

شاید امام حسینؑ نے ہمشکل نبی اور قمر بنی ہاشم کو مستورات کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ آپ کو معلوم تھا کہ ایک سیرت وصورت نبویہ کا حامل ہے اور دوسرا صورت وکردار حیدریہ کا مالک ہے ان دونوں کو دیکھ کر ہی مستورات کو حوصلہ آجائے گا۔

اس کے بعد آپ نے اپنا خطبہ ان الفاظ پر ختم کیا۔

لایکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الی ولا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم ما من دابة الا ھو اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم اللھم احبس عنھم قطر السماء وابعث علیھم سنتین کسنی یوسف وسلط علیھم غلام ثقیف فیسقیھم کاسا مصبرة فانھم کذبونا وخذلونا وانت ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔

اب جب معاملہ تمہارے سامنے واضح ہے اب بے شک آؤ اور مجھے مہلت نہ دو میں اپنے اور تمہارے رب پر توکل کرتا ہوں کوئی ذی روح ایسی نہیں جو اللہ کے قبضہ قدرت میں نہ ہو یقیناً اللہ صراط مستقیم پر ہے اے اللہ! ان سے بارانِ رحمت روک لے۔ ان پر زمانہ حضرت یوسف جیسا قحط مسلط فرما۔ بنی ثقیف کا نوجوان ان کا حکمران بنا جو انہیں تلخ موت کے گھونٹ پلائے۔ ان لوگوں نے ہماری تکذیب کی ہے ہمیں بلا کر تنہا چھوڑ دیا ہے تو ہمارا رب ہے۔ تجھ پر توکل ہے تیرے حضور درخواست ہے اور تیری طرف بازگشت ہے۔

مؤلف۔ قدرت نے امام حسینؑ کی دعا قبول فرمائی۔ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو

ان پر مسلط کیا۔ جس نے ان لوگوں کو بدترین قسم کے عذاب دے کر واصل جہنم کیا۔ میدان کربلا آنے والوں میں سے اس نے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑا۔ مختار کہا کرتا تھا۔

ما من دیننا ان نترک قتلة الحسین احیاء بئس ناصر آل محمد انا اذا فی الدنیا انا استعین اللہ علیھم فسموھم لی ثم اتبعوھم حتی تقتلوھم فانی لا یسوغ لی الطعام والشراب حتی اطھر الارض منھم۔

میں اسے دین نہیں سمجھتا کہ قاتلین حسینؑ روئے ارض پر دندناتے پھریں۔ اگر ایسا ہوا تو نصرت آل محمد کے نام پر مجھ سے بدنصیب کوئی نہ ہوگا۔ ان لوگوں کے خلاف میں نے اللہ سے مدد مانگی ہے۔ مجھے ان لوگوں کے نام بتاؤ پھر انہیں تلاش کرو اور جہنم رسید کرو۔ میں اس وقت تک کھانے اور پینے کو اچھا نہیں سمجھوں گا جب تک روئے ارض کو ان کے نجس وجود سے پاک نہیں کر لوں گا۔

دوسری مجلس:

امام حسینؑ کا احتجاج

ازدی کا بیان ہے کہ مجھے علی ابن حنظلہ شامی نے بتایا ہے کہ میں میدان کربلا میں موجود تھا۔ جب ہم نے فرزند رسول کے گرد گھیرا تنگ کیا تو زہیر ابن قین مسلح ہو کر ہمارے سامنے آیا اور کہا۔

اے اہل کوفہ و شام!

میں تمہیں عذاب خدا سے ڈراتا ہوں۔ جب تک ہمارے درمیان تلوار نہیں چلتی اس وقت تک ہم اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہیں۔ اور ہر بھائی کا حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرے۔ اللہ نے ہمیں اور تمہیں ذریت نبیؐ سے بتلائے امتحان کیا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ہم آل نبیؐ سے کیا سلوک کرتے ہیں ہم تمہیں نصرت آل محمدؐ کی دعوت دیتے ہیں۔ تمہیں بنی امیہ سے ظلم اور زیادتی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ قبل ازیں تم لوگ اپنی آنکھوں سے حجر ابن عدی اور اس کے ساتھیوں کا انجام دیکھ چکے ہو۔ ان کی طرح تمہاری آنکھیں پھوڑ دی جائیں گی اور تمہارے ہاتھ

کاٹ دیے جائیں گے۔ تمہارا مثلہ کیا جائے گا۔ تمہیں درختوں پر سولی لٹکایا جائے گا۔

زہیر کی ان باتوں کے جواب میں اہل کوفہ و شام نے جناب زہیر کو گالی بکنا شروع کر دیا۔ اور کہا جب تک ہم حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہیں کریں گے اس وقت ہمیں چین نہیں آئے گا۔

جناب زہیر نے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ سمیہ کے بیٹے کی نسبت اولاد زہرا کو تمہاری مدد کی زیادہ ضرورت ہے اگر تم ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے تو کم ازکم اس کے خون میں شریک ہونے سے بچو۔

شمر نے کہا۔ اے زہیر اب خاموش بھی ہو جا۔ تیری ہر تقریر سے دو چار آدمی بددل ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔

جناب زہیر نے فرمایا۔ او شمر! تجھے معلوم ہے کہ وہ تیرا ہی باپ تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کے نام سے معروف تھا۔ میں تجھ جیسے حیوان زادے سے بات نہیں کر رہا۔ اگر اس بھرے مجمع میں تو قرآن کی دو آیتیں ہی سنا دے تو میں مان لوں گا کہ تو نے قرآن پڑھا ہوا ہے۔ ذلت اور رسوائی تیرا مقدر بن چکی ہے۔

شمر نے کہا۔ یہ فیصلہ ابھی تلوار کرے گی کہ کون مرتا ہے۔ اور کون جیتا ہے!

جناب زہیر نے فرمایا۔ جبھی تو میں نے کہا ہے کہ تو حیوان زادہ ہے۔ تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ موت کا نام ذلت نہیں ہے عزت کی موت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہے۔ اور نصرت آل محمدؐ میں موت ہی عزت ہے۔ ہمیں موت سے نہ ڈرا اور نہ ہی موت سے ڈر کر ہم اس جگہ آئے ہیں۔

پھر جناب زہیر لشکر یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اے بندگان خدا! اس زائد گوشت کی باتیں نہ سنو اور نہ ہی اس کی باتوں سے دھوکا کھاؤ۔ بخدا وہ لوگ کبھی شفاعت نبی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے جنہوں نے ذریت نبویہ کے خون سے ہاتھ رنگے ہوں۔ یا ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں کا ساتھ دیا ہو۔

اتنے میں پیچھے سے کسی نے آواز دی۔

اے زہیر فرزند رسول تجھے واپس بلا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ تو نے حق نصیحت ادا کر دیا ہے۔

اس کے بعد خود امام حسینؑ مرتجز گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ اور آپ نے عمر ابن سعد کو دیکھا جو دیگر روسائے لشکر کے درمیان کھڑا تھا۔ اور فرمایا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے دنیا کو دار فنا بنایا ہے۔ جو اہل دنیا کو ایک حال سے دوسرے حال میں گردش دیتا ہے۔ وہی فریب خوردہ ہے جو دنیا کے جال میں پھنس جائے۔ اور وہی فتنہ پرداز ہے جسے دنیا دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے۔ اس دنیا میں دھوکا مت کھاؤ۔ یہ دنیا اپنے ہر امیدوار کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ اور ہر حریص کو رسوا کرتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسے معاملہ پر جمع ہو چکے ہو جس میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ اللہ کی نگاہ کرم کو تم اپنی طرف سے پھیر رہے ہو۔ غضب ذوالجلال کو دعوت دینے اکٹھے ہو گئے ہو۔ ہمارا رب رب کریم ہے۔ مگر تم بدترین بندے بن رہے ہو۔

تم نے ایک مرتبہ اطاعت رب کا اقرار کیا۔ اس کے نبی محمدؐ کی نبوت کا کلمہ پڑھا۔ پھر اسی نبیؐ کی ذریت کے درپے قتل ہو گئے۔ اے لوگو! تم شریعت اسلام سے واقف ہو۔ تم تلاوت قرآن کرتے ہو۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کسی گناہ اور کسی جرم کے بغیر ذریت رسولؐ کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اے لوگو! ذرا اپنے پیچھے دیکھو۔ وہی پانی جسے یہودی اور نصرانی پی رہے ہیں۔ تم نے اسی پانی سے اپنے نبیؐ کی ذریت کے کم سن بچوں تک کو محروم کر رکھا ہے۔ شیطان تم پر غالب آ چکا ہے۔ تم ذکر خدا بھول چکے ہو

انا للہ و انا الیہ راجعون تم وہ لوگ ہو جو ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہوں

عمر ابن سعد نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اس کی باتوں کا جواب نہ دو۔ میں جانتا ہوں یہ علی کا بیٹا ہے۔ باپ کی طرح اس کی بات وزنی ہوتی ہے۔ اگر آج کا دن ختم ہو جائے اور کل کا دن آ جائے تو بھی باتوں میں تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔

شمر نے آگے بڑھ کر کہا۔ اے حسینؑ! تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ بات وضاحت سے کرتا کہ ہمیں سمجھ آ جائے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ میرا قتل تمہارے لیے جائز نہیں ہے نہ ہی میرے خیام کی غارت گری تمہارے لیے جائز ہے۔ میں تمہاری نبی زادی کا بیٹا ہوں۔ خدیجہ جو تمہارے

نبی کی زوجہ تھی وہ میری نانی تھی۔ تم نے نبی کریم کی یہ حدیث سن رکھی ہے۔ الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ۔ میں نے کبھی کو قتل نہیں۔ کوئی جرم نہیں کیا میں نے دین نہیں چھوڑا۔

ابن زیاد کی اطاعت دین نہیں ہے۔ اللہ کی اطاعت دین ہے

عمر سعد آگے بڑھا۔ چلہ میں تیر چڑھایا۔ اور لشکر حسینؑ کی طرف تیر پھینک کر کہا۔ لوگو! ابن زیاد کے روبرو شہادت دینا کہ لشکر حسینؑ کی طرف پہلا تیر میں نے ہی چلایا تھا۔ اس کے بعد ہر طرف سے تیروں کی برسات شروع ہو گئی۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اب اٹھو اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال رہے۔ یہ تیر تمہارے لیے جنت کا پیغام ہیں۔

اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا۔ ایک حملہ ہوا۔ پھر دوسرا حملہ ہوا۔ پھر تیسرا حملہ ہوا۔ فوج یزید نے سمجھا کہ اب حسینؑ اور اس کے تمام ساتھی ختم ہو چکے ہوں گے وہ پیچھے ہٹے۔ جب غبار چھٹا اور انہوں نے دیکھا تو ابھی تک لشکر حسینؑ کافی تعداد میں موجود تھا۔

پھر ایک ایک کی جنگ شروع ہو گئی

کتب مقاتل کے مطابق شہدائے حسینی میں سے ایک ایک کی جنگ میں سب سے پہلا شہید حر ہے۔ حر کے بعد بریر ابن خضیر ہمدانی۔ بریر کے بعد وہب ابن عبد اللہ کلبی شہید ہوئے۔ ہر ایک جانے سے پہلے جناب سید الشہداء سے رخصت مانگتا اور یوں سلام کرتا۔

السلام علیك یا ابا عبد الله ۔ السلام علیك یا بن رسول الله ۔

آپ جواب میں فرماتے۔

اس کے بعد اس ایت کی تلاوت فرماتے۔

منهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلاً۔

کچھ اپنی منزل پا چکے ہیں اور کچھ حصول منزل کے انتظار میں ہے ان میں کسی نے بھی دین میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

ان میں سے جو بھی میدان میں گیا۔ قلت تعداد اور شدت پیاس کے باوجود ہر جانے والے نے فوج یزید کے چھکے چھڑا دیے۔ دشمن حیران و سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ بالآخر عمرو ابن حجاج زبیدی نے فوج یزید سے کہا۔

او احمقو! کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہو۔ یہ کرہ ارض کے مشہور شہسوار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زندہ رہنے کے لیے نہیں بلکہ مرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اب کوئی ان کے مقابلہ میں تنہا نہ جائے۔ اگر ایک ایک کر کے تم لڑتے رہے تو یہ لوگ کم تعداد اور پیاس کے باوجود تمہیں نابود کر دیں گے۔ حالانکہ تم تعداد میں اتنے ہو کہ اگر ایک ایک پتھر بھی مارو تو یہ مٹھی بھر تعداد ان پتھروں کے ڈھیر سے نکل تک نہ سکے گی۔

عمر سعد نے کہا تو نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ پھر عمر سعد نے اپنے پورے لشکر میں منادی کرا دی کہ خبردار کوئی شخص تنہا ان میں سے کسی کے مقابلہ میں نہ جائے۔ اور اس کے بعد شامی لشکر نے گستاخیاں شروع کر دیں اور ذہنی اذیت پر آمادہ ہو گئے۔

ابن حوزہ نامی ایک شخص نے امام حسینؑ کا نام لے کر کہا۔ اے فرزندِ رسول اب آتشِ جہنم کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آپ نے پوچھا۔ کیا یہ ابن حوزہ ہے؟

جواب دیا گیا ہاں قبلہ۔

آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا۔

بارالہا! اگر میں حق پر ہوں تو ابن حوزہ کو اس کا انجام دکھا۔ مسروق ابن وائل کہتا ہے کہ میں صف اول میں تھا۔ میں نے جب امام حسینؑ کی یہ دعا سنی تو میں نے ابن حوزہ کی نگرانی شروع کر دی۔ جب امام حسینؑ نے اس کے حق میں بد دعا کی تو وہ غصہ میں گھوڑا دوڑا کر ایک طرف چلا گیا۔ گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ ابن حوزہ گھوڑے سے گرا لیکن اس کا ایک پاؤں رکاب میں اٹک گیا۔ گھوڑا نہ رکا۔ حتیٰ کہ ابن حوزہ کا آدھا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور ایک ٹانگ رکاب میں الجھی رہی۔ میں واپس لشکر میں آیا اور اپنے ساتھی کو بتایا کہ آج میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد عہد کر رہا ہوں کہ آل محمدؐ کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔

تمیم ابن حصین نے کہا۔ اے حسینؑ یہ دیکھ رہا ہے اب فرات کتنا میٹھا اور لذیذ ہے لیکن تجھے اور تیرے لشکر کو پانی کی جگہ موت پینا ہو گی۔ امام حسینؑ نے سر سوئے آسمان بلند کیا اور عرض کی بارالہا!۔

اس شخص کو پیاسا مار دے۔ راوی کہتا ہے کہ اسی وقت وہ شخص پیاسا ہوا اور پھر پانی پانی کہتا مر گیا۔ جب بھی اسے پانی دیا جاتا تھا مانگتا تھا۔ لیکن پیتا نہیں تھا۔

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جو کتب مقاتل میں موجود ہیں۔ محمد ابن اشعث جو ابوبکر خلیفہ کا سگا بھانجا تھا اس نے انتہائی جسارت آمیز کلمات کہے امام حسینؑ نے بد دعا کی جس کے نتیجہ میں اسی وقت فی النار والسقر ہو گیا۔

شدت جنگ میں بھی ان پیاسوں کا یہ عالم تھا کہ اگر امام حسینؑ کی طرف سے ایک شہید ہوتا تو فوج یزید سے بیسوں واصل جہنم ہو جاتے۔

اصحاب امام حسینؑ کی شجاعت کی تصویر خود دشمن عمر سعد نے یوں کھینچی ہے۔ ایک شخص نے عمر سعد پر طنز کیا کہ تمہیں فرزند رسولؐ کو شہید کرتے ہوئے حیا نہیں آتی تھی؟۔

عمر سعد نے جواب دیا اگر میری جگہ تو ہوتا تو تو بھی یہی کرتا جو میں نے کیا ہے۔

بخدا! ہم پر ایک گروہ نے حملہ کیا تھا جن کی تعداد کم تھی لیکن ان کے جو ہاتھ تلواروں کے دستہ پر تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ بھوکے شیر ہیں۔ جس طرف حملہ کرتے تھے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے۔ اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے تھے نہ تو امان مانگتے تھے اور نہ ہی دولت کی لالچ رکھتے تھے۔ ان کے اور موت کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا۔ اگر ہم ایک لمحہ کے لیے بھی سانس لیتے تھے تو ہماری صفوں کی صفیں تہ تیغ کر دیتے تھے۔

عمر سعد نے حصین ابن نمیر کو پانچ سو تیر انداز کے ساتھ آگے بڑھایا یہ لوگ تیر اندازی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا ابو ثمامہ صیداوی نے سامنے آ کر عرض کیا۔ قبلہ۔ تیر بھی بارش کی طرح برس رہے ہیں

اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے۔

آپ نے سوئے آسمان دیکھا اور فرمایا۔ تو نے اچھے وقت نماز کو یاد کیا ہے۔ اللہ تجھے نمازیوں سے محشور کرے۔ جاؤ عمر سعد سے کہو کہ نماز کا اول وقت ہے۔ تیر اندازی روک لو۔ تم بھی نماز پڑھ لو اور ہمیں بھی نماز پڑھنے دو۔

حصین ابن نمیر نے کہا۔ تم جاؤ نماز پڑھ لو۔ اگر قبول ہو جائے۔ ہماری تو یہی نماز ہے۔

امام حسین نے زہیر ابن قین اور سعید ابن عبداللہ سے فرمایا۔ یہ لوگ تیر اندازی نہیں روکیں گے تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ میں نماز پڑھ لوں۔ یہ دونوں ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ امام حسین مصروف نماز ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی اور سعید ابن عبداللہ سترہواں تیر کھا کر آپ کی گود میں آگرا۔

آخری الفاظ یہ تھے۔

اے اللہ! ان لوگوں پر قوم عاد و ثمود کی سی لعنت بھیج۔ اے اللہ اپنے نبیؐ کو میرے سلام پہنچا دے۔

اے اللہ! اپنے نبیؐ کو میرے ان زخموں کی تعداد بھی بتا دینا جو میں نے اس کے راکب دوش کی حفاظت میں کھائے ہیں۔

مؤلف۔ یہ تو نماز ظہر تھی جو امام حسینؑ نے اپنے انصار کے تحفظ میں ادا کر لی لیکن نماز عصر کے وقت آپ تنہا تھے اور آپ نے بڑے عجیب انداز میں نماز عصر ادا کی

آپ نے وضو پیشانی کے لہو سے کیا۔ رکوع کے لیے زین ذوالجناح پر اس وقت جھکے جب سینہ میں تیر پیوست ہو کر پشت سے جا نکلا اور آپ نے زین کے دباؤ سے

تیر کو پشت کی طرف سے نکالا۔ سجدہ اس وقت کیا جب زین ذوالجناح سے خاک کربلا پر آئے۔ لیکن پیشانی کے زخم کی وجہ سے جبین زمین پر نہ رکھ سکے۔ ایک مرتبہ دایاں رخسار زمین پر رکھا پھر بایاں رخسار رکھا اور تشہد اس وقت کیا جب دائیں پہلو میں تیر لگا اور دو زانو بیٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں کی طاقت سے نکالا۔

جب آپ نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم نے اپنے نبیؐ کی ذریت کی حفاظت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اٹھو۔ جنت کے دروازے تمہارے سامنے کھلے ہیں۔ میرا نانا۔ بابا۔ اور بھائی تمہارے استقبال کے لیے تیار ہیں۔

تیسری مجلس

شہادتِ حُر

جناب حر کا شجرہ نسب۔

حر ابن یزید ابن ناجیہ ابن قعنب ابن عتاب ابن حرمی ابن ریاح ۔

صاحب وسائل شیخ حر عاملی کا شجرہ نسب از روئے در مسلوک جناب حر ہی سے ملتا ہے ۔

جب حر ایک ہزار کا لشکر لے کر امام حسینؑ کے مقابلہ میں نکلا تو پیچھے سے کسی نے پکار کر کہا۔

ابشر یا حر بالجنۃ ۔ اے حر تجھے جنت کی بشارت ہو۔

حر کا بیان ہے کہ میں حیران تھا۔ اور سوچتا تھا کہ میں فرزند رسولؐ سے لڑنے جا رہا ہوں اور جنت کی بشارت مل رہی ہے۔ پھر جنت کی بشارت دینے والا نظر بھی نہیں آیا۔ انہی خیالات ایں غلطان میں چلا آیا۔

ایک رات عالم خواب میں اپنے باپ کو دیکھا۔

اس نے پوچھا۔

حر کہاں جا رہا ہے؟

میں نے کہا۔ فرزند رسولؐ کا راستہ روکنے۔

میرے باپ نے کہا۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ ہمیشہ کے لیے جہنم رہنا چاہتا ہے۔ تو بے شک چلا جا۔ اور اگر جد حسین کی شفاعت حاصل کر کے جنت میں جانا چاہتا ہے تو پھر حسینؑ سے لڑنے مت جا۔ اگر ہو سکے تو اپنی جان حسینؑ پر نثار کر دے۔

جب حر نے دیکھا کہ عمر سعد امام حسینؑ سے آمادہ جنگ ہے تو اس نے عمر سعد سے یوں بات کی۔

حر نے کہا! اے عمر سعد کیا تم لوگ واقعی فرزند رسولؐ کے درپے قتل ہو؟۔

عمر سعد نے کہا۔ بالکل یہ حقیقت ہے اور ہم ایسی جنگ لڑنا چاہتے ہیں جس میں سر اڑتے نظر آئیں گے۔

حر نے کہا۔ جو باتیں فرزند رسولؐ نے کی ہیں ان میں سے تم کسی بات کو بھی قبول نہیں کرتے؟۔

عمر سعد نے کہا!۔ اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً کوئی ایک بات ضرور قبول کر لیتا۔ تجھے معلوم ہے کہ میں قطعی طور پر بے بس ہوں۔ اور پر سے جو حکم ملا ہے میرے لیے اس کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

حر خاموشی سے واپس چلا۔ بنی ریاح سے حر کا ایک رشتہ دار قرہ ابن قیس حر کے ساتھ تھا۔

حر نے قرہ سے پوچھا۔ کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔

قرہ نے کہا۔ ابھی تک نہیں پلایا۔

حر نے کہا۔ کیا تو پانی پلانا بھی نہیں چاہتا۔

قرہ کہتا ہے کہ چونکہ میں عمر سعد سے حر کی گفتگو سن چکا تھا اس لیے میرا اندازہ یہ تھا کہ شاید حر پانی پلانے کے بہانے ایک طرف ہو جانا چاہتا ہے اور جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہتا۔

چنانچہ میں اس خیال سے کہ حر کو الگ تھلگ ہوتا نہ دیکھوں ایک طرف ہو گیا۔ جاتے جاتے میں نے حر سے پوچھا کیا تو نے پانی پلا لیا ہے۔

حر نے کہا۔ اب پانی پلانے جا رہا ہوں۔

میں نے دیکھا حر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے خیمہ میں آیا۔ خیمہ سے باہر آیا تو اس کا بیٹا بکیر اور بھائی مصعب بھی حر کے ساتھ تھے۔

تینوں فوج حسینؑ کی طرف حملہ آور انداز میں بڑھے۔ جب فوج یزید سے دور نکل آئے تو گھوڑے دوڑا کر امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے حر نے گھوڑے سے اتر کر دونوں ہاتھ سر پہ رکھ لے اور بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

اللھم الیك انبت فتب	اے اللہ! میں تیری بارگاہ
علی فقد ارعبت قلوب	میں رجوع کرتا ہوں۔ میری
اولیائك واولاد بنت	توبہ قبول فرما۔ میں نے تیرے
بنیك۔	اولیاء کو مرعوب کیا ہے۔ اور
	نبی زادیوں کو خوف زدہ کیا
	ہے۔

اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر جھک گیا۔ اپنا سر فرزند رسولؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کون ہے؟

عرض کیا۔

جعلنی اللہ فداك	اللہ! مجھے آپ پر قربان کر
یا بن رسول اللہ	دے۔ اے فرزند رسول! میں
انا صاحبك الذی	وہی بد نصیب ہوں جس نے
حبستك عن الرجوع	آپ کی واپسی کے تمام راستے
وسایرتك فی الطریق	بند کیے تھے۔ اور تمام راستہ
وجعجعت بك	آپ کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا
فی ھٰذا المکان	میں وہ بد قسمت ہوں جس نے آپ
وما ظننت ان	کو اس مکان تک لانے پر
القوم یردون علیك	مجبور کیا۔ لیکن اس وقت تک
ما عرضته علیھم	مجھے ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ یہ
ولا یبلغون منك	لوگ آپ کی ہر جائز بات
ھٰذہ المنزلة	کو مسترد کر دیں گے۔ میں تو یہ
واللہ لو علمت	سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ
انھم ینتھون بك	لوگ آپ کے معاملہ میں اس
الی ما اری ما	حد تک پہنچ جائیں گے۔ بخدا
رکبت منك الذی	اگر مجھے ان حالات کا علم ہوتا
رکبت وانا تا	تو جس جرم کا ارتکاب میں نے
تبت الی اللہ مما	کیا ہے ہرگز نہ کرتا۔ اب میں

صنعت فهل لی من ذلك توبة۔ — اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ کیا میرے لیے توبہ کی کوئی گنجائش ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اللہ بڑا کریم ہے وہ یقیناً تیری مخلصانہ توبہ قبول کر لے گا۔ تیرے ساتھ کون ہے؟

حرؑ نے جواب دیا۔

قبلہ! یہ مجرم زادہ میرا فرزند بکیر ہے۔ جو آپ کی نصرت میں جان دینا چاہتا ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ حر بیٹھ جاؤ۔ اللہ تمہیں جزا دے۔

حر نے عرض کیا۔ حضور! میری خواہش یہ ہے کہ اگر میری توبہ قبول ہے تو پھر چونکہ سب سے پہلی گستاخی کرنے والا میں تھا۔ اس لیے اب آپ کی طرف سے پہلی قربانی بھی میں ہی پیش کرنے والا ہو جاؤں۔ پھر اپنے بیٹے سے فرمایا۔ بیٹے اب آگے بڑھو اور میرے سامنے اپنی جان دو تاکہ تیرے بعد میں اطمینان سے اپنا سر اپنے آقا کے قدموں میں رکھ سکوں۔

بکیر آگے بڑھا۔ امام حسین کے قدموں پہ سر رکھا، قدموں کا بوسہ لیا۔ پھر ہاتھ چومے اور باپ کو سلام کر کے میدان جنگ میں آیا۔ ستر یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد واپس باپ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔ ابا جان! کاش ایک قطرہ پانی مل جاتا۔

جناب حر نے فرمایا۔ بیٹے تو تو تمام رات تازہ پانی سے سیراب ہوتا رہا ہے ذرا آل محمد کے ان کمسن بچوں کے چہرے دیکھ جو تیسرے دن سے پانی دیکھنے کو ترس

رہے ہیں۔ بار بار پانی کا نام لے کر اپنے باپ کو شرمندہ نہ کر۔ نبی کونینؐ کے ہاتھ سے کوثر پی لینا۔ اب واپس جا اور ذریت رسولؐ کا دفاع کر۔

بکیر واپس آیا۔ کافی تعداد میں یزیدی واصل جہنم کیے۔ بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے زمین پر آیا۔ امام حسین کو آخری سلام کیا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔ جناب حرؑ نے چاہا کہ میں لاش اٹھانے جاؤں۔

امام حسین نے فرمایا۔ نہیں حر۔ اب صرف تیرا بیٹا نہیں ہے۔ یہ میرا بیٹا بھی ہے۔ اب اس کی لاش تو میں خود جاؤں گا۔ جب بکیر کا لاشہ آیا تو جناب حرؑ نے کہا۔

الحمد لله الذی من علیك بالشهادة بین یدی بنت رسول الله۔ — اس اللہ کی حمد ہے جس نے تجھ پر فرزند رسولؐ کے قدموں میں شہید ہو جانے کا احسان کیا ہے۔

بیٹے کے بعد باپ نے امام حسینؑ سے اجازت لی اور فوج یزید کے سامنے آ کر بدنصیبوں کو نصیحت کی۔

اے بدبختو!

تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں۔ تم نے خود خط لکھ کر بصد اصرار فرزند رسول کو بلایا ہے۔ جب گھر چھوڑ کر یہ تمہارے پاس آگئے تو تم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ پہلے تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں میں قربان کریں گے۔ اب تلواریں ہاتھ میں لے کر اسی کا خون کرنے پر تل گئے ہو۔ تم نے اپنی زندگی بچا لی ہے اور

فرزند رسولؐ کی جان خطرے میں ڈال دی ہے۔ تم نے فرزند رسولؐ
کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔ وہ اس وقت تمہارے گھیرے میں
ایک بے بس قیدی کی طرح مجبور ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر تم نے کتنا
بڑا ظلم کیا ہے کہ آل محمدؐ کے کمسن اور شیر خوار بچوں کو بھی پانی کی ایک
ایک بوند کے لیے ترسا دیا ہے۔ وہی پانی جو یہود و نصاریٰ۔ اور
مجوس و حیوانات پی رہے ہیں آل محمدؐ کے لیے بند ہے۔ کمسن بچے
خشک لبوں سے خشک جام ہاتھ میں لے کر صحرا میں سرگرداں ہیں۔
ذریت نبویہ کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا بد سلوکی ہو سکتی ہے جو تم
کر رہے ہو۔ اللہ تمہیں کبھی سیراب نہ کرے۔

فوج یزید کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جناب حر نے
کہا۔ یزید ابن سفیان حارثی کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا شدت جنگ میں حر کے
گھوڑے کے کان کٹ چکے تھے۔ آنکھوں میں تیر پیوست تھے۔ جسم حر سے خون پرنالے
کی طرح ابل رہا تھا۔

حصین ابن تمیم نے مجھے کہا کہ کیا حر سے مقابلہ کرے گا میں نے انکار کر دیا۔
پھر عمر سعد نے حصین کو بلایا۔ اور کہا کہ اپنے تیر اندازوں سے کہہ دے کہ کوئی شخص
تنہا حر کے مقابلہ میں نہ جائے۔ دور سے تیر اندازی کرو۔ میں صفوان ابن حنظلہ جو عرب
کا معروف جنگجو ہے اسے آمادہ کرتا ہوں۔ عمر سعد نے صفوان سے کہا۔ جا۔ پہلے حر کو
نصیحت کر کہ۔ اب بھی حسین کا ساتھ دینا چھوڑ دے۔ میں ابن زیاد سے معافی
لے دوں گا۔ اور یزید کی مخالفت نہ کرے

اگر نہ مانے تو پھر اس سے جنگ کرنا۔

صفوان آگے آیا۔ تیر اندازی رک گئی۔

صفوان نے کہا۔

اے حر! اپنے امام زمانہ کی مخالفت چھوڑ دے۔ لشکر حسین سے نکل۔ دنیا
اور آخرت سنور جائے گی۔

جناب حر نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ کیا وہی امام زمانہ ہے۔ جسے
اسلامی اخلاقیات تک کا علم نہیں ہے اور جس کے حکم سے ذریت رسولؐ کا پانی
بند ہے۔ وہ تو شراب میں نہا رہا ہے اور آل محمدؐ کے شیر خوار پانی کے ایک قطرہ
کو ترس رہے ہیں۔

کیا تو مجھے یہ مشورہ دے رہا ہے کہ میں مظلوم کو چھوڑ کر ظالم کا ساتھ دوں۔ اور
فرزند رسولؐ کو چھوڑ کر پسر معاویہ کے ساتھ ہو جاؤں؟

صفوان نے غصہ میں آ کر نیزہ کا وار کیا۔ حر نے وار خالی دیا۔ اور اپنی طرف سے
وار کیا۔ نیزہ صفوان کا سینہ چیر کر پشت کی طرف سے جا نکلا۔ صفوان اپنے خون
میں لوٹ گیا۔

صفوان کے تین بھائی تھے جو حر کے ہاتھوں صفوان کا انجام دیکھ رہے تھے۔
تینوں غضب ناک ہو کر بیک وقت میدان میں آئے۔

حر نے ایک کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے کی زین سے اٹھایا اور ہوا
میں لہرا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ دوسرے پر تلوار سے وار کیا۔
وہ بھی اپنے انجام کو جا پہنچا۔ تیسرے پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور فوج یزید کی
طرف چلا گیا۔

حر نے اس کا تعاقب کیا۔ اور لشکر یزید میں جا کر اس کی پشت میں نیزہ مار کر اسے

بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ ملا دیا۔

ایوب ابن مشرح حیوانی کہتا ہے کہ جب حر نے ہماری صف میں گھس کر صفوان کے بھائی کو قتل کیا۔ ہم تمام نے حُر کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے حر کے گھوڑے کے قدم کاٹ ڈالے۔ حر گرتے ہوئے گھوڑے سے اترا۔ تلوار سونت کر حملہ کیا۔ ایک ہزار ایک سو پچیس یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ بالآخر شہید ہوا۔

امام حسینؑ لاشہ پر پہنچے۔ اس کا سر گود میں لیا۔ حر کے چہرہ سے غبار صاف کیا۔ حر نے آنکھیں کھولیں۔

اور عرض کیا۔

میرے آقا! میری توبہ قبول ہو گئی ہے؟

امام حسین نے فرمایا۔

بخ بخ لك يا حر انت	حر تجھے مبارک باد ہو۔ جیسا
الحر كما سمتك	کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا
امك و انت الحر	تھا ویسے ہی دنیا و آخرت میں
فی الدنیا و الآخرة۔	حر ثابت ہوا۔

جناب حر کی پیشانی میں ایک تیر کا زخم تھا جس سے خون بند نہیں ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنی جیب سے ایک رومال نکالا اور اسے حر کی پیشانی پر باندھ دیا۔ حر کا خون رک گیا۔ ساتھ ہی حر نے امام حسینؑ کی گود میں دم توڑ دیا۔ امام حسین نے کھڑے ہو کر لاشہ حر پر یہ مرثیہ پڑھا۔

لنعم الحر حر بنی ریاح	بنی ریاح کا حر انتہائی خوش
صبور عند مختلف الرماح	نصیب تھا جو تیروں کی
	برسات میں بھی صبر سے لڑ
	رہا تھا۔

لنعم الحر اذ نادی	حر خوش بخت تھا۔ جب حسینؑ نے
حسین۔ فجاء بنفسه	اپنی مدد کے لیے بلایا تو فوراً
عند الصیاح۔	لبیک کہہ کر اپنی جان کا نذرانہ
	پیش کر دیا۔

فیارب اضفه فی	اے اللہ! جنت میں حر کو
الجنان۔ وزوجه مع	اپنا مہمان بنا اور حور عین سے
الحور	اس کی شادی کر۔

پھر آپ نے حر کے جسم میں پیوست تیروں کو نکالا۔ زرہ اتاری اور لاشہ حر کو گنج شہدا میں اس کے بیٹے بکیر کے پہلو میں آکر رکھ دیا۔

عصر عاشور کو جب عمر سعد نے تمام لاشوں کو پامال کرنے کا حکم دیا۔ تو بنی ریاح عمر سعد کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم لاشہ حر کو پامال ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔

عمر سعد نے حکم دیا کہ جاؤ اٹھا لو۔

جب وہ لاشہ لے کر چلے تو موجودہ مقام جہاں جناب حر کا مقبرہ ہے اس پر آکر لاشہ رک گیا۔ ان لوگوں نے ہزار کوشش کی لیکن لاشہ نہ اٹھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ اس جانب زمین کربلا کی وہ حد تھی جہاں تک امام حسینؑ نے زمین خرید کی تھی۔ اس لیے حر نہیں چاہتا ہو گا کہ میں حدود کربلا سے باہر ہی دفن کیا جاؤں۔

جب شاہ اسماعیل صفوی کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ نے حر کی پیشانی پر اپنا رومال باندھا تھا تو اس نے جناب حر کی قبر کھلوائی دیکھا تو واقعی پیشانی حر پر رومال بندھا تھا۔ شاہ نے وہ رومال کھولنے کا حکم دیا۔ جب رومال کھولا گیا تو خون کا فوراہ پھوٹ نکلا۔ بڑی کوشش کی گئی لیکن خون بند نہ ہوا۔

بالآخر شاہ نے اس رومال سے تبرکاً ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا اور بقیہ رومال جناب حر کی پیشانی پر باندھ دیا۔

چوتھی مجلس

شہادت جناب حبیب ابن مظاہر

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن نبی کونینؐ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف لا رہے تھے راستہ میں چند بچے کھیل رہے تھے حبیب بھی انہی میں تھا۔ جناب سرور کونینؐ جب قریب آئے بیٹھ گئے۔ حبیب کو بلایا۔ گلے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ پھر گود میں بٹھا لیا۔ کافی دیر تک بیٹھے چومتے رہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ بچے تو اور بھی تھے۔ صرف حبیب میں کونسی خصوصیت تھی؟

آپ نے فرمایا۔ اسے میں نے ایک دن دیکھا ہے یہ میرے حسینؑ کے پیچھے چل رہا تھا اور حسین کے قدموں کی خاک اٹھا اٹھا کر اپنے چہرہ پر مل رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اسے میرے حسینؑ سے محبت ہے۔ اس دن سے حبیب مجھے بہت پیارا لگتا ہے۔ مجھے جبریل نے بتایا ہے کہ حبیب میدان کربلا میں میرے حسینؑ کے انصار سے ہوگا۔ اپنی جان میرے حسینؑ پر قربان کرے گا۔

خداوند عالم نے حبیب کو ان خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل کیا ہے جنہوں نے نبی کریم کی زیارت کی تھی۔ آنحضور کی وفات کے بعد حبیب اپنے باپ کے ساتھ کوفہ میں آگیا۔ مظاہر چونکہ صحابہ سے تھا اس لیے جب حضرت علی کوفہ تشریف لائے

تو والد فوت ہو چکا تھا۔ حبیب حضرت علیؑ کے ہم رکاب رہا۔ تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت علیؑ کے خصوصی اصحاب اور حاملین علوم علویہ سے تھا۔ ایک رات میں ختم قرآن کیا کرتا تھا۔

ایک دن جناب میثم اور جناب حبیب دونوں اپنے اپنے گھوڑے پر سوار دارالرزق آئے اور وہاں دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جناب حبیب نے فرمایا میثم میں آج بھی اپنی نگاہ معرفت سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھے محبت اہلبیت میں دارالرزق کے دروازہ پر سولی پر لٹکا کر تیرا شکم پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ جناب میثم نے کہا حبیب آپ نے سچ کہا ہے۔ اور میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ آپ زہرازادے کی نصرت میں گھر سے نکل رہے ہیں۔ اور پھر آپ کا سر کوفہ کی گلیوں میں نوک نیزہ پر سوار پھرایا جا رہا ہے۔ دوسرے لوگ جو یہ باتیں سن رہے تھے پہلے تو دل میں ان کی تکذیب کرتے رہے۔ جب یہ دونوں اٹھ کر چلے گئے تو پھر کھل کر کہنے لگے۔ کہ کیسے جھوٹے لوگ ہیں جو ہر وقت اسی قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ کچھ دیر بعد جناب رشید ہجری اسی جگہ آ گئے۔ ان لوگوں سے میثم اور حبیب کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ عجیب بے تکی باتیں کر رہے تھے جناب رشید نے پوچھا وہ کونسی باتیں تھیں جب انہوں نے دونوں کی باتیں بتائیں۔ تو رشید نے کہا۔ اللہ میثم پر رحم فرمائے ایک بات تو وہ چھوڑ گیا ہے۔ جو شخص حبیب کا سر لائے گا اس کے وظیفہ میں صرف ایک سو روپے کا اضافہ کیا جائے گا۔

علامہ نوری نے دارالسلام میں شیخ جعفر تستری کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ بارالٰہا مجھے علم و حکمت کے خزانوں سے مالامال فرما دے ایک رات عالم خواب میں نے دیکھا کہ میں میدان کربلا میں ہوں۔ فوج یزید اور

اور لشکر حسینؑ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔ میں خیام دیکھتا ہوا خیمہ امام حسینؑ میں آیا۔ وہاں دیکھا تو آپ اپنے اصحاب میں تشریف فرما ہیں۔ حبیب آپ کے قریب ہے۔ آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور فرمایا۔ حبیب جعفر ہمارا مہمان ہے۔ اس وقت پانی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ کچھ ستو ہوں گے وہی جعفر کے سامنے پیش کر۔ جناب حبیب اٹھے۔ کچھ دیر بعد ستو گھی میں بنا کر لائے اور میرے سامنے رکھ دیے میں نے وہ ستو کھائے۔ جب بیدار ہوا تو ان کی برکت سے علم و حکمت کی دولت سے مالامال تھا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ۔ امام حسینؑ نے مکہ سے کربلا آتے ہوئے جناب حبیب کے نام خط لکھا۔ حبیب اور مسلم ابن عوسجہ وہ افراد تھے جو جناب مسلم کے کوفہ آنے کے بعد اہل کوفہ سے امام حسینؑ کے لیے بیعت لیتے رہے تھے جب ابن زیاد وارد کوفہ ہوا تو ان دونوں کو اپنے قبائل نے چھپا دیا تا کہ ابن زیاد کے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنیں۔ ویسے بھی ان کا موقف یہ تھا کہ ہم سیاسیات میں حصہ نہیں لیتے۔ یزید جانے اور فرزند رسولؐ۔ حکومت کے معاملات میں ہمیں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔

جناب حبیب اپنے گھر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ بیوی کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گرا۔ اس محترمہ نے کہا۔ اللہ اکبر ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کریم کا معزز خط آ رہا ہے۔

کچھ دیر بعد دق الباب ہوا۔ جناب حبیب دروازہ پر آئے تو دیکھا ایک شخص کھڑا تھا۔ پوچھا کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔ فرزند رسولؐ کا قاصد ہوں۔

جناب حبیب نے کہا۔ اللہ اکبر صد قت الحرہ شریف زادی نے کتنا سچ کہا ہے۔

خط لے کر کھولا اور پڑھا لکھا تھا۔

من الحسنین ابن علی بن ابی طالب الی الرجل الفقیه حبیب بن مظاھر اما بعد یا حبیب فانت تعلم قرابتنا من رسول اللہ وانت اعرف بنا من غیرك و انت ذوشیمة و غیرة فلا تبخل علینا بنفسك یجاذیك جدی رسول اللہ یوم القیامة۔

از حسین ابن علی ابن ابیطالب بنام۔ مرد فقیہ حبیب ابن مظاہر۔ اما بعد۔ اے حبیب آپ نبی اکرمؐ سے ہماری قرابت سے بخوبی واقف ہیں اور دوسرے لوگوں کی نسبت آپ ہمارے حقوق سے بھی زیادہ واقف ہیں۔ اس معرفت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی جان کی قربانی کرنے سے دریغ نہ کر۔ قیامت کے دن اس نصرت کی جزا میرا نانا ہی عطا کرے گا۔

خط پڑھ کر اندر آیا۔ بیوی نے پوچھا کون تھا؟

حبیب نے بتایا۔ امام حسینؑ کا قاصد تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ کیا کہتا تھا؟

جناب حبیب نے بتایا۔ امام حسینؑ کا خط لایا تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ امام حسینؑ نے کیا لکھا ہے؟

جناب حبیب نے کہا۔ امام حسینؑ اپنی نصرت کے لیے بلاتے ہیں۔

بیوی نے پوچھا۔ پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟

جناب حبیب نے بیوی کے امتحان کی غرض سے کہا۔

ارادہ کیا ہے یہ سیاسی معاملات ہیں اور میں ان حالات میں غیر جانبدار رہنا چاہتا ہوں۔

بیوی نے کہا۔ حبیب تجھے معلوم ہے کہ جب سے تیرے رشتہ زوجیت میں آئی ہوں اس دن سے لے کر آج تک میں نے کوئی جسارت نہیں کی۔ لیکن آج تجھے صاف بتا رہی ہوں کہ اگر یہی حقیقت ہے جو تو کہہ رہا ہے تو پھر تجھ سے زیادہ ابن الوقت کوئی نہ ہوگا۔ میں تو حیران ہوں کہ تو نے کتنی آسانی سے کہہ دیا ہے کہ یہ سیاسی معاملات ہیں۔ بھلا ایک طرف فرزند رسولؐ اور دوسری طرف ابوسفیان کا پوتا ہو، اور تو کہے کہ یہ سیاسی معاملات ہیں۔ یوں کیوں نہیں کہتا کہ یہ حق و باطل کی جنگ ہے۔ یہ ابوسفیان اور بنی عربی کی جنگ ہے یہ حضرت علیؑ اور معاویہ کی جنگ ہے۔ کیا تو نے مجھے یہ حدیث رسولؐ نہیں سنائی تھی کہ، حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں؟

کیا تو نے مجھے یہ ارشاد نبویؐ نہیں سنایا تھا کہ۔ حسنؑ اور حسینؑ حالت جنگ اور صلح ہر حالت میں امام ہیں۔ ان ارشادت نبویہ کے ہوتے ہوئے تو کیسے کہہ سکتا ہے کہ یزید اور حسینؑ کا معاملہ برابر ہے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ مجھے تیری بیوگی اور بچوں کی یتیمی کی فکر ہے میرے بعد تمہارا پرسان حال کون ہوگا؟

بیوی نے کہا۔ حبیب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آج تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔ کیا تو نے نہیں بتایا تھا کہ امام حسینؑ اہل وعیال کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ اگر فرزند رسول شہید ہو گیا تو ان کے اہل وعیال کا پرسان حال کون ہو گا۔ اگر ذریت رسولؐ کے یتیم بچے پل جائیں گے تو کیا تیرے بچے بھوکوں مر جائیں گے۔

جب جناب حبیب نے اپنی بیوی کی ہمت دیکھی تو مسکرا کر فرمایا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ میرے دسیوں بچے بھی ہوتے تو میں انہیں چھوڑ کر چلا جاتا میں تو صرف تیری توکل دیکھ رہا تھا۔

بیوی نے کہا۔ اگر واقعی تو سچ کہہ رہا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ تیرے قدم چوم لوں۔ اگر آج تو نے ذریت رسولؐ کی مدد نہ کی تو پھر احساس ندامت سے ہم کہیں سر بھی نہ اٹھا سکیں گے اور نہ ہی قیامت کے دن نبی اکرمؐ کو منہ دکھانے کے قابل رہ جائیں گے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ یقین رکھ میں ابھی ابھی جانے والا ہوں۔

بیوی نے کہا۔ میری بھی ایک درخواست ہے اگر آپ قبول کر لیں؟

جناب حبیب نے فرمایا۔ کیا درخواست ہے؟

بیوی نے کہا۔ جب مولا کی خدمت میں جانا تو میری طرف سے امام حسینؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کا ایک بوسہ لے کر میرے نیاز عرض کر دینا۔ جناب حبیب نے چپکے سے نکلنے کا پروگرام بنایا۔ غلام کو گھوڑا دیا۔ اور اسے ایک جگہ کے متعلق بتایا کہ وہاں جا کر میرا انتظار کرنا کسی کو نہ بتانا۔ غلام گھوڑا لے کر بیرون کوفہ آیا۔ جناب حبیب تاریکی کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ جب جناب حبیب کو آنے میں دیر ہوئی تو غلام نے گھوڑے سے مخاطب ہو کر کہا۔

پریشان نہ ہونا اگر مالک نہ آیا تو تیری پشت پر سوار ہو کر میں اپنے آقا کی نصرت کو جاؤں گا۔ غلام کی یہ باتیں سنکر گھوڑے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اتنے میں جناب حبیب آ گئے انہوں نے غلام کی باتیں سن لی تھی۔ غلام کو شاباش دی اور کہا۔

اے غریب زہرا آج غلام بھی آپ کی مدد پر کمر بستہ ہیں پھر آزاد کیونکر پیچھے رہ سکتے ہیں۔ پھر غلام سے فرمایا۔ جا تجھے قربۃ الی اللہ آزاد کیا ہے۔ غلام نے قدم بوسی کر کے عرض کیا۔ اگر آپ نے مجھے آزاد کیا ہے تو میں اس وقت تک آپ کی رکاب نہیں چھوڑوں گا جب تک اپنی جان اپنے آقا کے قدموں میں قربان نہ کر دوں۔ جناب حبیب نے غلام کو ساتھ لیا اور امام حسینؑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر امام حسینؑ نے ایک مقام پر اپنی مختصر سی فوج کے لیے بارہ علم تیار کیے اور بارہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کا ایک علمبردار مقرر فرمایا۔ ایک علم بچ گیا۔ جناب عباس نے عرض کیا آقا ایک علم بچ گیا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس کا علمبردار آنے والا ہے۔

جناب عباس نے عرض کیا دھوپ چڑھ رہی ہے۔ موسم گرم ہے۔ اور ہمارے ساتھ کمسن بچے ہیں اگر ابھی روانہ ہو جاتے تو بہتر ہوتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔ جو یہ علم اٹھائے گا۔ انہی باتوں میں کوفہ کی طرف سے گرد اٹھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بس اب انتظار ختم ہو گیا جب گرد چھٹی تو جناب حبیب آتے دکھائی دیے۔

جناب حبیب کافی فاصلہ سے پیدل ہوئے۔ قریب آئے امام حسین کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ پھر قدموں پر جھک کر پاؤں چومے پھر بیوی کی طرف سے پاؤں چوم کر۔

سلام عرض کیا۔

امام حسینؑ نے دعائے خیر دی

ثانیٔ زہراؑ نے پوچھا یہ کون آیا ہے؟

بی بی کو بتایا گیا کہ حبیب ابن مظاہر ہے۔

بی بی نے فرمایا۔ حبیب کو میری طرف سے بھی خوش آمدید کہہ دو۔

جب جناب حبیب نے یہ سنا تو رخ پلٹا کر کہا۔ میرے اللہ کیا آج اولاد زہرا اتنی غریب ہے کہ آج مجھ جیسے کو بھی بنت زہرا خوش آمدید کہتی ہیں۔

اس کے بعد جناب حبیب امام حسینؑ کے ہم رکاب رہے۔ ورود کربلا کے بعد ایک دن جناب حبیب نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہاں قریب بنی اسد کی ایک شاخ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جاکر ان سے بات کروں ممکن ہے ان میں کچھ خوش نصیب ایسے ہوں جن کی قسمت میں آپ کی نصرت لکھی ہوئی ہو آپ نے اجازت دی۔ جناب حبیب چھپ چھپا کر اس قبیلہ میں پہنچے اس قبیلہ کے نوجوانوں نے جب جناب حبیب کو دیکھا تو آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ جب جناب حبیب نے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا تو نوے نوجوان غریب زہرا کی نصرت پر کمر بستہ ہو گئے۔

مگر انہی میں سے ایک بد نصیب عمر سعد کے پاس آیا اور اس نے عمر سعد کو تمام حالات سے مطلع کر دیا۔ عمر سعد نے ارزق اسدی کو چار سو سوار دے کر بنی اسد کے ان نوجوانوں کو آنے سے روکے۔

یہ لوگ جناب حبیب کے ساتھ رات کی تاریکی میں آ رہے تھے کہ سامنے سے ارزق نے للکارا کافی دیر تک باہمی تیر اندازی ہوتی رہی جب ان لوگوں نے دیکھا

کہ تعداد میں ہم قلیل ہیں اور فوج یزید زیادہ ہے ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے تو یہ واپس پلٹ گئے اور جناب حبیب تنہا امام حسینؑ کی خدمت میں واپس آ گئے اور آکر آپ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حبیب۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جناب حبیب اس وقت شہید ہوئے جب امام حسینؑ نے نماز ظہر کے لیے جنگ بند کرنے کی اجازت مانگی اور حصین ابن نمیر نے کہا اے حسینؑ اگر نماز تجھے فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اے شرابی کیا تجھے نماز فائدہ دیتی ہے۔ اور فرزند رسولؐ کو فائدہ نہیں دیتی۔ حصین نے غصہ میں آکر ان نہتے نمازیوں پر حملہ کر دیا۔ حبیب سامنے آیا اور حصین کے گھوڑے پر تلوار سے وار کیا گھوڑا اسپ پا ہو گیا حصین گھوڑے سے گر گیا۔ حبیب نے حملہ کیا لیکن حصین کے ساتھیوں نے حبیب کے حملہ سے بچا لیا۔

حبیب حصین پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا اور سان تمام پر حملہ کر دیا اور امام حسینؑ کو سلام کر کے عرض کیا۔

آقا۔ اب میں تو نماز جنت میں جاکر ادا کروں گا۔ اور آپ کی طرف سے آپ کے جد امجد والد محترم اور آپ کے بھائی حسنؑ کو سلام بھی عرض کروں گا۔

اس کے بعد مصروف جنگ ہو گیا باسٹھ سواروں کو واصل جہنم کیا۔ بدیل ابن حریم تمیمی نے جناب حبیب کے سر پر تلوار سے وار کیا جس سے آپ زمین بوس ہو گئے۔ ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ایک اور ظالم نے پہلو میں نیزہ کا وار کیا۔ ابھی نیزہ کے وار سے نہ سنبھلے تھے کہ حصین ابن نمیر نے سر پر تلوار کا وار کیا۔ بدیل نے گھوڑے

سے چھلانگ لگائی اور جناب حبیب کا سر کاٹ لیا۔

حصین نے بدیل سے کہا کہ۔ حبیب کو تنہا تو نے قتل نہیں کیا میں بھی شریک قتل تھا۔

بدیل نے کہا تو غلط کہہ رہا ہے میں نے تنہا حبیب کو قتل کیا ہے۔

حصین نے کہا ایسا کر مجھے اس انعام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو تجھے قتل حبیب کے سلسلہ میں ملے گا۔

میری صرف یہ خواہش ہے کہ اہل کوفہ کو یہ پتہ چل جائے کہ حبیب کے قتل میں میں بھی شریک ہوں۔ اس لیے ایسا کر یہ سر چند گھنٹوں کے لیے مجھے دے دے میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر پورے لشکر میں چکر لگالوں پھر سر تجھے دے دوں گا۔ ابن زیاد کے پاس تو لے جانا۔

کافی نزاع کے بعد بدیل نے جناب حبیب کا سر حصین کے حوالہ کیا۔ حصین نے اس شہید راہ خدا کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور پورے لشکر میں گھوڑا دوڑا کر دکھایا۔ حبیب کا سر پھر سے بدیل کے حوالے کر دیا۔

بدیل عمر سعد کی اجازت سے سر لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔ جب دارالامارہ کے دروازہ پر آیا جناب حبیب کے کمسن فرزند قاسم نے اس کے گھوڑے کی گردن میں اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا۔ یہ کمسن شہزادہ اس کے ساتھ ہو گیا۔

یہ جہاں بیٹھتا تھا قاسم وہیں جا کر بیٹھتا تھا۔ جب بدیل نے دیکھا کہ جہاں میں جاتا ہوں یہ بچہ بھی ساتھ آتا ہے۔۔ جہاں میں بیٹھتا ہوں یہ بچہ بھی

وہیں بیٹھتا ہے۔

بدیل نے پوچھا۔

بچہ کیا بات ہے؟

قاسم نے کہا کوئی بات نہیں۔

بدیل نے کہا۔ کوئی بات تو ضرور ہے تو میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا؟

قاسم نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سر میرے بابا کا ہے میری درخواست ہے اگر یہ سر تو مجھے دے دے تو میں اسے دفن کر دوں۔

بدیل نے کہا۔ ابن زیاد اس کے دفن پر راضی نہیں ہو گا علاوہ ازیں میں چاہتا ہوں کہ ابن زیاد سے اس کا انعام حاصل کروں۔

قاسم نے کہا۔ بے شک ابن زیاد سے جو کچھ ملتا ہے وصول کرے اللہ کی طرف سے تو تجھے لعنت اور عذاب کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

یہ کہہ کر قاسم چلا گیا۔

جب قاسم جوان ہو گیا تو اس کی صرف ایک ہی فکر تھی کہ موقعہ ملے تو باپ کے قاتل کو واصل جہنم کروں۔ ہر وقت اسی فکر میں پریشان رہتا تھا۔ جب مصعب ابن زبیر نے مختار کے خلاف کوفہ پر حملہ کیا تو قاسم نے دیکھا کہ بدیل میرے باپ کا قاتل مصعب کے لشکر میں ہے۔ قاسم بھی لشکر مصعب میں شامل ہو گیا۔

آخر قدرت نے ایک دن قاسم کو موقعہ فراہم کر دیا۔ یہ ظالم اپنے خیمہ میں دوپہر کے وقت آرام سے سو رہا تھا قاسم نے موقعہ پا کر تلوار کا وار کیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

پھر قاسم کو بھی شہید کر دیا گیا۔

حبیب کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

اور فرمایا۔ اے اللہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو تیری پناہ میں سونپتا ہوں۔

پانچویں مجلس :

جناب مسلم ابن عوسجہ کی شہادت

مسلم ابن عوسجہ ابن سعد ابن ثعلبہ اسدی کوفہ کے معروف شرفا نامور بہادروں عابد شب زندہ داروں اور مشہور شہسواروں سے ایک تھا۔ بات کا پکا۔ عقیدہ میں پختہ اور محب آل محمدؐ تھا۔ یہ بھی ان خوش قسمت افراد سے تھا جنہوں نے نبی اکرمؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور ان لوگوں میں بھی شامل تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو خطوط لکھے تھے۔ جناب مسلم کی آمد کے بعد امام حسینؑ کے لیے لوگوں سے بیعت بھی لیتا تھا۔ اسلحہ بھی جمع کرتا تھا۔ جب ابن زیاد نے جناب مسلم اور جناب ہانی کو شہید کر دیا تو مسلم کچھ دن روپوش رہنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

جب امام حسینؑ نے شب عاشور رخصت عام دے کر بیعت اٹھائی اور فرمایا کہ چلے جاؤ یہ مسلم پہلا شخص ہے جس نے کھڑے ہو کر کہا تھا۔

نحن نخليك هكذا و ننصرف	کیا ہم آپ کو اس حالت میں
عنك وقد احاط بك	چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور یہ

هذا العدو و لا والله لا يراني الله ابدًا و انا افعل ذلك حتى اكسر في صدورهم رمحي واحنا ربهم بسيفي ما ثبت قائمه بيدي ولو لم يكن لي سلاح اقاتلهم به لقذفتهم بالحجارة ولم افارقك او اموت معك .

دشمنانِ خدا آپ کو یونہی گھیرے رہیں ۔ بخدا ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔ اللہ ہمیں کبھی نگاہ رحمت سے نہ دیکھے مجھ سے تو یہ کبھی نہ ہوگا ۔ میں تو آپ کے سامنے اس وقت تک نیزہ زنی کروں گا جب تک نیزہ ٹوٹ نہ جائے گا ۔ اس وقت تک ان کے ساتھ تلوار سے لڑوں گا جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں رہے گا اگر میرے پاس لڑنے کے لیے کوئی ہتھیار نہ رہا تو پھر میں ان پر پتھر برساؤں گا ۔ مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا ۔

مسلم نے جو کہا تھا وہی کر دکھایا ۔ عمرو ابن حجاج نے امام حسینؑ کو سنانے کی خاطر اپنے سپاہیوں سے کہا ۔

اے کوفہ والو! کبھی یزید جیسے امام حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا ۔ اور اس کی خاطر اس کے حکم کی تعمیل میں جان کی بازی لگا دو ۔ یہ نہ دیکھو کہ ہمارے مقابل کون ہے ۔ بس یہ دیکھو کہ ہم امام حق یزید کی اطاعت کر رہے ہیں

امام حسین نے فرمایا ۔ اے عمرو! اللہ سے ڈر ۔ اگر یزید امام حق ہے تو پھر امام باطل کون ہوگا ۔ جو یہودیوں کا پروردہ اور لہو و لعب کا دلدادہ ہے میرے لیے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کر لیکن اسلام اور اخلاق کا دامن تو نہ چھوڑ ۔ جو شخص آج تک دین کے نام سے واقف نہیں تو اسے امام حق کہہ رہا ہے ۔

عمرو کو غصہ آ گیا اس نے اپنی فوج کو امام حسینؑ کے میمنہ پر حملہ کا حکم دیا ۔ زبیر ابن قین اور مسلم ابن عوسجہ میمنہ ہی میں تھے ایک گھنٹہ گھمسان کی جنگ کے بعد جب عمرو ابن حجاج اپنے سپاہیوں کی بے شمار لاشیں چھوڑ کر واپس ہٹا اور غبار جنگ بیٹھ گیا تو امام حسینؑ نے جناب مسلم کو زمین پر ایڑیاں رگڑتے دیکھا ۔ آپ حبیب کو لے کر مسلم کے پاس آئے ۔ آپ نے جناب مسلم کو دعائے خیر دی اور فرمایا مسلم ہم بھی تیرے پیچھے آ رہے ہیں ۔ پھر جناب حبیب جناب مسلم کے قریب ہوئے اور فرمایا مسلم اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ اپنے وقت پر میں بھی آپ کے پیچھے آنے والا ہوں ۔ تو ضرور تجھ سے وصیت کرنے کو کہتا ۔

جناب مسلم نے کہا ۔ حبیب اگر سننا اور عمل کرنا چاہتے ہو تو جو وصیت میں اس وقت کرتا جب مجھے یقین ہوتا ہے کہ آپ زندہ بچ جائیں گے وہی وصیت میں اب بھی کر دوں گا ۔

جناب حبیب نے کہا ۔ مسلم تیرے چہرہ کا رنگ بتا رہا ہے کہ وقت بہت کم ہے اگر ایسی کوئی وصیت ہے تو جلدی سے کرے میں وعدہ کرتا ہوں ۔ تجھے مایوس نہیں کروں گا ۔

جناب مسلم نے امام حسین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ۔

حبیب ۔ حبيب اوصيك بابن بنت رسول الله فقاتل دونه حتى تقتل حبیب میں تجھے

جگر پارہ زہرا کی وصیت کرتا ہوں زندگی کی آخری سانس تک اس کے پاس اس کے قدموں میں لڑتے رہنا۔

جناب مسلم کو شہید کرنے والے دو بدنصیب تھے ایک عبداللہ ضبابی اور دوسرا عبدالرحمن ابن ابی خشکارہ۔

مؤلف!

مجھے اس مقام پر سعد ابن ربیع کی وصیت یاد آتی ہے جو اس نے جنگ احد میں کی تھی۔ جنگ احد جب اپنے انجام کو پہنچی تو نبی کونینؐ نے فرمایا۔ کوئی ہے جسے سعد کا علم ہو؟

ایک شخص نے کہا۔ قبلہ میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔

انحضورؐ نے فرمایا۔ ذرا فلاں جگہ جا کر دیکھ میں نے سعد کو بارہ سنگدل نیزہ برداروں سے نبرد آزما دیکھا تھا۔

اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں اس مقام پر آیا تو سعد مجھے مقتولین میں مل گیا۔ ابھی تک رمق جان باقی تھی۔

میں نے آواز دی۔ سعد۔

اس نے جواب نہ دیا۔

میں نے دوسری مرتبہ کہا۔ سعد سرور انبیاءؐ تیرے متعلق پوچھ رہے ہیں جب میں نے انحضورؐ کا نام لیا تو سعد یوں تڑپا جیسے بچہ بے چین ہوتا ہے۔

سعد نے پوچھا۔ کیا سرور انبیاءؐ زندہ ہیں؟

میں نے بتایا ہاں وہ زندہ ہیں اور انہی نے مجھے اس جگہ کی نشاندہی کر کے بتایا ہے کہ سعد بارہ نیزہ زنوں سے برسر پیکار تھا۔

سعد نے کہا۔ اللہ کی حمد ہے کہ انحضورؐ زندہ ہیں اور ان کی صداقت بھی زندہ ہے واقعی بارہ نیزے میرے گرد تھے اور بارہ کے بارہ نیزے میرے پیٹ میں اترے ہیں۔ پھر کہا۔

میری قوم کو جا کر میرا پیغام دے دینا کہ سعد سلام کے بعد کہہ رہا تھا۔ اگر سردار انبیاءؐ کو ایک کانٹا بھی چبھ گیا تو تمہارے پاس بارگاہ خالق میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

اس کے بعد سعد نے ایک سرد آہ بھری اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اندازہ کیجئے۔

سعد ابن ربیع کی انحضورؐ کے لیے وصیت اور مسلم ابن عوسجہ کی فرزند رسولؐ کے لیے وصیت میں کتنی مشابہت ہے۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد عمر سعد کی فوج نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں اور بغلیں بجا بجا کر کہنے لگے۔ ہم نے ابن عوسجہ کو قتل کر دیا ہے۔

یہ سنکر شبث ابن ربعی نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ تمہاری مائیں تمہارا ماتم کریں۔ اپنے آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہو اور پھر خوش ہوتے ہو۔ اپنی جان چند ٹکوں کے عوض فروخت کر کے تالیاں بجاتے ہو۔ کاش تمہارے اندر تھی بھر غیرت ہوتا کیا تم ابن عوسجہ کی موت پر تالیاں بجا رہے ہو۔ جس اللہ کا میں کلمہ پڑھتا ہوں اس کی قسم! ابن عوسجہ عرب کے نامور شرفا سے تھا۔ ابن عوسجہ اسلام کا بے باک سپاہی تھا۔ لعنت ہو تم پر کہ تم ابن عوسجہ کی موت پر خوشی منا رہے ہو۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد پہلا بین جناب مسلم کی کنیز نے۔ وا مسلماہ اور یا ابن عوسجتاہ سے کیا۔ اور دوسرا بین ثانیہ زہرا نے وا خاہ وا سیدہ سے کیا

فرزند مسلم ابن عوسجہ کی شہادت:

شیخ عباس قمی نے نفس المہموم میں بحار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد ایک نوخیز بچہ کمر سے تلوار لٹکائے خیام سے برآمد ہوا امام حسین نے فرمایا۔ اس بچہ کو روکو۔ اس کی ماں ابھی تک اس کے باپ کے غم سے نہ سنبھلی ہو گی۔ بچہ نے آکر امام حسینؑ کے قدم چومے اور اجازت مانگی۔ امام حسین نے فرمایا۔ بیٹے تو کمسن ہے باپ کے بعد ماں کا سہارا ہے۔ اپنی ماں کو دوہرے غم سے دوچار نہ کر۔

بچے نے عرض کیا۔ آقا۔ میری آنکھوں میں سرمہ میری ماں نے لگایا ہے۔ اور میری کمر سے تلوار میری ماں نے باندھی ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ فرزند زہرا پر قربان ہو جا۔

اتنے میں جناب مسلم ابن عوسجہ کی بیوی خیمہ سے باہر آئی اور بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا۔

بیٹے اپنے امام پر جان قربان کرنے کی خاطر اجازت نہیں لی جاتی اگر قیامت کے دن ماں کو سرخرو اور راضی دیکھنا چاہتا ہے تو اپنی جان اپنے آقا پر قربان کر دے۔ میرے بچے تو بہت پیاسا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ باپ کے ساتھ ساقی کوثر کے ہاتھ سے کوثر پی لے۔ اس نوخیز نے تیس یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔

بالآخر یہ بچہ شہید ہوا۔ یزیدیوں نے بچہ کا سر کاٹ کر خیام امام حسینؑ کی طرف پھینک دیا۔ اس کی ماں آگے بڑھی سر کو اٹھایا سینہ سے لگایا۔ پیاسے بیٹے کے خشک لبوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا۔

احسنت یا بنی۔	تو نے بہت اچھا کیا میرے بیٹے
یا سرور قلبی یا قرۃ عینی۔	تو نے ماں کا سر بلند کر دیا۔ میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا اور آنکھوں کو سرور دے دیا۔

یہ کہہ کر سر فوج یزید کو واپس کر دیا۔ اور کہا۔ یہ لو میں نے جگر گوشہ زہرا کے قدموں کا صدقہ دیا تھا اور دی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔

چھٹی مجلس

شہادت زہیر ابن قین

زہیر ابن قین ابن قیس انصاری اپنی قوم کا سردار تھا۔ کوفہ میں رہتا تھا۔ کافی جنگوں میں حصہ لیا۔ آغاز میں معاویہ پرست تھا۔ بعد میں اللہ نے ہدایت دی اور بابصیرت ہو گیا۔ سنہ ۶۰ ھ میں حج کو گیا۔ جب امام حسینؑ احرام حج توڑ کر مکہ سے روانہ ہوئے تو زہیر اپنا حج مکمل کرنے کے بعد انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ امام حسینؑ کو پیچھے سے آکر ملا۔ بنی بجیلہ اور بنی فزارہ کے موثق افراد کا کہنا ہے کہ ہم زہیر کے ساتھ تھے۔ امام حسینؑ سے کافی فاصلہ پر اپنے خیمے لگائے تھے۔ ہم حیران تھے کہ نہ تو زہیر امام حسینؑ سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نہ ہی امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہو رہا تھا۔ نہ اتنا دور رہتا تھا کہ رابطہ کٹ جائے اور نہ اتنا قریب ہوتا تھا کہ رابطہ کی ضرورت نہ رہے۔ ایک دن امام حسینؑ نے اپنے خیام ایسی جگہ نصب کیے کہ ہمارے پاس امام حسینؑ کے بالکل قریب پڑاؤ میں خیمہ زنی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایک نوجوان نے آکر زہیر سے کہا۔ تجھے فرزند رسولؐ نے بلایا ہے۔

اس وقت جس جس کے ہاتھ میں لقمہ تھا غیر شعوری طور پر ہاتھ سے چھوٹ گیا ہم سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اس نوجوان نے پھر سوال کیا کہ میں فرزند رسول کو کیا جواب دوں؟

کسی سے جواب نہ بن پڑا۔

اس جوان نے تیسری مرتبہ کہا۔ ہاں یا نہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔ جو کہو گے آقا کو پہنچا دوں گا۔

جب زہیر کی بیوی دیلم نے ہماری خاموشی دیکھی تو ناراض ہو کر کہا۔ مقام حیرت اور افسوس ہے زہیر۔ فرزند رسول بلاتا ہے اور جواب تک نہیں دیتا۔ آخر جا کر بات سن لینے میں کیا حرج ہے۔

زہیر نے کہا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔ زہیر گیا اور کچھ دیر بعد شاداں و فرحاں واپس پلٹا اور حکم دیا کہ میرا خیمہ یہاں سے اٹھا کر فرزند رسولؐ کے خیمہ کے پاس لے جاؤ جہاں وہ حکم دیں لگا دو۔ بیوی سے کہا۔ کہ میں نصرت فرزند زہرا کا ارادہ کر چکا ہوں اگر تو میکے جانا چاہے تو تجھے بھجوا دوں۔ اس خوش نصیب نے یہ جواب دیا۔

سبحان اللہ اتحب	سبحان اللہ! کیا آپ لخت
ان تکون مع ابن المرتضیٰ	دل مرتضیٰ کے ساتھ رہنا چاہتے
ولا احب ان اکون مع	ہیں اور میں بنت مصطفیٰ کے
بنت المصطفیٰ۔	ساتھ رہنا پسند نہیں کروں
	گی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں زہرا کے بیٹوں کو ان صحراؤں میں دیکھ کر اپنے گھر

چلی جاؤں۔

پھر زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو شخص میرا ساتھ دینا چاہے اسے اجازت ہے اور جو واپس گھر جانا چاہے اسے بھی اجازت ہے۔ میں اپنی جان امام حسینؑ پر قربان کرنے کا عہد کر چکا ہوں۔

ایک شخص نے پوچھا۔ زہیر ہم کافی عرصے سے آپ کے ساتھ رہتے آرہے ہیں۔ تو نے اپنا ارادہ اتنا جلدی کبھی تبدیل نہیں کیا۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے۔ مکہ سے چلتے وقت تو تو کہہ رہا تھا کہ ہم غیر جانبدار رہیں گے اور دور سے اس جنگ کا انجام دیکھیں گے۔ اب تو خود اس جنگ میں کود رہا ہے۔ مکہ سے اس جگہ تک تو نے کبھی یہ بھی گوارا نہیں کیا اپنے خیام امام حسینؑ کے قریب نصب کیے جائیں پھر جب امام حسینؑ کا قاصد بلانے آیا تو تو نے پہلے کوئی جواب نہ دیا۔

جناب زہیر نے کہا۔ میری بدقسمتی اور خوش قسمتی میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی لیکن بدقسمتی مجھ پر غالب رہی۔ اب جب خوش نصیبی نے ساتھ دیا ہے تو میں اسے گنوانا نہیں چاہتا۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ جو شخص مجھے بلانے آیا وہ کون تھا؟ ہم بدنصیب تھے۔ ہم نے نہ تو اسے بیٹھنے کو کہا نہ اسے عرب اخلاق کے مطابق کھانے کو کہا۔ اب جب میں وہ وقت یاد کرتا ہوں تو مارے شرم کے میرا سر جھک جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے۔

مجھے بلانے ہمشکل نبیؐ فرزند حسینؑ آیا تھا۔ وہ کھڑا ہمارا منہ دیکھتا رہا اور ہم اپنی بدنصیبی کے غرق میں ڈوبے رہے۔ مجھے امام حسینؑ نے ایک واقعہ یاد دلایا ہے جس سے ایک طرف مجھے امام حسینؑ کے حق ہونے کا یقین ہو گیا ہے اور دوسری طرف میرے سوئے ہوئے بخت جاگ گئے ہیں۔ حادثات زمانہ جس طرح واقعات کو ذہن

سے مٹا دیتے ہیں اسی طرح بھولی ہوئی باتیں از سر نو یاد بھی کرا دیتے ہیں۔ آج جب امام حسینؑ نے وہ واقعہ یاد دلایا تو میں اپنے کو کوس رہا ہوں کہ آج تک میں فرزند رسولؐ سے دور کیوں رہا۔

امام حسینؑ نے مجھے یاد دلا دیا ہے کہ

جب تم غزوہ لنجر میں تھے فتح کے بعد تمہیں بہت سا مال غنیمت میں ملا تھا۔ اور تم خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے تو کچھ یاد ہے کہ اس وقت جناب سلمان فارسی نے تمہیں کیا کہا تھا۔

اس وقت مجھے وہ سب کچھ یاد آگیا اس جنگ کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور میں نے دیکھ لیا کہ جناب سلمان محمدی ہمیں فرما رہے ہیں۔ کیا تم اس دولت کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہو۔؟

ہم کہہ رہے ہیں ہاں دولت پر بھی خوشی ہوئی ہے۔ ہمیں سلمان کہہ رہا ہے۔

جب تم سید شباب اہل جنت کو کہیں تنہا دیکھو تو اس کی نصرت کر کے اس دولت سے زیادہ خوش ہونا نصرت حسینؑ کی دولت کی قیمت اس فانی دولت سے کہیں زیادہ ہو گی۔

اس واقعہ کی یاد کے بعد اب میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں فرزند رسولؐ کو چھوڑ دوں۔ پھر امام حسینؑ کے پاس آگیا اور دم آخر تک آپ کے پاس رہا۔

ایک مرتبہ جب امام حسینؑ نے رخصت عام کا اعلان کیا تو زہیر نے جواب میں عرض کیا تھا۔

قد سمعنا یا بن رسول   اے فرزند رسولؐ! ہم نے

الله مقالتك و الله لو	آپ کی باتیں سن لی ہیں۔
كانت الدنيا باقية	بخدا اگر یہ دنیا فانی نہ ہوتی
وكنا فيها مخلدين لاثرنا	جب بھی ہم آپ کے ساتھ
النهوض معك على الاقامة.	لڑنے کو ترجیح دیتے۔

امام حسینؑ نے اسے دعائے خیر دی۔

پھر جب شب عاشور امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ رخصت عام کا اعلان کیا تو مسلم ابن عوسجہ کے بعد زہیر نے اٹھ کر کہا۔

والله یابن رسول الله	بخدا! اے فرزند رسول میری
لوددت انی قتلت	یہ خواہش ہے کہ اگر میری
ثم نشرت ثم الف مرة	قربانی سے آپ کی، آپ کے
وان الله قد دفع	بھائیوں کی۔ آپ کی اولاد
القتل عنك و عن	کی اور آپ کے اہلبیت کی
هؤلاء الفتية من اخوانك	جان بچ جائے۔ تو میں اگر
وولدك واهل بيتك.	ہزار مرتبہ بھی قتل کیا جاؤں
	میری لاش کو جلایا جائے
	اور راکھ کو فضا میں بکھیر دیا
	جائے تو بھی میں قبول کر
	لوں گا۔

جناب زہیر نے یوم عاشور کئی حملے کیے۔

پہلا حملہ تو اس وقت کیا جب شمر لعین نے امام حسینؑ کے خیمہ میں نیزہ مارا

اور کہا کہ۔

جاؤ آگ لاؤ تاکہ میں ان خیام کو آگ لگا دوں۔

شمر کی یہ آواز سن کر خیام میں موجود تمام مستورات اور بچے واامحمدا کی فریاد کرتے ہوئے باہر آئے۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے شمر کو ملامت کی اور کہا۔

تجھے حیا نہیں آتی۔ کیا تیرا امیر صرف مردوں کے قتل سے تجھ سے راضی نہیں ہوگا۔

ان مستورات اور بچوں کو جلانے میں کون ظالم حکمران ہے جو راضی ہو جائے گا وہ عذاب لینا چاہتا ہے۔ اتنے میں شبث ابن ربعی آگیا۔ اس نے شمر سے کہا۔

خبردار اگر خیام کو آگ لگائی۔ اللہ تجھے رسوا کرے گا تو ہمیں دنیا میں جینے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ کیا بچوں اور عورتوں کو ڈرانے سے تجھے کچھ مل جائے گا۔

اس وقت جناب زہیر نے اپنے دس ساتھیوں کو لے کر شمر پر حملہ کیا اور شمر کو خیام سے دور دھکیل دیا۔

جب امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے تو زہیر نے فوج یزید پر حملہ کیا۔ ایک سو بیس یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ کثیر ابن عبداللہ اور مہاجر ابن اوس نے مل کر جناب زہیر کو شہید کیا۔

جناب زہیر کی شہادت کے بعد امام حسینؑ لاشہ پر آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

یا زھیر لعن اللہ قاتلك لعن الذین مسخوا قردۃ و خنازیر۔	اے زہیر! اللہ تیرے قاتلوں پر ویسی لعنت کرے جیسی اس نے ان لوگوں پر لعنت کی تھی جو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ ہوئے تھے۔

ساتویں مجلس:

شہادت ہلال ابن نافع جملی

نافع ابن ہلال ابن نافع ابن جملی ابن سعد جملی۔

بعض مورخین نے ہلال ابن نافع لکھا ہے جو اشتباہ ہے۔ چونکہ نافع کا نام اپنے دادا کے نام پر تھا اس لیے ان مورخین نے نافع ابن ہلال ابن نافع میں اصلِ نام نافع کو تکرار سمجھ کر اسے کاٹ دیا اور ہلال ابن نافع بتایا۔

اسی طرح بعض مورخین نے جملی کے بجائے بجلی لکھا ہے، یہ بھی اشتباہ ہے جمل بنی مذحج کی ایک شاخ ہیں۔

یہ شخص قوم کا سردار، معروف بہادر، قاری قرآن۔ کاتب اور حامل حدیث تھا۔ حضرت علیؑ کے صف اول کے صحابہ سے تھا۔ عراق میں ہونے والی ہر جنگ میں حضرت علیؑ کے ساتھ رہا تھا۔ جناب مسلم کی شہادت سے پہلے نافع مکہ سے آتے ہوئے راستہ میں امام حسینؑ سے آملا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے امام حسینؑ کی رخصت عام کے جواب میں عرض کیا تھا۔

واللہ ما اشفقنا من قضاء اللہ ولا کرھنا	بخدا نہ تو ہمیں قضائے الٰہی کا ڈر ہے۔ اور نہ ہمیں دربار خالق

لقاء ربنا و انا علی نیاتنا	میں حاضری ناگوار ہے۔ ہم
و بصائر نا نوالی من	اپنی نیت اور بصیرت کے
و الاك و نعادی من	مطابق سب کچھ سمجھ کر آپ
عاداك	کے ساتھ شامل ہوئے ہیں آپ
	کے موالیوں کے محب اور
	آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں

یہ ہلال ان افراد میں سے ایک تھا جنہیں امام حسینؑ نے نویں محرم کی شب بیس مشکیں دے کر پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ نافع نوبیاہا اور نوخیز نوجوان تھا۔ شادی کے فوراً بعد اپنی بیوی کے ہمراہ امام حسینؑ سے آملا تھا۔ جب نافع میدان میں جانے لگا تو بیوی نے عرض کیا۔

نافع! تجھے معلوم ہے کہ میرا یہاں کوئی نہیں ہے۔ آپ جہاں جا رہے ہیں۔ وہاں سے کوئی بھی زندہ واپس نہیں پلٹا۔ آپ مجھے کس کے حوالہ کر رہے ہیں؟

جناب نافع نے فرمایا۔ اللہ تیرا انجام بخیر کرے۔ میں اس اطمینان سے جا رہا ہوں کہ تو ذریت آل محمدؐ کی پناہ میں ہے اور ان کی پناہ میں رہنے والا کبھی مایوس نہیں ہوا۔ نہ ہی میں اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اپنے آقا کو تیرے متعلق کچھ وصیت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ خود بھی کریم ماں کی کریم بیٹیاں ہیں۔ اگر ان کے خیام بچ گئے تو تیرا خیمہ بھی بچ جائے گا اگر ان کے پردے بچ گئے تو تیرا پردہ بھی بچ جائے گا۔ البتہ میں تجھے یہ وصیت کروں گا کہ ثانیٔ زہرا کے قدم نہ چھوڑنا۔

نافع جب میدان جنگ میں آیا تو مزاحم ابن حریث نے کہا۔ میں دین معاویہ پر ہوں۔ نافع نے کہا اور میں دین علی و نبی پر ہوں۔ اس کے بعد نافع نے تلوار سونت کر مزاحم پر حملہ کر دیا۔ مزاحم نے بچنے کی کوشش کی لیکن نافع کی تلوار سبقت کر چکی تھی۔ اس کے بعد کوئی ایک لڑنے کو نہیں آ رہا تھا۔ نافع نے ترکش نکالا اور فوج یزید پر تیر برسانے شروع کیے۔ نافع نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھا ہوا تھا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نافع تلوار لے کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد گرفتار ہو گیا شمر اسے لے کر عمر سعد کے پاس گیا۔ جب نافع عمر کے سعد کے پاس پہنچا تو۔

عمر سعد نے کہا۔ نافع یہ تو نے کیا کیا ہے۔ ہمیں تجھ سے یہ توقع نہ تھی۔

نافع نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے تمہاری توقع کے خلاف عمل کیا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں نے نبی کونینؐ کی توقع اور حکم کے مطابق عمل کیا ہے اور میں اس پر نادم نہیں ہوں۔

ایک اور یزیدی نے نافع کے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر کہا۔ بھلا اپنی حالت تو دیکھ ابھی تک تیری عمر موت کے قابل نہ تھی۔

نافع نے کہا۔ میری یہ حالت اس وقت ہوئی ہے جب میں نے تم یزیدیوں کے بے شمار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور میں اپنے اس انجام سے باخبر تھا۔ اپنی طرف سے جو ممکن ہوا کر لیا۔ جہاں تک جوانی کا تعلق ہے تو یہ ویسے بھی چار دن رہتی ہے۔ تم میں سے کتنے بوڑھے ہیں جنہیں جوانی یاد ہو۔ میں تو اپنی جوانی کو خوش نصیب سمجھ رہا ہوں کہ میری جوانی ذریت رسولؐ کے قدموں میں قربان ہوئی ہے۔

شمر نے عمر سعد سے کہا۔ اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے۔ اس کی باتیں ہمارے سپاہیوں میں اضطراب کا باعث بنیں گی۔

نافع نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہی اس وقت تمہیں میرے قریب آنے کی ہمت نہ تھی۔ اب جو چاہو کر لو مجھے کوئی افسوس نہیں ہے میری خواہش بھی یہی ہے کہ مجھے جلد از جلد قتل کر دو تاکہ نبی کونین کو میرا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔

عمر سعد نے شمر سے کہا۔ چونکہ اسے تو ہی گرفتار کر لایا ہے اس لیے تجھے اس کا حق ہے۔

شمر نے تلوار کھینچی۔ نافع نے شمر سے کہا۔

اگر تو مسلمان ہوتا تو یقیناً ہمارے خون سے ہاتھ سرخ کر کے موت پسند نہ کرتا۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے ہمارے خون اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں بہائے ہیں

اس کے بعد شمر نے جناب نافع کا سر تن سے جدا کر دیا۔

آٹھویں مجلس

شہادت وہب ابن عبداللہ کلبی

وہب ابن عبداللہ کلبی ۲۵ سالہ نوجوان مذہباً نصرانی تھا۔ اس کی شادی کو سترہ دن ہوئے تھے۔ اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ سسرال سے واپس آ رہا تھا۔ ایک مقام پر یکم محرم کو کربلا کے قریب امام حسینؑ کو حر کی نگرانی میں چلتے دیکھا تو۔

ایک شخص سے سوال کیا۔ یہ کون ہے جس کی مستورات کے ساتھ نگرانی کی جا رہی ہے۔

اس نے بتایا۔ یہ حسینؑ ابن فاطمہ بنت رسولؐ ہے۔

وہب نے کہا۔ کیا یہ وہی فرزند رسولؐ ہے جسے مباہلہ میں نبی کونینؐ اٹھا کر لائے تھے؟

اس نے کہا۔ وہی نوجوان ہے۔ تجھے کیسے معلوم ہے؟

وہب نے کہا۔ ہمارے پادری آج تک جب اس مباہلہ پر شکست کا ذکر کرتے ہیں تو حسینؑ کا نام ضرور لیتے ہیں۔

سپاہی نے کہا۔ ہاں یہ وہی ہے۔

وہب نے کہا۔ یہ اس کی نگرانی کیوں ہو رہی ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہمیں اپنے خلیفہ کا حکم یہی ہے

وہب نے کہا۔ کیا اس نے خلیفہ کا کوئی جرم کیا ہے؟

سپاہی نے کہا۔ یہ اسے خلیفہ ہی نہیں مانتا اور یہی جھگڑا ہے۔

وہب نے پوچھا۔ وہ کون خلیفہ ہے جسے یہ نہیں مانتا؟

سپاہی نے کہا۔ یزید ابن معاویہ ابن سفیان۔

وہب نے کہا۔ کیا یہ وہی یزید ہے جس کی ماں میسونہ ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہاں وہی یزید ہے۔

وہب نے کہا۔ کیا میسونہ کا بیٹا اس لائق ہے کہ فاطمہ زہرا کا بیٹا اس کی بیعت کرے۔ مجھے تمہارے دین کے احکام تو معلوم نہیں ہیں میں تو اپنے دین کی بات کر رہا ہوں۔ ہمارے دین میں تو یزید جیسے کو کوئی پادری گرجا کا خاکروب مقرر کرنے پر بھی راضی نہ ہوگا۔ وہ کون شخص ہے جو یزید کے کردار سے واقف نہ ہو۔

کیا تم لوگوں نے یزید کو اپنا خلیفہ مان لیا ہے؟

اگر تم لوگ یزید کو خلیفہ مانتے ہو تو پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ جس اسلام کا خلیفہ یزید ہو اس دین سے ہمارا نصرانی مذہب بدرجہا اچھا ہے اس کے بعد وہب نے یہ تمام حالات اپنی ماں قمر کو بتائے اس کی زوجہ جس کا نام ہانیہ تھا یہ سب سن رہی تھی۔

ماں نے کہا بیٹے میں نے کبھی تجھے نہیں بتایا تین رات سے مسلسل ایک خواب دیکھ رہی ہوں اور میں حیران تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی

ہے۔ اگر میری بات مان لے تو چل اور فرزند فاطمہ سے ملاقات کر لے۔

وہب نے عرض کیا۔ ماں! میں تو چلا جاؤں گا لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان ہمیں نجس سمجھتے ہیں۔ اگر فرزند زہرا نے توجہ نہ کی تو میری دل شکنی ہوگی۔ جسے میں برداشت نہ کر سکوں گا۔

ماں نے کہا۔ بیٹے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ تیرا کہنا درست ہے کہ مسلمان ہمیں نجس سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تو نے کبھی آل محمدؐ کے متعلق یہ سنا ہے کہ ان کے پاس کوئی یہودی گیا ہو۔ نصرانی گیا ہو یا مجوسی گیا ہو اور انہوں نے اس سے اچھا سلوک نہ کیا ہو۔

وہب نے عرض کیا۔ ٹھیک ہے ماں چلتے ہیں۔ لیکن آپ خواب کی بات کر رہی تھیں وہ خواب کیا ہے۔

قمر نے بتایا۔ بیٹے تیسری رات سے کبھی خواب میں جناب مریم کو دیکھتی ہوں اور وہ فرماتی ہیں۔ تجھے جنت کی بشارت ہو مجھے بنت محمدؐ کے سامنے سرخرو کرنا اور کبھی جناب فاطمہ زہرا کو دیکھتی ہوں فرماتی ہیں۔ تجھے جنت کی بشارت ہو۔ میری بہن مریم کی بات کا خیال رکھنا۔

اس کے بعد کافی دیر تک تینوں بیٹھے خواب پر تبصرہ کرتے رہے۔

جب مغرب کے وقت لشکر حر اور امام حسینؑ نے کربلا سے کچھ فاصلہ پر خیمے لگائے تو وہب امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ امام حسینؑ نے مسکرا کر وہب کو دیکھا اور فرمایا۔

وہب اپنی ماں سے خواب سن چکا ہے۔ اگر اپنی مقدس مریم کو میری ماں کے سامنے سرخرو کرنا چاہتا ہے تو اسلام قبول کرے اور میرا ساتھ دے۔ وہب

یہ سنکر حیران رہ گیا۔ کچھ بول نہ سکا۔ واپس اپنی ماں کے پاس آیا اور امام حسینؑ کے فرمائے ہوئے جملے ماں کو سنا دیے۔ جناب قمر نے فرمایا۔ بیٹے۔ اسلام دین حق ہے اور فرزند زہرا اسلام کا حقیقی وارث ہے۔ اب مزید وقت کفر پر گذارنا اچھا نہیں ہے۔ ابھی چل اور اسلام قبول کرتے ہیں۔

تینوں نے آکر اسلام قبول کیا اور امام حسینؑ کے ساتھ ہوگئے یوم عاشور جب انصار حسینؑ میدان میں جانے لگے تو ماں نے وہب سے کہا۔ بیٹے اٹھ اور آل محمدؐ کی نصرت کر۔ جناب وہب اٹھا تلوار لی اور میدان جنگ میں آگیا۔ کافی یزیدیوں کو فی النار کرنے کے بعد واپس ماں کے پاس آیا۔ اور پوچھا۔ ماں اب راضی ہے؟

جناب قمر نے فرمایا۔ بیٹے تجھے زندہ دیکھ کر کیسے راضی ہو سکتی ہوں میں تو جناب مریم کے سامنے اس وقت سرخرو ہوں گی جب جناب مریم بنت رسول کے سامنے سرخرو ہوں گی اور جناب مریم اس وقت سرخرو ہوں گی جب تو ساقی کوثر کے ہاتھ سے پانی پیئے گا۔ جب تک تیرا سر غریب زہرا کے قدموں میں نہیں دیکھوں گی کیسے راضی ہو سکتی ہوں۔ اس وقت جناب وہب کی بیوی جناب وہب کے دامن سے لپٹ گئی اور کہا کہ میں نہیں جانے دوں گی۔

جناب وہب نے کہا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اگر تو ضد کرے گی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ ہانیہ زوجہ وہب بیٹھ گئی جناب وہب کے قدموں پر سر رکھ کر کہا۔ وہب میں تجھے کب جانے سے روکتی ہوں میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ مولا حسینؑ کے روبرو تجھ سے ایک عہد لے لوں۔ جناب وہب نے پوچھا کس

بات کا عہد؟ ہانیہ نے کہا۔ یہاں نہیں مولا کے سامنے بتاؤں گی جناب قمر دونوں کو لے کر امام حسینؑ کی خدمت میں آئی۔ ہانیہ زوجہ وہب نے امام حسینؑ کے قدم چوم کر عرض کیا۔ آقا میری دو آرزوئیں ہیں۔ ایک آپ سے متعلق ہے اور ایک کا تعلق وہب سے ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری شادی کو آج سترہواں دن ہے۔ اور آج میں بیوہ ہو رہی ہوں۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اب وہب اور اس کی ماں کے سوا میرا کوئی نہیں رہا۔ وہب کے بعد میں بے سہارا ہو جاؤں گی۔ وہب کے جانے سے پہلے آپ مجھے اپنے اہلبیت میں بھیج دیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرا کوئی سہارا موجود ہے۔ امام حسینؑ یہ بات سنکر بے ساختہ رو دیے اور فرمایا۔ ٹھیک ہے اگر تجھے میرے اہلبیت کا ساتھ منظور ہے تو تو وہاں چلی جا۔ ہانیہ نے عرض کیا مولا دوسری آرزو یہ ہے کہ آپ وہب سے وعدہ لیں گے شہادت کے بعد جب یہ جنت میں جائے گا تو مجھے نہ بھولے گا۔

وہب میدان جنگ میں آیا اس نے سترہ سوار اور بیس پیدل یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ یزیدیوں نے ہر طرف سے سنگ باری شروع کی بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر زین سے زمین پر آیا۔ زندہ گرفتار کیا گیا۔ جب عمر سعد کے سامنے لایا گیا تو عمر سعد نے حکم قتل دیا۔ وہب نے شکر خالق ادا کیا جب سر تن سے جدا ہوا ان سنگ دلوں نے وہب کا سر اٹھا کر درخیمہ پر کھڑی ہوئی وہب کی ماں اور بیوی کی طرف اچھال دیا۔ زوجہ وہب جناب ہانیہ نے آگے بڑھ کر سر کو اٹھایا زمین پر بیٹھ گئی۔ سر گود میں رکھا۔ خون صاف کیا۔ چہرہ سے گرد صاف کی۔ کچھ خون لے کر آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا اور کہا۔

هنيأ لك الجنة وہب تجھے جنت مبارک ہو۔

جب شمر نے زوجہ وہب کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے غلام رستم سے کہا جا اس عورت سے سر لے کے آ۔ جب رستم نے سر مانگا تو ہانیہ نے سر دینے سے انکار کیا۔ اس ظالم نے ڈنڈے سے اس مخدرہ کے سر پر وار کیا جس سے سر چھوٹ کر زمین کربلا پر آرہا۔ اور یہ مخدرہ جام شہادت نوش کر کے اپنے وارث کے ساتھ جا ملی۔ میدان کربلا میں انصار حسینؑ میں سے یہ پہلی شہیدہ مشہور ہے۔

نویں مجلس

شہادت عابس ابن ابی شبیب شاکری

عابس ابن ابو شبیب ابن شاکر ابن ربیعہ ابن مالک۔ بنی شاکر بنی ہمدان سے ایک شاخ ہے۔ عابس محبان آل محمدؐ میں معروف تر تھا۔ اپنے قبیلہ کا سردار۔ نامور شجاع۔ لاجواب خطیب۔ پرہیز گار اور عابد شب زندہ دار تھا غالباً اسی کی وجہ سے تمام قبیلہ بنی شاکر مخلص موالیان حضرت علیؑ سے تھا۔ انہی کے متعلق جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔

اگر بنو شاکر کی تعداد ایک ہزار تک ہو جاتی تو خلاق عالم کی اس طرح عبادت کی جاتی جس طرح اس کی عبادت کا حق ہے۔

جب جناب مسلم کوفہ میں تشریف لائے اور امام حسینؑ کے لیے بیعت لینے کی غرض سے جناب مختار کے گھر میں آپ تشریف فرما ہوئے تھے تو جمع ہونے والوں کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا۔ کچھ لوگ یہ خط سنکر رونے لگے

جناب عابس نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اما بعد۔

مجھے یہ علم نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں کیا ہے۔ نہ میں آپ کو لوگوں کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں اور نہ ہی دوسروں کے سلسلہ میں میں آپ کو کوئی فریب دینا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف اپنے متعلق عرض کر سکتا ہوں۔ بخدا جو کچھ میرے دل میں ہے اور جس نظریہ پر میں خود مطمئن ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بخدا۔ اگر آپ نے پکارا تو میں لبیک کہوں گا میں آپ کے سامنے آپ کے دشمن سے لڑوں گا۔ اور لڑتے لڑتے دربار خالق تک پہنچنے کی خاطر اپنی تلوار توڑ ڈالوں گا۔ اس سے میرا مقصد نہ دنیا ہو گی اور نہ جلب شہرت بلکہ صرف اور صرف تمہاری خوشی اور اللہ کی رضا میرا نصب العین ہو گی۔

یہ سنکر جناب حبیب نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت کا سایہ ہو آپ نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ میرا بھی یہی نظریہ ہے جو آپ کا ہے۔

طبری کے مطابق جب جناب مسلم نے اٹھارہ ہزار افراد سے بیعت لے کر امام حسینؑ کو کوفہ تشریف لانے کا خط لکھا تو یہ خط جناب عابس اور آپ کے شاگرد جناب شوذب کو دے کر امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے بعد شوذب اور جناب عابس اپنے آخری دم تک امام حسینؑ کے ساتھ رہے۔

جب کربلا میں یوم عاشور بازار موت گرم ہوا۔ امام حسینؑ کے کافی ساتھی جام شہادت نوش فرما چکے تو عابس اپنے اس شاگرد شوذب کے ہمراہ امام حسینؑ کی خدمت میں آ رہا تھا۔ راستہ میں جناب عابس نے جناب شوذب

سے فرمایا۔

دیکھ شوذب۔ اب تک میں نے اس سلسلہ میں تجھ سے کوئی بات نہیں کی اب بتا تیرا کیا خیال ہے۔

جناب شوذب نے عرض کیا۔

سرکار! بھلا اب پوچھنے کی کوئی بات رہ گئی ہے یا کوئی کہنے والی بات ابھی ہے۔

جناب عابس نے فرمایا۔ میں سمجھا نہیں تو کیا کہنا چاہتا ہے وضاحت سے بتا۔

جناب شوذب نے عرض کیا۔ مقصد تعلیم آخرت کی اصلاح ہوتی ہے اور آج جنت کو سامنے دیکھ کر کوئی بدنصیب بھی اسے چھوڑنے پر راضی نہ ہو گا۔

جناب عابس نے فرمایا۔ دیکھ تو ابھی بالکل نوجوان ہے۔ تیری امیدیں بھی ہوں گی اور خواہشات بھی ہوں گی۔ اگر جانا چاہے تو اس بات میں نہ رہنا کہ اپنے استاد کے ہمراہ ہوں۔ مجھے استاد نے اجازت نہیں دی۔ میری طرف سے تجھے کھلی اجازت ہے اگر جانا چاہے تو نہ صرف میں خود تجھے اجازت دیتا ہوں کہ بلکہ فرزند رسولؐ سے تجھے اجازت بھی لے کے دیتا ہوں اور دعا بھی۔

جناب شوذب نے کہا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہر نوجوان کی آرزوئیں ہوتی ہیں۔ اور یہ ایک فطری بات ہے۔ لیکن یقین کیجئے میری خواہشات ہم شکل نبیؐ سے زیادہ نہیں ہوں گی۔ نہ میری جوانی ہم شکل پیمبر سے زیادہ ہے۔ اور نہ میری صورت شبیہ رسولؐ سے زیادہ

حسین ہے۔

آپ مجھے امام حسینؑ سے رخصت اور دعا کے بجائے قربانی کی اجازت لے کے دے دیں تو میں آپ کا بہت بڑا احسان سمجھوں گا۔ البتہ ایک شرط ہے کہ مجھے اجازت آپ کے ساتھ ملے، آپ کے ساتھ میدان میں جاؤں گا۔ آپ کے زیر سایہ دشمنان آل محمدؐ سے جنگ کروں۔ اور آپ سے پہلے جنت میں پہنچوں تاکہ جنت میں آپ کا استقبال کر سکوں۔

جناب عابس نے مسکرا کر اپنے اس عزیز شاگرد کو گلے لگایا۔ اور فرمایا پھر ایسا کر۔ اس وقت تک تو نے اپنی ذات کو مٹا کر میری اقتدار اور پیروی میں اپنے کو وابستہ رکھا ہے۔ اس لیے اب اپنی حیثیت کو مجھ سے جدا کر کے اپنی منفرد حیثیت بنا لے۔ تاکہ بعد میں تاریخ تیرے متعلق یہ نہ لکھے کہ شوذب اپنی مرضی سے نہیں عابس کی مرضی سے شہید ہوا تھا۔

شوذب نے عرض کیا۔

میرے آقا!۔

میرے لیے یہ سرمایہ کافی ہے اور میں اس پر فخر کروں گا کہ تاریخ مجھے آپ کے شاگرد کے بطور لکھ دے کوئی بھی شریف شاگرد اپنی ذات کو استاد سے جدا کرنے پر خوش نہیں ہوتا۔

اتنے میں امام حسینؑ تک پہنچ گئے۔ جناب عابس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ!۔

بخدا جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میری نظر میں دور و نزدیک

آل محمد کی نسبت کوئی نہ زیادہ معزز رہا ہے اور نہ محترم۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں یہ ظلم وجور آپ کی ذات سے دور کر دیتا لیکن اس وقت جو کچھ میرے بس میں ہے وہ صرف یہ ہے کہ میں اپنی جان آپ کے قدموں میں قربان کر دوں۔ تاکہ جب تک میں زندہ رہ کر آپ کے لیے لڑتا رہوں گا اس وقت تک تو کم از کم آپ کی ذات محفوظ رہے گی۔

السلام علیک یا بن رسول اللہ۔ اشھد انی علی ھداك و ھدی ابیك۔

اے فرزند رسول میرا آخری سلام! گواہ رہنا کہ میں آپ کی اور آپ کے والد گرامی کی ہدایت پر کاربند رہا ہوں۔

اس کے بعد عابس میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ ساتھ ہی جناب شوذب نے امام حسینؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ قبلہ میرے استاد ہیں اور جس استاد نے مجھے محبت آل محمدؐ جیسی نعمت سے نوازا ہے میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں بھی ان کے قدموں میں اپنی جان قربان کر سکوں۔

ربیع ابن تمیم ہمدانی نے بتایا ہے کہ جب میں نے عابسؓ کو آتے دیکھا۔ تو چونکہ میں عابس کی شجاعت اور جرات سے واقف تھا اس لیے میں نے چیخ کر لوگوں کو بتایا کہ۔

جس شخص کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ عابس کے مقابلہ میں نہ جائے میں اسے متعدد جنگوں میں دیکھ چکا ہوں آج تک کسی نے اسے زیر نہیں کیا۔ اور جو اس کے

مقابل گیا وہ بچ کر واپس نہیں آیا۔

جناب عابس نے آکر ھل من مبارز۔ کا نعرہ لگایا۔ کوئی مقابل نہ ہوا۔ کافی دیر تک جناب عابس دعوت مبارزت دیتے رہے لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ بالآخر عمر سعد نے حکم دیا۔ ظالمو تم لاکھوں کی تعداد میں ہو اور ایک شخص تمہیں دعوت دے رہا ہے اگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو سنگ باری اور تیر اندازی کرو۔ جب جناب عابس نے دیکھا کہ ہر طرف سے تیر اندازی اور خشت بازی شروع ہو گئی ہے تو خود بھی اتار دیا اور زرہ بھی ایک طرف کر دی۔ اور پھر حملہ کر دیا۔ آگے جناب عابس آپ کے پیچھے آپ کا شاگرد جناب شوذب تھا دونوں کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے کبھی دائیں اور کبھی بائیں لشکر میں گھس جاتے۔

ربیع کہتا ہے میری عابس سے خاصی دوستی تھی جب میں نے عابس کو اس بے جگری سے لڑتے دیکھا تو کہا۔ بندہ خدا کبھی کوئی خود اور زرہ کے بغیر بھی لڑا ہے۔ یہ تو نے کیا کیا ہے؟

جناب عابس نے جواب دیا۔

ما اصاب المحب فی — محب کو اپنے محبوب کی خاطر
طریق حبیبہ سھل۔ — جو کچھ بھی برداشت کرنا پڑے آسان ہوتا ہے

شوذب چونکہ جناب عابس کے عقب میں لڑ رہا تھا۔ اس لیے جناب شوذب پہلے شہید ہوئے۔ جب جناب عابس زخموں سے نڈھال ہو گئے تو زمین پر بیٹھ گئے ہر طرف سے فوج ٹوٹ پڑی نیزوں اور تلواروں سے جناب عابس کی لاش پارہ پارہ ہو گئی۔ ظالموں نے سر کاٹ لیا۔ جب یہ لوگ سر لے کر عمر سعد کے پاس گئے تو ایک

کہتا تھا اسے میں نے قتل کیا ہے اور دوسرا کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ سر یہیں رکھ دو اور یہ بک بک نہ کرو۔ کیا میں اندھا تھا نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ جب وہ ھل من مبارز کہہ رہا تھا اس وقت تم سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ کسی میں اس کے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اب جب قتل ہو گیا ہے تو سب کہتے ہو کہ میں نے مارا ہے۔ یہ کسی ایک کا مقتول نہیں ہے تمام فوج کو قتل عابس کے نام پر علیحدہ انعام ملے گا۔ کیونکہ قتل عابس میں ہر سپاہی شریک ہے۔

دسویں مجلس

شہادت جناب جون

جناب جون کے والد کا نام حوی تھا۔ جون کا والد جناب ابوذر غفاری کا غلام تھا۔ جناب جون کی کنیت ابو مالک تھی۔ رنگ میں سیاہ تھا جناب ابوذر کی بے رحمانہ وفات کے بعد جناب جون آل محمدؐ سے منسلک ہو گیا تھا۔ حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں رہا۔ یوم عاشور جب میدان جنگ گرم ہوا تو۔ جناب جون نے امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ دیکھ جون! میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ جنگ کی اس جلتی ہوئی آگ سے اپنے کو بچالے۔ جب سے تو نے ہمارا ساتھ دیا ہے کبھی چین کا منہ نہیں دیکھ سکا۔ ہمیشہ روحانی اور ذہنی طور پر پریشان اور مبتلائے مصائب رہا ہے۔ اب بہتر ہو گا کہ یہاں سے چلا جا اور بقیہ زندگی سکھ سے گزارے۔

جناب جون آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ قبلہ کیا ایسا بدنصیب بھی کوئی

ہو گا جو خوشحالی میں اپنے آقا کے پاؤں چاٹے اور مصیبت کے وقت چھوڑ کر چلا جائے۔

میرے آقا! کہیں آپ اس لیے تو مجھے جانے کا مشورہ نہیں دے رہے کہ میرا رنگ کالا ہے۔ میرا پسینہ بدبودار ہے اور میرا نسب غلامانہ ہے۔ آپ، مجھے شہادت کی عزت بخشیں۔ تاکہ میرے رنگ کی سیاہی آپ کے نور سے سفید ہو جائے۔ میرے پسینہ کی بدبو آپ کے خون سے مل کر معطر ہو جائے اور میرا نسب آپ کے شرف سے مشرف ہو جائے۔

جناب جون کے ان فقرات نے امام حسینؑ کو اس قدر متاثر کیا کہ بے ساختہ آنسو بہہ پڑے۔ اور فرمایا۔ جون یہ تو نے کیا کہہ دیا ہے۔ اب تو میں خود تجھے اس طرح بھیجتا ہوں جس طرح اپنے قمر بنی ہاشم بھائی اور ہم شکل نبی بیٹے کو روانہ کیا تھا۔ اور پھر تیرا لاشہ انہی ہاتھوں سے اٹھا کر لاؤں گا جن ہاتھوں سے لاشہ قاسم و اصغر لے کے آؤں گا

جناب جون میدان جنگ میں آیا۔ رجز پڑھے۔ فوج یزید پر حملہ کیا۔ پچیس یزیدی واصل جہنم کیے۔ ابو مخنف نے بتایا ہے کہ ستر یزیدیوں کو جہنم رسید کیا۔ اچانک ایک ظالم نے پیشانی پر نیزے کا وار کیا۔ دوسرے نے گھوڑے کے قدم پر وار کیا۔ گھوڑے کے ڈگمگانے سے جناب جون زمین پر آئے۔ ہر طرف سے فوج یزید نے گھیر لیا۔ اور لاشہ جناب جون ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

امام حسینؑ لاشہ جناب جون پر آئے اور ایک طرف کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار

اے اللہ! روئے جون کو سفید فرما دے۔ اس کے جسم

و عرف بیتہ و کو خوشبودار بنا دے اسے
محمد و آل محمد۔ ابرار کے ساتھ محشور فرمانا۔
اسے اور آل محمدؐ کو ایک
جگہ رکھنا۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ کچھ شہداء کے لاشے دس دن بعد دفن کیے گئے۔ دسویں دن بھی جناب جون کے لاشہ سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔

جناب اسلم ابن عمرو :۔

ابصار العین کے مطابق۔ اسلم ابن عمرو امام حسینؑ کا غلام تھا۔ کاتب بھی تھا اور قاری قرآن بھی تھا۔ جناب جون کی شہادت کے بعد اس نے امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اسلم میں تجھے امام سجادؑ کو ہبہ کرتا ہوں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ممکن ہے اسلم شہادت سے بچ جائے۔

اسلم امام سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت عالم غش میں تھے۔ آپ کے خیمہ میں آکر آپ کے قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور دونوں آنکھوں سے پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ کافی دیر بعد جناب سجاد کو غش سے افاقہ ہوا۔ دیکھا تو اسلم اپنی آنکھیں آپ کے پاؤں پہ رکھے مصروف گریہ ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ اسلم کیا بات ہے خیریت تو ہے۔ کہیں بھوک اور پیاس سے تو نہیں گھبرا گیا۔ اگر بہت مجبور ہو گیا ہے تو بتا۔ یہ امتحان ہم آل محمدؐ کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ اگر چاہے تو میں تجھے سیراب کر دوں؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ہم شکل نبی بھوکا اور پیاسا رہ سکتا ہے۔ اگر آل محمدؐ کے کمسن اور معصوم بچے بھوک اور پیاس کا پیرچہ حل کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہے۔ روتا کیوں ہے؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اپنی قسمت پر رو رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے میں آپ کے والد کا غلام تھا۔ اب میں ان سے اجازت جنگ لینے گیا تو انہوں نے مجھے آپ کو ہبہ کر دیا ہے شاید وہ نہیں چاہتے کہ میں ان کے قدموں میں قربان ہو جاؤں

جناب سجاد نے فرمایا۔ نہیں اسلم ایسی بات نہیں ہے۔ ہم اہلبیت کو بخل چھو کر بھی نہیں گیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں خود بیمار ہوں اور میرا ایک ہی بیٹا ہے جو میرے بعد نسل امامت کا امین ہے۔ میرے بابا نے تجھے اس لیے مجھے ہبہ کر دیا ہوگا کہ میرا ابھی جنگ کربلا میں حصہ ہو جائے۔ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تو یوم حشر میرے حصہ میں آئے؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اس سے زیادہ میری خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں شریک جنگ ہو جاؤں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں اسلم شریک جنگ ہونے کی اجازت تو دوں گا لیکن ابھی نہیں پہلے ایسا کر میرے بھائی علی اکبر کو ایک مرتبہ میرے خیمہ میں لے آ۔

اسلم دوڑ کر گیا شہزادہ علی اکبر کو خیمہ میں لے کر آیا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ ہم شکل نبی بھائی۔ دیکھ اسلم بابا نے مجھے ہبہ کر دیا ہے میں تیری موجودگی میں اسلم کو آزاد کرتا ہوں۔ میری طرف سے بابا کو سلام عرض کر کے کہہ دینا کہ اسلم میری قربانی ہے۔ اسے اس طرح میدان جنگ میں روانہ فرمائیں جس طرح

عزیزوں کو بھیجا جاتا ہے

اسلم فوراً جناب سجاد کے قدموں پر گر گیا۔ پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کی قبلہ آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں اسلم تجھے للہ آزاد کر دیا ہے۔ اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ نے میری ساری خوشیاں چھین لی ہیں۔ میرے لیے آپ کا غلام ہو کر مرنا اور آپ کے نانا کی خدمت میں آپ کے غلام کی حیثیت سے جانا آزاد ہو کر جانے کی نسبت زیادہ باعث فخر تھا۔

اس کے بعد اسلم میدان جنگ میں آیا۔ یزیدیوں کی ایک خاصی تعداد کو واصل جہنم کر کے شہید ہوا۔

گیارہویں مجلس

شہادت عمرو ابن خالد ازدی صیداوی

عمرو ابن خالد نے عرض کیا قبلہ!

جعلت فداك قد هممت — اللہ مجھے آپ کا فدیہ بنائے
ان الحق باصحابك — میری بھی خواہش کے آپ
وكرهت ان اتخلف — کے ساتھیوں سے مل جاؤں
واراك وحيدا من اهلك — میں آپ کو تنہا اور آپ کی
قتيلا۔ — ذریت کو مقتول نہیں دیکھ سکتا

آپ نے فرمایا۔

تقدم رحمك الله انا — اللہ آپ پر رحم فرمائے
لاحقون بك۔ — آگے بڑھو ہم بھی آ رہے ہیں

عمرو میدان میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ یزیدیوں کو فی النار کیا اور شہید ہو گیا۔

شہادت خالد ابن عمرو ازدی:۔

عمرو کے بعد اس کا بیٹا خالد آگے بڑھا۔ اجازت لی۔ جنگ کی اور شہید ہو گیا۔

شہادت حنظلہ ابن اسعد شبامی:۔

جناب حنظلہ آگے بڑھے اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ میدان میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ کچھ دیر جنگ کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اس کے سینہ پر تیروں کے زخم، چہرے اور گلے پر نیزوں اور تلواروں کے زخم تھے عرض کی قبلہ! میں شہید ہونے کی کوشش کرتا ہوں اور موت مجھ سے دور بھاگتی ہے۔ کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ حنظلہ شہادت تو تیرا مقدر ہے لیکن موت قیامت تک تیرے قریب نہیں آئے گی۔

دوسری مرتبہ پھر میدان میں آیا اور یزیدیوں سے یوں مخاطب ہوا۔

اخاف عليكم مثل يوم الاحزاب مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذين من بعدهم وما الله يريد ظلما للعباد يا قوم انى

مجھے تمہارے لیے یوم احزاب جیسا ڈر ہے۔ مجھے وہی ڈر ہے کہ تمہارا انجام قوم نوح قوم عاد قوم ثمود اور ان کے بعد والی قوموں جیسا ہو گا اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں

اخاف عليكم يوم التناد يوم تولون مدبرين مالكم من الله من عاصم يا قوم لا تقتلوا حسينا فيسحتكم الله بعذاب وقد خاب من افترى۔

کرتا۔ اے لوگو! مجھے قیامت کا ڈر ہے جس دن تم اللہ کے دربار سے بھاگنے کی کوشش کرو گے لیکن عذاب خدا سے تمہیں بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ اے لوگو! فرزند رسولؐ کے قتل سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تمہیں بتلائے عذاب کرے گا۔ جھوٹا ہمیشہ رسوا ہوتا ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اے فرزند اسعد!

یہ لوگ تو اس وقت سے مستحق عذاب ہو چکے ہیں جب سے انہوں نے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے خلاف تلوار علم کی ہے۔ اب ان باتوں سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

حنظلہ نے عرض کیا۔

قبلہ آپ نے درست فرمایا ہے۔ کیا اب ہم ان سے نکل کر آخرت کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔

حنظلہ نے عرض کیا۔ السلام علیک یا اباعبد اللہ صلی اللہ علیک وعلی اهل بيتك۔ اس کے بعد آگے بڑھا۔ حملہ کیا۔ ہر طرف سے تیر باری شروع

ہو گئی۔ زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا اور امام حسینؑ جب تشریف لائے تو یہ خوش نصیب حوض کوثر پر پہنچ چکا تھا۔

شہادت سعد ابن حنظلہ تمیمی :-

فرزند رسولؐ کے لشکر میں اسے انتہائی اہم مقام حاصل تھا۔ اجازت جنگ لے کر میدان میں آیا رجز خوانی کی۔ ان بد نصیبوں کو ہدایت کی جب دیکھا کہ ان لوگوں پر کسی قسم کی ہدایت اثر انداز نہیں ہوتی تو پھر بہادروں کی طرح جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

سوید ابن عمرو ابن ابی المطاع :-

اپنے وقت میں بہت زیادہ معروف نمازیوں سے تھا۔ بہت کم افراد نے اسے رات کو سوتے دیکھا ہوگا۔ فرزند رسولؐ کی نصرت میں ہر شدت کو بخوشی قبول کیا۔ اجازت لے کر میدان جنگ میں آیا۔ شدید زخمی ہو کر خیام حسینؑ سے بہت دور جا کر گھوڑے سے اترا اور وہیں خاموشی سے اپنے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس انتظار میں وہ وقت آگیا جب سرخ آندھی چلی۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ اور جبریل نے زمین و آسمان کے مابین۔ الا قد قتل الحسین کی ندا دی اس وقت اسے اپنے زخم اور پیاس سب کچھ بھول گیا اسکے پاس صرف ایک خنجر رہ گیا تھا۔ خنجر بدست ہو کر اٹھا لڑکھڑاتا اور ڈگمگاتا جس طرف سے یزیدی نظر آیا اس پر جھپٹ پڑا اس حالت میں بھی پندرہ دس واصل جہنم کیے پھر جام شہادت نوش کیا۔

عمرو ابن قرظہ انصاری :-

یہ وہ جانباز اور جانثار ہے جس نے اس وقت تک جب تک موجود رہا نہ کوئی تیر جسم فرزند رسولؐ تک آنے دیا اور نہ کوئی تلوار جس طرف سے تیر آتا تھا یہ اپنے ہاتھوں سے جب ہاتھ جواب دے گئے اپنے سینہ پر روک لیتا تھا اسے میدان میں جانے کی فرصت ہی نہیں ملی امام حسینؑ کی ڈھال بنے رہنے کی بدولت آپ کے قدموں ہی میں زمین پر گرا اور عجیب سے انداز میں پوچھا۔

یابن رسول اللہ اوفیت ؟۔ اے فرزند رسولؐ! کیا میں نے وفا تو کی ہے؟

آپ نے فرمایا۔

نعم انت امامی فی الجنۃ فاقراء رسول اللہ عنی السلام واعلمہ انی فی الاثر۔	تو نے حق وفا ادا کر دیا ہے مجھ سے پہلے جنت میں جائے گا رسول کونینؐ کو میرے سلام عرض کر دینا اور بتا دینا کہ میں بھی بس آنے ہی والا ہوں۔

غالباً۔ ہم شکل نبیؐ نے دم آخر نواسہ رسولؐ کو آنحضورؐ کی طرف سے جو سلام عرض کیے تھے اسی عمرو ابن قرظہ انصاری کے ہاتھ بھیجے گئے سلام کا جواب تھا۔

عمرو کا بھائی علی ابن قرظہ فوج یزید میں تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کے ساتھ بڑے گستاخانہ انداز میں بکواس کی اور کہا۔ تو نے میرے

بھائی کو گمراہ کیا ہے۔ اسے دھوکا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے علی تیرا بھائی گمراہ نہیں ہدایت یافتہ تھا۔ اور اللہ نے اسے بہترین انعام سے نوازا ہے۔

مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے کہا۔ اگر میں آپ کو قتل نہ کر سکا تو پھر اپنے کو قتل کر ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر اس ظالم نے امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ ہلال ابن نافع نے اسے روکا۔ ہلال نے اسے نیزہ مارا پھر اس کے ساتھی آئے اور اسے لے گئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد میں شفایاب ہو گیا تھا۔

جابر ابن عروہ غفاری:۔

یہ وہ خوش قسمت ہے جو صحابی رسولؐ ہے۔ جنگ بدر اور جنگ حنین میں آنحضور کے ساتھ تھا۔ آنحضور کے بعد ایک طرف ہو کر گوشہ نشین ہو گیا غالباً یہ بھی ان افراد سے ہے جنہیں امام حسینؑ نے بلایا تھا۔ ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے اس مرد مجاہد نے سن رسیدگی کے اس عالم میں کمر کو کس کر کمر بند باندھ کر سیدھا کیا۔ ایک پٹی لے کر دونوں ابروؤں پر باندھ کر انہیں آنکھوں سے ہٹایا پھر امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ شکر اللہ سعیك یا شیخ اے سن رسیدہ اللہ آپ کی کوششوں پر آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔

پھر میدان جنگ میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ اسی سے ننانوے یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا

٭

عبداللہ غفاری۔

اور

عبدالرحمن غفاری:۔

یہ دونوں ایک ساتھ امام حسینؑ سے اجازت لینے آئے۔ اور اس طرح درخواست مانگی۔

اے فرزند رسولؐ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے بچوں سے ان ملاعین کو دور کریں اور اپنی جان قربان کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے۔ لیکن ذرا میرے قریب آؤ۔ جب دونوں آپ کے قریب ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کیا شدت پیاس سے گھبرا گئے ہو۔

دونوں نے عرض کیا۔ نہیں فرزند رسولؐ۔ ہم آپ اور آپ کی اولاد سے زیادہ نازک نہیں ہیں۔ ہمیں آپ کی تنہائی اور آپ کے بعد ان مخدرات عصمت کی بے چارگی رلا رہی ہے۔ ہم نے عمر سعد کا پروگرام سن لیا ہے اس کا ارادہ ہے کہ آپ کے بعد ان خیام کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا جائے گا۔

امام حسینؑ بھی بے اختیار رو دیے اور فرمایا۔ ہماری طرح ان کا بھی اللہ محافظ ہے۔ خداوند عالم شہادت کے علاوہ تمہیں ہماری اس غم گساری پر جزائے خیر دے۔

یہ دونوں آگے بڑھے۔ باری باری امام حسینؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔

السلام علیک یابن رسول اللہ آپ نے فرمایا۔ وعلیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دونوں وارد میدان ہوئے یزیدیوں کی ایک خاصی تعداد کو واصل جہنم کرکے جام شہادت نوش کیا۔

شہادت بریر ابن خضیر ہمدانی :۔

جناب بریر تابعین صحابہ سے تھے۔ سن رسیدہ، قاری قرآن اور عابد شب زندہ دار تھے۔ کوفہ کے اکثر قاری جناب بریر کے شاگرد تھے۔ بنی ہمدان کے سرداروں سے تھا۔ ابو اسحاق سبیعی ہمدانی کا ماموں تھا۔ جب پورے کوفہ کے سردار گنے جاتے تھے تو ان میں جناب بریر کا نام سرفہرست ہوتا تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ مکہ میں آپ کو لینے کی خاطر گیا تھا اس کے بعد تا شہادت آپ کے ساتھ رہا۔ یہی وہ جانباز ہے جس نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔

لقد من اللہ علینا ان نقاتل بین یدیک وتقطع فیک اعضاؤنا ویکون جدک شفیعنا یوم القیامۃ۔	اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ آپ کے ساتھ سے نوازا ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے آپ کے دفاع میں لڑیں ہمارے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پھر آپ کے جد امجد قیامت میں

ہمارے شفیع ہوں۔

یہ بریر ہی تھا جس نے شب عاشور عبدالرحمن ابن عبدربہ انصاری صحابی رسول سے امام حسینؑ کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیتے ہوئے مزاح کیا تھا۔

عبدالرحمن نے کہا۔ بریر عمر کے اس مقام پر اور پھر حالات کی اس سنگینی میں آپ جیسے شخص سے مزاح اچھا نہیں لگ رہا۔

جناب بریر نے فرمایا۔ عبدالرحمن، میری قوم کا ہر بوڑھا اور جوان جانتا ہے کہ جب سے میں نے شعور سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کسی نے مزاح کرتے ہوئے تو بجائے خود مجھے مسکراتے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ میرا دن تعلیم قرآن دیتے ہوئے اور رات نوافل پڑھتے ہوئے گزری ہے۔ لیکن آج میں نہ صرف مسکرا رہا ہوں بلکہ آپ سے مزاح کے موڈ میں ہوں۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آج مجھے اپنی زندگی بھر کے اعمال کی مقبولیت کا یقین ہو چکا ہے۔ آج میں اپنی خوش نصیبی پر نہ صرف مسکرا رہا ہوں بلکہ فخر کر رہا ہوں۔ آپ جانتے ہیں اس وقت جنت اور ہمارے درمیان صرف اس رات کی تاریکی حائل ہے۔ صبح عاشور نمودار ہوگی۔ یہ بدنصیب قوم ہم پر حملہ آور ہوگی۔ ہم شہید ہوں گے ہمارا آخری قدم دنیا میں ہوگا۔ اور پہلا قدم جنت میں ہوگا۔

بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ کوفہ کے صالحین اور متقین میں بریر کا نام حر کے بعد دوسرے نمبر پر لیا جاتا تھا۔ صبح عاشور جب جنگ شروع ہوئی اور جناب بریر اپنی باری پر میدان میں آئے تو فوج یزید سے مخاطب ہو کر کہتے تھے۔

اقتربوا منی یا قتلۃ	اے علیؑ کے قاتلو۔! آؤ
امیر المؤمنین	میرے قریب آؤ۔ اے اصحاب
اقتربوا منی یا	بدر کی اولاد کے قاتلو! آؤ
قتلۃ اولاد البدریین	آگے بڑھو میرے قریب
اقتربوا منی یا قتلۃ	ہو جاؤ۔ اے اولاد رسولؐ کے
اولاد رسول رب	قاتلو! آؤ ذرا میرے قریب
العالمین	تو آؤ۔

ابو مخنف کے مطابق یزید ابن معقل فوج یزید سے جناب بریر کے مقابلہ میں آیا۔ اور جناب بریر کو کہنے لگا۔

اے بریر کیا دیکھ رہے ہو اللہ نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے

جناب بریر نے فرمایا۔ اللہ نے میرے ساتھ انتہائی عمدہ سلوک کیا ہے لیکن تو سوچ تجھے شیطان کہاں کھینچ لایا ہے؟

یزید ابن معقل نے کہا۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں میں صحیح جگہ کھڑا ہوں آپ بھی تو آج سے پہلے ٹھیک تھے۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب سکہ بنی قودان میں ہم دونوں اکھٹے چل رہے تھے اور تو نے مجھے کہا تھا کہ۔ فلاں فلاں اور فلاں کا کردار یہ تھا۔ معاویہ ضال و مضل تھا۔ اور علی ابن ابی طالب امام حق و امام ہدایت تھے۔

جناب بریر نے فرمایا۔ بالکل مجھے یاد ہے جو کچھ میں نے اس دن کہا تھا آج بھی اسی پر قائم ہوں اور اپنے اس عقیدہ حقہ پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ آج بھی وہی ہے جو اس دن تھا جس دن کی تو

مجھے یاد دلا رہا ہے۔

یزید ابن معقل نے کہا۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تو ضالین سے ہے۔

جناب بریر نے کہا۔ کیا تو مجھ سے مباہلہ کرتا ہے۔ جھوٹے پر لعنت کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اسے حق پرست کے ہاتھوں واصل جہنم کر دے؟۔

یزید نے اس مباہلہ کو قبول کر لیا۔ دونوں آگے بڑھے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا ایک دوسرے پر لعنت کی پھر دعا مانگی۔ علیحدہ ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ یزید نے وار کیا۔ جناب بریر نے وار رد کیا۔ پھر اپنی طرف سے وار کیا جو خود سے گزر کر یزید کے دماغ میں پہنچا، راوی کا بیان ہے کہ مجھے آج بھی نظر آ رہا ہے کہ بریر یزید کے سر میں پھنسی ہوئی تلوار کو نکالنے کی خاطر آگے پیچھے کر رہا ہے۔ پھر بریر نے یزید کو پچھاڑا اور اس کے سینہ پر چڑھ گئے۔ یزید نے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ یزید کے ساتھیوں میں سے کعب ابن جابر ازدی آگے بڑھا اور جناب بریر کی پشت میں نیزہ سے وار کیا۔ جب جناب بریر نے محسوس کیا کہ نیزہ کا وار کیا گیا ہے تو آپ نے یزید کی ناک کاٹ ڈالی پھر کعب نے تلوار سے جناب بریر کو شہید کر دیا۔ یزید جب جناب بریر کے نیچے سے نکلا تو نکٹا ہو چکا تھا جب کعب بعد از جنگ واپس آیا اور اس نے حالات جنگ اپنی بہن نوار کو سنائے تو اس خوش نصیب نے بھائی سے کہا۔

ظالم اگر تجھے فرزند زہرا کی مخالفت کرتے ہوئے شرم نہیں آئی تھی۔ تو کم از کم سید القراء کے خون سے تو ہاتھ سرخ نہ کرتا آج کے بعد آج تک میری

زندگی ہے کبھی مجھ سے بولنے کی کوشش نہ کرنا۔ کاش اگر تو پیدا نہ ہوتا۔ کل قیامت کے دن اگر بنت رسولؐ سے ملاقات ہوئی تو میں اسے کیا جواب دوں گی۔

مؤلف۔

چونکہ ہماری کتاب مختصر ہے اس لیے اختصار کے پیش نظر ہم امام حسینؑ کے صحابہ میں سے صرف انہی کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ہم تمام صحابہ کے تمام حالات کا تفصیلی تذکرہ کریں تو ایک مستقل کتاب بن جائے گی۔ شائقین بحار اور ناسخ وغیرہ جیسی مفصل تاریخوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

ایسے کم نصیب بھی تاریخ میں بہت ہیں جو یوم عاشور عین حالت جنگ میں فرزند رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ مورخین کے مطابق فوج یزید کی طرف سے پہلے حملہ میں پچاس انصار حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ ان میں عمرو حمق خزاعی کا غلام زاہر بھی تھا۔ زاہر کا تذکرہ حضرت حجت نے بالخصوص دو مقامات پر کیا ہے زیارت ناحیہ میں اور زیارت رجبیہ میں امام زمانہ نے زاہر پر بالخصوص سلام کیا ہے۔

عمرو ابن حمق خزاعی نبی اکرمؐ کے ان صحابہ سے تھا جنہیں آنحضور نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اور حضرت عثمان کے محاصرہ کرنے والوں میں بھی یہ صحابی رسولؐ دیگر صحابہ کے ساتھ شامل تھا۔ اور محمد ابن حضرت ابو بکر کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہونے والا تھا۔ حضرت علیؑ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی کی ہدایات کے مطابق موصل کی طرف چلا۔ رات کے وقت بیرون موصل ایک غار میں داخل ہوا اور اپنے زاہر غلام سے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صادق نے جس مقام شہادت کی اطلاع دی تھی میرے خیال میں یہی

وہ غار ہے۔ اور بقول حبیب صادق میرے قتل میں انسانوں کے ساتھ جن بھی شامل ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے پہلے سانپ ڈسے گا پھر مجھے قتل کیا جائے گا۔ معاویہ کی فوج میری تلاش میں آرہی ہو گی تو یہیں کہیں چھپ جا۔ جب وہ لوگ مجھے قتل کر کے چلے جائیں تو میرا سر ساتھ لے جائیں گے اور صادق و امین نبیؐ کے بقول اسلام میں سب سے پہلا سر میرا ہی ہو گا جسے نوک نیزہ میں پرو کر بلند کیا جائے گا۔ مجھے دفن کر دینا۔

زاہر نے بڑی لجاجت سے لڑنے کی اجازت مانگی۔ لیکن عمرو نے اسے اجازت نہ دی۔ جب یہ لوگ جناب عمرو کو شہید کر کے چلے گئے تو جناب زاہر نے اپنے آقا کو دفن کیا۔ پھر آل محمد سے مل گیا سنہ ۶۰ ہجری میں حج کو آیا اور فرزند رسولؐ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور تا شہادت انہی کے ساتھ رہا۔

تعجب ہے جو تھے وہ شہید نہیں ہوئے اور جو وہاں موجود نہ تھے انہیں ان کے بخت کھینچ کر لائے۔ سچ کہا تھا ابن عباس اور جناب محمد حنیفہ نے جب جناب ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ آپ نے امام حسینؑ کی نصرت کیوں نہیں کی۔

تو جناب ابن عباس نے فرمایا۔ تمہیں کیا معلوم ہے؟ یہ ہم جانتے ہیں کہ اصحاب و انصار حسینؑ کی فہرست حضرت آدم کی تخلیق سے بھی قبل مرتب ہو چکی تھی جناب محمد حنیفہ نے ان الفاظ میں اپنے افسوس کا اظہار کیا۔

ان اصحابہ مکتوبون عندنا باسمائھم واسماء ابائھم بابی ھم
وامی فیا لیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما۔

انصار حسینؑ اور ان کے آباء کے نام کی پوری فہرست ہمارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ میرے والدین ان پر قربان ہوں۔ کاش میرا نام بھی ان میں ہوتا اور اپنی جان

جان قربان کر کے فوز عظیم سے مشرف ہوتا۔

ان خوش نصیبوں میں ہنھاف ابن مہندراسبی بھی تھا۔ جو بصرہ کے بہادر و شہسواروں میں شمار ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ کے مخلص صحابہ سے تھا۔ ہر جنگ میں آپ کا ہم رکاب رہا تھا۔ جنگ جمل میں حضرت علی کی طرف سے ایک حصہ لشکر کا علمبردار تھا۔ جب اسے امام حسینؑ کا ورود کربلا معلوم ہوا تو بصرہ سے آپ کی نصرت کی خاطر روانہ ہوا۔ کربلا میں عصر عاشور کو پہنچا۔ فوج یزید میں گیا اور ان سے پوچھا کہ فرزند رسولؐ کہاں ہے۔

انہوں نے بتایا کہ تو شاید نیا آیا ہے۔ فرزند رسولؐ اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہو چکا ہے۔ اور وہ دیکھ اب ان کے خیام لوٹے جا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی ہنھاف آیا۔ اور ان لوٹنے والوں سے جنگ میں مصروف ہو گیا۔ اور اسی جنگ میں ہی شہید ہو گیا۔

بارھویں مجلس

شہادت بنی ہاشم

محققین آج تک اس بات پر متفق نہیں ہو سکے کہ میدان کربلا میں مقتولین کی تعداد کیا تھی۔

(بقول آقائے مہدی مازندرانی جب محقق مورخین آج تک فیصلہ نہیں کر سکے کہ بنی ہاشم شہدائے کربلا کی کل تعداد کتنی ہے تو پھر اگر کوئی نام نہاد اور بقلم خود علامہ یہ کہہ دے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بس یہی حرف آخر ہے تحقیق سے مذاق نہیں تو اور کیا ہوگا۔ مترجم)۔

بقول بعض مورخین اولاد حضرت علیؑ سے شہداء سات تھے۔ اور بقول بعض سات سے زائد تھے۔

جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کی اولاد سے مقتولین کی تعداد میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے اکثر مورخین نے دو بتائی ہے۔

بقول بعض جناب عقیل ابن ابی طالب کی اولاد سے شہداء پانچ۔ بقول بعض سات اور بقول بعض نو تھے۔

سلیمان ابن قتہ نے شعر میں تعداد یوں بیان کی ہے۔

عین بکی بعبرۃ وعویل   واندبی ان ندبت ال الرسول

اے آنکھ آہ وبکا سے آنسو بہا۔ اگر رونا ہے تو پھر آل رسولؐ پر رو۔

سبعۃ منھم لصلب علی   قدابید واسبعۃ لعقیل

سات شہدا اولاد علیؑ سے تھے اور سات ہی آل عقیل سے شہید کیے گئے۔

لعن اللہ حیث حل زیاد   وابنہ والعجوز ذات بعول

اللہ اس جگہ پر بھی لعنت کرے جہاں زیاد اس کا بیٹا اور بے شمار شوہروں والی بڑھیا رہتی تھی۔

بہر صورت جو کچھ ہمیں میسر آسکا ہے اس کے مطابق کچھ عرض کرتے ہیں۔

۱۔ شہادت عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل :۔

محمد ابن ابوطالب کے مطابق بنی ہاشم میں سے سب سے پہلا شہید عبداللہ ابن مسلم ہے۔ یہ شاہزادہ اپنے والد محترم جناب مسلم کی طرح بہادر اور تلوار کا دھنی تھا۔ جناب رقیہ بنت علی کا بڑا فرزند تھا۔ اولاد عقیل میں سے اس شہزادہ کو حضرت حجت نے بالخصوص سلام کیا ہے فرماتے ہیں۔

السلام علی القتیل ابن القتیل عبداللہ بن مسلم ابن عقیل لعن اللہ قاتلہ۔

شہید ابن شہید عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل پر میرا سلام ہو اور اس کے قاتل

پر اللہ کی لعنت ہو۔

جب اس شہزادہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو جناب سید الشہداء نے کافی دیر تک اسے اجازت دینے میں تامل فرمایا آپ نہیں چاہتے تھے کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جواں سال شہزادہ ماں کے لیے باعث غم بن جائے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بیٹے ایسا کرو اپنی ماں کو ساتھ لے لو اور میدان جنگ سے باہر چلے جاؤ۔

لیکن اس خوش نصیب نے عرض کیا۔

لست واللہ ممن   بخدا! میں ان افراد سے نہیں

یؤثر دنیاہ علی   ہوں جو آخرت پر دنیا کو

اخرتہ۔   ترجیح دیتے ہیں۔

ناچار جناب سید الشہداء نے اجازت دی اس تشنہ لب نے رجز خوانی کے بعد حملہ کیا اور اٹھانوے یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔

زید ابن ورقہ نے تیر مارا۔ جو اس شہزادے کی پیشانی کی طرف آرہا تھا۔ شہزادے نے پیشانی کو بچانے کی خاطر ہاتھ کو ڈھال بنایا۔ لیکن تیر اتنی قوت سے چھوٹا گیا تھا کہ ہاتھ سے پار ہو کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اور اس طرح ہو گیا جس طرح ہاتھ کو پیشانی پر میخ سے جوڑ دیا گیا ہو۔ ابھی تک اس تیر سے شہزادہ نہیں سنبھلا تھا۔ اور ہاتھ کو پیشانی سے جدا کرنے کی کوشش ہی میں مصروف تھا کہ اس ظالم نے دوسرا تیر مارا جو گلو کے نازنین پر آکر لگا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل سکا اور علیک السلام یا ابا عبداللہ۔ کہہ کر زمین پر آیا۔

جب جناب سید الشہداء نے شہزادے کی آواز سنی تو جلدی سے تشریف

ے گئے لیکن گھیرا توڑنے میں کافی دیر لگی۔ اتنے میں تیر نکالا جا چکا تھا۔ اب اس شہزادے کی شہادت کا واقعہ ظالم زید ابن ورقا قاتل کی زبانی سنیے۔

جناب مختار نے جب اسے گرفتار کرایا۔ اور یہ حاضر ہوا تو جناب مختار نے اس سے پوچھا کہ بتا تو نے کس طرح شہید کیا تھا۔

اس نے جواب دیا۔ میں نے جب دیکھا کہ شہزادہ پر کوئی بھی قابو نہیں پا سکتا جس طرف رخ کرتا تھا۔ کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ میں نے اپنے کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپا لیا۔ جب شہزادہ میرے تیر کی زد میں آیا تو میں سینے کا نشانہ لیا۔ اور تیر چھوڑا اتنے میں شہزادہ اپنی جگہ سے چل کر چند قدم میری طرف بڑھا تھا کہ تیر سینے کی بجائے پیشانی پر لگا۔ میں نے دیکھا شہزادے نے تیر سے پیشانی کو بچانے کی خاطر ہاتھ کو ڈھال بنایا۔ لیکن چونکہ میں نے اپنی پوری قوت سے تیر چھوڑا تھا اور زیادہ فاصلہ بھی نہ تھا اس لیے ہاتھ تیر کو روک نہ سکا بلکہ تیر نے ہاتھ میں سوراخ کیا اور پیشانی میں جا لگا۔ ہاتھ پیشانی سے پیوست ہو گیا۔ میں نے شہزادہ کو دیکھا بہت کوشش کر رہا تھا کہ تیر نکل جائے اتنے میں دوسرا تیر چلا پر چڑھا چکا تھا۔ ابھی تک، شہزادہ اپنی کوشش میں مصروف تھا کہ سینہ پر نشانہ لے کر میں نے دوسرا تیر بھی چھوڑ دیا۔ دوسرا تیر ٹھوڑی سے نیچے گلے پر جا لگا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل سکا زمین پر آیا۔ امام حسینؑ کا نام لے کر سلام کیا۔ اتنے میں میں تیر نکالنے کی خاطر قریب پہنچ چکا تھا۔ شہزادے نے تین مرتبہ وا ابناہ کہا۔ اور آخری مرتبہ وا اماہ کہا۔ اتنے تک میں پہنچ گیا۔ مجھے محسوس کر کے شہزادہ خاموش ہو گیا۔ میں نے گلے کا تیر نکال لیا۔ میں نے دیکھا کہ گلے کے تیر کے ساتھ شہ رگ کٹ گئی شہزادے کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ پھر میں نے پیشانی کا تیر بڑی مشکل سے

نکالا میں وہ تفصیل نہیں بتا سکتا جیسے میں نے تیر نکالا۔

مختار نے کہا۔

کچھ تو بتا دے۔

اس نے کہا۔ پہلے تو میں نے یونہی تیر کو آگے پیچھے ہلایا لیکن تیر نہ نکلا پھر میں نے ایک ہاتھ سے سر کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تیر کو کھینچا۔ لیکن تیر نہ نکلا۔ پھر میں نے اپنا گھٹنہ شہزادے کے سینہ پر رکھا اور دونوں ہاتھوں سے کبھی دائیں بائیں اور کبھی آگے پیچھے ہلا کر تیر کو نکالنے کی کوشش کی۔ آخر تیر کا پھل ٹوٹ کر سر میں رہ گیا اور جو حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔ وہ میرے ہاتھ میں آ گیا۔

تمام اہل بزم بے ساختہ رونے لگے۔ مختار نے اس پر تیر اندازی کرنے کا حکم دیا۔

پھر اسے جلا دینے کا حکم دیا۔

۲۔ عبدالرحمن ابن عقیل :۔

یہ بھی جناب رقیہ ہی کا فرزند تھا۔ سترہ یزیدی واصل جہنم کیے۔ عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں شہید ہوا۔

۳۔ جعفر ابن عقیل :۔

یہ جناب مسلم کا بھائی تھا۔ اس کی والدہ ام الثغر بنت عامر کلابیہ تھیں۔

کافی زیادہ یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد ایک ہمدانی اور عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۴۔ محمد ابن سعید ابن عقیل :۔

یہ شہزادہ سات برس کی عمر میں تھا۔ حمید ابن مسلم ازدی سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ زین ذوالجناح سے اتر کر زمین کربلا پر آگئے تو میں نے ایک کمسن شہزادے کو دیکھا جو انتہائی پریشانی کے عالم میں شدت پیاس سے بیتاب خیمہ سے نکلا کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھ رہا تھا۔ انتہائی ڈرا اور سہما ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا ایک مقام پر دس شہسوار کھڑے تھے۔ بچے کے کانوں میں در چمک رہے تھے۔ جب یہ بچہ ان دس سواروں کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا ایک سنگدل آگے بڑھا زین سے جھکا اور ایک ہی وار سے شہزادے کو خون میں نہلا دیا۔

خیام کی طرف تو ایک مستور کھڑی ہوئی نظر آئی جس کی نگاہیں بچے ہی پر تھیں مجھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچہ جناب عقیل کا پوتا جناب مسلم کا بھتیجا اور سعید کا بیٹا تھا۔ قاتل لقیط ابن ایاس تھا اور در خیمہ پر کھڑی مستور بچے کی ماں تھی۔

اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب عقیل کی اولاد کا تذکرہ ہم اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ شائقین مزید تفصیلات مفصل کتب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

تیرھویں مجلس

اولاد علیؑ کے شہداء

مورخین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ بنی ہاشم میں سے شہید اول عبداللہ ابن مسلم ہے یا علی ابن حسین اکبر ہے۔ بہر نوع اس اختلاف سے ہٹ کر اس وقت ہم فرزند جناب شبیر ہم شکل نبی علی اکبر کی شہادت پیش کر رہے ہیں۔

رأس المحققین شیخ مفید کے مطابق امام حسینؑ کے چار فرزند تھے۔

۱۔ علی اکبر یعنی جناب سجاد۔ ماں شہر بانو

۲۔ علی اوسط یعنی شہید کربلا۔ ماں ام لیلٰی بنت عروہ بن مسعود ثقفی

۳۔ جعفر ماں قضاعیہ یہ شہزادہ امام حسینؑ کی زندگی ہی میں مدینہ میں فوت ہو گیا تھا۔

۴۔ علی اصغر یعنی عبداللہ رضیع۔ ماں رباب بنت امرا القیس۔

چونکہ کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان امام حسینؑ دونوں علی تھے۔ اور علی اوسط اپنے کمسن بھائی سے بڑا تھا۔ اس لیے کربلا میں شہادت کی نسبت سے آپ کو علی اکبر کہا جاتا ہے اور آپ کا تعارف علی اکبر ہی کے نام سے ہوتا ہے۔

اس شہزادہ کی عمر اٹھارہ یا انیس برس تھی ۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔

آپ کا ۔ دادا ۔ حضرت علی ابن ابی طالب

دادی ۔ فاطمہ بنت اسد

نانا ۔ عروہ بن مسعود ثقفی

نانی ۔ میمونہ بنت ابوسفیان ۔ معاویہ کی بہن

عرب کے معروف ترین خاندان ہیں۔ حضرت علیؑ ۔ فاطمہ بنت اسد اور میمونہ بنت ابوسفیان سے تو آپ کسی قدر آشنا ہوں گے ۔

عروہ ابن مسعود کا انتہائی مختصر تعارف کرائے دیتے ہیں ۔ یوں تو جناب عروہ بنی ثقیف کے سردار تھے ۔ لیکن فی الواقع پورے عرب پر چھائے ہوئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں ان دو افراد میں سے ایک تھے ۔ جن کی عظمت کا لوہا پورا عالم عرب مانتا تھا ۔ وہ ہی افراد تھے جنہیں کسی کو نہ ماننے والے عرب بھی عظیم مانتے تھے اور سرور کونین پر جو اعتراضات کرتے تھے ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا ۔ کہ اللہ نے آپ کو قرآن کیوں دیا ہے ۔

لولا نزل ھٰذا القراٰن علی رجلین من القریتین عظیم ۔ — یہ قرآن دو بستیوں کے دو عظیم افراد میں سے کسی ایک پر کیوں نازل نہیں ہوا ۔

فات احدیت نے بھی مذکورہ آیت میں عربوں کے اسی اعتراض کو دہرایا ہے ۔ جناب عروہ انہی دو افراد میں سے تھے جنہیں عرب عظیم مانتے تھے اور فات احدیت نے بھی عظمت جناب عروہ کا تذکرہ قرآن میں فرمادیا ہے ۔

بحالت کفر بھی معتدل مزاج اور شریف تھے ۔ صلح حدیبیہ میں قریش کی نمائندگی

جناب عروہ ہی نے کی تھی ۔ ۸ ہجری میں مشرف بالاسلام ہوئے ۔ کچھ دن مدینہ ہی میں آنحضرت کے پاس رہے پھر آپ کی اجازت سے واپس اپنی قوم میں آئے انہیں دعوت اسلام دی کچھ لوگوں نے دعوت اسلام قبول کرلی اور کچھ اپنے کفر پر ڈٹے رہے انہی کافر ثقفیوں میں سے ایک بدنصیب نے جناب عروہ کو ایک دن ایسے وقت تیر سے شہید کر دیا جب آپ نماز کی خاطر اذان کہہ رہے تھے سرور کونینؐ فرمایا کرتے تھے ۔ عروہ جیسا خوش نصیب کون ہوگا جسے شہادت نے گھر آکر تلاش کرلیا اور اپنے ہی گھر میں فی سبیل اللہ شہید ہوگئے ۔ آنحضورؐ ہی فرمایا کرتے تھے کہ جناب عروہ خلقاً جناب عیسیٰؑ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے ۔

نبی کریمؐ کے ہم زلف تھے ۔ ام المومنین ام حبیبہ کی دوسری بہن میمونہ بنت ابوسفیان جناب عروہ کی بیوی تھی اور اسی کے شکم سے شبیہ رسولؐ علی اکبر کی والدہ گرامی قدر جناب ام لیلیٰ نے جنم لیا تھا ۔ معاویہ شہزادہ علی اکبر کا ماموں اور یزید ماموں زاد بھائی تھا ۔

شاید یہی وجہ ہے کہ جب ہم شکل رسول میدان کربلا میں برائے جنگ آئے تو کسی یزیدی نے کہا ۔

اے فرزند حسینؑ آپ ہمارے بادشاہ یزید کے رشتہ دار ہیں ۔ اگر آپ ہمارے پاس آجائیں تو آپ کو قرابت یزید کی بدولت امان دی جاسکتی ہے ۔ مگر اس غیور نے اس شقی کو جواب دیا ۔

جن لوگوں کے دل میں قرابت رسولؐ کا لحاظ نہیں ہے ۔ میں ان لوگوں کی امان کو بھی سمجھتا ہوں ۔

معاویہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ تعریف جناب علی اکبر کی کیا کرتا تھا۔ ایک دن اپنے حواریوں سے پوچھا۔

بھلا بتاؤ خلافت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

تمام دستر خوانیوں نے کہا۔ آپ سے زیادہ حقدار کون ہوگا۔

معاویہ نے کہا۔ نہیں میں نہیں۔ حقیقی حقدار خلافت علی ابن حسینؑ ہے۔ جس میں ہاشمی شجاعت۔ اموی سیاست اور ثقفی جمال ہے۔

ولادت ۳۲ھ یا ۴۱ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کمسنی ہی میں اخلاق و اطوار میں شبیہ رسولؐ معروف ہو گئے تھے۔ شکل و صورت تو اللہ نے خاتم الانبیاء جیسی دی ہی تھی لیکن اس شہزادے کے عادات و خصائل کا تذکرہ سیدالشہدار نے یوں کیا ہے۔

انہ اشبہ الناس برسول اللہ	صورت۔ کردار۔ اور
خلقاً و خلقاً و منطقاً۔	گفتار میں شبیہ رسولؐ ہے

اگر ہم اس مختصر کتاب میں شباہت نبویہ ثابت کرنا شروع کر دیں تو نہ صرف بات بہت طویل ہو جائے گی بلکہ کتاب کا حجم بھی اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اس کی اشاعت ہمارے بس سے باہر ہو جائے گی۔

جب لوگوں کو علم ہوا کہ نواسہ رسولؐ کا ایک بیٹا شبیہ رسولؐ ہے تو بڑی دور سے چل کر لوگ صرف اس شبیہ رسولؐ کی زیارت کو آتے تھے۔ کمسنی ہی میں مہمان نوازی کا اس قدر شوق تھا کہ رات کے وقت اس دور کے دستور کے مطابق اپنے مکان کی چھت پر آگ جلا کر رکھتے تھے تاکہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر ہو تو وہ آگ کو دیکھ کر یہیں آجائے۔ دن کے وقت غرباء اور مساکین کو تلاش کر کے لاتے اور

انہیں کھانا کھلاتے تھے۔

ابن شہر آشوب نے میدان کربلا میں آپ کی عمر۔ اٹھارہ برس بتائی ہے

فخر المحققین شیخ مفید نے میدان کربلا میں شہزادہ کی عمر انیس برس لکھی ہے

دیگر غیر محقق مورخین بلکہ اموی مورخین سے متاثر یا مرعوب یا ناساز گار حالات میں لکھنے والے مورخین نے میدان کربلا میں اس شہزادہ کی عمر پچیس برس بتائی ہے۔

دمعۃ الساکبہ کے مطابق جب انصار جام شہادت نوش فرما چکے اور صرف اہلبیت بچ رہے تو ہمشکل نبی اپنے بابا کی خدمت میں اجازت کی خاطر حاضر ہوا۔ تمام ہاشمیات جمع ہو گئیں اور کہنے لگیں۔

اے شبیہ رسول! ہمیں زیارت نبویہ سے محروم نہ کریں۔ شکل رسولؐ کو خاک و خون آلود نہ کریں۔

شہزادہ نے تمام کو دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ اور کہا۔ دیکھیں اس وقت میرے بابا کا نہ کوئی ناصر رہا ہے اور نہ کوئی حامی آخر ہم کب تک رہ سکتے ہیں فوج یزید میں ایسے شریف نظر نہیں آتے جو آرام سے بیٹھے رہیں انہیں انعام لینے کی بہت جلدی ہے۔

شہزادے نے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ امام حسینؑ نے انگشت شہادت کو سوئے آسمان بلند کیا۔ بایاں ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا اور عرض کیا۔

اللھم اشھد علی ھولاء	اے اللہ! گواہ رہنا۔ ان کے
القوم فقد برز الیھم	سامنے میرا وہ بیٹا جا رہا ہے
غلام اشبہ الناس خلقا	جو سیرت کردار اور گفتار

وخلقا ومنطقا برسولك	یہ تیرے نبیؐ کے مشابہ ہے
کنا اذا اشتقنا الی	ہمیں جب بھی زیارت نبیؐ
نبیك نظرنا الی وجهه	کا شوق ہوتا تھا تو ہم اس کی
اللهم امنعهم برکات	زیارت کر لیتے تھے۔ اے اللہ
الارض وفرقهم تفریقا	زمین کی ہر برکت ان سے
ومزقهم تمزیقا	روک لے، انہیں تقسیم کر
واجعلهم طرائق	دے۔ انہیں ایک ایک کر
قددا ولا ترض	دے۔ انہیں منتشر کر دے۔
الولاة عنهم ابدًا	ان کے حکمران کبھی ان سے
فانهم دعونا لینصرونا	راضی نہ رہیں ان لوگوں نے
ثم عدوا علینا	ہمیں اس لیے بلایا تھا۔ کہ
یقاتلوننا۔	ہماری مدد کریں۔ اور اب
	ہمارے دشمن بن کر ہمیں قتل
	کر رہے ہیں۔

پھر آپ عمر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

مالك قطع الله رحمك	اے ابن سعد، تجھے کیا گیا
ولا بارك الله لك	ہے۔ اللہ تیرا سلسلہ نسب
فی امرك وسلط علیك	منقطع کر دے اللہ کبھی تیرے
من یذبحك بعدی	معاملات کو برکت نہ دے اللہ
کما قطعت رحمی ولم	میرے بعد تجھ پر کسی ایسے کو

تحفظ قرابتی من	مسلط کر دے جو تجھے ذبح کر
رسول الله۔	ڈالے۔ تو نے میری نسل کو ختم
	کرنے کی کوشش کی ہے اور
	تو نے نبی کریمؐ سے میرے رشتہ
	کا خیال نہیں کیا۔

شہزادہ آگے بڑھا۔ رجز خوانی کی۔ مبارز طلب کیا۔ لیکن فوج یزید سے کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ بلکہ دور سے تیر اندازی شروع کیے رکھی۔ شہزادہ نے حملہ کیا۔ سینکڑوں یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ شدت پیاس سے ایک مرتبہ واپس پلٹا اور اپنی پیاس کا تذکرہ یوں کیا۔

یا ابة العطش قد قتلنی	ابا جان! پیاس نے مار دیا
وثقل الحدید اجهدنی	ہے۔ اسلحہ کے وزن نے
فهل الی شربة من	جھکا دیا ہے۔ اگر ایک گھونٹ
الماء سبیل اتقوی	پانی مل جاتا تو کوئی دشمن
به علی الاعداء۔	آپ تک نہ پہنچ سکتا۔

عزادارو!۔

ایک باپ کے لیے کتنا سنگین لمحہ ہوتا ہے جب بیٹا کچھ مانگے اور باپ نہ دے سکے۔ پھر فرزند حسینؑ نے مانگا بھی تو کیا پانی کا ایک گھونٹ۔ فرزند رسول نے آہ سرد کے ساتھ یہ جواب دیا۔

واغوثاه یا بنی یعز علی	اے کاش کوئی مددگار ہوتا
محمد المصطفیٰ وعلی	بیٹے نبی اکرمؐ، علی مرتضےٰؑ اور

علی المرتضیٰ وعلی ان تدعوھم فلا یجیبوك وتستغیث بھم فلا یغیثوك یا بنی قاتل قلیلا فی اسرع ما تلقی جدك محمدًا فیسقیك بکاسه الاوفی شربة لا تظمأ بعدھا ابدًا۔

میرے لیے آج انتہائی گراں ہے کہ تو پکارے اور تجھے جواب نہ دیا جا سکے۔ تو فریاد کرے اور تیری فریاد رسی نہ کی جائے۔ بس تھوڑا اور لڑلے بہت جلد تجھے تیرے جدامجد حوضِ کوثر سے پانی کے ایسے جام سے سیراب کریں گے جس کے بعد آپ کو کبھی پیاس محسوس نہیں ہو گی۔

شہزادہ واپس میدان جنگ میں پلٹا۔ حملہ کیا کشتوں کے پشتے لگائے حتیٰ کہ فوج یزید کو محسوس ہونے لگا کہ ہماری تعداد کم ہونے لگی ہے۔ منقذ ابن مرہ نے چھپ کر نیزہ سے وار کیا۔ جو عین مقام دل پر لگا۔ شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔ دونوں بازو گھوڑے کی گردن میں حائل کیے۔ گھوڑے نے واپسی کی راہ تلاش کی لیکن گھوڑے کو خیام کا راستہ نہ ملا۔ تو فوج یزید میں گھس گیا۔ ہر طرف سے نیزوں کی بارش ہو گئی۔ زمین پر آتے ہوئے شہزادے باواز بلند کہا۔

یا ابتاہ علیك السلام ھٰذا جدی رسول اللّٰہ یقرئك السلام ویقول عجل

ابا جان! میرا آخری سلام قبول فرمائیے۔ یہ ہمارے جدامجد نبی کریمؐ ہیں جن کے ہاتھ میں آبِ کوثر کا جام ہے۔ آپ کو سلام کہہ رہے

القدوم علینا۔

ہیں اور فرما رہے ہیں۔ بیٹے جلدی آؤ۔

بحار کے مطابق امام حسینؑ جواں سال بیٹے کے پاس آئے۔ سر کو گود میں لیا۔ اور فرمایا۔

قتل اللّٰہ قوما قتلوك۔

اللہ ان لوگوں کو قتل کرے جنہوں نے تجھے شہید کیا ہے۔

پھر آپ جھکے اور اپنا رخسارہ بیٹے کے رخسارہ پر رکھا اور باواز بلند رو دیئے روضۃ الصفا کے مطابق اس سے قبل کبھی کسی نے باواز بلند آپ کے رونے کی آواز نہیں سنی تھی۔ اور فرمایا۔

بنی بعدك العفا۔

اکبر تیرے بعد دنیا خاک نظر آتی ہے۔

پھر اپنے جوان بیٹے کے چہرہ سے خاک و خون صاف کیے۔ ابھی تک شہزادہ میں رمق جان باقی تھی۔ آپ نے فرمایا۔

یا بنی اما انت فقد استرحت من ھم الدنیا وغمھا وسرت الی روح وریحان وبقی ابوك مھمھا وغمھا۔

بیٹے! تو تو دنیا کے غم و الم سے نجات پا کر جنت میں آرام کے لیے چلا گیا اور اپنے پسر مردہ باپ کو دنیا کے غم و اندوہ کی آگ میں جلنے کے لیے تنہا چھوڑے جا رہا ہے۔

حمید ابن مسلم ازدی کہتا ہے کہ میں نے خیام سے ایک برقعہ پوش مستور کو بڑی تیزی

سے میدان میں آتے ہوئے دیکھا وہ سیدھی اسی جگہ آئی جہاں فرزندِ رسول اپنے بیٹے کا سر گود میں لیے بیٹھے تھے۔ میں اس مخدرہ کا صرف ایک جملہ سن سکا۔

واغریباہ ! وامھجۃ	ہائے میرے مسافر بیٹے۔ ہائے
قلباہ لیلتنی کنت	میرے دل کا سکون بیٹے۔ کاش
قبل ھٰذا الیوم عمیا	آج میری آنکھیں تجھے خاک و خون
لیتنی و سدت	میں غلطان دیکھنے کو نہ ہوتیں۔
الثریٰ۔	کاش میں پہلے مر چکی ہوتی۔

میں نے دیکھا وہ مخدرہ آکر اس شہزادے کے لاشہ پر گر گئی۔ امام حسینؑ نے بیٹے کا سر خاک پہ رکھا۔ اس مخدرہ کے ہاتھ سے پکڑا اور واپس خیام میں لے آئے۔ پھر واپس آکر بیٹے کو اٹھایا اور خیام کے اندر لے گئے۔

چودھویں مجلس

ہم شکل نبیؐ کی شہادت کے متعلقات

شہادت علی اکبر کے سلسلہ میں محقق مورخین نے جو مختلف نکات پیش کیے ہیں میں قارئین کی سہولت کی خاطر انہیں اس مجلس میں جمع کر رہا ہوں۔

۱۔ فرزند رسولؐ نے جب شبیہ رسول کا الوداعی سلام سنا تو سینہ تھام کر بیٹھ گئے۔ آنکھوں کے سامنے جیسے دنیا تاریک ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھے۔ عبائے رسول کندھے پر ڈالی۔ زرہ سرور انبیاء پہنی۔ نبی کریمؐ کا عمامہ سر پر رکھا۔ ذوالفقار ہاتھ میں لی۔ فوج یزید کو ایک طرف ہٹایا۔

ذوالجناح سے اترے بیٹے کے قریب آئے۔ اپنا رخسار بیٹے کے رخسارے پر رکھا۔ شاید اس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بالعموم آخری سانس لینے والے کی زندگی و موت کا پتہ کرنے کی خاطر منہ کے سامنے آئینہ کیا جاتا ہے تاکہ اگر سانس کا غبار آئینہ پر آجائے تو زندگی کا یقین ہو جاتا ہے۔ اور اگر آئینہ پر غبار نہ آئے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ جہان فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ اس طرح امام حسینؑ نے اپنا رخسارہ جو جمال حق کا آئینہ تھا اپنے بیٹے کے رخسارہ پر رکھ کر معلوم کیا اور

جب پتہ چلا کہ بیٹا نانا کے پاس پہنچ گیا ہے تو بے ساختہ فریاد کی۔

علی الدنیا بعدک العفا۔ — اکبر تیرے بعد دنیا میں خاک ہے۔

محقق مورخین کے مطابق ثانیہ زہرا لاشہ اکبر پر امام حسینؑ سے پہلے تشریف لائیں۔ جب امام حسینؑ بیٹے کے لاشہ پر آئے تو ایک مستور کو پہلے سے دیکھا جس نے شبیہ رسول کا سر گود میں لے رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنت زہراؑ کو معلوم تھا کہ زخموں سے چور اور شدت پیاس سے مجبور فرزند رسولؐ کے سامنے انصار کے لاشوں کا انبار لگا ہے۔ اکبر کا لاشہ دیکھ کر ممکن ہے زہراؑ کا لال برداشت نہ کر سکے۔ اس لیے بی بی نے اپنے کو پہلے پہنچایا تاکہ جب مجھے بیٹے کے قریب دیکھے تو اسے اکبر کی موت کا غم بھول جائے۔

۳۔ جب آپ جناب زینب خاتون کو لاشہ اکبر لانے سے قبل خیام تک پہنچانے آئے تو کمسن سکینہ نے عرض کیا۔

یا ابتاہ این اخی۔ — ابا جان میرا بھائی کہاں ہے

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کمسن شہزادی کو علم نہ تھا۔ بلکہ علم تھا کیونکہ بوقت رخصت یہ کمسن بھی الوداع کرنے والوں سے تھی اس کمسن بچی کا مقصد اپنے مظلوم بابا کو تسلی دینا تھا۔ اور بی بی یہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ

میرا وہ بھائی جسے آپ بڑے سے بڑے غم کے وقت دیکھ کر ہر غم بھول جاتے تھے۔ وہ کہاں ہے اسے اب بھی ایک مرتبہ دیکھ لیں تاکہ آپ کا غم ہلکا ہو جائے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا۔ بیٹی تجھے کیا بتاؤں۔ ظالموں نے اسے شہید کر دیا ہے۔

۴۔ علامہ جعفر تستری نے خصائص حسینیہ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اکبر کے میدان کی طرف جانے سے لے کر واپس لاشہ آنے تک تین مقامات ایسے آئے جن میں مستورات بنی ہاشم اور قمر بنی ہاشم کو فرزند رسولؐ کی دلجوئی کرنا پڑی اور امام حسینؑ کو بیٹھنے کے بعد سہارا دے کر اٹھایا گیا۔

پہلا مقام وہ تھا جب شہزادہ نے تنہا باپ سے اجازت مانگی اور بعض روایات کے مطابق جناب ام لیلیٰ نے شہزادہ کے گلے میں کفنی کی طرح قمیص ڈال کر عمامہ کی تحت الحنک بنائی اور امام حسینؑ نے بیٹے کا یہ لباس دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر زمین پر بیٹھ گئے۔

پھر بیٹے کی طرف انتہائی مایوس نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ جا بیٹے تجھے اللہ کے حوالہ کیا۔

دوسرا مقام وہ تھا جب شہزادہ پہلے حملہ کے بعد واپس آیا اور پانی کا مطالبہ کیا۔ امام حسینؑ نے بیٹے کو قریب بلایا۔ گلے لگایا زرہ خود اور لباس انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ امام حسینؑ نے پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا۔ بیٹے یہ امتحان ہے۔ اگر مدینہ ہوتا تو جہاں سے ممکن ہوتا پانی پلاتا۔ لیکن آج ہم نانا کی امت کے مہمان ہیں۔ یہ کہتے ہوئے امام حسینؑ لڑکھڑائے اور بیٹھ گئے۔

تیسرا مقام جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ جب میرے بابا نے میرے بھائی کا آخری سلام سنا تو آپ کی آنکھیں اس طرح سفید ہو گئیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا میرے بابا کے جسم میں روح نہیں ہے۔ کافی وقت کے بعد سنبھلے اور پہلا جملہ جو کہا۔ میرے اللہ تیرا شکر ہے۔ میں تو امتحان گزار لوں گا لیکن شبیہ رسولؐ کے قاتلوں کو اپنا انجام دکھا دینا۔

جب امام حسینؑ فوج یزید کو ہٹا کر بیٹے کے قریب آگئے۔ تو علی۔ علی

علی بیٹے پکارتے ہوئے آئے۔ سر اپنی جھولی میں رکھا۔ شہزادے نے آخری مرتبہ آنکھ کھولی۔ امام حسین نے فرمایا بیٹے تجھے یقین ہے کہ میں بھی تیرے پیچھے آرہا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ضعیف باپ ہونے کی وجہ سے میری خواہش ہے تو کوئی وصیت کر۔ شہزادے نے آہستہ سے عرض کی۔

ابا جان! میری ماں کا رشتہ اموی خاندان سے ہے آل محمدؐ سے آج اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ میں اپنی ماں کی وصیت کرتا ہوں۔

۶۔ فوادح حسینیہ میں علامہ حسین بحرانی نے لکھا ہے کہ جب شبیہ رسول فرزند حسین میدان میں آیا اور مبارز طلبی کی تو کوئی شخص لڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ عمر ابن سعد نے طارق ابن کثیر کو بلایا اور کہا۔ کہ جتنا چاہے انعام ابن زیاد سے لے لینا جا اور اس جوان کا سر لے کے آ۔

طارق نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تو خود رے کی حکومت لے رہا ہے اور مجھے چند ٹکوں کے عوض ہم شکل نبی کو قتل کرنے بھیج رہا ہے۔ اگر موصل کی گورنری کی ضمانت دے تو جاتا ہوں۔

ابن سعد نے حکومت موصل کی ضمانت لکھ دی۔

طارق مقابلہ میں آیا۔ بڑا سنگین وار کیا۔ شہزادے نے جوابی حملہ کر کے اسے واصل جہنم کیا۔

ابن سعد نے تمام فوج میں منادی کرائی۔ کیا اب کوئی مرد نہیں رہا۔

ابن سعد کی اس صدا کے جواب میں بکر ابن غانم سامنے آیا۔

بکر کو دیکھ کر امام حسینؑ کے چہرے کا رنگ یک لخت زرد پڑ گیا۔ جناب

ام لیلیٰ اور ثانیہ زہراؑ نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو عرض کیا۔

کیا ہم شکل رسولؐ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔

ام لیلیٰ ہمارا بیٹا بہت بڑا بہادر ہے۔ لیکن اب جو شخص مقابلہ میں آرہا ہے۔ یہ بڑا ہتھ چھٹ۔ سنگدل اور سفاک ہے۔ میں نے اپنے نانا سے سنا تھا کہ۔ ماں اگر بیٹے کے حق میں دعا مانگے تو اللہ کبھی رد نہیں کرتا۔ میری خواہش ہے کہ تو دعا مانگ اس کے ہاتھوں اکبر شہید نہ ہو۔

جناب ام لیلیٰ خیمہ کے اندر گئیں۔ سر سے چادر اتاری اور یوں دعا مانگی۔

یا راد یوسف علی یعقوب
من بعد الفراق و
جاعله فی الدهر
مسرورًا یا راد واسمٰعیل
الی هاجر الٰهی بعطش
ابی عبدالله ۔ الٰهی
بعزة ابی عبد الله
امنن برداینی

اے جدائی کے بعد یوسف کو یعقوب کے پاس لا کر اسے خوشی دینے والے اللہ، اے اسماعیل کو ہاجرہ کے پاس لانے والے رب کریم۔ اے اللہ تجھے لال زہراؑ کی پیاس کا واسطہ۔ اے اللہ! تجھے عزت فرزند رسولؐ کا واسطہ مجھ پر میرے پارہ جگر کے واپس آنے کا احسان فرما۔

۷۔ محقق مورخین کے مطابق۔ بیرون مدینہ کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں کسی کام سے مدینہ گیا۔ مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہا تھا۔ جب محلہ بنی ہاشم میں آیا تو ایک گھر کے اندر سے گریہ و بکا کی آواز آئی۔ جس کے بین دل کے پار ہو رہے تھے۔ مجھے یہ تو یقین

ہو گیا کہ یہ عورت ہے اور پس پردہ عورت ہے میں آگے قدم نہ بڑھا سکا میرے پاؤں بے ساختہ رک گئے۔ اسی اثنا میں ایک بچی باہر آئی۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

یہ کس کا گھر ہے؟

اس بچی نے جواب دیا۔ یہ قتیل عبرت فرزند رسولؐ مہمان امت حسینؑ ابن فاطمہ کا گھر ہے۔

میں نے پوچھا، رونے والی کون ہے؟

بچی نے جواب دیا۔ یہ ابوسفیان کی نواسی، معاویہ کی بھانجی۔ فاطمہ زہراؑ کی بہو امام حسینؑ کی زوجہ اور ہم شکل نبی کی ماں ام لیلیٰ ہے۔ جو دن کو دھوپ میں بیٹھ کر اور رات کو کھلے آسمان تلے شب و روز اپنے جوان بیٹے اور مظلوم شوہر کی بے گناہ شہادت پر بین کرتی رہتی ہے۔

پندرھویں مجلس

مقدمات شہادت ہم شکل نبیؐ

مناسب ہوگا اگر واعظین۔ ذاکرین۔ مقررین۔ اور خطباء کے لیے چند ایک باتیں عرض کر دیں جو ہم شکل نبی کی شہادت خوانی میں بطور تمہید بیان کی جاسکتی ہیں۔

روایات میں ہے کہ جب جناب یعقوب سے جناب یوسف بچھڑ گئے تو جناب یعقوب اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔ کمر جھک گئی اور جسم پگھل گیا۔ شب و روز آپ اس طرح نوحہ خوانی کرتے تھے:۔

حبیبی یوسف الذی	میرا لال یوسف! جسے میں اپنی
کنت أوثره علی	تمام اولاد سے زیادہ چاہتا
جمیع اولادی	تھا۔ مجھ سے جدا کر دیا گیا
فاختلس منی۔	ہے۔
حبیبی یوسف الذی	میرا مہ پارہ یوسف! جو میری
کنت ارجوه من بین	تمام اولاد میں سے تنہا میری

پاس اپنے دعویٰ کا ایک ثبوت بھی ہے۔

آپ نے پوچھا۔ وہ کونسا؟

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اسے نحر کیا جائے اگر اس کے جگر میں دو سوراخ ہوئے تو ناقہ میری ہے۔ اگر سوراخ نہ ہوئے تو ناقہ اس کی ہوگی اور میں ناقہ کی قیمت ادا کروں گا۔

چنانچہ اس ناقہ کو نحر کیا گیا۔ جب جگر کو دیکھا گیا تو اس میں دو سوراخ تھے۔

آنحضورؐ نے اس سے پوچھا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس کے جگر میں دو سوراخ ہیں۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں نے سن رکھا تھا کہ اگر والدین کے سامنے ان کے بچہ کو ذبح کیا جائے تو والدین کے جگر میں سوراخ ہو جاتا ہے اور میں نے اس ناقہ کے دو بچے اس کے سامنے نحر کیے تھے اس لیے مجھے یقین تھا کہ اس کے جگر میں دو سوراخ ہوں گے۔

عزادارو! اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ جس کا ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ہم شکل نبیؐ فرزند اس کی آنکھوں کے سامنے پیاسا ذبح کیا گیا اور دوسرا اس کی گود میں سہ شعبہ تیر سے ذبح کیا گیا۔

اس واقعہ کی تائید ایک عالم کے بیان سے ہوتی ہے فرماتے ہیں ایک رات عالم خواب میں میں نے فرزند رسولؐ کو تیروں، پتھروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں سے چور دیکھا۔ ہر زخم سے خون بہہ رہا تھا۔

اس عالم نے عرض کیا۔ قبلہ! یہ زخم کیسے ہیں!۔

مظلوم زہراؑ نے جواب دیا۔ کیا تو ۶۱ھ کا یوم عاشور بھول گیا ہے۔

عالم فرماتے ہیں۔ میں پریشانی کے عالم میں بیدار ہو گیا۔ تمام دن میرا گریہ اور بکا میں گزر گیا۔ دوسری رات پھر میں نے غریب زہرا کو دیکھا ان کا جسم صحیح تھا۔

میں نے عرض کیا قبلہ آج تو آپ تندرست ہیں۔

مظلوم امام نے فرمایا۔ ہاں کبھی کبھی مرہم مل جاتا ہے تو تمام زخم بھر جاتے ہیں۔ لیکن دو زخم آج تک نہیں بھرے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کبھی کبھی مرہم کیسے ملتا ہے؟

فرمایا۔ جب میرے زائر آ کر میرے لیے گریہ کرتے ہیں یا عزادار میری یاد میں مجلس کرتے ہیں تو ان کے آنسوؤں سے میرے زخم بھر جاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ نے فرمایا ہے کہ دو زخم نہیں بھرے وہ کون سے زخم ہیں نظر تو نہیں آ رہے؟

شہید امام نے فرمایا۔ ہاں! وہ زخم تیروں، تلواروں، پتھروں یا نیزوں سے نہیں ہیں۔ تجھے نظر بھی نہیں آئیں گے۔

میں نے عرض کیا قبلہ پھر وہ کون سے زخم ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں زخم میرے جگر میں ناسور ہیں۔ ایک اس وقت ہوا تھا جب میرا ہم شکل نبی بیٹا گھوڑے سے زمین پر آیا تھا۔ اور اس نے وداعی سلام کر کے کہا تھا۔ علیك منی السلام یا ابتا اور دوسرا ناسور جگر اس وقت ہوا تھا جب قمر بنی ہاشم بھائی بازوؤں کے بغیر زمین پر آیا تھا اور مجھے بلایا تھا۔

شہزادہ علی اکبر کی زیارت کا ایک جملہ بھی اس مقدس عالم کے خواب کا نوید ہے۔

لا تسکن علیك مىن ابیك زفرة۔	آج تک آپ کے مظلوم باپ کے آنسو تیرے غم میں رکے نہیں۔

عزادارو! مقام فکر ہے کہ امام حسینؑ مرد بھی تھے۔ صابر بھی تھے۔ امام بھی تھے معصوم بھی تھے۔ جب ان کا یہ حال ہے تو ذرا اس ماں کا تصور کیجئے جو نہ معصوم تھی اور نہ امام۔ جس نے ہم شکل نبی فرزند کو گود میں لے کر دودھ دیا تھا۔ جس نے پوری پوری رات جاگ کر پالا تھا۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ جب کہ باپ کی نسبت ماں کی شفقت کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے ماں تو بیٹے کی معمولی سے معمولی صدائے گریہ تک برداشت نہیں کر سکتی۔

شیخ مفید نے ارشاد میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ زمانہ عمر میں دو عورتیں نزاع لے کر آئیں۔ دونوں کا ایک بچہ پر دعویٰ تھا ہر ایک یہی کہتی تھی کہ بچہ میرا ہے۔ جب عمر سے فیصلہ نہ ہو سکا تو حضرت علیؑ کو درخواست کی۔

حضرت علیؑ نے پہلے تو دونوں عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمائی لیکن دونوں پر کوئی اثر نہ ہوا پھر آپ نے قنبر سے فرمایا۔ جا ایک آری لے آ۔ جس عورت کا بیٹا تھا۔ اس نے عرض کیا۔

حضور آپ آری کو کیا کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ نہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے اور نہ ہمارے پاس کوئی ثبوت ہے کہ بچہ تم دو میں سے کس کا ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ

بچہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک تجھے دے دیا جائے اور ایک دوسری عورت کو۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اگر انصاف اسی طرح پورا ہوتا ہے تو پھر میں اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوتی ہوں۔ آپ بچے کو تقسیم نہ کریں اسی کو دیدیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ لے جا بچہ تیرا ہے۔ اگر وہ حقیقی ماں ہوتی تو یہی جذبات اس کے ہوتے جو تیرے ہیں۔

پھر اس دوسری عورت نے بھی اقرار کر لیا کہ واقعاً بچہ اسی کا تھا۔

عزادارو! ماں نے صرف یہ سنا کہ آری سے میرا بچہ دو لخت کیا جائے گا تڑپ گئی اور برداشت نہ کر سکی۔ ذرا مادر علی اکبر کا اندازہ کیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے اٹھارہ سالہ جوان سال بیٹے کے سینہ میں نیزہ کی انی۔ اور جسم کے دوسرے حصوں پر تلواروں اور نیزوں کے زخم دیکھے۔

جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے محمد حنیفہ کو بلایا اور فرمایا۔ بیٹے ڈٹ کر معاویہ کے میسرہ پر حملہ کرو۔ جناب محمد نے میسرہ پر حملہ کیا۔ میسرہ کو شکست دے کر زخموں سے چور پیاس پیاس کرتا ہوا واپس آیا۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر پیشانی کا بوسہ لیا۔ پانی پلایا۔ زرہ پر پانی چھڑکا۔ پھر فرمایا۔ بیٹے اب میمنہ پر حملہ کرو۔ محمد واپس گیا۔ میمنہ کو شکست دے کر العطش العطش کرتے ہوئے واپس آیا۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر خود پانی دیا۔ زرہ پر بھی چھڑکا۔ محمد کی زرہ کے ایک سوراخ سے خون رس رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیٹے اب قلب لشکر پر حملہ کرو۔ محمد نے قلب پر حملہ کیا۔ قلب لشکر کا پرا توڑ کر واپس آیا۔ زخموں اور پیاس سے نڈھال تھے حضرت علی نے آگے بڑھ کر گلے لگایا۔

پانی چلایا۔ زرہ پر چھڑکا اور بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

کیوں عزادارو!

دل چاہتا ہے آج حضرت علیؑ سے پوچھ لیں مولا! آپ کے پاس تو پانی تھا۔ آپ نے محمد کو پانی دیا۔ زرہ کی گرمی کو پانی چھڑکا کر کم کیا۔ لیکن فدا میدان کربلا میں اپنے حسینؑ کو دیکھیے۔ ہم شکل نبی صرف ایک مرتبہ واپس آیا اور عرض کی۔

یا ابتاہ العطش۔ ابا جان پیاس اور غریب زہرا اپنے جوان بیٹے کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دے سکے۔

امام جعفر صادقؑ ایک بہن تھیں۔ جن کا اسم گرامی جناب حکیمہ تھا۔ ان کے دو فرزند تھے۔ محمد اور ابراہیم۔ محمد کو منصور نے زندان میں ڈال کر شہید کرا دیا۔ ابراہیم ماں کا سہارا بچ رہا۔ ایک مرتبہ ابراہیم سخت بیمار ہوا۔ جب جناب حکیمہ نے دیکھا کہ کوئی علاج اثر نہیں کر رہا تو پریشان حال ہو کر اپنے بھائی کے پاس آنسو بہاتے ہوئے آئی اور صرف اتنا کہہ سکی۔

یا اخی یا سیدی ابنی ابنی۔ میرے سردار بھیا میرا بیٹا بیٹا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکی۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اپنے گھر واپس جاؤ۔ غسل کر کے وضو کر لو۔ دو رکعت نماز حاجت پڑھو پھر سر سے چادر اتار کر بالوں کو پریشان کر کے اللہ سے دعا کرو۔ اللہ بیٹے کے حق میں ماں کی دعا قبول کرتا ہے۔

عزادارو! دعا تو جناب ام لیلیٰ نے مانگی تھی۔ اور اسی طرح مانگی تھی۔ لیکن کاش امتحان بہت عظیم امتحان تھا۔

امام صادقؑ سے سوال کیا گیا تھا۔

آقا! مخلوق خدا میں سے انسان کے لیے اللہ نے شیریں تر کیا چیز پیدا کی ہے۔؟

آپ نے فرمایا۔ الولد الشاب جوان بیٹا۔

پھر اس نے عرض کیا۔ مخلوق خدا میں سے انسان کے لیے اللہ نے تلخ ترین کون سی شے پیدا کی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ موت الولد الشاب جوان بیٹے کی موت۔

سولہویں مجلس

شہادت علی اصغر

عمر۔ چھ ماہ۔

ماں۔ رباب بنت امرء القیس

بہن۔ سکینہ۔

وقت شہادت۔ امام حسینؑ سے پہلے۔ اور دیگر شہدائے کربلا کے بعد مورخین کے مابین اس کمسن شہزادہ کی کیفیت شہادت میں کافی اختلاف ہے ہم ذیل میں محقق مورخین کی مرویات پر اکتفا کرتے ہیں۔

بنی ہاشم سے جناب عباس ہی غالباً آخری وہ شہید ہیں جو میدان میں خود چل کر گئے تھے۔ شہادت جناب عباس کے بعد فوج یزید کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے ہر طرف سے گھیراتنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت امام حسین نے یوں استغاثہ کیا۔

یاقوم! أما من مجیر یجیرنا۔	اے لوگو! کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیں پناہ دے دے

أما من مغیث یغیثنا	تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے اور ہماری فریاد رسی کرے۔
أما من طالب حق فینتصرنا۔	کیا کوئی ایسا نہیں جو ہمارے حق کا مطالبہ کرکے ہماری خاطر لڑے۔
أما من خائف فیذب عنا۔	کیا کوئی بھی اللہ سے ڈرنے والا نہیں جو ہمارا دفاع کرے۔
أما من احد فیاتینا بشربة من الماء۔	کیا تم میں سے کوئی صاحب دل نہیں جو ایک گھونٹ پانی ہی دے دے۔

ابو مخنف کے مطابق امام حسینؑ جب تنہا رہ گئے تو آپ کو خیام میں بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو جناب ام کلثوم زینب نے عرض کیا۔ بھیا۔ اس شیر خوار کی حالت دیکھیے آج تیسرا دن ہے اسے پینے تک کچھ نہیں ملا۔

آپ نے بہن سے بچہ لیا۔ دامن عبا میں چھپایا۔ فوج یزید کے سامنے آئے اور فرمایا۔

دیکھو۔ تم نے میرے انصار میرے بھائیوں اور میرے بیٹوں کو پیاسا شہید کر دیا ہے۔ اب یہ شیر خوار کسی جرم کے بغیر پیاس سے جان بلب ہے اسے لے جاؤ اور پانی پلا دو۔ اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا تو اس کم سن کی کمسنی پر ترس کھالو۔ آج پیاس کو تیسرا دن ہے اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔

آپ کی یہ آواز سنکر فوج یزید میں انتشار پیدا ہو گیا۔ عمر سعد نے حرملہ بن کابل اسدی سے کہا۔

اقطع کلام الحسینؑ۔ کیا دیکھ رہا ہے۔ اب غریب زہراؑ کی بات کو ختم ہونا چاہیے۔

اس ظالم نے سہ شعبہ زہر آلود تیر کمان میں رکھا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اس بچے کا نشانہ لے کر تیر چلایا۔ جس سے یہ کمسن شیر خوار۔ من الود میدالی الودید اومن الاذن الی الاذن ۔ ذبح ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بہتے خون کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا جب ہاتھ پر ہو گیا تو اسے سوئے آسمان اچھال کر فرمایا۔

اللهم اشهد علی هؤلاء القوم فانهم نذروا ان لایترکوا احدًا من ذریة نبیك ۔

اے اللہ! ان لوگوں کا گواہ رہنا جنہوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے نبیؐ کی ذریت سے ایک شیر خوار کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ شہزادہ کے گلے کے نیچے رکھا خون ہاتھ پر لیا اور فرمایا۔

الٰهی تری ماحل بنا فی العاجل۔ اللهم احکم بیننا و بین قوم دعونا لینصرونا فقتلونا۔

اے اللہ جو کچھ دنیا میں ہم پر بیت رہی ہے تو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے مابین تو ہی فیصلہ فرما جنہوں نے ہمیں بلایا پھر ہمیں قتل کیا۔

آپ انہی مناجات میں مصروف تھے کہ حصین ابن نمیر نے مناجات کی خاطر ہلتے ہوئے لبوں کا نشانہ لے کر تیر مارا جو دونوں ہونٹوں کو زخمی کر گیا۔ لبوں سے خون بہنے لگا۔

آپ نے عرض کیا۔

اللهم انی اشکو الیك مایفعل بی۔

اے اللہ! جو سلوک مجھ سے ہو رہا ہے میں اس کا تجھ سے شکوہ کرتا ہوں۔

پھر آپ نے کمسن کو سینہ سے لگایا۔ اور بے کے واپس خیام میں آئے۔ خیمہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں شیر خوار کی ماں نہ مر جائے۔ آپ کے زخمی ہونٹوں پر پیاسی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔

انا لله و انا الیه راجعون رضاءً بقضائه وتسلیما لامره۔

ہم اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ ہی کی طرف پلٹیں گے۔ اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور اس کے امر کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

سات مرتبہ آپ در خیمہ سے پیچھے ہٹے خیال یہی تھا کہ ماں کو نہ دکھاؤں باہر ہی رکھ دوں۔ پھر خیال آتا کہ ماں ہے اسے بھی آخری ملاقات کرانا چاہیے۔ آخر ساتویں مرتبہ انا للہ پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

کمسن سکینہ نے استقبال کیا۔ دیکھا شیر خوار بھائی بابا کے سینہ سے چمٹا ہوا ہے۔ شہزادی نے عرض کیا۔

یا أبة لعلك — بابا جان! اصغر کی خاموشی
سقيت اخی الماء۔ — بتاتی ہے کہ آپ اسے پانی
پلا کے لائے ہیں۔

آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا۔ سکینہ تیری پھوپھی کہاں ہے؟
اتنے میں ثانیہ زہراؑ قریب آئیں آپ نے فرمایا۔
خذيه يا اختاه۔ — لو بہن اصغر سنبھال لو۔

شہادت عبداللہ رضیع :۔

حدائق الوردیہ کے مطابق
سن۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔
ماں۔ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ۔
بہن۔ فاطمہ۔

جناب ام اسحاق امام حسنؑ کی زوجہ تھیں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسین سے نکاح کیا۔

ظہر عاشور جب انصار اور بنی ہاشم میں سے تمام شہید ہو چکے تھے اس شہزادہ کی ولادت ہوئی۔ امام حسینؑ تنہا در خیمہ پر بیٹھے تھے۔ جناب فضہ اس شہزادہ کو لے کر آپ کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے لیا۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ گلے پر لعاب دہن لگایا۔ بوسہ لیا اور عبداللہ نام رکھا۔ جناب فضہ کو واپس کرنا چاہ رہے تھے کہ عبداللہ ابن عقبہ غنوی نے تیر مارا، جو شہزادہ کے سینہ پر لگا۔ باپ کی جھولی ہی میں دو ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گیا

آپ نے اس شہزادہ کا خون بھی سوئے آسمان اچھالا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ آپ در خیمہ پر بیٹھے تھے نومولود آپ کی گود میں تھا آپ بوسے رہے تھے کہ تیر آیا جس سے شہزادہ آپ کی جھولی میں تقسیم ہو گیا۔

چند اشارات :۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اصغر نے اپنے جد امجد سے وراثۃً قماط توڑنا حاصل کیا تھا۔

(قماط اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عرضاً زیادہ سے چھ انچ اور طولاً ۵/۶ فٹ ہوتا ہے نومولود بچے کو مائیں اس کپڑے سے باندھ کر سلاتی ہیں۔ ماؤں کے بقول اس بندھنے کی بدولت بچہ ڈرتا نہیں ہے۔ بحار کے مطابق جب جناب فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی کو قماط سے باندھا تو حضرت علیؑ نے دونوں ہاتھوں سے اسے توڑ دیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر کے باندھے حضرت علیؑ نے انہیں بھی توڑ دیا۔ جب بی بی نے سات تہ بنا کے باندھنا چاہا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا۔
ماں میرے ہاتھ پابند نہ کرو میں اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔ سرائیکی میں قماط کو بندھڑاں کہتے ہیں۔ مترجم)

شہزادہ گہوارہ میں سو رہا تھا جب غریبِ زہراؑ کے استغاثہ کی آواز سنی تو قماط کو توڑ دیا۔ اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے گرا دیا۔ اور بآواز بلند گریہ کرنے لگا۔ شاید یہ کمسن کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ۔ بابا اگر نانا کی

امت مدد نہیں کرتی تو میری ننھی جان آپ پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ لیکن مجبور ہوں چل کر نہیں سکتا۔ علامہ رضا استر آبادی نے اپنی تالیف میں روایت کی ہے۔ کہ جب شہزادہ نے قماط توڑ کر اپنے کو گہوارے سے خاک کربلا پر گرایا تو تمام ساوانیاں جمع ہو گئیں۔ نوحہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ کئی مرتبہ شہزادہ کو گہوارہ میں لٹایا گیا لیکن گل رباب نے گہوارہ میں رہنا قبول نہ کیا۔ اور پھر استغاثہ پر اپنے کو گہوارہ سے نیچے گرایا۔ صدائے آہ و بکا سنکر امام حسینؑ خیام میں تشریف لائے۔ سبب گریہ پوچھا تو ثانیہ زہراؑ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ بذریعہ کشف بھی شہزادے کا مذکورہ واقعہ مجھے معلوم ہوا ہے۔

سرکار کلینی نے روضۃ الکافی میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر ہاشمیات کمیت امام صادق کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کمیت کوئی مرثیہ سناؤ۔ کمیت نے شہزادہ علی اصغر کی شہادت کا مرثیہ سنایا۔ پس پردہ مستورات کے رونے کی صدا بھی بلند ہو گئی۔ امام صادق دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ اتنے میں ایک کنیز اندر سے ایک کمسن بچہ کو اٹھا کر لائی اور امام صادق کی گود میں سلا دیا۔ اس بچے کو گود میں دیکھتے ہی امام صادق کی صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ (یہ واقعہ کسی غیر محقق عالم نے انہیں بلکہ سرکار کلینی کے روضۃ الکافی میں درج کیا ہے جو لوگ شیعوں کی مخالفت میں اخلاقی حدود تک کو پھلانگ جاتے ہیں ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اور جو مسلمان یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا کسی امام نے بھی شبیہ بنائی تھی۔ ان کے لیے بھی درس عبرت ہے۔ مترجم)

بیہقی نے سنن میں اور یوسف اسماعیل نبہانی نے انوار محمدیہ میں لکھا ہے کہ

ہر سال دس محرم کے دن نبی کریم تمام صحابہ کی مستورات کو مع بچوں کے بلاتے تھے جو کمسن بچوں والی ہوتی تھیں انہیں فرماتے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں۔ گویا سرور انبیاء واقعہ کربلا سے پہلے۔ جناب رباب کے شیر خوار کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انہیں واقعہ کربلا بطور پیش گوئی یاد دلاتے تھے۔

مترجم)۔

سترھویں مجلس

شہداء از اولاد حضرت علیؑ

امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں آنے والوں میں عبیداللہ ابن حضرت علیؑ بھی تھے اس کی کنیت ابوبکر اور ماں لیلیٰ بنت مسعود ابن خالد تھی۔

ویسے شیخ مفید کے مطابق عبیداللہ ابن علیؑ اور محمد ابن علی دونوں ایک ماں سے تھے۔ اور ابوبکر محمد کی کنیت تھی۔ یہ دونوں بھائی یوم عاشور شہید ہوئے محمد ابن علی میدان میں آئے اور رجز خوانی کر کے فوج یزید پر حملہ کیا۔ زجرا ابن بدر نخعی نے چھپ کر وار کیا۔ اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

عبیداللہ ابن علیؑ :-

محمد کے بعد عبیداللہ ابن علیؑ میدان میں آئے اور وافر مقدار میں یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔

عون ابن علیؑ :-

محمد کے بعد عون ابن علیؑ میدان میں آئے۔ یہ جناب اسماء بنت عمیس سے تھے

عبداللہ ابن جعفر طیار کے مادری بھائی تھے۔ روضۃ الاحباب اور بحر اللئالی کے مطابق عون ابن علی انتہائی حسین۔ فصیح اور بہادر تھے۔ امام حسین سے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا۔

عون! دیکھ رہے ہو۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ تنہا ان کا مقابلہ کیسے کرو گے؟

جناب عون نے عرض کیا جسے آپ پر اپنی جان قربان کرنا ہو وہ کثرت و قلت کی پروا نہیں کرتا۔

امام حسینؑ رو دیئے اور فرمایا۔ بسم اللہ۔

جناب عون نے مبارز طلبی کی۔ لیکن مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ آپ نے حملہ کر دیا دو ہزار تیر اندازوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ نے جو کبھی لڑ کر تیر اندازوں کو دائیں بائیں سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ کافی جنگ کے بعد امام حسینؑ کے پاس آیا۔ اس کا سر، چہرہ، اور سینہ زخموں سے چور تھا۔ امام حسینؑ نے گلے لگایا۔ اور فرمایا۔

عون ذرا ستالو تھک گئے ہو گے۔

جناب عون نے عرض کیا۔ میں تھکاوٹ کی وجہ سے آپ کے پاس نہیں آیا۔ بلکہ صرف آپ کو آخری سلام اور آپ کے آخری دیدار کی خاطر آیا ہوں۔ اب میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے جانے والے ساتھیوں سے جلدی جا ملوں۔

امام حسینؑ نے بہتے آنسوؤں سے اجازت دی اور فرمایا۔ کہ یہ گھوڑا تھک چکنے کے علاوہ زخموں سے چور ہو چکا ہے۔ گھوڑا بدل لو۔ جناب عون کو دوسرے گھوڑے پر سوار کیا گیا

جناب عون نے دوسرا حملہ کیا۔ صالح ابن سیار سامنے آیا۔ اس ظالم نے حضرت علیؑ کے ایام حکومت میں شراب پی تھی حضرت علیؑ نے اس پر حد جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور حضرت علیؑ کے حکم سے جناب عون نے اسے کوڑے لگائے تھے۔ اس کے دل میں جناب عون کے خلاف کینہ پوشیدہ تھا۔ اس نے اپنا کینہ نکالنے کی خاطر جناب عون پر حملہ بھی کیا اور گالی بھی بکی۔ جناب عون نے اس کا وار رد کرکے نیزہ سے وار کیا۔ اور اسے واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بدر بن سیار سامنے آیا۔ اسے بھی جناب عون نے اپنے بھائی سے ملا دیا۔ اسی دوران خالد ابن طلحہ جو چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے جناب عون پر وار کیا۔ یہ وار لاعلمی میں اتنا اچانک کیا گیا کہ جناب عون اس کی زد سے نہ بچ سکے۔ گھوڑے سے زمین پر کہتے ہوئے آئے۔ بسم اللہ وباللہ فی سبیل اللہ علی ملۃ رسول اللہ جب امام حسینؑ نے جناب عون کو گھوڑے سے زمین پر آتے دیکھا تو کہا بسم اللہ۔ بسم اللہ۔

اٹھارویں مجلس

اولاد جناب اُم البنین

عمدۃ الطالب کے مطابق حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا آپ انساب عرب سے زیادہ شناسا ہیں۔ مجھے ایک ایسی نجیب الطرفین عورت کی نشاندہی کرو جس سے میں شادی کروں۔ اور خداوند عالم اس سے مجھے ایک ایسا بہادر فرزند عطا کرے جو کربلا میں میرے حسینؑ کا مددگار ثابت ہو۔

جناب عقیل نے جواب دیا میری معلومات کے مطابق فاطمہ بنت حزام اس وقت واحدہ مستور ہے جو آپ کے شرائط پر پوری اترتی ہے۔ حضرت علیؑ کے حکم سے جناب عقیل نے حزام سے خواستگاری کی جناب حزام نے بخوشی قبول کر لی۔ جناب فاطمہ اپنے وقت کی عالمہ تھیں۔

کنزالمصائب میں ہے کہ جناب عباس کو وراثۃً علم باپ اور ماں سے ملا تھا۔

ناسخ التواریخ کے مطابق جناب فاطمہ کو اللہ نے چار بیٹوں سے نوازا۔ یہ چاروں بھائی اکبر کے نام سے معروف تھے۔ کیونکہ اولاد حضرت علیؑ میں جناب حسنین

اور جناب محمد حنیفہ کے علاوہ دیگر تمام بھائیوں سے یہی چاروں بڑے تھے میدانِ کربلا میں ان کی عمریں اس طرح تھیں۔

جناب عباس۔ ۳۲/۳۴ برس

جناب عبداللہ ابن علیؑ۔ ۲۵ برس۔

جناب جعفر ابن علی۔ ۲۳ برس۔

جناب عثمان ابن علی۔ ۲۱ برس۔

یہ چاروں بھائی عالم عرب کے معروف بہادر تھے۔ چاروں میدان کربلا میں زہراؑ کے لال پر قربان ہوئے تھے۔ جناب عباس نے اپنی موجودگی میں اپنے تینوں بھائیوں کو قربان کیا تھا۔

جب جناب عباس نے بنی ہاشم کو بکثرت شہید ہوتے دیکھا تو اپنے تینوں بھائیوں سے فرمایا۔

یا بنی امی تقدموا حتی اریکم
قد نصحتم للہ و
لرسولہ فانہ لا اولاد لکم
تقدموا بنفسی انتم
فحاموا عن سیدکم
حتی تموتوا دونہ۔

اے ماں جائے! آگے بڑھو تاکہ میں تمہیں دیکھوں کہ تم لوگوں نے اللہ اور رسول کے لیے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے۔ میری جان تم پر قربان ہو۔ آگے بڑھو اور اپنے آقا کا دفاع کرتے ہوئے قربان ہو جاؤ۔

جب عبداللہ ابن علیؑ آگے بڑھے رجز خوانی کی۔ بے شمار یزیدیوں کو فی النار کیا ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب جعفر سامنے آئے ان کے ہاتھوں بھی یزیدیوں کی وافر مقدار ہلاک ہوئی۔ بالآخر یہ بھی ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق خولی ابن یزید اصبحی نے جناب جعفر کو لبوں پر تیر مار کر شہید کیا تھا۔

ان کے بعد جناب عثمانؑ ابن علیؑ میدان میں آئے ابوالفرج کے بقول جناب عثمان نے اپنی عمر سے بڑھ کر جنگ کی بزدل فوج یزید تیر اندازی کرتے ہوئے بھی سامنے نہیں آتی تھی۔

ابن قتیبہ دینوری کے مطابق یزید اصبحی نے آپ کی پیشانی کا نشانہ لیا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے گھوڑے سے زمین پر آئے۔ بنی دارم سے ایک ظالم نے آگے بڑھ کر اس شہزادے کا سر قلم کر لیا۔ ان کے بعد جناب عباس بچ رہے۔ جو شیخ مفید اور ابن طاؤس کے مطابق بنی ہاشم میں سے آخری شہید ہیں

مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جناب ام البنین روزانہ جنت البقیع میں تشریف لے جاتی تھیں اور صبح سے شام تک اپنے بیٹوں پر اس طرح دردناک انداز میں بین کرتی تھیں کہ لوگ جناب ام البنین کی مرثیہ خوانی سننے کی خاطر مدینہ سے باہر آجاتے تھے حتیٰ کہ مروان جیسا سفاک بھی آکر مرثیہ خوانی سنتا تھا۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لا تدعونی ویک ام البنین تذکرینی بلیوث العرین

مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکارا کرو۔ اس سے مجھے میرے وادی عرین

کے شیر بیٹے یاد آجاتے ہیں۔

کانت بنون ادعی بھم والیوم اصبحت ولامن بنین

ایک وقت تھا جب میرے بیٹے تھے اور میں ام البنین کہلاتی تھی لیکن آج تو میرا ایک بیٹا بھی نہیں رہا۔

تنازع الخرصان اشلائھم فکلھم امسی صریعا طعین

بھوکے مردار خواروں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے آج ہر ایک سینہ پر نیزہ کا زخم ہے خاک کربلا میں مل گیا ہے۔

یالیت شعری اکما اخبروا بان عباسا قطیع الیمین

ہائے افسوس! کیا یہ سچ بتایا گیا ہے کہ میرے عباس کے دونوں بازو کاٹ ڈالے گئے تھے۔

ایک اور مرثیہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

ابنئت ان ابنی اصیب براسہ مقطوع ید

مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت وار کیا گیا تھا جب اس کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔

ویل علی شبلی اقمال براسہ ضرب العمد

افسوس ہے میرے شیر بیٹے کے اس وقت پر جب اس کے سر کو گرز کے وار نے جھکا دیا۔

لو کان سیفک فی یدیک لمادنی منک احد

عباس بیٹے۔ اگر تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کوئی تیرے قریب نہ آتا۔

امان نامہ:۔

جناب عباس کے ماموں زاد عبداللہ ابن ابوالمحل ابن حزام نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر میری پھوپھی ام البنین کی اولاد کے لیے امان لکھ دیتے تو اچھا ہوتا۔ ابن زیاد پہلے سے اسی فکر میں تھا کہ کسی طریقہ سے جناب عباس اور اس کے بھائیوں کو فرزند رسول سے جدا کر لیا جائے کیونکہ ان کی موجودگی میں فوج یزید کی ہمت کمزور تھی اور ابن زیاد اس حقیقت سے واقف تھا۔ اس نے اس سفارش کو غنیمت سمجھا اور شمر کو امان نامہ لکھ کر دے دیا۔

شمر امان لیکر کربلا آیا۔

فوج نواسہ رسول کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

ابن بنو اختی۔ میرے بھانجے کہاں ہیں؟

جناب عباس اور ان کے بھائیوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

جناب سید الشہداء نے فرمایا۔

عباس! اس وقت شمر تمہیں ابن زیاد یا یزید کا نمائندہ بن کر نہیں بلکہ ماموں بن کر بلا رہا ہے اور اسلام جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ اس کی تعلیم کا تقاضا ہے کہ شمر خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے کو تمہارا ماموں کہہ رہا ہے اس لیے اسے جواب دو اور بات کر لو۔

جناب عباس نے فرمایا۔

بتاؤ کیا بات ہے۔

شمر نے کہا۔

تم میرے عزیز ہو۔ ——— میں تمہارا امان نامہ لے کے آیا ہوں۔ ——— فرزند رسولؐ کے ساتھ مل کر اپنی جان نہ گنواؤ۔ ——— یزید کی اطاعت کرلو۔ ———

جناب عباس نے اپنے تینوں بھائیوں کی طرف سے جواب دیا ——— اے دشمنان خدا ورسولؐ۔ ——— اللہ آپ کے ہاتھ شل کرے ——— کیا آپ کو اپنی قرابت کا اتنا احساس ہے اور قرابت رسولؐ کا ذرہ بھی پاس نہیں۔ ——— کیا تو ہمیں یہی مشورہ دینے آیا ہے کہ ہم اپنے آقا بھائی فرزند رسولؐ اور لخت دل زہراؑ کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ اور خلاق عالم کی زبان سے ملعونوں کی اولاد کی اطاعت کریں؟ ——— ہم ایسی امان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

یہ جواب سنکر شمر بڑے غصہ کے ساتھ واپس پلٹ آیا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں روایت کی ہے کہ زہیر ابن قین جناب عبداللہ ابن جعفر ابن عقیل کے پاس آیا اور کہا بھیا۔ ذرا علم مجھے دینا۔

جناب عبداللہ نے کہا۔

کیا مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔

جناب زہیر نے کہا۔ ایسی بات نہیں ہے مجھے کچھ دیر کے لیے ضرورت ہے۔

جناب عبداللہ نے علم جناب زہیر کے حوالہ کیا۔

جناب زہیر علم لے کر جناب عباس کے پاس آئے جناب عباس کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا۔

عباس میں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔

جناب عباس نے فرمایا۔

آج ان باتوں کا وقت تو نہیں ہے لیکن آپ ہمیں متواتر الاسناد احادیث سناتے ہیں ضرور سنائیں۔

جناب زہیر نے فرمایا۔

جب آپ کے والد حضرت علیؑ نے آپ کی والدہ سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اپنے بھائی جناب عقیل سے فرمایا تھا کہ مجھے شریف حسب ونسب کسی ایسی عورت کی نشاندہی کر جس سے میں شادی کروں اور اس سے اللہ مجھے ایک ایسا بہادر فرزند عنایت فرمائے جو کربلا میں میرے حسینؑ کا معاون اور ناصر ہو۔

حضرت علیؑ نے تجھے آج کے دن کے لیے اللہ سے مانگا تھا۔ لہٰذا آپ کی طرف سے نصرت حسینؑ میں کسی قسم کی غفلت نہیں ہونا چاہیے۔

جناب عباس سر سے پاؤں تک لرز گئے۔ دونوں رکابوں پر زور ڈال کر انگڑائی لی اور فرمایا۔

اے زہیر کیا تو مجھے شجاعت کی تلقین کر رہا ہے۔ بخدا اگر مجھے میرے آقا سے اجازت مل جائے تو میں آپ کو دکھاؤں گا کہ میرے بابا نے مجھے درست مانگا تھا۔

جناب عباس نے اس حد تک وفا کی کہ جناب سید الشہداء تے

لاشہ عباس پر کھڑے ہو کر ان لفظوں سے جناب عباس کو خراج تحسین پیش کیا۔

جزاك الله عني يا اخي	بھیا عباس اللہ آپ کو
ابا الفضل خيرا۔	میری طرف سے جزائے خیر دے۔

جناب صادق آل محمد فرمایا کرتے تھے۔ چچا عباس ابن علی۔ معاملہ پر گہری نظر رکھنے والے اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ فرزند رسول کے ساتھ حق جہاد ادا کر دیا۔ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جناب عباس کا خون بنی حنیفہ کی گردن پر ہے۔

وقت شہادت جناب عباس کی عمر ۳۲ / ۳۴ برس تھی۔ آپ کی زوجہ لبابہ بنت عبید اللہ ابن عباس تھی۔

آپ کے دو فرزند تھے۔ فضل اور عبید اللہ۔

ابصار العین میں آپ کے دو فرزندوں کے نام فضل اور محمد بتائے گئے ہیں اور محمد کو میدان کربلا کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔

شیخ صدوق نے ابو حمزہ کے ذریعہ جناب سجاد سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اللہ چچا عباس پر رحم فرمائے۔ امتحان میں دم آخر تک ثابت قدم رہے۔ اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دی۔ آپ کے دونوں ہاتھ راہ خدا میں کام آگئے۔ اللہ نے دونوں ہاتھوں کے عوض جناب جعفر طیار کی طرح انہیں جنت میں دو پروں سے

نوازا ہے جس کے ذریعہ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں قیامت کے دن جناب عباس کا وہ مقام ہوگا جس پر تمام شہداء رشک کریں گے۔

نفس المہموم میں ہے کہ جب میدان میں صرف جناب عباس اور جناب سید الشہداء بچ رہے تو ایک ظالم نے امام حسین کو پیشانی پر تیر مارا جو کافی گہرائی تک چلا گیا۔ امام حسین نے تیر نکالنے کی کافی کوشش کی لیکن تیر نہ نکل سکا۔ بالآخر جناب عباس نے وہ تیر نکالا۔

انیسویں مجلس

جناب ابوالفضل عباس

عباس کے لفظی معنی دو ہوتے ہیں۔
شجاع ۔ اور بھوکا شیر۔

بنی ہاشم میں ہر جوان اپنی مثال آپ تھا۔ کوئی مورخ یہ نہیں کہہ سکتا کہ عون و محمد نے کسی مقام پر گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار کیا اور علی اکبر ثابت قدم رہے۔ جو بھی اپنے قدموں پر چل کر میدان میں جا سکتا تھا اس نے دشمن سے لوہا منوایا۔ تاریخ کربلا میں آغاز جنگ سے اختتام جنگ تک کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جسے دشمن نے آسانی سے شہید کر دیا ہو۔ تازہ دم دشمن نے ان سہ روزہ پیاسوں میں کسی سے بھی روبرو ہو کر لڑنے کی ہمت نہیں کی۔ میدان کربلا کی پوری جنگ میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ افراد ایسے ملیں گے جنہوں نے دوبدو لڑنے کی جرات کی اور پھر نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔

صبح سے عصر عاشور تک یزیدی مسلمانوں نے اولاد رسولؐ کو پہلے تیروں سے زخمی کیا۔ پھر چھپ کر کسی کے بازو قلم کیے۔ کسی کی پیشانی میں تیر مارا۔ کسی کے سینہ

میں نیزہ توڑا جب یہ پیاسے زمین پر آجاتے تھے پھر ان لوگوں میں سر کاٹنے کی ہمت ہوتی تھی۔

لیکن ان تمام شیران بیشہ شجاعت میں سے بھی جناب عباس کا مقام جدا تھا۔ جناب عباس جنگ صفین کے موقعہ پر زیادہ سے دس بارہ برس کے ہوں گے جب انہوں نے عملی ٹریننگ شروع کی اور جنگ صفین ہی میں اپنا نام اس حد تک پیدا کیا کہ کربلا میں ہر یزیدی مسلمان کی زبان پر عباس کا نام اور دل میں عباس کا خوف تھا۔ جنگ صفین میں بھی جناب عباس امام حسینؑ ہی کے زیر سایہ رہے تھے۔ میدان کربلا کی جنگ اور معاویائی مسلمانوں سے صفین میں جنگ کے مابین بس صرف یہ فرق تھا کہ

جناب عباس جنگ صفین میں امام حسینؑ کے زیر کمان تھے اور میدان کربلا میں جناب عباس علمبردار حسینؑ تھے۔

جب معاویہ نے اپنے بیٹے کی طرح جنگ صفین میں پانی پر ابوالاعور کا پہرہ بٹھا دیا تاکہ فوج علی کو پانی نہ ملے تو حضرت علیؑ نے امام حسین ہی کو فرمایا تھا بیٹے یہ کوفہ والے پیاسے ہیں اور پانی ختم ہو رہا ہے۔ آپ ہی جا کر دریائے فرات کو ان لوگوں کے لیے معاویائی مسلمانوں سے خالی کریں اور اہل کوفہ کو پانی پلائیں اس وقت جناب عباس امام حسینؑ ہی کے ساتھ تھے اور امام حسینؑ کے ماتحت تھے۔

ابصار العین میں ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ صفین وغیرہ میں جناب عباس کو کھل کر لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ جناب عباس سے بے پناہ محبت بھی ہو سکتی ہے اور دشمنوں کی نظر بد سے تحفظ بھی ہو سکتا ہے۔

صاحب کبریت احمر نے لکھا ہے کہ جنگ صفین میں ایک دن ایک نوجوان لشکر حضرت علیؑ سے برآمد ہوا جس کی چال اور ڈھال سے ہمت اور شجاعت اس حد تک ٹپک رہی تھی کہ معاویائی مسلمانوں میں اس کے مقابلہ کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ اس جوان نے کئی مرتبہ مبارز طلبی کی لیکن کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ معاویہ نے ابن شعث کو بلایا۔ اس کے متعلق معروف ہے کہ یہ شخص تنہا دس ہزار سے مقابلہ کرتا تھا۔ معاویہ نے کہا، اس نوجوان کے مقابلہ میں کوئی نہیں جا رہا تو خود جا۔

ابن شعث نے کہا۔!

معاویہ تجھے معلوم ہے کہ میری شجاعت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے اور لوگوں کے خیال میں تنہا دس ہزار آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ پھر تو مجھے اس نوخیز کے مقابلہ میں بھیج کر میری توہین کیوں کرتا ہے؟

معاویہ نے کہا۔ دوسرا کوئی جاتا نہیں ہے تو اسے ہم پلہ نہیں سمجھتا۔ آخر اس کا مقابلہ کون کرے گا؟

ابن شعث نے کہا، میرے سات بیٹے ہیں اپنے چھوٹے سے چھوٹے بیٹے کو بھیج دیتا ہوں وہی اس کا سر لے کے آجائے گا۔

معاویہ نے کہا۔ تو ٹھیک ہے۔ میرا مقصد اس جوان سے مقابلہ ہے۔

یہ اٹھا اپنے خیمہ میں آیا۔ اپنے بیٹے کو بلا کر اس جوان کے مقابلہ میں بھیجا وہ اس جوان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

اس نے دوسرے بیٹے کو بھیجا اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ اس نے تیسرے کو بھیجا وہ بھی مارا گیا۔ چوتھا آیا۔ پھر پانچواں آیا۔ اس کے بعد چھٹا آیا۔ اور آخر میں

ساتواں آیا۔ معاویائی مسلمان اپنے مقام پر لرز کر رہ گئے حیران تھے کہ یہ ہے کون جو نہ ہلتا ہے۔ نہ دوڑتا ہے۔ نہ چکر لگاتا ہے بس ایک ہی جگہ جم کر کھڑا ہے اپنے مقابل پر وار کرتا ہے۔ تو بھی اپنی جگہ جم کر اور مقابل کو مارتا ہے تو بھی ہاتھ کے سوا پورے جسم میں حرکت تک نہیں آتی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کوئی کہتا علی خود ہے۔ کوئی کہتا محمد حنیفہ ہے۔ کسی نے کہا کوئی فرشتہ ہے۔ جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔

بالآخر ابن شعث اپنے سات بیٹوں کا انتقام لینے کو اٹھا اور کہنے لگا کہ۔

اے لڑکے! تو نے میرے سات بیٹے قتل کر دیے ہیں اور تو نے ایک زخم بھی نہیں کھایا۔ اب تیری ماں کے رونے کا وقت آگیا ہے تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

یہ دھاڑتا اور چنگھاڑتا ہوا جوش انتقام سے اندھا ہو کر اس جوان کے مقابل ہوا۔ چند مرتبہ واروں کا تکرار ہوا۔

جناب عباس نے سر پر تلوار کا ایک وار کیا جس سے یہ شخص گھوڑے کی زین تک دو برابر حصوں میں تقسیم ہو کر آدھا اس طرف اور آدھا اس طرف ہو کر گرا۔ اپنوں نے داد تحسین دینا ہی تھی۔ دشمنوں کے منہ سے بھی بے ساختہ واہ وا نکلنے لگی۔ معاویہ کی پوری فوج میں رعب اور ہیبت کا یہ عالم ہو گیا کہ ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا تھر تھر کانپنے لگا۔

اتنے میں حضرت علی نے پکار کر فرمایا۔

بیٹے اب پلٹ آؤ۔ مجھے ڈر ہے کہیں نظر بد نہ لگ جائے یہ سنکر جوان

واپس پلٹا۔ حضرت علیؑ خود اٹھے اس کے سر سے خود اتارا پیشانی کا بوسہ لیا۔
اب جو لوگوں نے دیکھا تو یہ دس بارہ سالہ کمسن قمر بنی ہاشم تھا۔ اس دن کے بعد سے عرب کے ہر گھر میں شجاعت جناب عباس کے قصے پڑھے جانے لگے۔

جناب عباس کی شجاعت کے لیے یہی کافی ہے کہ میدان کربلا میں امام حسینؑ کی طرف سے جناب عباس کو آخر دم تک جنگ لڑنے کی اجازت نہیں ملی۔ بلکہ صرف پانی لانے کی اجازت ملی تھی اور صرف ایک نیزہ ساتھ لے جانے کی اجازت تھی۔ جب جناب عباس دریائے فرات پر آئے تو فرات پر دس ہزار متعین یزیدیوں نے گھیر لیا۔ آپ نے انہیں دریا سے ہٹا کر دریا پر قبضہ کر لیا۔ یزیدی مسلمان اٹھ سو لاشیں چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئے۔ گھوڑے کو دریا میں ڈالا۔ یزیدیوں نے پھر حملہ کیا۔ آپ نے دوبارہ دفاع کیا۔ ایک سو لاش چھوڑ کر وہ پھر ہٹ گئے۔ اسی طرح چھ حملے ہوئے اور جناب عباس نے ہر مرتبہ اسی سے سو تک کو واصل جہنم کیا۔

بالآخر ساتویں بار یہ لوگ واپس نہ آئے۔ جناب عباس نے مشک کو پر کیا کندھے پر رکھا۔ باہر آئے۔

عمرو ابن حجاج نے پکار کر کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی ایک پیاسے نے لاشوں کا انبار لگا دیا ہے اور پانی لے کر جا رہا ہے۔ اب ان لوگوں نے تیروں کو آگ لگا کر جناب عباس کی طرف پھینکنا شروع کیا۔ لیکن جناب عباس نے ان میں سے سو ڈیڑھ سو کو واصل جہنم کر دیا۔ تمام لشکر ہٹ گیا۔

جناب عباس خیام کی طرف روانہ ہو لئے۔ عمر سعد نے جب دیکھا کہ پانی خیام حسینؑ میں پہنچنے والا ہے تو یہ خود اٹھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا اسے دیکھ کر

تمام یزیدی مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ اے دشمنان خدا و رسولؐ۔ اب اگر میں مارا بھی جاؤں تو مجھے افسوس نہیں ہوگا۔ ذرا اپنی لاشیں تو دیکھ لو۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر تقدیر میں جناب عباس کی شہادت نہ ہوتی تو قمر بنی ہاشم تمام یزیدی مسلمانوں پر بھاری تھے۔

ایک روایت کے مطابق جب آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ اس وقت ایک ظالم کا تیر جب جناب عباس کے سینہ میں آ کر لگا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے زمین پر آئے۔ اور کہا۔

یا اخاہ علیک منی السلام۔ — بھیا عباس کا آخری سلام قبول فرمایئے۔

جونہی جناب عباس زمین پر آئے۔ ہر طرف سے یزیدی مسلمان ٹوٹ پڑے۔ امام حسینؑ کو آپ کی لاش پر آنے کی خاطر خاصی جنگ کرنا پڑی۔ جناب عباس پر کثرت فوج یزید کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ کو آپ کے لاشہ تک پہنچنے سے پہلے ستر یزیدیوں کو واصل جہنم کرنا پڑا۔

امام حسین نے فرمایا۔

ہائے عباس۔ ہائے بھیا۔ ہائے راحت دل۔

جناب عباس کے لاشہ پر امام حسینؑ کو روتا دیکھ کر دشمن بھی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور امام حسینؑ کی اس غربت کو دیکھ کر دشمن بھی رونے لگے۔ امام حسینؑ نے لاشہ عباس پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

جزاك الله من اخ خيرا — اللہ تجھے اپنے بھائی کی طرف

لقد جاهدت فی اللہ — سے جزائے خیر دے تو نے
حق جهاده۔ — حق جہاد ادا کر دیا ہے

جب جناب زینب نے دیکھا کہ علم جھک گیا ہے اور گھوڑے کی زین خالی ہو چکی ہے تو بی بی نے پہلا بین جو کیا وہ یہ تھا۔

ہائے پردہ۔ ہائے بھیا۔ ہائے عباس۔ ہائے مددگاروں کی انتہا۔ ہائے چادر کا زوال۔

امام حسین نے فرمایا۔ ہاں بہن تو نے سچ کہا ہے۔ عباس کے بعد ہائے پردہ ہائے چادر کا زوال۔

امام حسینؑ نے لاشہ جناب عباس پر کھڑے ہو کر یہ مرثیہ پڑھا۔

اخی یا نور عینی — اے میرے بھائی میری
یا شقیقی فلی قد — آنکھوں کے نور میرے مہربان
کنت کالرکن — تو میرے لیے ایک مضبوط
الوثیق۔ — سہارا تھا۔

یا ابن ابی نصحت — اے بابل جائے تو اپنے بھائی
اخاك حتی سقاك — کا اس وقت تک معاون رہا
اللہ كاسًا من — جب تک اللہ نے تجھے جام
رحیق۔ — شہادت سے نواز نہیں دیا۔

ایا قمرا منیرا کنت مولی — اے ماہتاب عالمتاب تو ہر
علی کل النوائب فی — سخت اور تنگ وقت میں
المضیق۔ — میرا مددگار تھا۔

فبعدك لا تطیب — تیرے بعد ہماری زندگی میں
لنا حیوة سنجمع — کیا رہ گیا ہے۔ کل انشاء اللہ
فی الغداة علی — حوض کوثر پر ہم اکٹھے ہوں
الحقیق۔ — گے۔

الا اللہ شکوائی و — میرا شکوہ اور صبر اللہ کے
جری وما القاه — سامنے ہے اور اپنی پیاس
منا ظما — اور مشکل وقت کا شکوہ بھی
اللہ کے سامنے کرتا ہوں۔

منتخب میں ہے کہ ایک فاضل عالم عرب نے جناب عباس کے حق میں ایک مصرعہ لکھا۔

یوم ابو الفضل استجار — کربلا کا وہ دن تھا جس دن
به الهدی۔ — ہدایت نے ابوالفضل کی پناہ لی

یہ مصرعہ لکھنے کے بعد اس نے دوسرے اشعار صرف اس خیال سے نہ لکھے کہ کہیں جناب عباس کے حق میں غلو نہ ہو۔ اور امام حسینؑ ناراض نہ ہوں۔ جب وہ سویا تو عالم خواب میں جناب سید الشہداء کو دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے بڑا اچھا مصرعہ لکھا ہے۔ واقعاً یوم عاشور میں نے جناب عباس کا سہارا لیا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا مصرعہ یوں لکھ دے۔

والشمس من کدر — یہ وہ وقت تھا جب سورج
الهجاج لثامها — کا چہرہ کثرت غبار سے دھندلا
چکا تھا۔

بیسویں مجلس

شہادت جناب عباس

جناب عباس عالم فاضل۔ فقیہ پرہیزگار۔ عابد وزاہد اور مخلص متقی تھے بلکہ آپ کی نسل میں بھی علم رہا اور آپ کی اولاد۔ عظمت، رفعت، شرافت، نجابت۔ علم۔ حلم۔ رحم کرم، زہد سخاوت۔ شجاعت اور خطابت کے عظیم تر مقامات عالیہ پر فائز رہی۔ ابو یعلیٰ معروف عالم بھی جناب عباس ہی کی اولاد سے تھے۔ جو آج بھی حلہ سے پندرہ میل دور زیر مزار بھی عوام و خواص کا مرجع عظیم بنے ہوئے ہیں۔

عبادت میں جناب عباس کا یہ عالم تھا کہ کمسنی ہی میں پیشانی پر نشان سجدہ نمایاں نظر آتا تھا۔ جناب عباس کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ شب عاشور جب تمام انصار سیدالشہدا مصروف عبادت رہے تو جناب عباس کی عبادت زہرازادیوں کے خیام کا پہرہ تھا۔ اور اسی پہرہ میں تمام بی بیاں ساری رات امن سے رہیں یہ وہ رات تھی جس میں دشمن جناب عباس کے خوف سے بے دار اور پریشان تھے۔

لیکن گیارہ محرم کی شب زہرازادیاں پریشان تھیں اور دشمن مطمئن تھا۔ اس وقت کی تصویر کشی کسی شاعر نے یوں کی ہے۔

اليوم نامت اعين	آج وہ لوگ چین سے سو
بك لم تنم وتسهدت	رہے ہیں جو عباس کے خوف
أخرى فعر منامها	سے بے دار رہتے تھے اور وہ
	آنکھیں بے دار ہیں جو پہرہ
	عباس ہیں چین کی نیند کرتی تھیں

جناب عباس کے احترام امام حسینؑ کا یہ عالم تھا کہ جناب سیدالشہدار کی موجودگی میں اس وقت تک بیٹھتے نہیں تھے جب تک امام حسینؑ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ جب بھی مخاطب کرتے تھے۔ یا سیدی۔ یا ابا عبداللہ۔ کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔

پوری زندگی میں جناب عباس نے صرف ایک مرتبہ گھوڑے سے بے دست و پا نہ ہو کر اترتے ہوئے بھیا کہا۔

القاب جناب عباس۔

قمر بنی ہاشم۔ شہاب طیار۔ باب الحوائج۔ صاحب الرایۃ۔

میدان کربلا میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب جناب سیدالشہدا نے جناب عباس کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ یہ وہ وقت تھا جب عمرو ابن خالد۔ سعد غلام عمرو۔ مجمع ابن عبداللہ اور جنادہ ابن حارث نے جناب سیدالشہدار پر یک وقت حملہ کر دیا تو جناب سیدالشہدار نے جناب عباس کو انصرنی یا اخی کہہ کر پکارا جناب عباس نے آ کر تمام کو تہ تیغ کر دیا۔

منتخب التواریخ کے مطابق جناب سید الشہداء کا تمام لشکر شہید ہو گیا۔ اور تمام بنی ہاشم کے جوان شہید ہو گئے تو جناب عباس علم لے کر جناب سید الشہداء کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔

قبلہ اب مجھے بھی اجازت عنایت فرمائیں۔

غریب زہرا نے رو کر جناب عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ عباس تجھے معلوم ہے کہ تو میری فوج کا علمبردار ہے۔

جناب عباس نے عرض کیا۔ قبلہ اب وہ فوج کہاں ہے جس کا علمبردار تھا۔ اب تو ایک آپ ہیں ایک علم ہے اور ایک میں ہوں۔

مظلوم زہراؑ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے تجھے دیکھ کر میرے پیاسے بچوں کو پیاس بھول جاتی ہے اور تمام مستورات تجھے دیکھ کر مطمئن رہتی ہیں

اتنے میں جناب سکینہ خاتون ایک خشک مشک لے کر آئیں اور عرض کیا

یا عمی یا عباس انت حی و نحن عطشان۔

میرے عباس چچا! آپ دیکھ رہے ہیں آپ بھی زندہ ہیں اور ہم بھی پیاسے ہیں۔

جناب سید الشہداء نے فرمایا۔ عباس اگر جانا ہی ہے تو پھر ایسا کرو آخری کوشش کے طور پر ان پیاسے بچوں کے لیے پانی لانے کی کوشش کرو۔ ممکن ہے ان کی تشنگی کا علاج ہو جائے۔

جناب سید الشہداء کا یہ حکم اور کمسن سکینہ کی عرض سن کر جناب عباس نے خشک مشکیزہ لیا اسے کندھے پر لٹکایا۔ جب میدان میں جانے لگا تو جناب سید الشہداء نے فرمایا۔ عباس! ایک مرتبہ عمر سعد اور یزیدی مسلمانوں کے سامنے اتمام حجت بھی کر دو

جناب عباس میدان کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ اور عمر سعد کو پکار کر فرمایا۔

یا عمرو بن سعد ھذا الحسین ابن بنت رسول اللہ یقول لکم انکم قتلتم اصحابی واخوتی وبنی عمی وبقیت فریدا مع صغار الاولادوھم عطاش قد احرق الظما قلوبھم فاسقوھم شربۃ من الماء لان اطفال والعیال قد وصلوا الی الھلاک وھو مع ذلک یقول لکم دعونی اخرج الی طرف الروم او الھند واخلی لکم الحجاز والعراق والشرط لکم انی غدا فی القیامۃ لا اخاصمکم عند اللہ حتی یفعل اللہ بکم ما یرید۔

اے عمر ابن سعد فرزند زہراؑ حسینؑ فرما رہا ہے کہ تم لوگوں نے میرے تمام صحابہ۔ میرے بھائیوں۔ میرے چچا زادوں کو شہید کر دیا ہے۔ اس وقت میں تنہا رہ گیا ہوں میرے کمسن بچے ہیں جو پیاسے ہیں اور پیاس سے ان کے جگر پھٹنے کو ہیں۔ انہیں پانی کا ایک گھونٹ پلا دو اس وقت تمام بچے جاں بلب ہیں۔ باایں ہمہ وہ فرما رہے ہیں کہ۔ مجھے چھوڑ دو میں روم یا بھارت کی طرف چلا جاتا ہوں اور عراق و حجاز کو تمہارے لیے خالی کر دیتا ہوں۔ اور تمہارے ساتھ یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ کل یوم قیامت میں

اپنا مقدمہ دائر نہیں کر دوں
گا اللہ جو چاہے تمہارے
ساتھ سلوک کرے۔

جناب عباس کا یہ پیغام سنکر کچھ لوگ خاموش ہو گئے۔ کچھ بیٹھ کر رونے لگے اور کچھ ایک دوسرے سے تبصرہ کرنے لگے شمر اور شبث ابن ربعی دونوں آگے بڑھے اور کہا۔

یا ابن ابی تراب قل لاخیك لو كان كل وجه الارض ماء وهو تحت ایدینا ما اسقیناكم منه قطرة الا ان تدخلوا فی بیعة یزید۔

اے ابو تراب کے فرزند! اپنے بھائی سے جا کر کہہ دو کہ اگر تمام روئے ارض پانی ہو جائے اور وہ پانی ہمارے تصرف میں ہو تو ہم اس وقت تک تمہیں اس پانی سے ایک قطرہ تک نہ دیں گے جب تک تم لوگ بیعت یزید نہیں کر لیتے۔

شمر کی یہ بات سنکر جناب عباس مسکرا دیے اور واپس جناب سید الشہداء کے پاس آکر انہیں اپنا پیغام اور شمر کا جواب سنایا۔ امام حسینؑ ایک طرف جناب عباس کی بات سن رہے تھے اور دوسری طرف خیام سے بچوں کی العطش العطش کی آواز سن رہے تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بھی گر رہے تھے۔ جناب عباس نے ایک ہاتھ سے علم بلند کیا اور دوسرا ہاتھ سوئے آسمان بلند کر کے

عرض کیا۔

الهی و سیدی ارید ان اعتد بعدتی و املأ مولاء الاطفال قربة من الماء۔

میرے مولا۔ میرے اللہ! اب میں اپنا وعدہ نبھانا چاہتا ہوں اور ان پیاسے بچوں کی خاطر پانی کا ایک مشکیزہ بھر کر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر جناب عباس امام حسینؑ کی اجازت سے صرف ایک نیزہ لے کر دریائے فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

عمر ابن سعد نے دریائے فرات پر دس ہزار کا پہرہ بٹھا رکھا تھا۔ انہیں حکم تھا کہ انصار اور اقربائے حسینؑ میں سے کوئی بھی پانی کا ایک قطرہ تک خیام آل محمدؐ میں لے جانے۔ جب ان لوگوں نے جناب عباس کو دریا کی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے ہر طرف سے جناب عباس کو گھیر لیا۔

جناب عباس نے ان لوگوں سے کہا۔

یا قوم انتم کفرة ام مسلمون هل یجوز فی مذهبكم او فی دینكم ان تمنعوا الحسین وعیاله شرب الماء والكلاب والخنازیر

اے لوگو! یہ تو بتاؤ کہ تم کافر ہو یا مسلمان؟ کیا تمہارے مذہب یا تمہارے دین میں یہ جائز ہے کہ تم حسینؑ اور اس کے بچوں کو پانی سے روک رکھو، جب کہ اس پانی سے

يشربون منه والحسين
مع اطفاله واهل بيته
يموتون عطشا اما
تذكرون عطش
القيامة۔

کتے اور خنزیر تک پی رہے
ہیں۔ دوسری طرف حسینؑ اور
اس کے بچے پیاس سے
جاں بلب ہیں۔ کیا تمہیں
قیامت کی پیاس کا خیال
نہیں ہے۔

جناب عباس کی یہ آواز سنکر کچھ تو بددل ہو گئے اور کچھ قیامت سے بے نیاز ہو کر لڑتے رہے ان میں سے پانچ سو تیر انداز تیر اندازی کرتے رہے۔ جناب عباس نے سنان پر حملہ کیا۔ یہ تو تھا سرکار علامہ طریحی کا بیان اس سلسلہ میں علامہ مجلسی نے بحار میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ

جناب عباس سنان یزیدی مسلمانوں کا گھیرا توڑا اور دریا میں داخل ہو گئے۔ مشکیزہ پانی سے بھرا۔ کندھے پر لٹکایا اور خیام کا رخ کیا۔ یزیدی مسلمانوں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا۔ ہر طرف سے اتنی تیر اندازی ہوئی کہ جناب عباس کا جسم تیروں سے خار پشت کی طرح ہو گیا۔

زید ابن ورقا نے ایک ٹیلے کی اوٹ میں اپنے کو چھپایا اس کی مدد کو حکیم ابن طفیل بھی موجود تھا۔ جونہی جناب عباس ان سے لڑتے ہوئے ان دونوں کے قریب سے گزرے تو زید ابن ورقا نے لپک کر آپ کے دائیں کندھے پر وار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لی۔ اور مشکیزہ کو بھی بائیں کندھے پر لٹکایا۔

اور یہ رجز پڑھا۔

واللہ ان قطعتم یمینی
انی احامی ابدا عن
دینی وعن امام صادق
الیقین سبط النبی
الطاھر الامین۔

اگر تم نے میرا دایاں ہاتھ
کاٹ دیا تو کیا ہوا۔ بخدا میں
اپنے دین کا دفاع کرتا رہوں گا
اپنے صادق الیقین امام۔ اور
طاہر و امین فرزند رسولؐ کی
نصرت کرتا رہوں گا۔

حکیم ابن طفیل اس جگہ کو چھوڑ کر جناب عباس کی راہ میں دوسرے ٹیلے کی اوٹ میں آکر چھپا۔ اور پھر موقع پاکر آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار سے وار کیا۔ جب دونوں ہاتھ کٹ گئے تو جناب عباس نے دوسرے ہاتھ کٹنے کا ذکر یوں کیا۔

قد قطعوا ببغیهم
یساری فاصلهم
یا رب حر النار۔

ان ظالموں نے اپنے ظلم سے
میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا
ہے۔ اے اللہ! انہیں آتش
جہنم کے سپرد فرما۔

آپ نے تلوار کو منہ میں لیا اور اپنے سینہ کو مشکیزہ کی ڈھال بنالیا۔ اتنے میں ایک تیر مشکیزہ میں آلگا۔ جس سے تمام پانی بہہ گیا۔ پھر دوسرا تیر آیا جو آپ کے سینہ میں لگا۔ آپ ابھی تیر سے نہ سنبھلے تھے کہ ایک ظالم نے آپ کے سر پر گرز سے وار کیا۔ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور با آواز بلند پکارے۔

ادرکنی یا اخی

بھیا۔ اب اپنے عباس کی
مدد کرو۔

جناب سید الشہداء تشریف لائے۔ دیکھا تو جناب عباس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ سر پھٹا ہوا ہے۔ سینہ چھلنی ہو چکا ہے۔ کچھ دیر تو آپ لاشہ کے قریب کھڑے رہے۔ پھر بیٹھے پھٹے ہوئے سر کو گود میں رکھا۔ مناقب شہر آشوب کے مطابق امام حسینؑ نے یہ مرثیہ پڑھا۔

تعد یتم یا شر قوم ببغیکم و خالفتم دین النبی محمد۔	اے بدترین قوم تم نے اپنی سرکشی کی بدولت دین کی حدود توڑ ڈالی ہیں۔ اور دین نبی محمدؐ کی مخالفت کی ہے۔
اما کان خیر الرسل اوصاکم بنا اما نحن من نسل النبی مسدد۔	کیا خیر الانبیاءؐ نے تمہیں ہمارے بارے وصیت نہیں کی تھی؟ کیا ہم نبی الانبیاءؐ کی ذریت نہیں ہیں۔
اما کانت الزہراء امی دونکم اما انا من خیر البریۃ احمد۔	کیا زہراؑ میری ماں نہیں ہے؟ تم میں سے کسی کی ماں تو زہراؑ نہیں ہے۔ کیا میں نبی احمدؐ سے نہیں ہوں۔
لعنتم و اخزیتم بما قد جنیتم فسوف تلاقوا حر نار توقد۔	جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے عوض تم پر لعنت اور رسوائی برسے گی اور عنقریب۔ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تمہارا

استقبال کرے گی۔

ناسخ کے مطابق امام حسینؑ نے جناب عباس کے لاشہ پر یہ مرثیہ پڑھا تھا۔

احق الناس ان یبکی علیہ فتی ابکی الحسین بکربلاء۔	تمام لوگوں میں سے وہ مظلوم رونے کا زیادہ مستحق ہے جس نے کربلا میں حسین کو بھی رلا ڈالا۔
اخوہ و ابن والدہ علی ابو الفضل المضرج بالدماء۔	جو حسینؑ کا بھائی تھا اور حسینؑ کے باپ علی کا بیٹا تھا یہ ابو الفضل ہے جو اپنے خون میں غلطاں ہے۔
و من واساہ لا یثنیہ بشی و جاد لہ علی عطش بماء۔	وہ ابو الفضل جس نے غمگساری حسینؑ کی حسینؑ نے اس کی کوئی تعریف۔ بیان نہیں کی ابو الفضل نے خود پیاسا رہ کر حسینؑ کی خاطر پانی لاتے میں جان قربان کر دی۔

بحار۔ مقاتل اور ناسخ وغیرہ میں قاسم ابن اصبغ مجاشعی سے مروی ہے کہ جب سر کوفہ میں لائے گئے تو میں نے ایک شاہ سوار کو دیکھا۔ جو بڑا حسینؑ تھا اور اس کے گھوڑے کی گردن کے ساتھ ایک سر لٹک رہا تھا جیسے ہی گھوڑا گردن کو

نیچے کرتا تھا۔ وہ سر زمین پر جا لگتا تھا۔ میں نے جب پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے اور شہسوار کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ شہسوار حرملہ ہے اور گھوڑے کی گردن میں لٹکنے والا سر عباس ابن علی کا ہے۔

کچھ دن بعد مجھے حرملہ نظر آیا میں نے دیکھا تو اس کا چہرہ کوئلہ کی مانند سیاہ اور جلا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا جس دن تو سر لا رہا تھا اس دن تو تیرا چہرہ بڑا سفید اور خوبصورت تھا آج تجھے کیا ہوا ہے؟

وہ رو دیا اور کہنے لگا کربلا سے پلٹنے کے بعد کوئی رات ایسی نہیں جس رات مجھے آگ میں نہ جلایا جائے پتہ نہیں چلتا دو آدمی کہاں سے آتے ہیں ایک ایک بازو سے اور دوسرا دوسرے بازو سے پکڑ لیتا ہے کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں چل رہا کہ وہ جگہ کونسی ہے۔ آگ کا ایک کنواں دھک رہا ہوتا ہے اسی میں جا کر پھینک دیتے ہیں۔ صبح تک اسی آگ میں جلتا رہتا ہوں صبح کو وہاں سے نکال کر گھر چھوڑ جاتے ہیں۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ جب جناب سید الشہداء جناب عباس کا لاشہ اٹھانے گئے تو جناب عباس نے پوچھا میرے آقا کہاں لے جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ خیام میں دیگر بنی ہاشم کے پاس۔

جناب عباس نے عرض کیا۔ آپ کو اپنے نانا کی نبوت اور بی بی زہرا کی چادر کا واسطہ مجھے خیام میں نہ لے جائیں۔

امام حسین نے پوچھا۔ کس لیے۔

جناب عباس نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہے مجھے پانی کے لیے حکم آپ نے

دیا تھا لیکن مشکیزہ آپ کی کمسن بیٹی سکینہ نے پیش کیا تھا اور مجھے جلد سے جلد پانی لانے کو کہا تھا اگر میں وہاں گیا اور سکینہ نے مجھ سے پانی کا پوچھ لیا تو میں اپنی زندگی کا آخری سانس بھی شرم کے مارے مشکل سے پوری کروں گا۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ آپ بھی شدت تشنگی اور بھوک سے نڈھال ہیں۔ زخموں سے چور ہیں میں نہیں چاہتا کہ مجھے اٹھا کر آپ تکلیف برداشت کریں۔ میں جہاں پڑا ہوں مجھے رہنے دیں اگر مقدر ہوا تو کہیں دفن کر ہی دیا جاؤں گا۔

امام حسین نے فرمایا۔

جزیت عن اخیك	عباس اللہ تجھے میری طرف سے
خیرا حیث نصرتنی	جزائے خیر دے تو نے زندگی
حیا و میتا۔	اور موت دونوں حالتوں میں
	میری مدد کی ہے۔

چنانچہ آپ جناب عباس کو وہیں چھوڑ کر دامن عبا سے آنسو صاف کرتے ہوئے واپس خیام میں آئے جناب سکینہ ملیں اور عرض کیا۔

یا ابتاہ ھل لك علم	بابا جان! کیا آپ کو میرے
بعمی العباس اراہ	چچا عباس کا بھی کوئی علم ہے
ابطأ و قد وعدنی	کافی دیر لگا دی ہے۔ مجھ سے
بالماء لیس لہ عادۃ	پانی کا وعدہ کر کے گئے تھے۔
ان یخلف وعدہ	حالانکہ ان کی عادت وعدہ خلافی
فھل شرب ماءً	تو نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں

او بل غلیله و نسی ماوراثه امریجاهد الاعداء۔	کہ انہوں نے خود پانی پی لیا ہو اور ہمیں بھول گئے ہوں؟ یا ابھی تک وہ معروف جنگ ہیں۔

بچی کی یہ بات سنکر غریب زہراؑ اپنے رکے ہوئے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور دھاڑیں مار کر رونے لگے اور فرمایا۔ سکینہ بیٹی آپ کے چچا آپ کے لیے پانی لانے کی خاطر شہید ہو گئے ہیں۔ پانی نہیں لا سکے۔

یہ بھی روایات میں ہے کہ جب جناب سیدالشہداؑ نے جناب عباس کا سر گود میں لے کر خاک و خون صاف کیا تو جناب عباس رو دیے مظلوم زہرا نے پوچھا بھیا کیا بات ہے اس وقت کیوں رو رہے ہو تو جناب عباس نے عرض کیا۔

میرے آقا اگر میں نہ روؤں تو اور کون روئے گا۔ مجھے اپنی خوش قسمتی اور آپ کی غربت رلا رہی ہے۔ اس وقت میرا سر تو آپ نے اپنی گود میں لے لیا ہے۔ اور میرے چہرہ سے خون بھی صاف کر لیا ہے لیکن کچھ دیر بعد جب آپ گھوڑے سے اتریں گے تو آپ کا سر کون گود میں لے گا اور آپ کے چہرہ سے خون کون صاف کرے گا۔

اکیسویں مجلس

متعلقات شہادت جناب عباس

کراجکی۔ نے معدن الجواہر میں لکھا ہے کہ امام حسن سے مروی ہے کہ چار مقامات پر انسان رونے کو روک نہیں سکتا۔

۱۔ باپ کی موت پر بیٹی۔

۲۔ بیٹے کی موت پر باپ۔

۳۔ بھائی کی موت پر بھائی۔

۴۔ بیوی کی موت پر شوہر۔

باپ کی موت بے سایہ کر دیتی ہے۔ بیٹے کی موت سے جگر میں ناسور ہو جاتا ہے۔ بھائی کی موت سے کمر ٹوٹ جاتی ہے اور بیوی کی موت ایک گھنٹہ کا غم ہوتی ہے۔

بعض دانشمندوں کا قول ہے۔ جس کا بھائی نہیں اس کی کمر نہیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جناب لقمان ایک طویل سفر سے واپس آئے۔ بیرون شہر انہیں ایک نوجوان ملا۔ اس سے انہوں نے گھر کے حالات پوچھے۔

جناب لقمان نے فرمایا۔ میرے باپ کا کیا حال ہے؟

اس نے بتایا وہ فوت ہو گئے جناب لقمان نے کہا۔ تو گویا اب میں اپنے تمام امور کا خود ہی مالک ہوں۔

پھر پوچھا۔ میری بیوی کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا وہ بھی فوت ہو گئی ہے۔ جناب لقمان نے کہا۔ ٹھیک ہے بستره بدل گیا ہے۔

پھر پوچھا میری بہن کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ وہ بھی فوت ہو گئی ہے۔ جناب لقمان نے کہا۔ میری ناموس محفوظ ہو گئی ہے۔

پھر پوچھا۔ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ وہ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ جناب لقمان نے ایک آہ بھر کر کہا۔

گویا کمر ٹوٹ گئی ہے۔

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ سید رضی ۳۵۹ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور جب ۴۰۶ھ کو ہفتہ کے دن صبح کے وقت ۱۲ محرم کو بغداد میں فوت ہوئے تو جناب مرتضیٰ صرف اس لیے کہ وہ جناب رضی کا غسل و کفن۔ دفن و جنازہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کاظمین حرم امام موسیٰ کاظم میں چلے گئے۔

کون نہیں جانتا کہ جب کوئی زخمی بلندی سے پستی کی طرف گرے تو وہ اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے۔ تاکہ جسم مزید چوٹوں سے محفوظ رہے۔ لیکن کیا حال ہو گا جناب عباس کا جب زین سے زمین پر آئے تو ہاتھ پہلے سے

ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ کس چیز کا سہارا لیا ہو گا اور کیسے زمین پر آئے ہوں گے۔

کوئی بھی شہسوار جب گھوڑے سے اترنے لگے تو ایک ہاتھ زین کے اگلے حصہ اور دوسرا زین کے پچھلے حصہ پر رکھ کر اترتا ہے لیکن مقام فکر ہے کہ سقائے سکینہ دونوں ہاتھوں سے محروم ہونے کے بعد کیسے گھوڑے سے اترے ہوں گے۔

گھوڑے سے گرنے والا جب زمین پر آتا ہے تو ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے تاکہ چہرہ پر کوئی زخم نہ آئے لیکن جب جناب عباس زمین پر آئے تو چہرہ کو محفوظ رکھنے کی خاطر سہارا موجود نہ تھا۔ صرف یہی تصور کر لیجئے کہ جناب عباس کے جسم کا کوئی حصہ تیروں سے خالی نہ تھا اور جب بے سہلا ہو کر زمین پر آئے تو ایسے لگتا ہے کہ دائیں طرف والے تیر بائیں جانب سے اور بائیں طرف والے دائیں جانب سے نکل گئے۔

اسرار الشہادہ میں ہے کہ جب قیامت کے دن حساب و کتاب کا معاملہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ سرور کونین فرمائیں گے۔ بیٹی میری امت کی شفاعت کیلئے تیرے پاس بھی کچھ ہے تو بی بی عرض کریں گی بابا جان آپ کی امت کی شفاعت کے لیے تو صرف میرے عباس کے دو بازو ہی کافی ہوں گے۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے۔ کہ ایک مومن جو نواح کربلا میں رہتا تھا۔ روزانہ امام حسینؑ کی زیارت کو آتا تھا اور صرف شب جمعہ جناب عباس کی زیارت کرتا تھا۔

ایک رات عالم خواب میں جناب سیدہ نے اسے فرمایا۔

اے بندہ خدا تو میرے بیٹے کی زیارت کیوں نہیں کرتا؟

اس نے عرض کیا۔

بی بی میں تو روزانہ آپ کے بیٹے کی زیارت کو جاتا ہوں؟

بی بی نے فرمایا۔

تو فرزند رسول حسینؑ کی زیارت کو جاتا ہے میرے بیٹے عباس کی زیارت تو صرف شب جمعہ کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جناب عباس کا اسم گرامی اپنی عظمت میں آئمہ کے اسمائے گرامی سے جا ملا ہے۔

بلکہ رعب اور دبدبہ میں تو ان سے بھی فزوں تر معلوم ہوتا ہے کیوں کہ جھوٹی قسم کھانے والے بعض اوقات اللہ کے نام کی قسم تو کھا لیتے ہیں لیکن جناب عباس کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے۔

سرکار علامہ محمد باقر برجندی نے لکھا ہے کہ۔

جو شخص یا عبد اللہ یا ابا الفضل العباس دخیلک کا ورد کر کے طلب حاجت کرے اس کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ ایک شخص نواحی کربلا میں رہتا تھا۔ اس کا جوان سال بیٹا بیمار ہو گیا۔ کافی علاج معالجہ کیا۔ مگر وہ شفایاب نہ ہوا تو وہ اسے حرم جناب ابوالفضل میں لایا اور وہیں باندھ کر واپس گھر چلا گیا۔

جب گھر جا کر سو یا رات نصف سے زیادہ گزری تو دروازہ پر دق الباب ہوا اس نے پوچھا کون ہے۔ تو جواب ملا آپ کا بیٹا ہوں۔ جب اس نے

دروازہ کھولا دیکھا تو تندرست بیٹا سامنے کھڑا تھا۔ جب اس نے پوچھا تو بیٹے نے بتایا کہ۔

جناب عباس نے تین مرتبہ میرے لیے شفا طلب کی اور ہر مرتبہ نبی اکرم کی طرف سے ایک فرشتہ آکر انہیں کہتا رہا کہ آپ اس مریض کے لیے شفا نہ مانگیں اس کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ چوتھی مرتبہ جناب عباس اٹھے آنحضورؐ کی خدمت میں گئے۔ اور عرض کی۔

آقا کیا اللہ نے میرا نام باب الحوائج نہیں رکھا۔

آپ نے فرمایا ہاں بیٹے!

اللہ نے تیرا یہی لقب رکھا ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ کیا لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں باب الحوائج ہوں؟۔

آپ نے فرمایا۔

بیٹا سب جانتے ہیں۔

آپ نے عرض کیا۔

پھر یا تو میرے نام سے باب الحوائج ختم کر دیا جائے یا میں جس کے لیے جو مانگوں وہ دیا جائے۔

آپ رو دیے اور فرمایا۔ بیٹے تو باب الحوائج رہے گا۔ اللہ نے اسے شفا دے دی ہے۔

عدۃ الشہور میں ہے کہ اکیس ماہ رمضان کی شب جناب امیر نے دوسری وصیتوں کے علاوہ بطور خاص ایک وصیت فرمائی تھی۔

عباس بیٹے خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خود پانی پی لے اور میرا حسینؑ کربلا میں پیاسا رہے۔

اگر جناب عباس کے حرم میں ہونے والے معجزات کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں مرتب ہوں گی۔

بائیسویں مجلس

شہادت اولاد امام حسنؑ

مقاتل کے مولفین میں اختلاف ہے کہ پہلے قاسم ابن حسن شہید ہوئے ہیں یا احمد ابن حسنؑ شہید ہوئے ہیں۔ احمد ابن حسن کا سن سولہ برس کا تھا انتہائی حسینؑ و جمیل۔ بہادر، نیزہ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ اس شہزادہ نے رجز خوانی کر کے یزیدی مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اسی شہسواروں کو تہ تیغ کیا۔ واپس آئے تو شہزادہ کی آنکھیں شدت پیاس سے ابلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

عرض کیا۔

چچا جان! اگر ایک گھونٹ پانی مل جاتا تو میرا جلتا ہوا سینہ ذرا سا ٹھنڈا ہو جاتا۔ اور دشمنان خدا اور رسولؐ کے خلاف میری قوت میں اضافہ ہو جاتا۔

آپ نے جواب دیا۔

بیٹے بس تھوڑا سا انتظار کرو۔ آپ کے جد امجد آپ کے انتظار میں ہیں۔ ان کے ہاتھ سے حوض کوثر پینا پھر کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی۔

پھر دوسرا حملہ کیا۔ اس حملہ میں پچاس یزیدیوں کو قتل کیا اور تیسرے حملہ میں ساٹھ یزیدی واصل جہنم کر کے شہید ہوئے

عبداللہ ابن حسنؑ :۔

یہ شہزادہ قاسم کے مادری پدری بھائی تھے شیخ مفید کے مطابق اس شہزادہ نے حیرت ناک جنگ کر کے یزیدی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ عبداللہ ابن عقبہ غنوی نے چھپ کر وار کیا جس سے شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے

اولاد امام حسنؑ :۔

ناسخ کے مطابق آپ کے بیس فرزند تھے۔ زید۔ حسن۔ حسین اثرم۔ علی اکبر۔ علی اصغر۔ جعفر۔ عبداللہ اکبر۔ عبداللہ اصغر۔ قاسم۔ عبدالرحمن۔ احمد اسماعیل۔ یعقوب۔ عقیل۔ محمد اکبر۔ محمد اصغر۔ حمزہ۔ ابوبکر۔ عمرو۔ طلحہ۔

امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں صرف سات آئے تھے۔ حسن مثنیٰ۔ عبداللہ اکبر عبداللہ اصغر۔ قاسم۔ عمرو۔ عبداللہ اصغر۔ احمد۔ ان میں سے پانچ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اور دو بچ گئے تھے۔ یہ دونوں گرفتار شدگان میں تھے۔ حسن مثنیٰ شدید زخمی تھے۔ اور عمرو کمسن تھے۔

جناب حسن مثنیٰ بائیس برس کے تھے۔ اسمار ابن خارجہ کے بھانجے تھے۔ جب جنگ میں شدید زخمی ہو کر میدان میں لاشوں کے درمیان زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو اسمار ابن خارجہ نے انہیں اٹھایا اور چھپا دیا۔ اختتام جنگ کے بعد عمر سعد کو بتایا اور یہ بھی کہا کہ میں انہیں قتل نہیں ہونے دوں گا

چنانچہ عمر سعد نے اسے علاج کی اجازت دے دی۔ ابن قتیبہ کے مطابق ایک سال اسمار ابن خارجہ نے اپنے پاس رکھا۔

عمرو ابن حسنؑ کے سلسلہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب قیدیوں کا قافلہ یزید کے پاس گیا۔ تو یزید نے عمرو سے پوچھا کیا میرے بیٹے کے ساتھ کشتی لڑو گے؟ اس شہزادہ نے کہا۔ کشتی لڑنے میں کیا ہوتا ہے۔ ایسا کر ایک خنجر مجھے دے دے اور ایک خنجر اپنے بیٹے کو دے دے پھر اگر اس نے مجھے قتل کر دیا تو میں اپنے نانا کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو یہ اپنے دادا ابوسفیان کے پاس پہنچ جائے گا۔

شہادت شہزادہ قاسم :۔

جب میں اپنی نظر تالیف کے سلسلہ میں کتب بینی کر رہا تھا۔ تو ان کتب میں میں نے مقتل طریحی بھی دیکھی چونکہ میں طریحی کے علم فضل۔ زہد۔ ورع۔ عبادت ریاضت۔ تفقہ اور تدین سے متاثر تھا اس لیے جو کچھ میں نے ان کی منتخب میں دیکھا ہے وہی پہلے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں یہ بھی خیال رہے کہ سرکار طریحی روضہ خوان نہیں تھا کہ مذکورہ اوصاف کے علامہ اپنے وقت کے مایہ ناز مدرسین اور مصنفین سے بھی تھا۔ مقتل میں منتخب۔ فقہ میں فخریہ۔ شرح نافع اور مشترکات وغیرہ ان کی آج تک مایہ ناز تصنیفات معروف ہیں۔

علاوہ ازیں سرکار علامہ ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں بعینہٖ یہی واقعہ لکھا ہے جب اولاد امام حسنؑ کی باری آئی تو شہزادہ قاسم حاضر ہوا اور عرض کی

یاعم الاجازۃ　　　اے چچا مجھے بھی اجازت جنگ

دی جائے۔ للبراز۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے۔ تو میرے بھائی کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہے۔ تجھے دیکھ کر مجھے تسلی ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں تو زندہ رہ جائے۔

شہزادہ یہ سنکر انتہائی افسردہ اور مغموم ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں شدت غم سے شہزادے نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھا اور پریشان بیٹھ گیا۔ کہ اچانک شہزادے کو کوئی خیال آیا۔ کہ دم آخر میرے بابا نے میرے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا بیٹے جب ہر طرف سے مصائب گھیر لیں تو اس تعویذ کو کھول لینا شہزادے نے جلدی سے تعویذ کھولا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

قاسم بیٹے میں تجھے وصیت کر رہا ہوں کہ جب چچا کو میدان کربلا میں دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھنا تو جنگ سے پیچھے نہ رہنا۔ اور دشمنان خدا و رسولؐ کے مقابلہ میں جان بچانے کا بخل نہ کرنا۔ اگر چچا کی طرف سے ایک مرتبہ اجازت نہ ملے تو بار بار اجازت مانگنا اور دائمی شہادت حاصل کر لینا۔

شہزادہ فرط مسرت سے جھوم کر اٹھا۔ چچا کے پاس آیا اور وہ وصیت آپ کے پیش کر دی۔ جب امام حسینؑ نے وہ خط دیکھا تو بے ساختہ گریہ کیا۔ آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔

ہاں بیٹے تیرے پاس بھی اپنے بابا کی وصیت ہے اور مجھے بھی اپنے بھائی کی وصیت ہے تیرے لیے ضروری ہے کہ اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرے اور میرے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے بھائی کی وصیت

کو پورا کروں۔

پھر آپ نے شہزادے کا ہاتھ پکڑا۔ خیمہ میں لائے جناب عون اور جناب عباس کو بلایا۔ جناب ام فروہ کو بلا کر پوچھا کیا قاسم کے نئے کپڑے نہیں ہیں؛ بی بی نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔ پھر آپ نے جناب زینب خاتون سے فرمایا۔ مجھے صندوق تبرکات لا کر دو۔

بی بی وہ صندوق لائیں آپ نے سامنے رکھے۔ اسے کھولا۔ اس سے امام حسنؑ کی قبا اور عمامہ نکالے۔ قبا پہنائی۔ عمامہ سر پر رکھا۔ پھر جناب فاطمہ کبریٰ کو بلایا اس شہزادی کے ہاتھ سے پکڑا۔ اسی خیمہ میں دونوں کا عقد کیا۔ پھر بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر شہزادہ قاسم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔

لو بیٹا اب میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر دیا۔

شہزادہ نے جناب فاطمہ کا ہاتھ لیا ۔ امام حسینؑ۔ جناب عباس اور جناب تینوں باہر چلے گئے۔ جناب قاسم نے شہزادی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے پھر ایک ہاتھ جناب زینب کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ اپنی ماں کے ہاتھ پر رکھ کر عرض کیا۔

پھوپھی جان! اماں جان! میرے چچا نے اپنے بھائی کی وصیت پوری کر دی ہے اب مجھے اپنے بابا کی وصیت پوری کرنا ہے میری اس امانت کو احتیاط سے سنبھال لو قیامت میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ

اس وقت شہزادی نے عرض کیا۔

قاسم آپ کو معلوم ہے کہ جنگ کے عین شباب میں آپ سے میری شادی ہوئی ہے۔ جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے۔ آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب ہم یہاں

سے جائیں گے تو آپ کی لاش سے الوداع کرنے کی خاطر میرے پاس بھی کوئی علامت ہونا چاہیے۔

شہزادہ نے اپنی پھوپھی اور ماں کی موجودگی میں اپنی قمیص کا دامن لے کر اسے چاک کیا اور فرمایا۔ اگر میرا لاشہ بچ گیا تو مجھے اس چاک دامن سے پہچان لینا۔ اور اگر سالم نہ بچا تو پھر میں تمام شہداء سے ممتاز ہوں گا۔ میرا پہچاننا اس لیے آسان ہوگا کہ ہر رونے والے کو لاشہ ملے گا لیکن قاسم کا لاشہ تلاش کرتے سے بھی نہ مل سکے گا۔

پھر شہزادہ مظلوم کربلا کے پاس آیا اور عرض کی چچا اب اجازت۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے ایسے نہیں۔ پہلے تو میں نے تجھے لباس عروسی پہنایا تھا۔ اب تجھے لباس موت پہنانا ہے۔

امام حسینؑ نے شہزادے کی قمیص کے دونوں طرف چاک کفن کی مانند چاک کیے بغل تک کھلے کر دیے۔ عمامہ کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا ٹکڑا چہرے پر ڈال دیا تاکہ شدت دھوپ سے محفوظ رہے۔ تلوار کمر سے خود باندھی۔ پھر گھوڑے پر سوار کیا۔ اور فرمایا۔ بسم اللہ۔ میرے بیٹے۔ شہزادہ عمر ابن سعد کے پاس آیا اور فرمایا۔

کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ اولاد رسولؐ پیاس سے جاں بلب ہے اور تو نے پانی روک رکھا ہے۔

عمر ابن سعد نے کہا۔

اولاد رسول ہمیں بھی عزیز ضرور ہے لیکن بیعت یزید اولاد رسولؐ سے زیادہ ضروری ہے۔

شہزادے نے مبارز طلبی کی ارزق شامی مقابلہ میں آیا واصل جہنم ہوا اس کے چار بیٹے آئے وہ بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ شبیہ ابن سعد شامی نے چھپ کر وار کیا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل سکا۔ پھر ہر طرف سے نیزوں اور تلواروں سے وار ہونے لگے۔ لاشہ ٹکڑے ہو گیا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں لکھا ہے کہ شہزادہ قاسم پندرہ برس سے کمسن تھا۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ۔

بخدا میں وہ وقت نہیں بھولتا جب قاسم ابن حسن اپنی کمسنی کے باوجود فوج یزید کے کسی بہادر کو اپنے قریب آنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا اور شیبہ نے چھپ کر نیزے کا وار کیا۔ پھر عمر ازدی نے سر پر تلوار سے وار کیا مجھے آج بھی شہزادہ کا سر دو حصوں میں تقسیم نظر آ رہا ہے۔ صرف یہی ایک جملہ زبان سے نکل سکا یا اماہ ادرکنی۔

وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب ہر طرف سے گھوڑے دوڑا دیے گئے۔

گھوڑوں نے شہزادے کے سر، سینہ اور پسلیوں کو اپنے سموں سے ریگزار کربلا پر بکھیر دیا۔

جب فرزند رسولؐ اپنے اس نوشہ کا لاشہ لینے کو آئے تو انہیں کئی مقامات سے بکھرے اعضا کو اکٹھا کرنا پڑا۔ میں بھی پیچھے پیچھے چلا گیا کہ دیکھوں اسے کہاں رکھتے ہیں۔

آپ اس خیمہ میں آئے جہاں علی اکبر اور دیگر بنی ہاشم کے لاشے رکھے تھے آپ نے قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو جوڑ کر علی اکبر کے پہلو میں رکھا

دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا۔ اللھم اشھد علی ھولاء القوم۔

پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا جداہ انظر ھٰذا شبیھتک ابنی۔ وھذا قاسم ابن الحسنؑ۔

بحار کے مطابق شہزادہ کا سن تیرہ برس کا تھا۔

کربلا و سفر شام و واپسی مدینہ خروج مختار اس سے بعد کے واقعات جلد دوم کا انتظار کریں جو انشاء اللہ جلد آپ کی خدمت میں ہو گی۔

معالی السبطین

فی

احوال الحسنؑ والحسینؑ

جلد: دوم

ناشر

نظامی پریس بکڈپو

وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ